

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان و تفسیر

پارہ ۱۱

مؤلف

مولانا محمد یعقوب ماسینی

سابق اساتذہ حدیث و تفسیر دارالعلوم سہارنپور

دارالتفسیر دارالعلوم دیوبند



حنفی کفایت دینی کتب خانہ شافعی

کفایت اللہ اپنے صدیق

واٹس ایپ گروپ نیلی کرام چیل
اس گروپ میں کتابیں اہل السنۃ والجماعت، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، دیوبند، علماء حق کے عقائد کے مطابق ہوں گی مختلف زبانوں میں اسلامی کتابیں پشتو عربی اردو فارسی جیسے تفسیریں، فتاویٰ درسی کتب خارجی کتب وغیرہ۔

کفایت اللہ اپنے صدیق

easypaisa

+923052488551
+923247442395

حنبلی

مالکی

ترجمہ جلیلہ علامہ مولانا اشرفی علی صہبائی رحمۃ اللہ علیہ

50/=

شائع کردہ

ادارۃ دعوت و تبلیغ

گلی آلی کی جنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یو پی موبائل: 9837375773

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدْرِكٍ
اَوْسَمَ فِي الْقُرْآنِ نَفِيحَتِ سُلَيْمٍ كَيْفَ اَمَانُ كَرَامَتِهِ يُوَكِّلُ الْفِتْرَةَ لِمَنْ يَشَاءُ لِيُخْلِقَ مَا يَشَاءُ

قرآن شریف کی



قدیم و جدید مستند و معتبر کتب تفاسیر کے ماخذ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ

مرتب

محمد یعقوب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند

پارہ یَعْتَذِرُونَ

ادارہ ادب و تبلیغ گلی آل کی چنگی سہارنپور

فہرست عنوانات آسان تفسیر اردو پارہ ۱

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۹	مشرکین عرب کے ایک غلط مطالبہ کی تردید	۳	منافقین کے جھوٹے عذر
۴۰	سب سے بڑا نظام	۵	دیہاتی منافقین کی حرکتیں
۴۲	فرانسیسی معجزہ پورہ کرنے کی حکمت	۷	چھپے ہوئے منافق
۴۲	دنوی زندگی کی مثال	۱۲	ابو عامر کی اسلام دشمنی
۴۸	مشرکین سے سوالات	۱۴	مسجد ضرار کی مثال
۵۱	قرآن کریم اللہ کا کلام ہے	۱۴	مسجد ضرار کو ڈھادینا
۵۵	حشر کا ایک منظر	۱۴	فوائد آیات
۵۷	عذاب کب آئے گا؟	۱۶	واقعہ شان نزول
۵۹	قرآن نسخہ شفا ہے	۱۶	تفسیر آیات
۶۲	اولیاء اللہ کیسے خوشخبری	۱۶	مجاہدین کی اچھ صفات
۶۳	اولیاء اللہ کون ہیں	۱۸	واقعہ شان نزول
۶۳	اولیاء اللہ کی پہچان	۱۸	ایک سوال کا جواب
۶۳	اولیاء اللہ سے محبت کا فائدہ	۲۳	سچ کی فضیلت
۶۷	ولایت حاصل کرنے کا طریقہ	۲۵	جہاد فرض کفایہ ہے
۶۷	ایک شبہ کا جواب	۲۵	جہاد میں ترتیب کیا ہو؟
۶۹	قوم نوح پر عذاب خداوندی	۲۶	مجاہدین کو ہدایت
۷۳	حضرت موسیٰ کی فرعونوں کیسے بردہا	۲۷	آیات قرآنیہ میں غور و فکر کرنا ایمان میں ترقی کا ذریعہ
۷۴	فرعون کی تمام دولت کو پتھر بنا دیا گیا	۲۹	حضور پوری مخلوق کے خیر خواہ ہیں
۷۵	فرعون کی ہلاکت	۲۹	کلام اللہ کی آخری آیتیں اور انکی فضیلت
۷۶	کیا فرعون کی لاش اب تک محفوظ ہے؟	۳۱	زندگی کے لائق صرف خدا کی ذات ہے
۸۰	واقعہ قوم یونس	۳۴	انسان کے دو گروہ
۸۶	اہمیت سورہ ہود	۳۶	اپنے لئے بددعا کرنے کی ممانعت

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سزا نہیں دے گا۔ اللہ

تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول م تمہاری کارگزاری

دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو تباہ دیگا

جو کچھ تم کرتے تھے۔ ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم ان کے پاس واپس

جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور ان کا

ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے یہ اس لئے قسیں کھا دیئے کہ تم ان سے

راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

یہاں نے کر کے جنگ تموک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اسے

آپ کے سامنے جھوٹے عذر بیان کریں گے کہ ہم فلاں فلاں مجبوری کی وجہ سے آپ کے ساتھ

جہاد میں نہ جاسکے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جد بن قیس وغیرہ ستر منافقوں نے فتنیں کھا کر

آپ سے جھوٹے عذر بیان کئے۔

مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی ان آیات کو نازل فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باخبر فرما دیا تھا کہ منافق جھوٹے عذر پیش کریں گے آپ ان کو تسلیم مت کرنا اور صاف کہہ دینا کہ تم جھوٹے ہو بذریعہ وحی اللہ نے مجھے تمہارے ان تمام گندے خیالات اور بُرے ارادوں سے باخبر کر دیا ہے جن کو تم چھپائے ہوئے ہو
وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ يُعْنِيهِ أَسْزَدَهُ اللَّهُ اور اس کا رسول تمہارے عمل کو دیکھیں گے کہ تم نفاق سے توبہ کرتے ہو یا اس پر قائم رہتے ہو، اس آیت میں منافقین کو ہمت دی گئی ہے کہ اب بھی توبہ کر لیں نفاق چھوڑ دیں اور سچے مسلمان بن جائیں اس سے ان کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ جب یہ منافق لوگ قسمیں کھا کر آپ کو تسلی دینا چاہیں کہ ہم واقعتاً مجبور تھے تو آپ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے، ان کو کسی قسم کا لعن طعن اور ملامت نہ کیجئے کیونکہ ان کے دل میں ایمان تو ہے نہیں کہ مذمت کرنے سے ماہ راست پر آجانے کی امید ہو لہذا ان کو ان کے حال پر ہی چھوڑ دینا بہتر ہے اور اگر یہ لوگ قسمیں کھا کر آپ کو راضی و خوش کرنا چاہیں کہ آپ ہمارے ساتھ پہلے جیسا معاملہ کیجئے تو آپ ان سے راضی مت ہونا اور اگر بالفرض راضی ہو بھی گئے تو آپ کا راضی ہو جانا ان کے حق میں سودمند نہ ہوگا، کیونکہ آپ کا رب ایسے شیریر اور نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا، اور جس سے اللہ راضی نہ ہو اس کے لئے رہائی و نجات کی کوئی راہ نہیں۔

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ ان کو ان احکام کا

أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۹۰﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ

علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں اور ان دیہاتیوں میں سے

مَنْ يَتَّخِذْ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصْ بِكُمُ الدَّوَابُّ عَلَيْهِمْ

بعض بعض ایسا ہے کہ جو کچھ وہ خرچ کرتا ہے اس کو جیانت سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے گردشوں کا منتظر رہتا

دَايِرَةُ السَّوَاءِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٩١﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ

ہے بُرا وقت انہیں پر پڑنے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں اور بعض اہل دیہات ایسے بھی ہیں جو

يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ

اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں ان کو عند اللہ قرب حاصل

وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَّا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ

ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یا درکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان کیلئے موجب قربت

فِي رَحْمَتِهِ أَلَّا إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ ﴿٩٢﴾

ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرے گا اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

دیہاتی منافقین کی حرکتیں | پہلی آیات میں مدینہ منورہ کے رہنے والے منافقین کا تذکرہ تھا اب ان آیات میں ان منافقوں کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کے

دیہاتوں میں آباد تھے ان کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ لوگ کفر و نفاق میں بہت ہی سخت ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ علم اور علماء سے دور رہتے ہیں، جہالت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اسی وجہ سے ان کا کفر و نفاق بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

ان دیہاتیوں میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ ان میں کفر و نفاق کے علاوہ بخل بھی ہے، اور مسلمانوں سے دشمنی بھی چنانچہ ان کا یہ حال ہے کہ جہاد یا زکوٰۃ کے نام پر جو کچھ دیتے ہیں اس کو جہاد اور تادان سمجھتے ہیں، جس کو دیتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے کیونکہ حقیقت میں تو یہ مسلمان ہیں نہیں، جو خدا کے حکم کے سامنے ہر چیز قربان کرنا آسان ہو بلکہ صرف دکھاوے کے لئے اور اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو مسلمان بتلاتے ہیں اسی لحاظ میں زکوٰۃ و نماز وغیرہ مرے جی سے ادا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت و آفت آن پڑے جس سے یہ تباہ و برباد ہو جائیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بُرا وقت انہی پر آئے گا مسلمانوں پر نہیں، چنانچہ روز بروز مسلمانوں کو فتح ہوتی گئی اور کفار و منافقین ذلیل و رسوا ہوتے گئے۔

ان دیہاتی منافقوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے نفاق کی سب باتیں جانتے ہیں، لہذا ان کو سخت سزا دیں گے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے دیہات کے ان لوگوں کا ذکر بھی فرمایا جو سچے پکے مسلمان ہیں، ارشاد ہے کہ ان گاؤں والوں میں بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ نیک کاموں پر خرچ کرتے ہیں اس کو اپنے رب کی رضا و خوشنودی اور تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے حصول کا سبب سمجھتے ہیں، کیونکہ حضور کی عادت مبارکہ تھی کہ راہ مولیٰ میں خرچ کرنے والوں کے لئے دعا فرماتے تھے۔

ان لوگوں کو اللہ پاک نے خوشخبری دی ہے کہ یاد رکھو ان لوگوں کا ہمارے لئے مال خرچ کرنا ہماری رضا و قرب کا ذریعہ ہے اور ہم ضرور اپنی خاص رحمت (جنت) میں داخل کر لیں گے کیونکہ ہم بڑی مغفرت و رحمت والے ہیں، اس لئے ان کے گناہ معاف کر کے انھیں اپنی رحمت کے سائے میں ڈھانپ لیں گے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ

اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ

ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے

لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ

ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۰

رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے

تفسیر :- اس آیت پاک میں ارشاد خداوندی ہے کہ میں ان مہاجرین و انصار اور

تابعین سے راضی ہوں، جنہوں نے میری رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور

میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے

نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس خوشخبری میں وہ تمام مسلمان بھی شامل ہیں جو ایمان و عمل صالح میں مکمل صحابہ کرام رض کا

اتباع کریں، بس اللہ ان سب سے راضی ہوئے یعنی ان کی اطاعت و عبادت کو اللہ نے قبول کر لیا اور

ان کے اعمال کو پسند فرمایا۔ اور یہ سب اللہ سے راضی ہوئے یعنی اللہ کا رب اور مالک ہونا اور اسلام کا دین ہونا اور محمدؐ کا رسول ہونا انھوں نے اپنے دل سے پسند کر لیا، اور اللہ نے ان کے دلوں میں اپنی اور دین اسلام کی اور محمدؐ عربیؐ کی محبت ڈال دی اور جو دنیوی و اخروی نعمتیں اللہ پاک نے انھیں عطا فرمائیں ان سے وہ راضی ہو گئے۔ بس ان سب کے لئے اللہ پاک نے ایک ایسی عالیشان جنت تیار کر رکھی ہے جس میں ہر قسم کی نعمت موجود ہے۔ اس میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے، اللہم آمین۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

اور کچھ تمھارے گرد و پیش والوں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال

مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ ۚ لَا تَعْلَمُهُمْ ۚ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُمْ

پر پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ان کو ہم ہی جانتے ہیں ہم ان کو دہری سزا دیں گے

مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يَرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿۱۰﴾

پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے

جیسے ہوئے منافق | بہت سی آیات میں ان منافقوں کا تذکرہ آیا ہے جن کا نفاق ان کی باتوں اور کاموں سے ظاہر ہو چکا تھا اور حضور علیہ السلام ان کو اچھی طرح پہچانتے

اقوال و تحقیق | وَالسَّبِقُونَ الاولون۔ کی ایک تفسیر اوپر بیان کی گئی ہے کہ اس سے تمام صحابہ کرام مراد ہیں، حضرت تھانویؒ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ دوسری تفسیر

اکثر حضرات مفسرین نے یہ کہ ہے کہ مِنْ کو تبعیضیہ مانا ہے اور پھر مجاہدین و انصار کے دو طبقے کئے ہیں۔ ایک سابقین اولین کا، دوسرا دوسرے درجہ کے صحابہ کرام کا۔

پھر اس میں بھی اقوال مختلف ہیں، حضرت سعید بن مسیب اور قتادہؒ نے فرمایا کہ سابقین اولین ان صحابہ کو قرار دیا ہے جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے، بعض نے فرمایا کہ حضرت عطاء بن ابی رباح نے فرمایا کہ سابقین اولین وہ صحابہؓ ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور شعبیؒ نے فرمایا سابقین اولین وہ صحابہؓ ہیں جو حدیبیہ کی معیت رضوان میں شریک ہوئے۔ تینوں اقوال کے مطابق باقی تمام صحابہؓ دوسرے درجہ میں ہیں۔

تھے کہ یہ منافق ہیں، اس آیت میں ان منافقوں کا تذکرہ جو فن نفاق میں کمال کی حد کو پہنچے ہوئے تھے اور اس قدر چالاک ہوشیار تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو نہ پہچان سکے کہ یہ منافق ہیں، آپ ان کو سچا مسلمان ہی سمجھتے رہے چنانچہ اس آیت میں اللہ پاک نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ بھی ان کو نہیں پہچانتے بلکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ منافق ہیں، ہم ان کو دوبار عذاب دیں گے، ایک عذاب ہوگا کہ یہ قتل اور قید کئے جائیں گے اور دوسرا عذاب قبر میں دیا جائے گا، اور پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا یعنی دوزخ کے عذاب کی طرف جس میں یہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں یہ چھپے ہوئے منافق جن کو آپ پہچان نہیں پاتے کچھ تو مدینہ منورہ ہی میں ہیں، اس سے قبیلہ اوس و خزرج کے بعض منافق مراد ہیں، اور کچھ مدینہ طیبہ کے آس پاس بے ہوئے ہیں اس سے قبیلہ مزینہ، جہینہ، اشجع، اسلم اور غفار کے بعض منافق مراد ہیں۔

وَاٰخِرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخِرًا

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقرر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلا

سَيِّئًا عَسَىٰ اَللّٰهُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

اور کچھ بُرے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ انکے حال پر رحمت کیلئے توہ فرما دیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں

تفسیر

اس آیت پاک میں ان حضرات کی توبہ قبول ہونے کا بیان ہے جو جنگ تبوک میں بلا کسی عذر کے شریک نہیں ہوئے تھے، ان کے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ انہوں نے اپنی غلطی و قصور کا اعتراف کیا اور انہوں نے ملے جلے عمل کئے، کچھ اچھے جیسے ایمان قبول کرنا، نماز روزہ وغیرہ ادا کرنا، جنگ تبوک کے علاوہ بہت سی جنگوں میں شریک ہونا، اور جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ و استغفار کرنا، اور کچھ بُرے کام بھی کئے جیسے بلا عذر جنگ تبوک میں شریک نہ ہونا، اور اس معاملہ میں منافقین کے ساتھ غلط موافقت کرنا۔

اقوال و تحقیق

عسی (اللہ ان توبہ علیہم)۔ یعنی اللہ ان کو معاف کرے گا، یا ان کی توبہ قبول کرے گا لفظ عسی کلام الہی میں تحقیق کے معنی دیتا ہے اور اس میں یہ رمز بھی ہے کہ بندہ کو اپنی توبہ پر ناز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ سے قبولیت کی امید رکھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ میں بلا کسی عذر کے شریک نہ ہونے والے دس حضرات تھے بعد میں ان کو اپنے اس فعل پر مامت ہوئی اور ان میں سے سات حضرات نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ رستی سے باندھ لیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے متعلق معلوم کیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ انھوں نے یہ عہد کر کے اپنے آپ کو باندھا ہے کہ جب تک حضور ہماری غلطی معاف فرما کر ہم سے راضی ہو کر اپنے دست مبارک سے نہ کھوس گے تب تک ہم اسی طرح بندھے کھڑے رہیں گے، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ انھوں نے منافقوں جیسا بہت بڑا جرم کیا ہے، اس لئے میں ان کو اس وقت تک نہیں کھوؤں گا جب تک کہ حق تعالیٰ ان کے کھولنے کا مجھے حکم نہ فرمائیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کی توبہ قبول کر لی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھولنے کا حکم دیا، ان حضرات میں سے جب حضرت ابوبابہ رضی اللہ عنہ کو کھولنے لگے تو انھوں نے کہا کہ جب تک رسول خدا مجھ سے راضی و خوش ہو کر اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے میں اس وقت تک بندھا ہی رہوں گا، چنانچہ جب آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے تو حضرت ابوبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دست مبارک سے کھولا۔

حُذِّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِ

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے

عَلَيْهِمْ إِنْ صَلَوَاتُكَ سَكُنَ لَهُمُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱۳

اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب

الْمُرِ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ

جانتے ہیں کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول

الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝۱۴

فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے کی صفت اور رحمت کرنے کی صفت میں کامل ہے

شان نزول | جس وقت ان حضرات کو ستونوں سے کھول دیا گیا تو یہ اپنا مال لے کر حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، آپ ہمارا یہ مال بطور صدقہ قبول

مسلمانوں کو آپ معلوم ہو جائے گا اور پھر مرنے کے بعد تم ایسی ذات کی طرف لوٹاؤ گے جو ہر قسم کی ڈھکی چھپی اور ظاہری دکھلی بات کو خوب جانتا ہے۔ بس وہ تم کو تمہارا کیا ہوا سب کچھ بتلا دے گا کہ تم دنیا میں یہ اچھا کام کر کے آئے ہو اور یہ بُرا، اور تمہارے اعمال ہی کے مطابق تم کو جزا و سزا دے گا، جو حضرات بلا کسی غدر کے جنگِ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ دس تھے ان میں سے سات حضرات کا ذکر تو اوپر گزرا کہ انھوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا، اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، بقیہ تین حضرات کا بیان اس آیت میں ہے۔ **وَإِخْوَنُ مُؤْمِنٍ** یعنی اور کچھ وہ لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کا حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے یا ان کی توبہ قبول کرے، ان تینوں حضرات کے متعلق حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو یہ حکم فرمایا تھا کہ ان سے مکمل بائیکاٹ رکھا جائے، سلام و کلام قطعاً نہ کیا جائے، اس معاملہ سے ان پر یہ اثر پڑا کہ ان کی حالتوں میں سدھار ہوا اور اخلاص کے ساتھ کے ساتھ انھوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور پھر سچے دل سے حق تعالیٰ سے توبہ و استغفار کیا تو ان کے لئے بھی معافی کا حکم صادر ہوا اور ان کے ساتھ بھی پھر سے بھائی جیسا معاملہ شروع کر دیا گیا۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ

اور بعض ایسے ہیں جنھوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں

الْمُؤْمِنِينَ وَارْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ

اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل سے خدا و رسولؐ کا

وَلِيَّ حُلْفَةٍ إِنْ أَرَادْنَا إِلَّا آلَ الْحُسَيْنِ ؑ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ

مخالف ہے اور قسمیں کھا جاویں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ

لَكَذِبُونَ ۝ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لِمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَىٰ

وہ بالکل جھوٹے ہیں آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ

الَّتَقَوٰى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ

پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب

يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿١٠٨﴾

پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی

أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانُهَا رَبِّهِ

پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی

فِي نَارٍ جَهَنَّمَ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ لَا

ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا ان کی یہ

يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ

عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کاٹسا سا کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا

تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾

ہو جاوے تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

ابو عامر کی اسلام دشمنی | ابو عامر راہب حضور علیہ السلام کا مسلمانوں کا اور مذہب اسلام کا سخت

مخالف تھا اس نے اپنی دشمنی نکالنے کے لئے ایک تدبیر یہ اختیار کی کہ

قبیلہ غنم بن عوف کو تیار کیا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور اس میں خوب اسلحہ جمع کرو۔ میں ملک شام قیصر دم کے

پاس جا رہا ہوں وہاں سے روسیوں کا ایک لشکر ساتھ لاکر محمد اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے

نکال دیں گے۔ چنانچہ بارہ منافقوں نے مل کر یہ مسجد تیار کی اور اپنی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے یہ پردہ گرام

بنایا کہ ایک نماز اس مسجد میں محمد عربیؐ سے پڑھوائی جائے تاکہ پھر کوئی اس مسجد کو کسی بھی طرح

شک و شبہ کی نظر سے نہ دیکھ سکے۔ چنانچہ یہ آپؐ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی درخواست پیش

کی۔ آپؐ نے فرمایا ابھی تو میں تبوک کے سفر کے لئے تیار ہوں انشاء اللہ وہاں سے واپسی پر

آپؐ کی مسجد میں نماز پڑھوں گا۔

چنانچہ جس وقت آپ تبوک سے واپس ہوئے اور راستہ میں مقام ذی اوان میں رُکے یہ جگہ مدینہ طیبہ سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے) ان آیات کا نزول ہوا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا۔

تفسیر آیات

اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے مذہب اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے مسجد بنائی، اور ان کی غرض اس سے یہ بھی ہے کہ اس میں بیٹھ کر کفر کے معنی رسول اللہ کی مخالفت کے منصوبے بنائیں اور ان کی غرض اس سے یہ بھی ہے کہ مسلمان آپس میں منتشر ہو جائیں کیونکہ جب مسجد دو ہو جائیں گی تو یقیناً پہلی مسجد کے کچھ لوگ اس نئی مسجد میں ضرور آئیں گے، اور ایک غرض ان کی اس مسجد کے بنانے سے یہ بھی تھی کہ اس شخص کے قیام کا بندوبست ہو جائے جو ابتدا ہی سے اللہ و رسول کا مخالف تھا اس سے مرد ابو عامر راہب ہے اس مسجد کے بنانے سے ان کی غرضیں تو یہ ہیں جو ابھی ذکر ہوئیں، لیکن اے محمد اگر آپ ان سے پوچھیں گے تو یہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اس مسجد کے بنانے سے ہماری غرض صرف بھلائی ہے کہ گرمی و سردی اور برسات میں لوگ چین و سکون کے ساتھ نماز ادا کر سکیں، اور کمزور و مریض لوگ جو مسجد نبوی تک نہیں پہنچ سکتے وہ اس مسجد میں باجماعت نماز پڑھ سکیں اور مفر لوگ اس میں قیام کر سکیں وغیرہ، لیکن اللہ شہد ہے کہ یہ لوگ اپنے اس قول میں بالکل جھوٹے ہیں، بس آپ ان کی اس مسجد میں نماز کے لئے کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد روز اول سے تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں، اور اس مسجد میں ایسے لوگ نماز پڑھتے ہیں جنہیں طہارت و پاکی کا پورا پورا خیال ہے، اور اللہ بھی ایسے پاکیزہ لوگوں کو خوب پسند فرماتا ہے۔ اس سے مراد مسجد قبا ہے چنانچہ کبھی کبھی آپ اس مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تھے، بعض روایت میں ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے جس کی بنیاد وحی کے مطابق حضور علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے رکھی تھی جس سے اس کی بنیاد کا تقویٰ و اخلاص پر ہونا ظاہر ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پاکیزہ اور کون ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تمہیں دو نوں مسجدوں کے بنانے والوں کی نیت کا علم ہو گیا کہ ایک کی نیت میں خالص للہیت ہے اور دوسرے کی نیت میں خالص شیطانیت اور اللہ و رسول کی مخالفت بس خود لیصلہ کر لو ان میں کون بہتر ہے اور پھر اللہ پاک نے ان منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد کی برائی کو ایک مثال سے بیان فرمایا

مسجد ضرار کی مثال | ارشاد ہے کہ اس مسجد ضرار کی مثال ایسی ہے جیسے دریا کے کنارے پر جس کو پانی نیچے سے کھالیتا ہے کوئی عمارت بنائی جائے، جس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ فوراً گر جائے گی، اسی طرح اس مسجد ضرار کی بنیاد بھی پائیدار نہیں جس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ فوراً ہی گر پڑی اور جہنم کی آگ میں گئی، جہنم میں گرنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اسکے بنانے والے جہنم رسید ہوئے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب یہ مسجد گرائی گئی تو حقیقت میں اس کا کل ملبہ و میثیل جہنم میں گرا۔

مسجد ضرار کو ڈھادینا | جب ان آیات میں اللہ پاک نے مسجد ضرار کی حقیقت واضح فرمادی کہ وہ مسجد نہیں بلکہ مشورہ گھر ہے جس میں اللہ و رسول اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنتے ہیں وہ مسجد نہیں بلکہ دین اسلام کے خلاف ایک قلعہ ہے، وہ مسجد نہیں بلکہ ایک ایسی عمارت ہے جس کا مقصد کفر و شرک کی ترقی اور دین اسلام کو تباہ کرنا ہے بہر حال جب ان منافقین کی سازش اللہ پاک نے حضور پر کھول دی تو آپ نے چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ اسی وقت جا کر اس مسجد کو ڈھادو اور اس میں آگ لگا دو، یہ حضرات تعمیل حکم میں فوراً گئے اور اس مسجد کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اور ڈھاکر زمین کے ہوا کر دیا۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ وہ عمارت جو انھوں نے مسجد کے نام سے بنائی تھی ان کے دلوں میں کانٹا بن کر کھٹکتی رہے گی کیونکہ جس غرض سے بنائی تھی وہ پوری نہیں ہوئی اور قلعی کھل گئی اور پھر اس کو ڈھادیا گیا، غرض ان کا کوئی ارمان نہ نکلا اس لئے ساری عمر اس کا افسوس اور ارمان ہی رہے گا باں اگر ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں تو اور بات ہے یعنی مرنے سے پہلے اس کا غم و افسوس انھیں چھوڑنے والا نہیں، مگر کسی اس سے چھٹکارا ملے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم و حکمت والے ہیں، بس ان منافقوں کے تمام حالات کو جانتے ہیں اور پھر اسی کے مطابق ان کو سزا دیں گے۔

فوائد آیات | ان آیات سے چند احکام معلوم ہوتے ہیں، ۱۔ جو مسجد کسی دوسری مسجد کے مقابلہ اور ضد میں بنائی جائے کہ وہاں کے نمازی ٹوٹ کر یہاں آجائیں اور اس طرح مسلمانوں میں تفرق پیدا کرنا مقصد ہو اور اسی طرح اگر کوئی مسجد ریا و نمود کی بنیاد پر بنائی جائے تو اس کے بنانے والے ثواب سے قطعاً محروم اور سخت گنہگار ہوں گے، البتہ ان کی بنائی ہوئی مسجد کو خدا کا گھر ہی سمجھا جائے گا اور اس پر مسجد کے تمام احکام جاری ہوں گے اس کا پورا پورا ادب و احترام کرنا ضروری ہوگا اس کو منہدم کرنا اور ڈھانا قطعاً جائز نہیں، البتہ اس میں نماز

بڑھنا بہتر نہیں ہاں نماز ادا ہو جائے گی کیونکہ ان آیات میں حضور علیہ السلام کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ ایسی مسجد میں نماز پڑھئے جس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہو، اور اس میں نماز پڑھنے والے طہارت و پاکی کو خوب پسند رکھتے ہوں، طہارت سے مراد ظاہری طہارت و پاکی بھی ہے اور باطنی بھی کہ اخلاق و اعتقادات بھی پاکیزہ ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض

لَهُمْ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ فَ

خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقٌّ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ

کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور یہ کہ

أَوْ فِي بَعْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبِشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ

اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ بنی اس بیع پر جس کا تم نے اس سے معاملہ ٹھہرایا

بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۱۱۱ التَّائِبُونَ الْعِبَادُونَ

ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے وہ ایسے ہیں جو توبہ کر نیوالے ہیں عبادت کرنے

الْحَمْدُونَ السَّائِحُونَ الرُّكَّعُونَ السَّجِدُونَ الْآمِرُونَ

والے ہیں حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعمیم کر نیوالے

بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ

اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے

اللَّهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۱۲

اور ایسے مؤمنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے

واقعہ شان نزول

جب مکہ مکرمہ میں یلۃ العقبہؑ دکھائی کی رات، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر انصار سے بیعت لی تو حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جو چاہیں اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے ہم سے شرطیں منظور کریں، ہم سب کچھ ماننے کے لئے تیار ہیں اس پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے متعلق یہ شرط لیتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت و بندگی کرنا اس کے علاوہ کسی کی نہیں، اور اپنے متعلق یہ شرط لیتا ہوں کہ تم جس طرح اپنے جان و مال کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری کرنا۔ یہ سنکر انصار نے عرض کیا، اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمیں اس کے بدلے کیا ملیگا آپ نے فرمایا جنت، انصار نے کہا یہ سودا تو بہت ہی نفع کا ہے ہم اس سودے سے نہیں پھریں گے۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

تفسیر آیات

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے جنت کے بدلے ایمان والوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے، اسکے بعد وضاحت کر کے فرمایا گیا کہ خریدنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے جان و مال سے اپنے مولیٰ کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ یا تو مر کر شہید ہو جاؤ یا مار کر غازی کہلاؤ۔

اس بات کو خرید و فروخت کے پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جنت کا عاب ہو کر جان و مال کو اپنا نہ سمجھے بلکہ یہ جانے کہ اپنے جان و مال کو میں نے اللہ رب العزت کے ہاتھوں بیچ دیا ہے، اب وہ جہاں خرچ کرنے کے لئے کہیں گے بے دریغ وہاں خرچ کروں گا اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ معاہدہ تم نے ایک ایسی ذات سے کیا ہے جو عہد کے پورا کرنے میں سب سے زیادہ سچا ہے پس تم اپنے اس معاہدہ پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے خوب خوشیاں مناؤ یقیناً تم کو ایک روز جنت ملے گی اور یہی اصل کامیابی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ کس قدر فائدہ کی تجارت ہے جو حق تعالیٰ نے ہر مومن کے لئے کھول دی ہے اور فرمایا کہ اللہ پاک ہی نے تمہیں مال عطا کیا ہے تم اس میں سے کچھ خرچ کر کے جنت خرید لو۔

مجاہدین کی آٹھ صفات

اس کے بعد اللہ پاک نے ان مجاہدین کی جنہوں نے اپنی جان و مال کے بدلے جنت کا سودا کر لیا ہے آٹھ صفات ذکر

۱۔ عقبہ پہاڑ کے حصہ کو کہا جاتا ہے اس جگہ وہ عقبہ مراد ہے جو سنہ ۱۰ھ میں تبراۃ عقبہ کے ساتھ پہاڑ کا حصہ ہے آج کل حاجیوں کی کثرت کیونکہ اس سے پہاڑ کا یہ حصہ صاف کر کے میدان بنادیا گیا ہے صرف حجرہ رہ گیا ہے۔ محمد یعقوب غفرلہ و لوالہ یہ ۱۲۔

کی ہیں مگر وہ ہر قسم کے شرک، گناہ اور برائی سے توبہ کرتے ہیں مگر صرف اللہ کی بندگی کرتے ہیں مگر ہر حال میں اللہ کی تعریف کرتے ہیں مگر السَّائِحُونَ (یعنی سیر کرنا) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد روزہ رکھنا ہے، مفسر حقانی نے لکھا ہے کہ روزہ کی حالت میں جب انسان اپنے لئے خواہشات کے دروازے بند کر لیتا ہے تو اس پر معارف کے دروازے کھل جاتے ہیں اور پھر وہ عالم جلال کی سیر کرتا ہے، بعض حضرات مفسرینؒ فرماتے ہیں کہ السَّائِحُونَ سے مراد اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے ہیں جیسے علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا یا جہاد کے لئے سفر کرنا یا ہجرت کے لئے سفر کرنا یا پانچویں صفت ان کی یہ ہے کہ یہ رکوع و سجود کرنے والے ہیں یعنی نماز پڑھنے والے ہیں مگر اچھی باتوں کی طرف لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں مگر بُری باتوں سے ڈراتے اور روکتے ہیں مگر معاملہ میں اللہ کے حکم کو مدنظر رکھتے ہیں، قوانین شریعت کی مکمل پابندی کرتے ہیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ ان مومنین کو جن کی صفات اوپر بیان ہوئیں خوشخبری سنا دیجئے کہ ان سے اللہ پاک جنت کا وعدہ کرتا ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں

وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ

اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ

أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝۱۱۳ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ

دوزخی ہیں اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے لئے دعا مغفرت مانگنا وہ صرف

إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ

وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر

لِللَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝۱۱۴

ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے واقعی ابراہیمؑ بڑے رحم المراجِیم الطبع تھے

واقعہ شان نزول

بخاری و مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے چچا

ابوطالب اگرچہ مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر عمر بھر اپنے بھتیجے محمدؐ کی

حیثیت حفاظت کرتے رہے حضور کو بھی ہر وقت یہی فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کسی طرح چچا جان کلمہ پڑھ

لیں اور ایمان قبول کر لیں چنانچہ جب آخری وقت آیا تو حضورؐ اسی فکر میں لگے ہوئے تھے کہ

کسی طرح کلمہ پڑھ لیں تو مجھے شفاعت کرنے کا موقع مل جائے گا، اور آپ جہنم کے عذاب سے

بچ جائیں گے چنانچہ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور کلمہ پیش کیا تو ابو جہل جو پہلے

سے دہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا اے ابوطالب کیا آپ عبدالمطلب کا دین چھوڑ دیں گے، حضورؐ

نے کئی مرتبہ اپنے چچا جان کو کلمہ پڑھانے کی کوشش کی مگر بد بخت ابو جہل ہر دفعہ یہی کہتا کیا آپ

عبدالمطلب کا دین چھوڑ دیں گے، بالآخر ابوطالب نے آخر میں یہی کہا کہ میں عبدالمطلب کا دین نہیں

چھوڑوں گا اسی حالت میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا اے میرے چچا میں آپ کے لئے اس وقت

تک دعا رستغفار کرتا رہوں گا، جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے، اس پر یہ آیت نازل

ہوئی جس میں حضور علیہ السلام کو اور تمام مسلمانوں کو منع کر دیا گیا کہ کفار و مشرکین کے لئے دعا

مغفرت نہ کریں اگرچہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک سوال کا جواب

اس پر بعض مسلمانوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی

تو اپنے کا فر باپ کے لئے دعا مغفرت کی تھی، اس کے جواب میں یہ آیت

مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ الْاِنْسَانِ لِهَوْنِ مَا نَزَلَ ہوئی جس میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد کے

لئے جو دعا کی تھی تو ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ آخر تک کفر ہی پر قائم رہے گا اسی پر مرے گا اس لئے

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں آپ کے لئے دعا رستغفار کروں گا مگر جب

حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہوا کہ ان کے باپ کا انتقال کفر پر ہی ہوا تو آپؑ نے اس سے بے تعلقی

اختیار کر لی اور دعا رستغفار کرنا چھوڑ دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد کے لئے جہان کی زندگی میں دعا مغفرت کرتے تھے اس کا

یہ مطلب تھا کہ اے اللہ ان کو ایمان کی توفیق دے تاکہ ان کی مغفرت ہو سکے، امام قرطبیؒ نے فرمایا

ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ زندہ کافر کے لئے اس نیت سے دعا مغفرت کرنا جائز ہے کہ اس کو

ایمان کی توفیق ہو اور یہ مستحق مغفرت ہو جائے۔

لئے تم گمراہ نہیں ہو اور اسی طرح چونکہ تم نے دعا مغفرت ہماری مانعت سے پہلے کی ہے اس لئے تم گمراہ نہیں۔ الحاصل مانعت سے پہلے جو غلط کام تم کر چکے ہو اس سے تم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی تم گمراہ ہوئے ہو، ہاں اس مانعت کے بعد اگر تم ان میں سے کوئی کام کرو گے تو ضرور گمراہ بھی ہو جاؤ گے اور گنہ گار بھی۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توبہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں

اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ

نے ایسی تسک کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اُس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں

فَرَّقَ مِنْهُمْ لُحْمًا تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۱۱۴﴾

کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر توبہ فرمائی اور اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے

تفسیر | اس آیت پاک میں جنگ تبوک سے متعلق بیان ہے کہ جس وقت مجاہدین جنگ تبوک کیلئے نکلے تو وہ وقت ان کے لئے ہر اعتبار سے بڑی سخت تھا۔

۱۔ مقابلہ ایسی زبردست قوم سے تھا جو طاقت و قوت میں ان سے بہت زیادہ تھی مگر مجاہدین صحابہ بے سروسامانی کی حالت میں تھے چنانچہ حسن بصری ؓ سے منقول ہے کہ دس دس مجاہدین کیلئے صرف ایک سواری کا بندوبست ہو سکا تھا، دس آدمی ایک سواری پر باری باری بیٹھتے تھے۔

۲۔ موسم بے پناہ گرم تھا مزید یہ کہ پانی وغیرہ کا بھی ان کے پاس کوئی انتظام نہ تھا حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ ایک کھجور لی جاتی اور اس کو ایک آدمی چوستا جاتا اور اوپر سے ایک آدھ گھونٹ پانی پی کر اپنی تسلی کرتا، اس طرح ایک کھجور اور ایک پیالہ پانی پورے لشکر میں تقسیم ہوتا۔ یہ تھا ان حضرات کا کھانا پینا۔

جنگ تبوک سے واپسی پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سفر کی پریشانی کی کیفیت معلوم

اقوال و تحقیق :- لقد تاب الله على النبي . رسول اللہ پر توبہ فرمانے کا کیا مطلب ہے اس

میں کئی اقوال منقول ہیں بعض کو یہاں لکھا جاتا ہے مگر آپ کو نبوت و امامت جہاد جیسی عظیم خوبیاں عطا فرمائیں مگر حضور کا ذکر یہاں بطور تمہید کے ہے اصل ذکر مجاہدین صحابہ کرام رض کا کرنا مقصود ہے۔

کی گئی تو آپ نے فرمایا موسم تو بہت سخت گرم تھا ہی ہم نے ایک جگہ قیام کیا وہاں ہمیں اتنی تیز پیاس لگی کہ ہم نے سوچا اگر ہمیں پانی نہ ملا تو ہمارا دم نکل جائیگا، اگر ہم اپنے کسی ساتھی کو پانی کی تلاش کے لئے بھیجیں تو ہمیں یقین تھا کہ وہ واپس نہیں آئے گا بلکہ راستہ ہی میں اسکو پیاس کی وجہ سے موت آجائے گی ہم لوگ اونٹ ذبح کرتے اور اس کے معدے میں جہاں پانی کا ذخیرہ جمع ہوتا ہے اس کو نکال کر پی لیتے، اور اسی میں سے کچھ پانی اپنے سینہ پر مل لیتے تاکہ کچھ ٹھنڈک کا اثر ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مجاہدین صحابہ کرامؓ کی یہ حالت دیکھ کر صبر نہ ہوسکا اور انھوں نے بے تابی کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہؐ پاک نے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا ہے آپ ہمارے لئے دعا فرمادیجئے، حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے ابھی آپ نے دعا ختم بھی نہیں کی تھی کہ بادل چھا گئے، اور خوب جم کر برسے مجاہدین نے اپنے اپنے برتن پانی سے بھر لئے اور بارش رک جانے پر جب اپنے خیموں اور پڑاؤ سے نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بارش صرف چھاؤنی ہی میں ہوئی ہے اس کے آس پاس کہیں نہیں ہوئی۔

بہر حال اس پریشانی کے عالم میں حق تعالیٰ شانہ نے ان پر اس طرح توجہ و رحمت فرمائی اور انہی مجاہدین میں سے کچھ حضرات وہ بھی تھے جو گرمی وغیرہ کی شدت کو دیکھ کر جنگ میں شرکت کے لئے آمادہ نہیں ہو رہے تھے مگر اللہ نے ان کے حال پر بھی رحمت و توجہ فرمائی اور یہ دل جمعی کے ساتھ جنگ کے لئے نکل پڑے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی رحیم و شفیق ہے۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ

اور ان میں سے تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ متوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب ان کی پریشانی کی یہ

الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ

نوبتِ سیمپی کر زمین باوجود اپنی طرخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ خدا

لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ

سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اس کی طرف رجوع کیا جادے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع

اللَّهُ هُوَ الثَّوَابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۱۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ

رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ فرمایا والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۱۹﴾

در سچوں کے ساتھ رہو۔

تفسیر

اس سے پہلی آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ جنگ تبوک میں بلا کسی عذر کے شریک نہ ہونے والے مومن حضرات دس تھے جن میں سے سات نے تو اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ کر اللہ سے اپنی غلطی کی معافی چاہی اور ان کی توبہ قبول کر لی گئی، بقیہ تین حضرات کعب بن مالک شاعر مرثیہ بن ربیع، بلال بن امیہؓ کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی رہا، چنانچہ اس آیت پاک میں ان حضرات کی بھی توبہ قبول ہونے کا حکم نازل ہوا۔

یہ تینوں حضرات انصاری بزرگ تھے جو جنگ تبوک سے پہلے بہت سی جنگوں میں شریک ہو چکے تھے اور بیت لیلۃ العقبہ میں بھی شریک تھے مگر اتفاقی طور پر یہ جنگ تبوک میں شریک نہ ہو سکے اور منافقین جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے انھوں نے بھی ان حضرات کو اسی طرح کے مشورے دیئے جس سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔ مگر جب حضور علیہ السلام اس جنگ سے واپس تشریف لائے تو ان منافقوں نے تو جھوٹے جیلے بہانے اور عذریاں کر کے جھوٹی قسمیں کھا کر حضور کو راضی کرنا چاہا، آپ نے ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کیا اور ظاہری قسموں کو قبول کر لیا، یہ منافق لوگ آرام سے رہنے لگے کچھ لوگوں نے ان تینوں انصاری بزرگوں کو بھی یہی مشورہ دیا کہ تم بھی جھوٹے عذریاں کر کے اپنی صفائی پیش کر کے حضور علیہ السلام کو راضی کر لو۔ مگر ان کے دل اس پر آمادہ نہیں ہوئے اور ان کے نفس نے ان کو ملامت کی کہ ایک گناہ تو تم نے جہاد میں شریک ہو کر کیا اور دوسرا گناہ اب جھوٹا عذر پیش کر کے کرنا چاہتے ہو، اس لئے ان حضرات نے اپنی غلطی و قصور کا صاف صاف اقرار کر لیا جس کی سزائیں ان سے سلام و کلام بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے ان حضرات پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی۔

بہر حال پچاس دن کی انتہائی سخت مصیبت و پریشانی جھیلنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے بعد چاروں طرف سے ان حضرات پر مبارکباد پیش کی گئی اور حضور علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کی نظروں میں باعزت ہوئے

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و عداوت صرف اللہ کے لئے تھی جب ان حضرات سے اللہ و رسول ناراض تھے تو تمام صحابہ کرام بھی ان سے ناراض تھے اور جب اللہ و رسول راضی ہو گئے تو صحابہ بھی ان سے راضی ہو گئے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اپنے رب سے ڈرو اور عمل میں سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔ ان حضرات کی توبہ قبول ہونے کا راز بھی سچ پر قائم رہنا ہے۔

سچ کی فضیلت

بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ سچ بولو کیونکہ سچ نیکی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے، جھوٹ کبھی مت بولو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے۔ جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے وہ اللہ کے دفتر میں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جو آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، وہ اللہ کے دفتر میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ

دینے کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں

أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ

ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے

نَفْسِهِ ذَلِكْ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا فُحْصَةٌ

عزیز سمجھیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو اندگی پہنچی اور جو بھوک

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطُؤْنَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ

لگی اور جو چلنا چاہے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان

مِنْ عَدُوٍّ وَنَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا

سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین

يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا

کاجر ضائع نہیں کرتے اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا

كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِحْزِيلُهُمُ اللَّهُ

اور جتنے میدان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں

أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

کا اچھے سے اچھا بدلہ دے

تفسیر

اس آیت پاک میں ان لوگوں کو ڈانٹا گیا ہے جنہوں نے جنگ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی، ارشاد ہے کہ مدینہ والوں اور مدینہ کے آس پاس کے دیہات والوں کے لئے یہ بات قطعاً مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں یعنی جہاد میں شرکت نہ کریں اور نہ یہ زیادتی ہے کہ اپنی جان کو رسول اللہ کی جان سے زیادہ عزیز و محبوب رکھیں کہ آپ تو تمام تر مشقتیں برداشت کر کے جہاد پر جائیں اور یہ آرام طلبی کی خاطر گھروں میں بیٹھے رہیں اس کے بعد اللہ پاک ان لوگوں کو شرمندہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاد میں جس قدر مشقتیں اور پریشانیاں اٹھانا پڑتی ہیں ہم ان پر اجر عظیم عطا کرتے ہیں اور جہاد میں ہر قدم پر ہم نیکی لکھتے ہیں افسوس تم لوگ اس قدر عظیم نیکی سے محروم ہے اور جو حضرات جہاد میں گئے اور انہوں نے جو کچھ بھی کم یا زیادہ راہ مولیٰ میں خرچ کیا یا جتنے میدانوں کو انہوں نے طے کیا وہ تمام ان کے نام نیکیوں میں لکھا گیا تاکہ ان کو اس کا بہترین بدلہ دے اور جنت کے عیش و آرام ان کو نصیب ہوں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ

اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے

مِّنْهُمُ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا

کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی

رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ

سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکریہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ ان کے پاس آویں ڈرا دیں تاکہ وہ احتیاط رکھیں

جہاد فرض کفایہ ہے

پچھلی آیات میں تفصیل کے ساتھ جنگ تبوک کا جو تذکرہ ہے اس سے یہ سمجھا گیا کہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں کو شریک ہونا فرض و ضروری ہے، جو مسلمان شریک نہیں ہوگا وہ سخت گنہگار ہوگا مگر اس آیت نے یہ بات واضح کر دی کہ شریعت کا حکم ایسا نہیں بلکہ جہاد فرض کفایہ ہے اور جنگ تبوک کے لئے جو تمام مسلمانوں کو عائد عام تھا کہ وہ جہاد میں شرکت کریں وہ اسی جنگ کے لئے خاص تھا، تمام جنگ و جہاد کا یہ حکم نہیں ہاں اگر امیر ضرورت سمجھ کر تمام مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کا حکم دے تو اس وقت یقیناً مسلمان کو جہاد میں شرکت کرنا فرض ہوگا اور شرکت نہ کرنے پر حرام کا مرتکب اور سخت گنہگار ہوگا اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ اور ہر جہاد میں یہ نہیں کرنا چاہئے کہ تمام کے تمام ہی جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں بلکہ ان کو یہ چاہئے کہ ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت مثلاً ایک بستی اور ایک شہر میں سے چھوٹا گروہ جہاد میں چلا جائے اور باقی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ سے اور آپ کے بعد علماء سے دین اسلام کی تعلیمات حاصل کریں اور پھر جب جہاد پر جانے والے لوگ واپس آئیں تو ان کو دینی تعلیمات سکھائیں تاکہ وہ بھی دینی قوانین سنکر ان کی خلاف ورزی سے بچیں اور اپنے رب سے ڈر کر اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ

اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس رہتے ہیں اور ان کو تمہارے

وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ

اندر سختی پانا چاہئے اور یہ یقین رکھو اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے

جہاد میں ترتیب کیا ہو؟

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کفرت تو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان میں جہاد کی ترتیب کیا ہونی چاہئے یعنی کن لوگوں سے پہلے جہاد کیا جائے؟ اس آیت پاک میں اس کا جواب دیدیا گیا ہے کہ جو تم سے

زیادہ قریب ہو پہلے اس سے جہاد کرو، اب چاہے وہ قریب بستی کے لحاظ سے ہو یا رشتہ داری کے لحاظ سے کیونکہ جہاد حقیقت میں انہی کی بھلائی کے لئے ہے، اس لئے جو تمہارے زیادہ قریب ہے اس کا تم پر زیادہ حق ہے کہ پہلے اس کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کی جائے اسی احوال پر عمل کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو کفر و شرک کرنے پر اللہ کے عذاب سے ڈرایا، اور اسی طرح بستی کے قریب کا لحاظ کرتے ہوئے حضور نے جزیرۃ العرب کے مشرکین سے جہاد شروع کیا اور جب ان سے فراغت ہو چکی تو پھر رومیوں سے جہاد کا حکم ہوا اور اسی کے نتیجہ میں واقعہ جنگ تبوک پیش آیا۔

اس آیت میں مجاہدین کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ تم دشمن اسلام مجاہدین کو ہدایت کفار کے مقابلہ میں سختی اور شدت اختیار کرو، ان کو تم میں کسی طرح کی نرمی و بزدلی قطعاً محسوس نہ ہونی چاہئے اور یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ہماری مدد و نصرت مومنین و متقین کے ساتھ ہے کافرین و مشرکین کے ساتھ نہیں اس لئے تم ان سے مت گھبراؤ اور راہ مولیٰ میں دین اسلام کو بلند کرنے کی خاطر جم کر مقابلہ کرو۔

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے

هَذِهِ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَهُمْ

ایمان میں ترقی دی سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ

خوش ہو رہے ہیں اور جن کے دلوں میں آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی

فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٤﴾

مکندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھادی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے

تفسیر

مسلمانوں کو دکھ پہنچانا اور ان کا مذاق اڑانا منافقوں کی عادت تھی ان کی اس طرح کی حرکتوں کو کلام پاک میں بہت سی جگہ بیان کیا ہے اس آیت میں ان کی ایک حرکت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی نئی صورت نازل ہوتی ہے تو یہ منافق غریب مسلمانوں سے بطور مذاق کہتے

ہیں کہ اس سورت سے تم میں سے کس نے ایمان میں ترقی و زیادتی کی، اس آیت میں اللہ پاک نے ان کو جواب دیا ہے ارشاد ہے کہ اے منافقو! سنو جو لوگ ایمان والے ہیں، اس سورت نے ان کے ایمان میں زیادتی و ترقی کی کیونکہ پہلے سے جو اللہ کا کلام نازل ہو چکا تھا اس پر تو ان کا ایمان یقین تھا ہی، اب اس نئی سورت پر بھی یہ ایمان لائے، جس سے ان کے ایمان میں ترقی ہوئی اور ان کے درجات بڑھ گئے۔ اور یہ مومن حضرات سورت کے نازل ہونے سے خوش ہیں کیونکہ اس کے ذریعہ سے ان کے ایمان و یقین اور علم و کما میں اضافہ ہوا۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض نفاق ہے اس سورت نے ان میں ان کی پہلی گندگی کے ساتھ اور نئی گندگی بڑھادی کیونکہ پہلے ایک حصہ قرآن کا انکار تھا اور اب اس نئی سورت کا بھی انکار کیا اور وہ مرتے دقت تک کافر ہی رہے۔

آیات قرآنیہ میں غور و فکر کرنا ایمان میں ترقی کا ذریعہ ہے :- وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ
اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات تلاوت کرنے کے معنی و مطالب میں غور و فکر کرنے اور ان کے مقتضی پر عمل کرنے سے ایمان میں ترقی اور زیادتی ہوتی ہے، یہ زیادتی نور ایمان اور حلاوت ایمان کی ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری آسان نظر آنے لگتی ہے، عبادت میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور گناہوں سے طبعی نفرت ہو جاتی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک یا دو کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے اؤ ہم اپنا ایمان بڑھائیں یعنی اگر کوئی نئی آیت یا سورت نازل ہوئی ہو تو اس کو چل کر سنیں تاکہ ہمارے ایمان میں اضافہ ہو

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ایمان دل میں آتا ہے تو ایک سفید نورانی نقطہ جیسا ہوتا ہے پھر جیسے جیسے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے تو یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پورا دل سفید نورانی ہو جاتا ہے، اسی طرح کفر و نفاق شروع میں ایک سیاہ نقطہ جیسا ہوتا ہے اور پھر جیسے جیسے گناہ اور شرک و نفاق بڑھتا ہے تو یہ سیاہی بھی بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

اس لئے حضرات صحابہ کرام ایک درس سے کہا کرتے تھے کہ اؤ کچھ دیر مل کر بیٹھیں دین اور آخرت کی باتوں کا مذاکرہ کریں تاکہ ہمارے ایمان میں ترقی و زیادتی اور اضافہ ہو۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ

اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں

لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ

پھنے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی

نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ هَلْ يَرِيكُمْ مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا

بے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر چل دیتے ہیں خدا تعالیٰ

صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بَأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾

نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں۔

تفسیر | ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ منافق اس طرح بے حس ہو گئے

ہیں کہ ہم ان کو سال میں ایک دو بار مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا کرتے ہیں کہ وہ اس سے عبرت حاصل کر کے اپنی اصلاح کر لیں مگر اس کے باوجود وہ اپنی گندی حرکتوں سے باز نہیں آتے برابر کفر و نفاق کے کام کرتے رہتے ہیں۔

دوسری آیت میں ان کی ایک اور حرکت کا ذکر ہے کہ جس وقت یہ مجلس نبوی میں ہوتے ہیں اور کوئی نئی آیت نازل ہوتی ہے تو یہ منافق آپس میں ایک دوسرے سے آنکھوں کے اشارے کرتے یا تو اس اترنے والی آیت کا انکار کرتے یا اس مجلس کی مذاق اڑاتے یا اپنے غصہ کا اظہار کرتے۔

اگر اس آیت میں ان کے کسی عیب کو کھولا گیا ہے تو پھر مجلس نبوی سے بھاگ جانے کا ارادہ کرتے مگر یہ بھی ڈر کہ اگر کسی صحابی نے ہم کو مجلس سے بھاگتے ہوئے دیکھ لیا اور حضور سے شکایت کر دی تو ہماری شامت آئے گی اور ہم لوگوں میں رسوا و ذلیل ہوں گے اس لئے بھاگنے سے پہلے آنکھوں کے اشاروں سے ایک دوسرے سے معلوم کر لیتا کہ ہم کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے

اور جب سمجھ لیتے کہ حضور علیہ السلام کی طرف سب متوجہ ہیں ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے تو چپکے سے مجلس نبوی سے کھسک جاتے ان کی اس حرکت کے متعلق اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ یہ منافق

لوگ مسجد نبوی (مجلس نبوی) سے کیا پھرے کہ ہم نے ان کا دل ہی ایمان سے پھیر دیا اس وجہ سے کہ یہ لوگ بالکل ہی نا سمجھ ہیں کہ اپنے فائدہ کی بات بھی نہیں سمجھتے اور اس سے بھاگتے پھرتے ہیں۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مصرت کی بات

حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کیساتھ بڑے ہی شفیق بہراں ہیں۔

فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

اگر یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود سب سے لائق نہیں میں

صلی

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾

نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے

حضور پوری مخلوق کے خیر خواہ ہیں | ان دو آیتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رحمۃ للعالمین

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پوری مخلوق

بالخصوص مومنین کے خیر خواہ و بہرہ ور ہیں اس لئے آپ کی کوشش پوری زندگی یہی رہی کہ مخلوق

خدا اپنے خالق کو پہچان لے اور اس کی بندگی میں زندگی گزار دے تاکہ اس کو مرنے کے بعد

راحت و آرام کی زندگی نصیب ہو سکے اور غذا بات خداوندی سے محفوظ رہ سکے مگر آپ کی

تمام کوششوں کے باوجود بہت سے لوگ گمراہی پر قائم رہے جس کا آپ کو سید فسوس و درد کھ

رہا۔ اس پر اللہ نے آپ کو صبر اور توکل کی ہدایت فرمائی، یعنی اگر کچھ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ

غمگین نہ ہو جائیں اور صبر سے کام لیجئے اور ہر طرح کا بھروسہ کیجئے اس ذات پر جو عرش کا مالک ہے

یہاں خاص طور سے عرش کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ تمام مخلوقات میں عرش سب سے بڑا ہے۔

کلام اللہ کی آخری آیتیں اور انکی فضیلت | سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابی بن کعب

کے قول کے مطابق قرآن کریم کی آخری آیتیں ہیں ان کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور حضور

دنیا سے تشریف لے گئے۔

ان دونوں آیتوں کے بڑے فضائل احادیث پاک میں مذکور ہیں۔ حضرت ابو درداء فرماتے

ہیں کہ جو شخص ان دونوں آیتوں کو صبح و شام سات سات مرتبہ پڑھے گا تو اللہ پاک اس کے تمام

کام آسان کر دیں گے۔
بحمدہ سبحانہ و تعالیٰ سورۃ توبہ کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الرَّحْمٰنُ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا

یہ پُر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں، کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے

اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرَ النَّاسَ وَبَشِّرَ الَّذِیْنَ

ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان

اٰمَنُوْا اِنَّ لَهُمْ قَدْ مَرَّصِدٍۭۤیْ عِنْدَ رَبِّهِمْۚ قَالَ الْكَافِرُوْنَ

کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا، کافر کہنے لگے کہ یہ شخص

اِنَّ هٰذَا سَاحِرٌ مُّبِیْنٌ ②

تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے

تفسیر | ان آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ یہ آیتیں جو اس سورۃ یونس میں آگے آرہی ہیں ایک حکمت سے بھرپور کتاب قرآن مقدس کی ہیں اور بوجہ حق ہونے کے اس قابل ہیں کہ ان کی تلاوت کی جائے اور اس کے معانی و مطالب میں غور کیا جائے اور اس کے احکامات و قوانین پر پورا پورا عمل کیا جائے۔

شان نزول | اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اِنَّ اس آیت کا شان نزول حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ مشرکین عرب نے حضور علیہ السلام کی نبوت کو نہ مانا اور یہ اعتراض کیا کہ اللہ

کی ذات تو اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجے۔ حقیقت میں انھوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اللہ جب بھی

اپنے بندوں کی طرف کوئی پیغمبر و رسول بھیجے ہوگا تو وہ انسان نہیں ہوگا بلکہ فرشتہ ہوگا۔ اس لئے ان کو محمد عربیؐ کے رسول ہونے پر تعجب ہوا اور انھوں نے آپ کو رسول ماننے سے صاف انکار کر دیا، اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انھیں میں سے یعنی انسانوں میں سے ایک شخص کو اپنا رسول و قاصد بنا کر بھیجا کہ وہ ہمارے نافرمانوں کو ہمارے عذاب اور جہنم سے ڈرائے اور ہمارے فرمانبرداروں کو ہمارے انعام اور جنت کی خوشخبری سنائے اس پر ان کا تعجب کرنا بالکل بے معنی اور غلط ہے کیونکہ انسانوں کی طرف انسان کو رسول بنا کر بھیجنا یہ بالکل عقل کے مطابق ہے اس لئے کہ انسان کے مزاج کو انسان ہی پہچان سکتا ہے اور وہی اس کی اصلاح کر سکتا ہے، فرشتوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ انسانوں کے مزاج کو نہیں پہچانتے تو یہ پھر اصلاح کس طرح کر سکیں گے۔

اس آیت کے اخیر میں ان کافرین کے متعلق جنہوں نے آپ کی نبوت کو نہ مانا ارشاد ہے کہ انہوں نے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے اور ان کی زبانی کلام پاک کی وہ آیات سنیں جن کا مقابل وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے لانے سے قاصر رہے تو کہنے لگے محمد عربی کھلا جادوگر ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ

بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز میں

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأُمُورَ مَا مِنْ شَفِيعٍ

پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے کوئی سفارش کرنے والا

الْأَمِينُ بَعْدَ إِذْنِهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٠﴾

نہیں بدون اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کر دو کیا تم بکھر بھی نہیں سمجھتے

بندگی کے لائق صرف خدا کی ذات ہے | اس آیت پاک میں کافرین و مشرکین سے فرمایا جارہا ہے کہ تمہارا رب حقیقی اللہ ہے جس نے

آسمانوں وزمین کو چھ دن میں پیدا کر دیا اور پھر عرش پر اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوا تاکہ وہاں سے آسمانوں وزمین میں احکام جاری فرمائے اور اس کی ذات اتنی عظیم ہے کہ اس کے

دربار میں کوئی سفارش بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکے گا۔
پس اے لوگو جو ذات ایسی عظمت و قدرت والی ہے تم اس کی بندگی کرو اس کا در چھوڑ
کر کس در پہ مت جھکو اس میں تمہاری کامیابی ہے کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔
(نوٹ) اس آیت سے متعلق سوال و جواب سورہ بقرہ میں دیکھ لئے جائیں۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر

يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ

دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے

كَفَرُوا وَاللَّهُ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا

ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھوت ہو پانی پینے کو لے گا اور دردناک عذاب ہوگا

يَكْفُرُونَ ۝۴

ان کے کفر کی وجہ سے

تفسیر | اس آیت میں ارشاد ہے اے لوگو تم غفلت اور نافرمانی کی زندگی مت گزارو
کیونکہ تم سب کو مرکز خدا ہی کے پاس جانا ہے، یاد رکھو یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ہر حال
میں سچ ہو کر رہے گا۔ بس اس نے جس طرح تم کو شروع میں پیدا کر کے دنیا میں بھیجا تھا اسی طرح
دوبارہ قیامت کے دن زندہ کرے گا اور پھر جس نے جیسے عمل کئے ہوں گے ویسا ہی ان کو بدلہ
دیا جائے گا جو لوگ اسکی ذات پر ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو انصاف کے ساتھ ان کو پورا پورا
بدلہ دیا جائیگا اور وہ ہے خدائے تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور جنت اور جن لوگوں نے کفر و شرک کیا انہیں
آخرت میں کھوتا ہو اگر م پانی پینے کو لے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ

وہ اللہ ہی ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں

لَتَعْلَمُوا عَظَمَةَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا

تاکر تم برسوں کی رفتی اور حساب معلوم کر یا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں

بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ⑤ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ

یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں بدستِ رت اور دن کے یکے بعد

الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ

دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان

لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ⑥

لوگوں کے واسطے دلائل میں جو ڈرانتے ہیں

تفسیر ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں رشتہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات وہ اعلیٰ

قدرت والی ہے جس نے سورج کو روشنی والا بنایا اور چاند کو نور والا۔

دونوں چیزوں کو اللہ پاک نے انسانوں کے لئے روشنی کا ذریعہ بنایا، سورج کی روشنی

اتنی تیز اور زیادہ ہے کہ اس میں انسان اپنے تمام کام کر سکتا ہے اور چاند کی روشنی اتنی دھیمی

اور ہلکی ہے کہ ہر انسان کو محبوب ہوتی ہے اور اس میں بڑے سکون سے آرام کرتا ہے۔

چاند سورج کی رفتار کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص حدود مقرر فرمائیں جن میں سے ہر ایک

کو منزل کہا جاتا ہے، یہ ایک دن میں ایک منزل طے کرتے ہیں اور اسی سے مہینے اور دنوں کا شمار

ہوتا ہے اور پھر مہینوں کے ذریعہ سال کا، یہ سب انسانوں کے فائدہ کے لئے ہے تاکہ وہ

اپنے معاملات میں دنوں، مہینوں اور سال کے حساب کو جان لیں، چاند ہی کی رفتار سے حساب

لگا کر روزہ، حج، قربانی، عدت وغیرہ احکام ادا کئے جاسکیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں چاند سورج وغیرہ بے فائدہ

پیدا نہیں کیں بلکہ ان میں سمجھدار لوگوں کے لئے اللہ کی قدرت کا علم پرستیاں موجود ہیں، ان

میں غور و فکر کریں اور اس کی قدرت کے قائل ہو کر صرف اسی کی بندگی کریں۔

اور اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ رات دن کے اختلاف میں یعنی رات جاتی ہے

تو دن آجاتا ہے دن جاتا ہے تو رات آجاتی ہے یا یہ کہ رات تاریک ہوتی ہے اور دن روشن

اور اسی طرح آسمان و زمین میں جس قدر کائنات اللہ نے پیدا فرما رکھی ہیں ان سب میں خدا

تعالیٰ کے وجود اور کمال علم و قدرت اور وحدانیت پر دلائل و ثبوت ہیں کہ اگر اس عالم کے پیدا کرنے والے اور بچانے والے دو ہوتے تو ضرور اس نظام میں خلل واقع ہوتا، لیکن ازل سے آج تک اور انشاء اللہ قیامت تک عالم کا نظام بالکل اسی طرح صحیح چلتا رہے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا ٹھکانا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور میں جی

بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غٰفِلُونَ ﴿۷﴾ أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ

لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے

النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام

الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِآيَاتِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ

کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچا دے گا ان

الْأَنْهَارُ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿۹﴾ دَعَوْهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ

کے نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۖ وَأُخْرَدُ عَوْدُهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا سلام علیکم دراصل کی خیرات یہ ہوگی الحمد للہ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾

رب العالمین

انسانوں کے دو گروہ | اس سے پہلی آیات میں اللہ پاک نے اپنے وجود و قدرت اور وحدانیت کو دلائل سے سمجھایا، اب ان آیات میں بیان ہے کہ تمام نشانیاں

اور دلائل سامنے آجانے کے باوجود انسانوں کے دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ ایسا ہے جو ہم سے

ملنے کی امید نہیں رکھتا یعنی اس کو اس بات کا یقین نہیں کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے

اللہ کے سامنے پیش ہوں گا اور وہاں مجھ سے دنیوی زندگی کے اعمال کے متعلق باز پرس اور حساب و کتاب ہوگا بلکہ وہ تو دنیوی زندگی ہی میں مگن ہو گیا اور اسی دنیا میں جی لگا بیٹھا دنیا ہی کو اس نے زندگی کا اصل مقصد سمجھ لیا اور آخرت کو بالکل بھول کر وہاں کی تیاری کے لئے کوئی اچھا عمل نہیں کیا، بس ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے کفر و معاصی کی وجہ سے جہنم ہے۔

اور دوسرا گروہ وہ ہے جس نے اللہ کی وحدانیت کو سمجھا اور مانا، اور پھر ایمان قبول کر کے اپنی زندگی اللہ کے حکم کے مطابق گزاری، بس اللہ پاک نے ان کو اصل مقصد (جنت) تک پہنچا دیا جہاں ان کو ایسے محلات ملیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جب یہ خوش نصیب لوگ جنت میں پہنچیں گے اور وہاں جا کر ایسی عجیب و غریب چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی ان کی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کبھی ان کے کانوں نے سنی اور نہ ہی کبھی ان کے دماغوں نے سوچی تو اس وقت ان کے منہ سے یہ کلمہ نکلے گا سُبْحَانَ اللَّهِ اور یہ حضرات جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ملاقات کریں گے تو کہیں گے السَّلامُ عَلَیْکُمْ اور فرشتے بھی ہر دروازے سے داخل ہو کر اہل جنت کو السَّلامُ عَیْتَہُمُ کہیں گے ابن ماجہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب جنتی جنت کے راحت و آرام میں مشغول ہو جائیں گے تو اچانک اوپر کی طرف سے حق تعالیٰ فرمائیں گے السَّلامُ عَلَیْکُمْ یا اھْدِ الْجَنَّةَ یعنی اے جنت والو تم پر سلامتی ہو، جب اہل جنت کو ہر قسم کا عیش و آرام اور سکون و راحت نصیب ہو جائیگا تو وہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریف کے لئے کہیں گے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

وَلَوْ يُعْجِلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَلَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح دونوں کے لئے

إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ

جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی پورا ہو چکا ہوتا سو اس لئے ہم ان لوگوں کو جنکو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا

يَعْمَهُونَ ۝

نہیں ہے ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔

جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے جب ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ بطور مذاق کہا کرتے تھے کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو عذاب ابھی

تفسیر

بلا لویا یہ کہ عذاب جلد کیوں نہیں آتا جیسا کہ نص میں حادث نے کہا تھا "یا اللہ اگر یہ بات سچی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادیجئے یا کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے،

اس آیت پاک میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں وہ عذاب فوراً بھی بھیج سکتے ہیں مگر وہ اپنی حکمت اور لطف و کرم سے ایسا نہیں کرتے، اگر ان بے عقلوں کی اس طرح کی بد عاؤں کو بھی حق تعالیٰ شانہ اسی طرح جلد قبول فرمایا کرتے جس طرح وہ اچھی د عاؤں کو اکثر جلدی قبول کر لیتے ہیں تو یہ سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔

اپنے لئے بد دعا کرنے کی ممانعت | بخاری و مسلم شریف میں حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اس جگہ بد دعا سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات انسان

(خصوصاً عورتیں) غصہ کی حالت میں اپنی دوا اور مال کے تباہ ہونے کی بد دعا کر بیٹھتا ہے بس اللہ پاک ایسی بد دعا کو جلد قبول نہیں کرتے بلکہ مہلت دیتے ہیں تاکہ منکر کو غور و فکر کر کے اپنے انکار سے باز آنے کا موقع مل جائے اور جو کسی پریشانی یا غصہ کی وجہ سے اپنے لئے بد دعا کر رہا ہے اس کو اپنے بھلے برے سوچنے کا موقع مل جائے، قربان جائیں اللہ کے فضل و کرم کے کہ وہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے، لیکن اس کے باوجود بعض اوقات کوئی قبولیت کی گھڑی آتی ہے جس میں زبان سے جو کچھ اچھپایا بر نکلا وہ قبول ہو جاتا ہے اسی لئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی اپنی اولاد اور مال کے لئے بد دعا مت کرو ایسا نہ ہو کہ وہ وقت قبولیت دعا کا ہو جس میں یہ بد دعا فوراً قبول ہو جائے (اور تمہیں بعد میں پچھتا نا پڑے)

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنِّبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّكَانٌ لِّئَلَّا يُدْعَا إِلَىٰ ضُرِّ مَسَّهُ

پھر جب ہم اس سے وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف

كَذَٰلِكَ زَيْنٌ لِّلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

اس کو پہنچی تھی اس کو ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال ان کو اسی طرح

الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَا ظَلَمُوا ۖ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

سخن معلوم ہوتے ہیں اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے جبکہ انھوں نے ظلم کیا حالانکہ

وَمَا كَانُوا إِلَيَّ مُؤْمِنِينَ ۚ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ

ان کے پاس ان کے پیغمبر دلائل لیکر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لاتے ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے

جَعَلْنَكُمْ خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

ہیں پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ ہم دیکھ سکیں تم کس طرح سے

تَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

کام کرتے ہو

تفسیر | اس آیت پاک میں مشرکین کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ عام حالات میں خدائے تعالیٰ کو بالکل بھولے رہتے ہیں اور یہ عقیدہ جمائے رہتے ہیں کہ ہماری نزدیکیات پورا کرنے والے اور پریشائیاں دور کرنے والے ہمارے یہ دیوتا ہیں انھی کی وہ پوجا کرتے ہیں مگر ان کو جب کوئی سخت مصیبت آگھیرتی ہے اور اس سے کسی طرح چٹکارا ممکن نہیں ہوتا تو پھر یہ اللہ رب العزت سے دعائیں کرتے ہیں، مگر گھڑاتے ہیں، ان کے گمراہی کے لئے یہ حق تعالیٰ ان کو مصیبت سے نجات دیدیتے ہیں اور یہ راحت و آرام کی زندگی گزارنے لگتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت شرک و بت پرستی پر آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قطعاً بے تعلق ہو جاتے ہیں گویا کہ انھوں نے کبھی اللہ سے کوئی دعا ہی نہیں کی اور اللہ نے ان کو کسی مصیبت سے نجات ہی نہیں دی۔

کس قدر نالائق اور بدبختی ہے ان کی کہ خود تجربہ کرنے کے باوجود کہ حقیقت میں مصیبت سے نجات دینے والی صرف خدا کی ذات ہے پھر بھی اس کے علاوہ دوسروں کی چوکھٹ پر سر گرہٹے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں مشرکین کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ایسی بہت سی قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا کر کے ہلاک کر ڈالا جنھوں نے اپنے پیغمبر کی بات نہیں مانی، ہم پر ایمان نہیں لائے بلکہ کفر و شرک کرتے رہے، بس ہم مجرموں کو اس طرح کی سزا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے پہلی امتوں اور قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد اب تم کو آباد کیا ہے تاکہ ظاہری طور پر ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہو۔ پچھلی امتوں کی ہلاکت کو دیکھتے ہوئے ہمارے فرمانبردار بن کر زندگی گزارتے ہو یا نفس و شیطان کے غلام بن کر دنیوی عیش و آرام میں مست ہو کر ہمارے نافرمان ہو کر زندگی گزارتے ہو اگرچہ اس امت میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عام عذاب نہیں بھیجے جس سے ایک ہی وقت میں تمام نافرمان ہلاک ہو جائیں لیکن ایک ایک قوم اور ایک ایک بستی پر اب بھی عام عذاب آجانا ممکن ہے، اس لئے نافرمانوں کو بے فکر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنی اصلاح کی فکر کرنا چاہئے۔

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھیں جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس

لِقَاءُنَا أَنْتَ بَقْرَانٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْ لَهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي

آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لایئے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے

أَنْ أُبَدِّلَ لَهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ ترمیم کروں بس میں تو سنی کا

إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَوْ

اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ پہنچی ہے گریں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے

شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرِكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ

عذاب کا مذیش رہتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو بڑھ کر سناتا ورنہ نہ تم

فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

تم کو اس کی اطلاع دیتا کہ تم اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے حصے تک تم میں رہ چکا ہوں پھر تم اتنی عقل نہیں رکھتے سو اس شخص

عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾

سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بندھن یا سنی تینوں کو تمہارا بدلہ دے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاح نہ ہوگی

مشرکین عرب کے ایک غلط مطالبہ کی تردید | مشرکین عرب جو قیامت کے دن بارگاہ خداوندی

میں اپنی پیشی کا انکار کرتے تھے ان کا یہ خیال تھا کہ محمد عربیؐ جو کتاب (قرآن کریم) ہم کو سناتے ہیں یہ خود ان کی لکھی ہوئی ہے اس لئے انہوں نے بلا جھجک آپؐ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اس کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب ہمیں سنائیں یا کم از کم اس کتاب میں کچھ رد و بدل کریں تب ہم اس کو سنیں گے اور مانیں گے

ان کا مطلب یہ تھا کہ جو باتیں ہمارے اعتقاد کے خلاف ہیں ان کو آپ اس کتاب سے نکال دیجئے مثلاً مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر خدا کے سامنے پیش ہونا اور دنیوی زندگی کا حساب و کتاب دینا اور پھر اپنے اعمال کے مطابق جنت یا جہنم اس کا ٹھکانا ہونا، اور اسی طرح جن کاموں کو ہم جائز اور حلال سمجھتے ہیں ان پر کسی قسم کی پابندی نہ لگانا۔ بالخصوص ان بتوں کی پوجا سے روکنا اور ان کو اپنا حاجت روا ماننا جن کو ہمارے بڑے نسل و نسل پوجتے چلے آئے ہیں، بہر حال اگر اس طرح کی تبدیلیاں آپ کر دیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں

ان کے اس خام خیال کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی زبانی جواب دیا کہ آپؐ ان سے فرما دیجئے کہ نہ میں نے اپنی طرف سے یہ باتیں تم کو تعلیم کیں اور نہ ہی مجھے اس کا اختیار ہے کہ میں ان میں کسی طرح کی کمی و زیادتی یا رد و بدل کر سکوں میں تو اپنے رب کے حکم کا پابند ہوں وہ مجھ پر جو احکام وحی کے ذریعہ بھیجتا ہے میں وہی تم تک پہنچا دیتا ہوں، ان میں اگر میں نے معمولی سی بھی ترمیم کر دی تو میرا شمار سخت گنہ گار اور نافرمانوں میں ہو جائے گا، بس میں تو قیامت کے ہولناک عذاب سے ڈرتا ہوں لہذا تمہارا غلط اور بے بنیاد مطالبہ کسی صورت میں بھی پورا نہیں کر سکتا۔ بس اللہ کو اگر یہ منظور ہوتا کہ تمہیں یہ کلام سنایا جائے تو نہ میں تمہیں سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے باخبر کرتے اور جب خدائے تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ تمہیں یہ کلام سنوایا جائے تو پھر کس کی مجال ہے کہ جو اس میں کوئی کمی بیشی کر سکے۔

اس کے بعد قرآن کریم کو من جانب اللہ اور کلام الہی ہونے کو ایک واضح دلیل سے سمجھایا کہ تم ذرا یہ بھی سوچو کہ اس کلام پاک کے نازل ہونے سے پہلے میں نے تمہارے سامنے چالیس سال کی عمر گزاری ہے، اس لمبی عمر میں تم نے نہ مجھے تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھا نہ کسی عالم وادیب کی صحبت میں دیکھا اور نہ ہی مجھے کبھی شعر و سخن اور ادبی مضامین و مقالے لکھتے ہوئے سنا اور نہ ہی کبھی مجھ سے کوئی فصیح و بلیغ خطبہ سنا، پھر اچانک مجھ سے ایسا اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ اور معجز کلام سننا کہ اس جیسا کلام کہنے سے پورا عرب جو تمام دنیا پر اپنی فصاحت و بلاغت کے

اعتبار سے چھایا ہوا ہے عاجز رہے اور پھر یہ کلام فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ گزرے ہوئے اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کی بالکل صحیح خبر دیتا ہے، پس یہ سب کچھ مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی تم میں اتنی عقل نہیں کہ یہ سمجھ سکو کہ یہ کلام کسی انسان کا نہیں ہو سکتا، یقیناً یہ خالق دو عالم اللہ جل شانہ کا مقدس و پاکیزہ کلام ہے۔

سب بڑا ظالم | فَمَنْ أَظْلَمُ | اس آیت میں مشرکین کو ڈانٹا گیا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے یہ عقیدہ رکھ کر کہ اللہ کے اولاد ہے اور اس کا سبھی و شریک بھی ہے اور اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور یہ یقین رکھے کہ یہ کلام اللہ کا نہیں بلکہ ایک انسان محمد عربی کا ہے، بس ایسے سرکش و نافرمان مجرموں کو کبھی راہ نجات نہیں ملے گی بلکہ وہ ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار کر دیئے جائیں گے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ

اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے

هُوَ لَا شَفْعَاءَ نَحْنُ عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي

ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ①۸

نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ

اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے پھر انھوں نے اختلاف پیدا کر لیا، اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو

سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ①۹

آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ دنیا

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا

ہی میں ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر ایسے ہی کئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا سو آپ فرما دیجئے کہ

الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَبِهُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿۲۰﴾

غیب کی خبر صرف خدا کو ہے سو تم بھی منتظر ہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

تفسیر

مشرکین مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تم ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں نہ کسی قسم کا نفع پہونچا سکتی ہیں اور نہ ہی پوجا نہ کرنے پر تم کو کسی قسم کا نقصان پہونچا سکتی ہیں، جبکہ معبود کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کو ہر چیز پر پوری پوری قدرت ہوتی ہے کہ اگر تم اس کی مرضی کے مطابق چلو تو خوش ہو کر ہر طرح کا عیش و آرام اپنے فرادے اور اگر اس کی مرضی کے خلاف چلو تو جس طرح کی سزا میں چاہے تم کو مبتلا کر دے۔

ان مشرکین مکہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یہ بت جن کو ہم پوجتے ہیں اللہ کے یہاں ہماری سفارش کر کے ہمیں بخشوا دیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کیا تم حق تعالیٰ شانہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جس کو وہ نہیں جانتے اور اس کا وجود آسمان و زمین میں کہیں نہیں یعنی خدا کا شریک و سا جھی، اور پھر اللہ تعالیٰ تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارا کوئی شریک و سا جھی نہیں دونوں جہان کے صرف ہم مالک ہیں اور ہم ان کے شرک سے پاک و برتر ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے یعنی تمام کے تمام ایک ہی خدا کی بندگی کرتے تھے، شرک نام کی کوئی چیز نہ تھی پھر ان میں نفس پرستی اور خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اختلاف ہو گیا کہ ان میں سے ایک گروہ نے شرک و کفر کے دامن کو تھام لیا اور دوسرا فرقہ توحید پر جما رہا، اور یہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے تشریف لانے تک رہا حضرت نوح ؑ کے زمانے میں شرک و کفر شروع ہو چکا تھا جس کا انھیں مقابلہ کرنا پڑا۔ اگر اللہ پاک کی طرف سے یہ بات طے نہ ہو چکی ہوتی کہ انسان کے اچھے برے اعمال کی سزا آخرت میں دیں گے تو ان کے اختلاف کا فیصلہ دنیا ہی میں کر دیا جاتا، بت پرستوں کو ہلاک کر دیا جاتا اور توحید پرستوں کو ہر قسم کا عیش و آرام نصیب کر دیا جاتا،

کفار کی یہ عادت تھی کہ وہ ضد اور عناد کی وجہ سے حضور علیہ السلام سے مختلف قسم کے عجیب عجیب معجزات کا مطالبہ کرتے تھے، کبھی کہتے کہ یہ کوہ صفا سونے کا بنا دیجئے اور کبھی کہتے کہ مکہ کے آس پاس جو پہاڑ ہیں ان کی جگہ ہموار میدان ہو کر اس میں باغ لگ جائیں اور جب ان کا یہ مطالبہ پورا نہ کیا جاتا تو کہتے کہ ہمارا مطالبہ آخر کیوں پورا نہیں کیا جاتا اس کا مختصر جواب

یہاں پر اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کی زبانی یہ دیا ہے کہ آپ فرمادیجئے کہ غیب کا علم صرف خدا ہی کو ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ تمہارا مطلوبہ معجزہ کیوں نہیں دکھایا جاتا، بس انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں

فرمانشی معجزہ پورا نہ کرنے کی حکمت | اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے وہ جانتے تو ان کے تمام مطالبے پورا کر دیتے مگر حق تعالیٰ کی یہ عادت

ہے کہ جب کوئی قوم فرمانشی معجزہ دیکھ لینے کے بعد بھی ایمان قبول نہیں کرتی تو اس پوری قوم کو ہلاک کر ڈالتے ہیں، اور ان کے متعلق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ ایمان قبول کرنے کی غرض سے معجزہ کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں کیونکہ معجزہ رسول کی سچائی ثابت کرنے کے لئے ہوتا ہے اور آپ کی سچائی بہت سے معجزات مثلاً چاند کا انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ بس اگر ان کی فرمانشی کے مطابق معجزہ دکھادیا جاتا تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے اور بالآخر ان کو ہلاک کر دیا جاتا اور اللہ پاک اس امت کو قیامت تک باقی رکھنا چاہتے ہیں اس لئے ان کا فرمانشی مطالبہ پورا نہیں کیا گیا۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرِّآءٍ مَّسَّتْهُمْ إِذَا

اور جب ہم لوگوں کو بعد اسکے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری

لَهُمْ مَكْرُفِي آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ

آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا بالیقین

مَا تَمْكُرُونَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا

ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں اور اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں

كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا

تک کہ جب تم کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان

جَاءَ تَهَارِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَ هُوَ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوْا

سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھی چلی آتی ہیں

أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ

اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگرے سب خالص اعتقاد کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اگر آپ ہم کو

أَنجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا أَتَاهُمْ

اس سے بچالیں تو ہم ضرور حق شناس بن جائیں پھر جب اللہ تعالیٰ ان

إِذَا هُمْ يَبْعُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۖ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَعُيْتُكُمْ

کو بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں اے لوگو تمہاری سستی تمہارے

عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ ۖ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ

لئے وبال جان ہونے والی ہے دنیوی زندگی میں خطا اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم

فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۱﴾ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے

كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا

ہم نے آسمان سے پانی برسا یا پھر اس سے زمین کے نباتات جگو آدمی اور چوہا کے

يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا

کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلتے یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ

وَأَثَرِيْنَتْ وَظَنَ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدْ رُؤِنَ عَلَيْهَا ۖ أَتُهَا أَمْوَالُ لَيْلٍ

کے چکی اور اس کی خوب زیبا نش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے

أَوْ نَهَارًا ۖ فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا ۖ كَأَن لَّمْ تَغْنَبِ بِالْأَمْسِ ۖ كَذَٰلِكَ

تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آ پڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا وہ

فَقِصْلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُتَفَكَّرُونَ ﴿۳۲﴾

موجود ہی نہ تھی ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں

کر ایک نعمت ان کو اور رحمت کی جائے گی اور وہ ہوگا اللہ جل شانہ کا دیدار و زیارت۔

مسلم شریف میں حضرت صہیبؓ سے منقول ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو اللہ پاک ان سے فرمائیں گے کیا تمہیں اور کسی چیز کی ضرورت ہے؟ جنتی عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمیں جہنم سے بچالیا، ہمارے چہرے روشن کر دیئے اور ہمیں جنت میں داخل فرما کر اس کی تمام نعمتیں اور راختیں ہم کو بخش دیں اب ہمیں اور کیا چاہئے اس وقت درمیان سے پردہ اٹھادیا جائیگا سب جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تب ان کو معلوم ہوگا کہ جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر یہ نعمت (زیارت خداوندی) ہے جس کا ہمیں علم بھی نہ تھا جو خدائے تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بلا طلب کے ہمیں مرحمت فرمائی ہے۔

اسی آیت میں جنتیوں کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کے چہروں پر نہ کبھی رنج و غم اور تکلیف کا اثر ہوگا اور نہ ہی ان پر لذت چھائے گی اور اس کے بالمقابل وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول نہیں کیا اور برے اعمال کئے ان کو آخرت میں اس کے بدلے جہنم میں ڈالا جائے گا ان کے چہروں پر ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، اور ان کے چہروں کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ گویا اندھیری رات کی چادر ان کے چہروں پر لپیٹ دی گئی ہے، بس یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں بڑے رہیں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ

اور جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم

اَنْتُمْ وَاَشْرَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاءُهُمْ مَا كُنْتُمْ

اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھیرو پھر ہم ان کے آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکار کہیں گے

اَيَا نَا تَعْبُدُونَ ۚ فَاَنَّا بِاللهِ شٰهِدٌ اَبَيْنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ كُنَّا

کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری

عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغْفِلِينَ ۚ هٰذَا لِكَيْ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّا سَلَفَتْ

عبادت کی خبر بھی نہ تھی اس مقام پر ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کریگا

وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مُوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب ہو جائیگا

تفسیر

میدانِ محشر میں اللہ پاک نیک و بد تمام مخلوق کو جمع کریں گے اور پھر مشرکین کو مخاطب کر کے فرمائیں گے کہ تم اور جن کو تم اپنا شریک بنا کر پوجتے تھے اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تاکہ اپنے معبودانِ باطل کے متعلق تمہارا جو عقیدہ ہے اس کی حقیقت تم پر کھل جائے اسکے بعد مشرکین اور ان کے معبودوں کے درمیان جو رشتہ اتحاد دنیا میں پایا جاتا تھا اس کو قطع کر دیا جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے معبود ربت (بول اٹھیں گے کہ تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے، مطلب یہ کہ ہم نے اپنی پوجا کا تم کو حکم نہیں دیا تھا بلکہ اس کام کے لئے تمہیں مسکو شیطان نے ابھارا، اسی کے کہنے پر تم نے ہماری پوجا کی اور شیطان کو راضی و خوش کیا، یہ حال تم ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے اور پھر خدا کو گواہ بنا کر کہیں گے کہ ہمیں تو تمہاری اس مشرکانہ عبادت کی خبر تک بھی نہیں کیونکہ نہ ہم سنتے تھے نہ دیکھتے تھے نہ سمجھتے تھے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ شریک سے مراد فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یہ دونوں صاف انکار کر دیں گے کہ ہم نے ہرگز تم سے اپنی پوجا کرنے کو نہیں کہا تھا، تم نفس و شیطان کے پھندے میں پھنس کر یہ حرکت کرتے تھے، بس اس وقت ہر انسان اپنے کئے ہوئے اعمال کو آزمائے گا کہ وہ نفع بخش تھے یا نقصان دہ، اس وقت ان مشرکین کی آنکھیں کھلیں گی کہ زندگی بھر جن کی ہم نے پوجا کی وہ ہماری مدد تو کیا کریں گے اور ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ بس تمام معبودانِ باطل اس وقت ان سے غائب ہو جائیں گے کوئی بھی ان کا حامی و مددگار اور ساتھی نہ ہوگا اور یہ لوگ اپنے مالک حقیقی اللہ جل شانہ کی طرف لوٹائے جائیں گے وہ ان کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دیگا

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ

آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور

وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بیجان سے نکالتا ہے اور بے جان کو

الْحَيِّ وَمَنْ يَدْبِرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا

جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ جواب میں بھی کہیں گے کہ اللہ ہے

تَتَّقُونَ ﴿۳۱﴾ فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ

تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں پرہیز کرتے سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا

إِلَّا الضَّلَالُ ۚ فَإِنِّي تُصَرِّفُونَ ﴿۳۲﴾ كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

بجز گمراہی کے پھر کہاں پھرے جاتے ہو اس طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہاں نہ

رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾

لاہیں گے تمام متعزذ لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے

مشرکین سے سوالات

اللہ پاک نے اپنی مشفقانہ عادت کے مطابق ان دو آیتوں میں مشرکین سے چند سوالات معلوم کئے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہئے کہ آسمان و زمین سے تم کو رزق کون دیتا ہے کہ آسمان سے زمین پر بارش ہوتی ہے اور پھر زمین سے تمہارے کھانے کو رزق پیدا ہوتا ہے اور وہ کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے کہ جب چاہے سننے اور دیکھنے کی قوت دیدے اور جب چاہے چھین لے، اور وہ کون ہے جو مردہ چیزوں سے زندہ کو پیدا کرتا ہے جیسے بیٹی سے درخت و پودے وغیرہ یا لطف سے انسان و جانور یا انڈے سے پرندہ اور جاندار چیزوں سے بے جان پیدا کرتا ہے جیسے انسان اور جانور میں سے لطف بے جان۔ اور وہ کون ہے جو تمام کائنات کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا اے ہمارے نبی جب آپ ان مشرکین سے یہ سوالات کریں گے تو یقیناً وہ اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ ان تمام چیزوں کو صرف خدائے تعالیٰ نے پیدا کیا ہے بس آپ ان سے کہئے جب یہ حق بات تم کو معلوم ہے کہ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہے تو پھر تم شرک سے اپنے آپ کو کیوں نہیں بچتے آخر کیوں گمراہی کو اختیار کر کے اپنی آخرت برباد کر رہے ہو۔

مشرکین و کفار ہر طرح سے سمجھانے کے بعد بھی ایمان قبول نہیں کرتے تھے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت غم ہوتا تھا اس لئے آخری آیت میں یہ فرما کر آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ ایسے سرکش لوگوں کے حق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ بس آپ ان کے غم میں نہ گھٹئے، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُو الْخَلْقَ ثُمَّ يَعْبُدُ قُلْ اللَّهُ

آپ یوں کہئے کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی مخلوق کو پیدا کرے پھر

يَبْدُو الْخَلْقَ ثُمَّ يَعْبُدُ فَإِنِّي تَوَفَّكُونَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ

دوبارہ بھی پیدا کرے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو پھر تم کہاں

شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلْ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ

پھر سے جاتے ہو آپ کہئے کہ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا

أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ لَا يَهْدِي

رستہ بتلاتا ہے تو پھر آیا جو شخص امر حق کا رستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ کتابت کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو

إِلَّا أَنْ يَهْدِي فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ

بے تلافی خود ہی رستہ نہ سوچھے تو تم کو کیا ہو گیا تم کسی تجویزیں کرتے ہو اور ان میں سے اکثر لوگ

أَكْثَرُهُمْ أَلاَظْنَاءُ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں یقیناً بے اصل خیالات امر حق سے مستغنی کرنے میں ذرا بھی مفید نہیں یہ جو

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے

اے ہمارے پیغمبر آپ ان مشرکین سے پوچھئے کہ جن کو تم نے خدا کا شریک و ساتھی بنا رکھا ہے کیا ان میں یہ قوت بھی ہے کہ وہ اس مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کرے اور مرجانے

کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرے، ظاہر ہے ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، بس آپ ان سے

کہئے کہ یہ قدرت و قوت تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات میں ہے، تمام مخلوق کو اس نے پہلی مرتبہ

بھی پیدا کیا ہے اور مرجانے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ بھی وہی زندہ کرے گا، فسوس ہے

تم پر کہ اس حق بات کے سامنے آجانے کے بعد بھی تم گمراہی و شرک و بت پرستی کی طرف بڑھتے چلے

جا رہے ہو۔

اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ ان سے یہ بھی پوچھئے کہ کیا تمہارے معبودان باطل

پہلے ہی کوئی دیا ہے اور اس کی طرف سے کوئی چیز نہیں دی گئی ہے۔ بس اب تم خود ہی فیصلہ کرو کیا وہ ذات عبادت و بندگی کے لائق ہے جس میں یہ تمام خوبیاں ہیں یا وہ جسکو بغیر بتلائے ہوئے خود ہی راستہ نہ سوجھے اور بغیر اللہ کی ہدایت کے وہ سمجھ نہیں کر سکتے۔ مشرکین کے بڑے بڑے شرکار کا یہی حال ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ حضرت عزیرؑ اور فرشتے کہ ان کو جب اللہ پاک نے ہدایت کی توفیق دی تو یہ بدانت یافتہ ہوئے اور جب ان کے ذریعہ کسی کو اللہ نے ہدایت دینا چاہی تو وہ ہدایت یاب ہو گیا، غرضیکہ جو خود ہدایت پانے اور دوسروں کو ہدایت یاب کرنے میں اللہ کا محتاج ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے اور اس کے برخلاف وہ جو سیدھا راستہ دیکھنے کے بعد بھی اس پر نہ چلے جیسے شیاطین تو پھر ان کی پیروی کرنا کس طرح درست ہو سکتی ہے جب پیروی کرنے ہی کی گنجائش نہیں تو ان کو معبود بنالینا کسی طرح بھی صحیح نہیں اور جو بالکل ہی بے جان مورتی ہو جس کو انسان خود اپنے ہاتھ سے بنائے اور پھر اسکو اپنا معبود بنالے یہ تو قطعاً عقل سے باہر ہے چنانچہ حضرت براہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم اندھے بہرے معبود کی جس کو اپنے ہی ہاتھوں سے بناتے ہو پرستش کیوں کرتے ہو جو تمہارے کسی بھی طرح قطعاً کام نہیں آ سکتی افسوس تمہاری عقلیں جاتی رہیں تم نے اللہ کو اور اسکی مخلوق کو دونوں کو برابر کر دیا ہے۔

قرآن کریم نے اسی بات کو تعجب کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ کافر و مشرک لوگ اپنے عقائد میں صرف گمان پر چلتے ہیں ان کے گمان کی تائید نہ عقل دلائل سے ہوتی ہے نہ نقل دلائل سے محض بے ہودہ خیالات اور غلط قیاس انہوں نے قائم کر رکھے ہیں جو کہ حق کے مقابلہ میں بالکل بے کار اور بے فائدہ ہوتے ہیں

(قوال و تحقیق :- اَلْكَثْرُ هُمْ اِنَّ سَوَالَ سَبْحِی كَافِر و مُشْرِك مَرَف كَمَان پَر چلتے ہیں پھر قرآن کریم نے اَلْكَثْرُ جَم کیوں استعمال کیا، جَوَابہ اَلْكَثْرُ ہُمْ سے فکر و نظر والے لوگ مراد ہیں کہ جب ان دانشمندوں کا یہ حال ہے تو پھر عاَم آدمی بدرجہ اولی اس میں مبتلا ہے ۔

اخیر میں ان مشرکین و کافروں کو ٹھانٹتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ تمہاری حرکتوں سے اللہ تمہیں بخوبی واقف ہیں بس وقت مقررہ پر تم کو اس کی دردناک سزا دی جائے گی۔

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ

اور یہ قرآن افتراء کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق

تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ

کرنے والا ہے جو اس سے قبل نازل ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس

مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا

میں کوئی بات شک کی نہیں رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو

بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ

افتراء کر لیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے شریک ہی سورۃ لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو بلاؤ

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ

اگر تم سچے ہو بلکہ ایس چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے

وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

اور مہنوزان کو اس کا آخر نتیجہ نہیں ملا جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انھوں نے بھی جھٹلایا تھا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهِ

سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس پر ایمان

وَمِنْهُمْ مَّنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿۴۰﴾

لے آویں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لائیں گے اور آپ کا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے | اس سے پہلی آیات میں ذکر تھا کہ یہ مشرکین و کافروں محض قیاسات و گمان پر چلتے ہیں اسلئے اب ان آیات میں ان کو ایک محقق و مدلل کتاب کی طرف دعوت دی جا رہی ہے کہ اس قرآن کریم میں غور و فکر کرو یہ حق ہے

یہی تم کو سیدھا راستہ دکھا سکتا ہے، مشرکین و کافریں کا خیال قرآن کریم کے متعلق یہ تھا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد عربی نے خود بنایا ہے، ان آیات میں اللہ پاک نے اس کی بھی تردید فرمادی ہے کہ یہ ہمارا کلام ہے، ہم ہی نے اس کے ایک ایک حرف کو اپنے پیغمبر محمد عربی پر اپنے خاص فرشتہ جبریل امین کے ذریعہ نازل کیا ہے، اور یہ قرآن کریم ان آسمانی کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس میں قانون الہی کی مکمل تفصیلات موجود ہیں اس میں ایک بھی بات ایسی نہیں جس میں شک کی گنجائش ہو بس یقین رکھو کہ یہ مکمل کتاب تمہارے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہے اور اگر اس کے باوجود بھی تم کو یقین نہ آئے تو اس جیسی ایک سورت (بلکہ ایک آیت ہی) بنا کر دکھا دو اور اس میں تم کو اس بات کی مکمل چھوٹ ہے کہ اپنے دور کے تمام فصحاء و بلغار کو بلکہ اپنے معبودان باطل کو اپنی مدد کے لئے جمع کر لو اور تم سب مل کر اس کا مثل بنا کر دکھا دو۔

قرآن کریم نے دوسری جگہ اس بات کی بھی پیشین گوئی فرمادی کہ تم اس جیسا کلام بنا ہی نہیں سکو گے، بالآخر پورا عرب اس جیسی ایک آیت بنانے سے عاجز رہا اور ان شاء اللہ قیامت تک کوئی بھی اس کا مثل نہیں لاسکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین و کافریں نے قرآن کے کلام الہی ہونے کا بغیر غور و فکر اور تحقیق کے ہی انکار کر دیا ابھی قرآن کی حقیقت بھی ان کے سامنے نہیں آئی تھی بس سنتے ہی کہنے لگے کہ یہ محمد عربی کا کلام ہے اللہ کا نہیں۔

قرآن کریم نے جو غیبی خبریں دی ہیں مرنے کے بعد زندہ ہونے پر اعمال کے مطابق جزا و سزا کا بیان کیا ہے اس کے متعلق پہلی آسمانی کتابوں کے عالموں سے تحقیقات کرتے جس سے یقیناً ان پر قرآن کی سچائی واضح ہو جاتی۔ اور آئندہ ہونے والے جن واقعات کی پیشین گوئی قرآن نے کی تھی اس کا انتظار کرتے چنانچہ جب اس طرح کی بے شمار پیشین گوئیاں پوری ہوتی ہوئی انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تو ان میں سے کچھ لوگوں نے تو قرآن کے کلام الہی ہونے کی تصدیق کی، محمد عربی کو اللہ کا سچا رسول مانا اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہو گئے، اور کچھ بد نصیب ایسے رہے کہ محض ضد اور دشمنی کی بنیاد پر تصدیق نہیں کی اور کفر پر ہی قائم رہے، انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسی طرح ہمارے پیغمبر اور ہماری کتاب کو ان سے پہلے والے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، بس دیکھ لو ان ظالموں کا کیا انجام ہوا کہ دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد ہوئے، بس اگر یہ اس تنبیہ کے بعد بھی باز نہ آئے تو

ان کا بھی یہی انجام ہوگا، تمہارا رب ایسے نادیوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ

اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو بس یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم

مِمَّا أَعْمَلُوا وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ

میرے کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جوابدہ نہیں ہوں اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ

إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ

کی طرف کان لگا لگا کر بیٹھے ہیں کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو اور ان میں بعض

مَّنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُصَىٰ وَلَوْ كَانُوا لَا

ایسے بھی ہیں کہ آپ کو دیکھ رہے ہیں تو پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت

يُبْصِرُونَ ﴿۴۳﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ

بھی نہ ہو یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی

النَّاسُ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴۴﴾

اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں

تفسیر ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر دین اسلام

کے حق ہونے پر دلائل قائم ہو جائے اور اپنے دین کو حق ثابت کرنے سے لاجواب ہونے

کے بعد بھی یہ مشرکین و کافرین آپ کو جھٹلاتے رہیں تو آپ ان سے بیزاری کا اظہار کر دیجئے اور

کہہ دیجئے میرے عمل کا بدلہ مجھے ملے گا تمہارے عمل کا بدلہ تمہیں ملے گا، تم میرے عمل کے جوابدہ

نہیں ہو اور میں تمہارے عمل کا جوابدہ نہیں ہوں بس جس طریقہ پر چاہو چلو مگر انجام سامنے آجائے گا

اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یعنی جب

فَقُلْ لِي عَمَلِي الْوَاحِبِ مِنْظَرِي ۚ نَعْلَمُ اَوْرِ مَقَاتِلِ كِ حَوَالِ سِ لَكْھَا

اقوال تحقیقی ہے کہ یہ آیت، آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

آپ تلامذہ کلام پاک کرتے ہیں اور حکمت و شریعت کی باتیں کرتے ہیں تو وہ کان لگا کر سنتے ہیں مگر دل کے کانوں سے نہیں سنتے یعنی طلب حق اور قبول ایمان کی نیت سے نہیں سنتے اس لئے ان کا سنانہ سنا برابر ہے بس ان کی حالت بہروں جیسی ہوئی تو پھر کیا آپ بہروں کو سنا کر اس سے ماننے کا انتظار کرتے ہیں گرچہ انھیں سمجھ بھی نہ ہو، ہاں اگر سمجھ ہوئی تو بہرے بن سے بھی کام چل جاتا، اور اسی طرح ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی آنکھوں سے آپ کی سچائی کی نشانیاں اور نبوت کی علامات مع معجزات و کمالات کے دیکھ رہے ہیں مگر طلب حق اور قبول ایمان کی غرض سے نہ دیکھنے کی وجہ سے ان کی حالت اندھوں جیسی ہے بس کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گرچہ ان میں بصیرت و دانشمندی بھی نہ ہو، بس جن لوگوں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کو اس طرح پھوڑ لیا ہو کہ دیکھ کر اور سن کر بھی بے دیکھے اور بے سنے ہو جائیں اور اپنی عقلوں کو تباہ کر لیا ہو تو ایسے لوگوں کو ہم ہدایت کی توفیق نہ دے کر ان سے مواخذہ کریں تو یہ ان پر کوئی ظلم نہیں، اور یاد رکھو ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے بس لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ و برباد کرتے ہیں اپنی فطری صلاحیتوں کو ضائع کر کے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

اور ان کو وہ دن یاد دلایے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ گویا وہ سارے دن

يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا

کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے واقعی خ ہ میں رہے وہ لوگ

كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٢٥﴾ وَإِنَّمَا نُرِيكَ بُعْضَ لِّذَى نَعِدُهُمْ وَأَوْ

جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے اور جس کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں

نَتُوفِّيكَ فَالْيَنَّا مَرْجِعُهُمْ شَوْءَ اللَّهِ شَهِيدٌ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ

اس میں سے کچھ محفوظ اس اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے

﴿٢٦﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ

پھر اللہ ان سب کے افعال کی اطلاع رکھتا ہے اور ہر امت کیلئے ایک حکم پہنچا دیتا ہے سو جب ان کا وہ رسول آچکا ہے ان

بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۴۷﴾

کافی صداقت کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا

حشر کا ایک منظر

ارشاد خداوندی ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کافروں و مشرکین اور گنہ گاروں کو قیامت کا دن یاد دلایئے جس میں ہم ان کو اس طرح جمع کریں گے کہ وہ اپنی دنیوی زندگی یا عالم برزخ میں رہنے کو یوں سمجھیں گے کہ ہم وہاں ایک آدھ گھنٹہ رہ کر آئے ہیں ان کو ایسا اس لئے لگے گا کہ قیامت کے دن بہت ہی سخت اور بہت ہی بڑا ہوگا اس کی خوف و ہیبت کا سامنے قبر کا عذاب بھی ان کو ہلکا معلوم ہوگا۔

میدان حشر میں لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے کہ یہ میرا باپ ہے، یہ میرا بیٹا ہے، یہ میری ماں ہے مگر اپنے اپنے معاملات میں ایسے پھنسے ہوں گے کہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے جس سے ان کو اور بھی دکھ ہوگا کہ آج میرے ماں باپ یا اولاد جن کے لئے میں نے سب کچھ کیا ہے وہ بھی میرے لئے کچھ نہیں کر رہے ہیں۔

امام بغوی نے لکھا ہے کہ لوگ قبروں سے اٹھتے وقت تو ایک دوسرے کو پہچان لیں گے مگر میدان حشر میں قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے نہیں پہچان پائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان تو لیں گے مگر ہیبت کی وجہ سے بات نہیں کر سکیں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واقعی اس وقت سخت خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ دنیا میں بھی ہدایت پانے والے نہ تھے کیونکہ ایمان و یقین حاصل کرنے کے جو ذرائع ان کو دئے گئے تھے یہ ان کو کام میں نہیں لائے۔

قیامت کا انکار کرنے والوں کو حضور علیہ السلام نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا انھوں نے عذاب کو بھی سچ نہ مانا تو اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کو تسلی دینے کے لئے فرمایا کہ عذاب کا اصل وقت تو قیامت کا دن مقرر ہے، مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی زندگی ہم ان کو عذاب میں مبتلا کر دیں جس کو آپ دیکھ لیں، یا آپ کی وفات کے بعد ان کو عذاب دیں اور باز آخر ان کو مر کر ہمارے پاس ہی آنا ہے لہذا آخرت میں ان کو عذاب دے کر آپ کو دکھادیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے ہماری یہ عادت رہی ہے کہ ہم ہر امت میں ایک رسول بھیجتے ہیں جب وہ رسول ان کو ہمارے احکامات پہنچا دیتا ہے اور معجزات دکھا دیتا ہے اور

پھر کوئی ہمارے رسول کو جھٹلاتا ہے ہمارے احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو پھر ہم ہمیشہ کے لئے جہنم اس کا ٹھکانا بنادیتے ہیں، اور یہ فیصلہ ہمارا انصاف کے ساتھ ہوتا ہے اس میں ذرا بھی ظلم شامل نہیں ہوتا، ظاہر ہے حجت قائم ہو جانے کے بعد سزا دینا انصاف ہے ظلم نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۵۸﴾ قُلْ لَا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو آپ فرادیجئے کہ

أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ

میں اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع اور کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو برائست

إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ﴿۵۹﴾

کیسے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَيِّنَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ

آپ فرادیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تمہارا خدا کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو تو عذاب میں کون چیز ایسی

مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿۶۰﴾ أَتُورَا إِذَا مَا وَقَعَ امْنُتُوبِهِ ؕ أَلَنْ يَوْقَدُ

ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی انگ ہے میں کیا پھر جب وہ آہی پڑے گا اس کی تصدیق کر دے گا ہاں ب مانا

كُنتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا اذْهَبُوا

حالانکہ تم قبضہ کذیب اس کی جلدی مچایا کرتے تھے پھر ظالموں سے کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب

عَذَابِ الْخُلْدِ ۖ هَلْ تُخْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۶۲﴾ وَ

چکھو تم کو تو تمہارے ہی کئے کا بدلہ ملا ہے

يَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ

وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے آپ فرادیجئے کہ ہاں قسم میرے رب کی وہ واقعی

بِمُعْجِزَاتِنَا ﴿۶۳﴾

امر ہے اور تم کس طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے،

عذاب کب آئیگا؟

کافرین و مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع موقع خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہتے تھے مگر وہ آپ کی بات کو سچ نہیں مانتے تھے اور آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا مذاق اڑانے اور جھٹلانے کی غرض سے کہا کرتے تھے آخر وہ عذاب آئے گا کب؟ اگر تم سچے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ، اس کا جواب اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی کی زبانی یہ دیا ہے کہ آپ ان بے ہودہ اور بے وقوف لوگوں سے فرادہ بچئے، میں تو ہی جان کو بھی نفع و نقصان پہنچانے کا مالک نہیں ہوں، بس صرف اس قدر جتنا کہ اللہ نے چاہا مطلب یہ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جب مجھے اپنے ہی نفع و نقصان پر قدرت نہ تو بھلا دوسروں کو نفع و نقصان کس طرح پہنچا سکتا ہوں، بس تمہیں عذاب دینا میرے حق میں نہیں، اب رہی یہ بات کہ تم پر عذاب کب آئے گا تو اس کے متعلق یہ سن لو کہ ہر مت کے عذاب کے لئے اللہ کے علم میں ایک وقت مقرر ہے، چاہے دنیا میں ہو یا آخرت میں جب ان کا وہ مقررہ وقت آ پہنچتا ہے تو اس وقت نہ ایک منٹ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں بلکہ فوراً عذاب واقع ہو جاتا ہے، بس اسی طرح تمہارے عذاب کا بھی وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو عذاب تم کو آگھرے گا۔

کافرین عذاب جلد آنے کا مطالبہ کرتے تھے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان سے پوچھئے یہ تو بتاؤ اگر تم پر عذاب رات میں آجائے جب تم نیند میں مشغول ہو یا دن میں آجائے جب تم کاروبار میں مصروف ہو تو کیا کرو گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تعجب ہے ان بے عقل مجرموں پر کہ عذاب جیسی چیز کو جلد طلب کر رہے ہیں جس میں نقصان ہی نقصان ہے یہ تو پناہ مانگنے کی چیز ہے نہ کہ جلدی مانگنے کی، آخر تم جو عذاب کو جلد مانگ رہے ہو تو کیا جب عذاب اپنے مقررہ وقت قیامت کے دن تم پر مسلط ہو جائے گا اس وقت اس کی تصدیق کرو گے کہ واقعی اس عذاب کی خبر دینے والا اللہ کا سچا رسول ہے، یاد رکھو اس وقت کی تصدیق کوئی فائدہ نہیں دے گی، بس اس وقت ان سے کہہ دیا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو یہ تم کو تمہارے ہی کئے کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سننے کے بعد مشرکین بطور انکار و مذاق کے پوچھتے ہیں اے محمد کیا توحید، نبوت، قرآن، قیامت اور عذاب و ثواب حق ہے؟ آپ فرمادیجئے جی ہاں قسم میرے رب کی بلا شک و شبہ وہ حق ہے اور تم کسی بھی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے، یعنی وہ عذاب دینا چاہے اور تم بچ جاؤ، ایسا نہیں ہو سکتا۔

وَلَوْ أَنَّ كُلَّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۖ

اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس تنا مال ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دیکر اپنی جان بچانے

وَأَسْرُو النَّدَامَةَ لَمَّارًا وَالْعَذَابَ وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ

لگے اور جب عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی کو بوسیدہ رکھیں گے اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۵۴﴾ إِلَّا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

ان پر ظلم نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب

إِلَّا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۵﴾ هُوَ

اللہ ہی کی ملک میں۔ یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے وہی

يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۵۶﴾

جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے

تفسیر | مشرکین و کافریں کو آخرت میں اس قدر سخت اور دردناک عذاب دیا جائے گا

کہ اس سے رہائی کے لئے وہ زمین کے تمام خزانے دیدیں اگر ان کے پاس ہوں، جب وہ عذاب دیکھیں گے تو مزید ندامت و رسوائی کے خوف سے شرمندگی کو دل ہی دل میں چھپائے رکھیں گے یعنی اس کے آثار ظاہر نہ ہونے دیں گے تاکہ دیکھنے والے زیادہ نہ ہنسیں لیکن آخر میں یہ ضبط و تحمل بھی اس کی شدت کے سامنے نہ چلے گا اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

خوب سن لو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اس لئے وہ ثواب و عذاب دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ پوری کائنات کی کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، اور خوب سمجھ لو کہ ثواب و عذاب کا اللہ کی طرف سے کیا ہوا وعدہ برحق ہے، اس کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔ بس قیامت ضرور آئے گی اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق ثواب و عذاب دیا جائے گا۔ لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے۔

اور خدائے تعالیٰ ہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے، بس اس کے لئے دوبارہ

پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں اور یہ بھی سمجھ لو کہ تم سب اس کے پاس لائے جاؤ گے، یعنی تمام انسان مرکز اس کے پاس پہنچیں گے، پھر وہ انہیں زندہ کر کے ان کے کئے کا حساب و کتاب لے گا اور پھر اس کے مطابق ان کو بدلہ دے گا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے دروہوں

لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٨﴾ قُلْ

میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کیسے

بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ

آپ ان سے کہہ دیجئے تو بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس دنیا

مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں

تفسیر:۔ پچھلی آیات میں کافرین و مشرکین کے متعلق بیان تھا کہ آخرت میں ان کو سخت قسم

کے عذابات میں مبتلا کیا جائے گا، ان آیات میں وہ طریقہ بتلایا گیا ہے جس کو اختیار کر کے یہ عذاب سے بچ سکتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم اثران نصیحت آگئی ہے یعنی قرآن کریم، جو تم کو اچھی باتوں کی طرف دعوت دیتا ہے اور بُری باتوں سے منع کرتا ہے اگر تم نے اس نصیحت پر عمل کر لیا تو کامیاب ہو جاؤ گے

اور یہ قرآن کریم دونوں کی بیماریوں کے لئے شفا بخش دوا ہے

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد ان کی قلبی اور روحانی بیماریوں کا شفا بخشنا ہے مگر ضمنی طور پر جسمانی بیماریوں کا

قرآن نسخہ شفا ہے

بھی بہترین علاج ہے، چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرے سینے میں تکلیف ہے، آپ نے فرمایا

کہ قرآن کریم کی تلاوت کیا کر کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ یعنی قرآن سینے کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ دل کی بیماری سے مراد ہے غلط عقیدے شرک و کفر وغیرہ۔ پس قرآن کریم صحیح عقیدوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اللہ کے قرب اور جنت کا راستہ بتاتا ہے چنانچہ ترمذی شریف میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور پڑھتا جا اور جو جس طرح دنیا میں تریں گے ساتھ پڑھتا تھا اسی طرح اطمینان سے تریں کیسا تھ یہاں پڑھ کیونکہ تیرا آخری درجہ وہاں ہے جہاں تک تو آخری آیت پڑھنے پر پہنچے گا۔ اور یہ قرآن کریم مومنوں کے لئے رحمت ہے اور ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے مومنین ہی قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کر کے اللہ کی رحمت و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کریم کے یہ برکات سنا کر لوگوں سے کہئے کہ اس انعام و رحمت کے ملنے پر تم کو خوش ہونا چاہئے اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس کے کرم سے یہ نعمت تم کو ملی ہے تمہارے ذاتی عمل کو اس میں کوئی دخل نہیں، اور یہ قرآن کریم ہر اعتبار سے اس چیز سے بہتر و افضل ہے جو تم جمع کر رہے ہو یعنی دنیا کی چیزوں سے کیونکہ دنیا کا نفع قلیل و فانی ہے اور قرآن کا نفع کثیر و باقی ہے، افسوس کہ آج کا انسان آخرت کو بھول کر دنیوی منافع حاصل کرنے کے پیچھے پڑ ہوا ہے جو سب یہیں رہ جائیں گے

قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ

وَحَلٰلًا قُلْ اَللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلٰی اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَمَا ظَنُّ

حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا آپ بوجھے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا اللہ پر افترا ہی کرتے ہو اور

الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكُذِبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے واقعی لوگوں پر

لَذُوْ فَضْلٍ عَلٰی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۲﴾

اللہ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی انہیں بے قدر ہیں

طور پر واقف ہے اور باخبر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین کا کوئی بھی ذرہ ہم سے چھپا ہوا نہیں بلکہ ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے
یہاں پر اللہ نے اپنی صفت علیم وخبیر کو بیان فرما کر اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے کہ اگرچہ آپ کے دشمن بہت ہیں مگر آپ ان سے گھبرائیے مت ہم ان سب کو بخوبی جانتے ہیں، ہماری حفاظت آپ کے ساتھ ہوگی۔

الَاَإِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَأَخَوْثُ عَلَيْهِمْ وَكَأَهُوَ يَخْرُونُ ﴿٦٢﴾

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي

وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز رکھتے ہیں ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ

اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾

یہ بڑی کامیابی ہے

تفسیر

ان آیات میں اولیاء اللہ کے متعلق بحث دے کر ان پر نہ دنیا میں خوف و غم ہوگا

نہ آخرت میں، آخرت کا خوف غم نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ ان کو ہر قسم کے عذاب سے

بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور دنیا کے خوف و غم سے مراد یہ ہے کہ دنیوی مال و دولت

عزت و شہرت کے نہ ملنے کا انھیں کچھ خوف و غم نہیں ہوتا یہ مطلب بالکل نہیں کہ ان حضرات کو

دنیا میں اللہ کا خوف نہیں ہوتا بلکہ ان پر تو خوف و خشیت خداوندی عام ہوگئی ہے زیادہ طاری رہی ہے

ان اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں بھی خوشخبری ہے در آخرت

اولیاء اللہ کیلئے خوشخبری میں بھی، آخرت کی خوشخبری تو یہ ہے کہ موت کے وقت

جب ان کی روح کو اللہ کے پاس لے جایا جائیگا تو اس کو جنت کی خوشخبری سنائی جائے گی

اور دنیاوی خوشخبری سچے خواب میں جو یہ خود اپنے متعلق دیکھیں یاد رکھ لوگ ان کے متعلق

دیکھیں جس میں ان کے جنتی ہونے یا اللہ کے راضی ہونے وغیرہ کی خوشخبری دی جائے۔

اولیاء اللہ کون ہیں۔ اولیاء اللہ کے لغوی معنی ہیں اللہ کے دوست، اور حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں وہ لوگ کہلاتے ہیں جن کا دل اللہ کی یاد میں ایسا ڈوبا ہوا ہو کہ دنیا میں کسی کی محبت اس پر غالب نہ آئے، وہ جس سے محبت کرتا ہے محض اللہ کے لئے کرتا ہے اور جس سے نفرت کرتا ہے محض اللہ کے لئے کرتا ہے، اس کا ظاہر و باطن اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے میں مصروف رہتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ اکثر و بیشتر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے احکامات کی مکمل اطاعت کرتے ہیں اور ایسے ہر کام سے مکمل پرہیز کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں، الحاصل جس میں یہ دو صفیں ہوں گی اللہ کا ذکر خوب کرتا ہو، اللہ کے احکام کی مکمل پیروی کرتا ہو وہ اللہ کا ولی کہلائے گا۔ یہ ادنیٰ درجہ کے ولی کی کیفیت و صفت بیان کی گئی اس کے علاوہ ادنیٰ و اعلیٰ کے لحاظ سے ولی کے بے شمار درجات ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اس آیت (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ) میں اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا جو خالص اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں ان کی محبت میں کوئی دنیوی لالچ نہیں ہوتا۔

اولیاء اللہ کی پہچان | دل کی جو صفات اوپر بیان کی گئی ہیں ان سے ولی کو پہچانا جاسکتا ہے مگر ایک خاص پہچان حدیث قدسی میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کی یاد میں ذکر سے آئے، میری یاد ان کا ذکر کرنے سے آئے، ایک دوسری حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء اللہ کی پہچان یہ بتائی کہ جن کو دیکھ کر خدا کی یاد آئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کرنے کی توفیق ہو اور دنیوی فکروں کی کمی محسوس ہو۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں۔

اولیاء اللہ سے محبت کا فائدہ | حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بزرگ سے محبت کرتا ہے مگر عمل کے اعتبار سے ان کے درجہ تک نہیں پہنچا؟ آپ نے فرمایا ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی صحبت و محبت انسان کے لئے حصول ولایت کا ذریعہ ہے اور انجام کے بہتر

ہونے کی ضامن ہے۔ صاحب منظریٰ نے ولایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ لکھا ہے

ولایت حاصل کرنے کا طریقہ :- صاحب منظریٰ نے ولایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوئے متبع سنت بزرگ دلی کی کثرت سے صحبت میں رہنا۔ اور اسکے ارشادات کی مکمل پیروی و فرمانبرداری کرنا، اور ذکر اللہ خوب کرنا جب یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی تو انشاء اللہ ولایت کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

قاضی شہار اللہ پانی پتیؒ تفسیر منظریٰ میں لکھتے ہیں کہ عوام نے جو اولیاء اللہ کی علامت و پہچان کشف و کرامت یا غیب کی چیزیں معلوم کرنے کو سمجھ رکھا ہے، یہ غلط اور دھوکا ہے، ہزاروں اولیاء اللہ ہیں جن سے اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں اور اس کے خلاف کشف اور غیب کی خبریں منقول ہیں جن کا ایمان بھی درست نہیں۔

وَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ

اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ خدا ہی کے لئے ہے وہ سنتا ہے

الْعَلِيمُ ﴿۶۵﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ط

جانتا ہے یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ إِنْ يَتَّبِعُونَ

اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا

إِلَّا الظَّنُّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ

اتہاع کر رہے ہیں محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض تیسری باتیں کر رہے ہیں وہ ایسا ہے

الْبَلِّ لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنْ فِي ذَلِكَ لَايَةٍ

جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے

لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿۶۷﴾

کا ذریعہ ہے اس میں دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں

تفسیر

کفار و مشرکین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے، اور تکلیف و نقصان پہونچانے کی دھمکیاں دیتے، اور طعن طعن سے کفر و شرک کی باتیں کرتے جس سے حضور غمگین و رنجیدہ ہوتے، ان آیات میں اللہ پاک نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ ان کی باتوں سے آپ غمگین نہ ہوں، ہم آپ کی حفاظت و مدد کریں گے بلاشبہ پورا غلبہ اور طاقت اللہ ہی کو حاصل ہے، کسی کے قبضہ میں کچھ نہیں آپ کے دشمنوں کے اقوال سستا ہے اور احوال جانتا ہے، بس معینہ وقت پر ان کو سزا دے گا۔

اس کے بعد اللہ پاک فرماتے ہیں خوب سن لو جو کوئی آسمان و زمین میں ہے چاہے وہ فرشتے ہوں یا جنات ہوں، یا انسان ہوں، وہ سب ہمارے پیدا کئے ہوئے ہیں، ہمارے بندے ہیں سو چو جب یہ مینوں قسم کی مخلوق جو سب سے اعلیٰ ہے ہماری بندگی کرتی ہے ان میں کوئی بھی معبود ہونے کے قابل نہیں تو بھلا جو چیز نادان و بے عقل ہے وہ اللہ کی شریک مثل کیسے ہو سکتی ہے اور معبود کیسے بن سکتی ہے

پس جو لوگ دوسری چیزوں کو اللہ کا شریک بنا کر ان کی بندگی کرتے ہیں وہ محض وہم و گمان کی بنیاد پر ان کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں کوئی ٹھوس اور صحیح دلیل ان کے پاس موجود نہیں۔

بس حقیقت میں بندگی کے لائق تو اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تم سب کے لئے سکون و آرام کی خاطر رات بنائی جس سے دن بھر کی تکان دور ہو جاتی ہے اور دن کو روشن بنایا جسکی روشنی میں دنیا کی ہر چیز نظر آتی ہے، بس رات اور دن ہی میں اگر یہ غافل انسان صحیح غور و فکر کرے تو اس کے سامنے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ واقعہ بندگی کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ هَ إِنَّ عِنْدَ كُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں کیا اللہ

اَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ

کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ

احکام پہنچانے سے رک سکتا ہوں، برابر تم کو عطا و نصیحت اور تبلیغ کرتا رہوں گا اور ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کہ اس کام کی میں تم سے کچھ اجرت بھی تو نہیں لیتا بس اس کا بدلہ تو مجھے حق تعالیٰ شانہ مرحمت فرمائیں گے، مجھے تو میرے رب کا حکم ہے کہ میں اطاعت گزاروں میں سے رہوں اس لئے تبلیغ میں لگا ہوا ہوں اگر تم نہیں مانو گے تو اس کا نقصان تم ہی کو ہوگا بے شک پڑے گا، مگر ان تمام نصیحتوں کے باوجود وہ اپنے پیغمبر نوح ؑ کو جھٹلاتے رہے بالآخر اللہ نے اس قوم پر اپنا عذاب مسلط کر دیا اور جو حضرت نوح کی دعوت کو قبول کر چکے تھے ان کو اس عذاب سے بچایا

قوم نوح پر عذاب خداوندی | جب اللہ پاک اپنے پیغمبر کے ذریعہ اپنے احکامات اس قوم کو پہنچوا چکا اور وہ نافرمانی سے باز نہیں آئے تو پھر

حجت پوری ہو جانے پر اللہ نے اس قوم پر اپنا عذاب نازل فرمایا، حضرت نوح ؑ نے اس عذاب کی پہلی علامت کو دیکھا جو پہلے سے ان کو مبتلا دی گئی تھی یعنی زمین کی تہہ میں سے پانی کا چشمہ اُبلت شروع ہو گیا تو اللہ کی وحی اُئی کہ اے نوح اپنے خاندان کو کشتی میں بیٹھنے کا حکم دو اور تمام جانداروں میں سے ایک ایک جوڑا بھی اپنے ہمراہ لے لو، خاندان سے مراد وہ لوگ تھے جو ایمان قبول کر چکے تھے جن کی تعداد تقریباً چالیس تھی۔

جب یہ حضرات کشتی میں سوار ہو چکے تو اب آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسائے، چنانچہ وہ برسنا شروع ہو گیا اور زمین کے چشموں کو حکم ہوا کہ وہ ابل پڑیں چنانچہ وہ پوری طرح ابل پڑے، سورہ ہود میں ہے کہ تنور میں سے بھی پانی ابلت شروع ہو گیا اور پھر اتنا بڑا سیلاب آیا کہ پوری قوم میں سے ایک فرد بھی نہ بچ سکا تمام ہلاک ہو گئے کشتی نوح خودی پہاڑیہ جاکر ٹھہر گئی اور پھر پانی بہتہ بہتہ کرتا شروع ہو گیا جب زمین خشک ہو گئی تو یہ لوگ کشتی سے زمین پر اتر آئے اور پھر انہی چند حضرات تمام انسان نسل در نسل وجود میں آئے اسلئے حضرت نوح ؑ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے یعنی ان نسلوں کا دوسرا باپ۔

حضرت نوح ؑ کا تذکرہ قرآن کریم میں تین تالیس جگہوں پر مختلف انداز میں کیا گیا ہے، کہیں مختصراً کہیں مفصلاً، ہم نے یہاں جس قدر مناسب سمجھا لکھ دیا باقی مکمل تفصیلات موقع بموقع آتی رہیں گی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ

پھر نوح ؑ کے بعد ہم نے ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس

بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا إِلَيَّ مُنْوَإِيمًا كَذَّبُوا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۖ

معجزات لے کر آئے پھر جس چیز کو انہوں نے اس میں تنبیہ کیہ یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے

كَذَلِكَ نُنْطِئُ عَلَى قُلُوبٍ مُتَعَدِّينَ ﴿٤٣﴾

اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند رکھا دیتے ہیں۔

تفسير

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور بہت سے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس اپنی صداقت پر واضح دلائل و معجزات لے کر آئے، پس ان کی ضد اور مہم کی یہ حالت تھی کہ جس چیز کو انہوں نے شروع میں ایک بار جھوٹا کہہ دیا پھر یہ توفیق نہ ہوئی کہ اس کو سچ مان کر ایمان لے آئیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں، یعنی جس طرح ہم نے قوم نوحؑ اور ان کے بعد آنے والے پیغمبروں کی امتوں کے دلوں پر بند لگا دیا تھا، اسی طرح آپ کی امت میں سے جو لوگ خدا کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں، ان کے دلوں پر بھی بند لگا دیتے ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمُ مُوسَى وَهَارُونَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات

بَايْتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ

دے کر بھیجا سوانھوں نے تاجر کیا اور وہ وگ جرائم کے نوگرتے پھر جب ن کو ہرے پاس سے

الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا السِّحْرُ مُبِينٌ ﴿٥٠﴾ قَالَ مُوسَى

صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ مریخ جادو ہے

أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسْحَرُ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ

اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسا بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے یا نہ جادوگر

السَّحَرُونَ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَلْفِتَنَّا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

کامیاب نہیں ہوا کرتے وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے

اَبَاءَنَا وَتَكُونُ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا خُنْ لَكُمَا

بشارت جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جائے اور ہم تم

بِمُؤْمِنِينَ ۷۸ وَقَالَ فِرْعَوْنُ اُنْتَوْنِي بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ۷۹

دوئوں کو کبھی نہ مانیں گے اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادو گروں کو حاضر کرو

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمُ مُوسَى الْقَوْلَ مَا اَنْتُمْ مُلْقُونَ

سو جب وہ آئے اور موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو ڈالنا ہے

۸۰ فَلَمَّا الْقَوْأ قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهِ السَّحَرَةُ اِنَّ اللَّهَ

سو جب انھوں نے ڈالا تو موسیٰ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو یہ ہے یقیناً بات ہے کہ اللہ

سَيُبْطِلُهُ اِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۸۱ وَيُحْيِي اللَّهُ

تعالیٰ اس کو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فساد یوں کا کام بنے نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ حق

الْحَقُّ بِكَلِمَتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۸۲

کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں

تفسیر

پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون کو فرعون اور اس کی جماعت کی طرف معجزات (عصا اور ید بیضا) دے کر بھیجا حضرت موسیٰ نے فرعون کے دربار میں جا کر اللہ کا حکم پیش کیا تو اس مجرم بادشاہ اور اس کی جماعت نے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے حق آچکا، یعنی معجزات کے ذریعہ اس کا حق ہونا، ثابت ہو چکا تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے، اس پر حضرت موسیٰ نے فرمایا جب حق بات تمھارے سامنے آگئی تو تم کہنے لگے یہ تو جادو ہے حالانکہ جادو گر کبھی بھی فلاح و کامیابی کی منزل پر نہیں پہنچ سکتے اور میں کامیاب ہوا کہ اول ایک بات کا دعویٰ کیا اور پھر معجزات کے ذریعہ اس کو ثابت کر دکھایا جب اس بات کا فرعون کے پاس کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا تم ہمارے

پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے باپ دادا اور بزرگوں کے طریقہ عبادت، بت پرستی سے بٹا دو، اور پھر تم دونوں بھائیوں کو یہاں کی حکومت و سلطنت حاصل ہو جائے، خوب سمجھ لو ہم تمہاری باتوں کو کبھی نہ مانیں گے۔

فرعون کو اس کی جماعت نے یہ بات سمجھائی کہ ہم موسیٰؑ پر جادو گروں کے ذریعہ غالب آسکتے ہیں، چنانچہ فرعون نے حکم جاری کیا کہ ملک کے کونے کونے سے ماہ جادو گروں کو توافر کیا جائے، جب تمام جادوگر جمع ہو گئے تو ان کا مقابلہ حضرت موسیٰؑ سے کرایا گیا جس میں بالآخر جادوگر ہارے اور فرعون کو شکست فاش اٹھانا پڑی، بہر حال حق بات کو اللہ تعالیٰ ثابت کر دکھاتے ہیں چاہے مجرموں، کافروں کو کیسا ہی ناگوار ہوتا رہے۔
حضرت موسیٰؑ کے واقعات بھی قرآن کریم میں مختلف جگہ مذکور ہیں ان واقعات کی قدرے تفصیل دیکھنا ہو تو آسان تفسیر پارہ ۳ ص ۳۲ ملاحظہ ہو۔

فَمَا أَمَّنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ

پس موسیٰؑ پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے

فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي

حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں ان کو تکلیف پہنچا دے اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور

الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ يُقَوْمُ إِن

رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا اور موسیٰؑ نے فرمایا کہ اے میری قوم اگر

كُنْتُمْ أٰمِنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا ۖ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾

تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم اطاعت کرنے والے ہو

فَقَالُوا عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا اجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ

انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختہ مستق

الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾

نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کے صدقہ ان کافروں سے نجات دے

تفسیر

حضرت موسیٰ کی فتح اور اپنی ناکامی دیکھنے کے بعد بھی فرعون اور اس کی جماعت نے موسیٰ کی تصدیق نہیں کی، البتہ موسیٰ کی قوم میں سے کچھ آدمیوں نے ایمان قبول کیا وہ بھی فرعون اور اپنے حاکموں سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں کسی مصیبت میں نہ ڈال دے اور ان کا ڈرنا اپنی جگہ پر بالکل صحیح تھا، کیونکہ فرعون زبردست سلطنت والا تھا، اور اس کا دبدبہ اور اثر پورے ملک مصر والوں پر چھایا ہوا تھا اور اسی کے ساتھ وہ ظلم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا، جب حضرت موسیٰ نے ان ایمان قبول کرنے والوں کو خوفزدہ دیکھا تو ان سے فرمایا اگر تم سچے دل سے اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو کسی فکر میں مت پڑو کسی کا خوف مت کرو بس اللہ پاک کی ذات پر پورا پورا اعتماد و بھروسہ رکھو اگر تم اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے ہو، انھوں نے حضرت موسیٰ کی باتیں سن کر عرض کیا اے ہمارے پیغمبر ہم صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں اور پھر دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کی آزمائش میں نہ ڈال کہ یہ ہم کو اپنی سزا کا نشانہ بنائیں اور پھر کہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو سننا میں مبتلا نہ ہوتے اور اس طور پر شیطان ان کے کفر و سرکشی میں اضافہ کرے۔ بس آپ ہم کو اپنی رحمت سے ان کافروں کے ظلم و ستم اور ان کی ہر طرح کی سازش سے محفوظ فرما اور نجات دے،

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰی مُوسٰی وَاَخِيْهِ اَنْ تَبۡوَا الْقَوْمِکُمۡا بِمِصۡرَ بَیۡوَتًا وَّ

اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کیلئے مصر میں گھر

اجْعَلُوۡا بَیۡوَتَکُمۡ قِبۡلَۃً وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاَبۡشِرِ الْمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۶﴾

برقرار رکھو اور تم سب اپنے انھیں گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو اور آپ مسلمانوں کو بشارت دیں

تفسیر

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے بدستور مصر میں گھر برقرار رکھو یعنی وہ فرعونوں سے گھبرا کر گھرنے چھوڑیں، یہ یہاں ہی اطمینان کے ساتھ جم کر رہیں ہم ان کی حفاظت کریں گے بِمِصۡرَ بَیۡوَتًا کی یہ تفسیر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمائی ہے، آپ کے خلیفہ حضرت مفتی شفیع صاحب اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے یہ تفسیر فرمائی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے کچھ مکان مقرر کرو جس میں وہ رہیں بھی اور نماز بھی ادا کریں۔ یعنی ملک مصر ہی میں کچھ نئے مکانات ایسے

تعمیر کراؤ جن کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا کہ ان میں نماز ادا کی جاسکے، اس طرح کے نئے مکانات بنانے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ امت محمدی کے تمام امتیوں کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ نماز صرف مسجد اور عبادت خانوں ہی میں ادا کریں کسی اور جگہ ادا کریں گے تو ادا نہیں ہوگی۔

فرعون جو قوم بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتا تھا اس نے ان پر یہ ظلم بھی کیا کہ ان کے تمام عبادت خانوں کو شہید کر ڈالا، اور ان کو اس طرح نماز پڑھنے سے روکا گیا، اس حادثہ کی وجہ سے ان کو حکم دیا کہ نماز گھر دس میں ادا کر لیا کریں، نماز کا پڑھنا ہر حالت میں ضروری ہے، اس عورت کے حادثوں کی وجہ سے معاف نہیں ہوگی بہر حال نماز کے پابند رہو تاکہ اللہ پاک نماز کی برکت سے جلد ہی اس مصیبت سے نجات دے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اے موسیٰ آپ مومنوں کو بشارت و خوشخبری دیدیجئے کہ یہ مصیبت جلد ختم ہو جائے گی، اللہ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تم کو ملک میں نکال جائیگا بنادے گا اور آخرت میں تم کو جنت عطا فرمائے گا

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَآئِهِ زِينَةً ۖ وَ

اور موسیٰ نے دعائیں عرض کیا اے ہمارے رب آپ نے فرعون کو اور اسکے سرداروں کو سامان تجمل

أَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا

اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے

أُطْمِئِنُّ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ دُعَايَ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا

گمراہ کریں اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے

حَتَّىٰ يَرْوُوا الْعَذَابَ ۚ أَلَيْسَ ۙ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا

سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی

فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعِنَّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۙ

سو تم مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلتے جن کو علم نہیں

حضرت موسیٰ کی فرعونہوں کیلئے بددعا | جب حضرت موسیٰ فرعون اور اس کی قوم کی اصلاح سے ناامید اور اباوس ہو گئے تو انھوں نے بارگاہ

خداوندی میں عرض کیا کہ آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت دنیا کے ساز و سامان اور مال و دولت بہت عطا فرما رکھا ہے ملک مصر سے بے کر جہت تک سونے چاندی اور جواہرات کی کانیں اس کو مرحمت فرما رکھی ہیں جن کی وجہ سے وہ تیرے کمزور بندوں پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے نہ ان کو حق قبول کرنے دیتا ہے اور نہ ہی خود حق قبول کرتا ہے اس کی عیش و عشرت کو دیکھ کر عام لوگ اس شک میں پڑ جاتے ہیں کہ اگر یہ گمراہی پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں کیوں ملتیں بس اے میرے پروردگار آپ ان کے مال و دولت کی صورت بدل کر اس کو بیکار کر دے

حضرت قتادہؓ کا بیان ہے کہ اس دعا کا اثر یہ فرعون کی تمام دولت کو پتھر بنا دیا گیا

ہوا کہ ان کا تمام مال و دولت، جواہرات، یہاں تک کہ کھیتوں اور باغوں کی پیداوار، پتھروں کی شکل میں تبدیلی ہو گئیں، حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ایک تھیلہ پایا گیا جس میں فرعون کے زمانہ کی کچھ چیزیں تھیں اس میں سے ایک انڈا اور ایک اخروٹ نکالا جو پتھر کا تھا اور پھٹا ہوا تھا۔

دوسری دعا حضرت موسیٰؑ نے ان کے لئے یہ کی کہ ان کے دلوں کو ایسا سخت کر دے کہ ان میں قبول ایمان اور کسی خیر کی صلاحیت ہی نہ رہے تاکہ وہ دردناک عذاب آنے سے پہلے ایمان نہ لاسکیں۔ یہ بد دعا بظاہر ایک رسول کی زبان سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے کیونکہ پیغمبر کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ایمان اور عمل صالح کی طرف دعوت دے اور اس کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے۔

مگر یہاں واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ تمام تدبیریں کرنے کے بعد ان کی اصلاح سے ایوس ہو چکے تھے، بس کفر سے بغض و نفرت اس بد دعا کا سبب بنی جس کے نتیجہ میں پیغمبر خدا کی زبان سے یہ نکلا کہ اے میرے پروردگار جس طرح یہ ایمان کی سچائی کو ٹھکرا رہے ہیں تو بھی ان کو ایمان کی دولت کے بجائے اب ایسا دردناک عذاب دے کہ ان کی داستان دوسروں کے لئے عبرت بن جائے، اللہ پاک کی طرف سے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو خوشخبری سنائی گئی کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، درمنثور میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ دعا کر رہے تھے اور حضرت ہارونؑ آمین کہہ رہے تھے اس لئے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کر دی گئی، علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی دعا چالیس سال کے بعد قبول ہوئی تھی۔

دعا قبول کرنے کے ساتھ اللہ پاک نے ان دونوں حضرات کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تم اپنے کار منصبی میں یعنی دعوت و تبلیغ میں لگے رہنا چاہے ہدایت ان کی تقدیر میں نہ ہو بہر حال تبلیغ میں

تمہارا توفائدہ ہے کہ ثواب اور خدا کی رضا و خوشنودی حاصل ہو رہی ہے، اور دعا قبول ہونے کا اثر دیر میں ظاہر ہو تو جاہلوں کی طرح جلد بازی مت کرنا، اور اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھنا

وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَآئِیْلِ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے

بَغِيًّا وَعَدُوًّا حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ

ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں، مگر

لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَآئِیْلِ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے میں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا

﴿٩٠﴾ أَلَّنْ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٩١﴾

ہوں جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سے سرکش کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً وَإِنَّ

سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں

كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنِ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں

فرعون کی ہلاکت | اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے فرعون کو ہاک کرنا چاہا تو موسیٰ ؑ کو حکم

دیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ملک مصر سے باہر نکال لے جائیے،

چنانچہ وہ سب کو لے کر چلے راستہ میں دریاے قلزم آیا تو حضرت موسیٰ ؑ کی دعا سے ہم نے تمام بنی

اسرائیل کو اس دریا سے بغایت پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے

ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے دریا میں گھسا، صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ فرعون کا لشکر

جب دریا کے کنارے پہونچا تو دریا میں گھسنے سے سب کو ڈرنا مگر غیب سے انسانی شکل

بنا کر حضرت جبریل م گھوڑی پر سوار ہو کر آئے اور دریا میں گھس گئے اس گھوڑی کے پیچھے

(آسان تغییر) ۱۶۶ | ۱۶۶ | (پارہ ۱۱)
 شکر فرعون کے تمام گھوڑے بھی دریا میں گھس گئے، جب پورا شکر دریا میں گھس گیا تو دریا کو حکم ہوا کہ برابر ہو جا، چنانچہ دریا کا پانی برابر ہو کر سب کے اوپر آ گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرعون جب ڈوبنے لگا تو بولا مجھے یقین ہو گیا ہے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں جس کو بنی اسرائیل مانتے ہیں، اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں، بس مجھ کو ڈوبنے سے اور آخرت کے عذاب سے نجات دی جائے۔ حضرت جبریل نے فوراً اس کے منہ میں کچھ بھر دیا اور وہ توبہ قبول ہونے سے پہلے مر گیا۔
 اللہ تعالیٰ فرعون کو جواب میں فرماتے ہیں کہ تو نے ساری عمر تو ہماری نافرمانی میں گزاری اور اب عذاب کے فرشتے دیکھ کر تو ہم پر ایمان لاتا ہے جب کہ ایمان قبول کرنے کا وقت نکل چکا ہے، چنانچہ تریزدی شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا غزوہ موت سے پہلے قبول فرماتے رہتے ہیں، غزوہ موت سے روح نکلنے کا وہ وقت مراد ہے جب فرشتے سامنے آ جاتے ہیں اس وقت کوئی عمل قابل قبول نہیں نہ ایمان نہ کفر۔
 آخری آیت میں اللہ پاک فرعون کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ہم تیری لاش کو دریا میں تہہ نشین ہونے سے بچالیں گے یعنی ڈوبنے کے بعد ہم تیرے بدن کو پانی سے باہر نکال دیں گے تاکہ وہ لوگوں کے لئے عبرت بنے اور تیری بد حال و تباہی دیکھ کر ہماری نافرمانی سے بچیں، مگر افسوس کہ بہت سے لوگ ایسی ایسی عبرتوں سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے درجہ ہماری نافرمانی کرتے رہتے ہیں۔
کیا فرعون کی لاش بتک محفوظ ہے | حضرت موسیٰ نے دریا پار کر لینے کے بعد جب اپنی قوم کو فرعون کے ہلاک ہو جانے کی خبر دی تو ان کو یقین نہ آیا کیونکہ اس کا رعب و دبدبہ ان کے دلوں پر بے پناہ چھایا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ اس کی ہلاکت کا انکار کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لئے دریا کی ایک موج کے ذریعہ فرعون کی مڑھ لاش کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا جس کو پوری قوم کو بنی اسرائیل نے دیکھا تب ان کو اس کی ہلاکت کا یقین ہوا، پھر معلوم نہیں اس کی لاش کا کیا ہوا، کچھ عرصہ پہلے اخباروں میں یہ خبر چھپی تھی کہ فرعون کی لاش مسیح و سالم برآمد ہوئی ہے اور عام لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے اور وہ آج تک قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے مگر یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی فرعون ہے جس کا مقابلہ حضرت

مگر کچھ عجب نہیں کہ قدرت نے جس طرح فرعون کی غرق شدہ لاش کو عبرت کے لئے کنارے پر ڈال دیا تھا اسی طرح آئندہ نسلوں کی عبرت کے لئے اس کو گھنے رطنے سے بھی محفوظ رکھا ہو اور اب تک موجود ہو۔

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں

کھانے کو دیں سناخوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا یقینی بات ہے کہ یہ کارب

ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے

بہر حال ان دونوں ملکوں سے ان کو ہر قسم کی کھانے پینے کی عمدہ سے عمدہ چیزیں

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑھتے تھے اس کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ کے تشریف لانے کے

کی اور دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور زیادہ تر لوگوں نے آپ کی تصدیق نہ کی اور گمراہی

[illegible]

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ

بیر اگر بالفرض آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ

الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ

ان لوگوں سے بوجھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی

مِنَ الْمُتَرَتِّبِ ۝۱۴ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

فَتَكُونُ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ

رَتِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ حَاءَ تَهُمُ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى

ہے وہ لہان نہ لادیں گے گو ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جائیں جب کہ عذاب دردناک

يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٤﴾

کو نہ دیکھ لیں

تفسیر :- ارشاد خداوندی ہے کہ اے انسان اگر تجھ کو اس قرآن مقدس میں جو ہم نے اپنے رسول محمد عربی م کے ذریعہ تیری طرف بھیجا ہے تو ان لوگوں سے تصدیق کر لے

۱۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں اور آگے جتنے خطاب کے صیغے آرہے ہیں ان میں حضور م کو مخاطب کیا گیا ہے مگر چونکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ ہی اس میں شک کریں، ایسا ممکن نہیں اس لئے اس سے مراد تمام انسان ہیں، ان کو تنبیہ کی جارہی ہے۔ محمد یعقوبی اسمی غفرلہ ولوالدیہ

جو ترجمہ سے پہلے اللہ کی کتاب توریت و انجیل پڑھتے تھے وہ شہادت دیں گے کہ جس کتاب و رسول کا اللہ نے توریت و انجیل میں وعدہ کیا تھا وہ یہی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا توریت و انجیل پڑھنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان قبول کر چکے تھے جیسے عبد اللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تین قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جو مکمل طور پر آپ کی تصدیق کرتے تھے، دوسرے وہ جو مکمل طور پر آپ کی تکذیب کرتے تھے، تیسرے وہ جو تصدیق و تکذیب کے درمیان شک میں پڑے ہوئے تھے، درحقیقت اس آیت میں انہی تیسری قسم کے لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر تم کو کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو مومن اہل کتاب سے تصدیق کر لو۔

صاحب منظری لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی کو دین کی بات میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو جائے تو علماء حق سے اس کے متعلق معلومات کر لینی چاہئے اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ اے انسان بلاشبہ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے سچی کتاب آچکی ہے بس تو شک میں پڑنے والوں میں سے نہ ہو اور نہ تو ان لوگوں میں سے ہو جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، نہیں تو توبہ ہو جانے والوں میں سے ہو جائیگا اور جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی یہ اذلی بات کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے ثابت ہو چکی ہے بس وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ ان کے پاس ہر وہ نشانی جو صداقت پر دلالت کر رہی ہے آجائے جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں یعنی روح قبض ہونے کے وقت عذاب کے فرشتے، اور اس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں، لہذا بے فائدہ ہے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قُرْيَةً اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمٌ يُّوْسُ

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یوسف کی قوم جب وہ

لَمَّا اٰمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے مٹال دیا

وَمَتَّعْنَاهُمْ اِلٰی حَيٰثٍ ۝۹۸

اور ان کو ایک وقت خاص تک عیش دیا

تفسیر :- اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ جن بستیوں پر عذاب آچکا ہے ان میں سے کسی بستی والے ایمان نہیں لائے جو ان کا ایمان لانا ان کے لئے نفع بخش ہوتا یعنی عذاب دیکھنے کے وقت بھی وہ ایمان نہیں لائے ہاں صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ایسی ہے کہ انھوں نے جب عذاب آتا دیکھا تو فوراً توبہ کر کے ایمان لے آئے اور جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک خاص وقت یعنی مرنے تک سر و سامان زندگی سے بہرہ مند ہونے کی ہمت دی

اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ دنیوی عذاب سامنے آجانے پر بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ توبہ قبول ہو سکتی ہے، البتہ آخرت کا عذاب سامنے آجانے کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی جیسے فرعون کے سامنے جب آخرت کا عذاب آیا تو اس وقت اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی

واقعہ قوم یونس | قوم یونس نینوا علاقہ موصل کی رہنی والی تھی۔ اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، آپ ایک عرصہ تک ان کو

تبلیغ کرتے رہے اور توحید کی دعوت دیتے رہے مگر انھوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور کفر و شرک پر جے رہے اور اپنے نبی سے مخالفت و دشمنی کرتے رہے، حضرت یونسؑ پر وحی آئی کہ اپنی قوم سے فرمادیں کہ تین دن تک صبح کے وقت ان پر عذاب آئے گا، آپ نے قوم کو باخبر کر دیا، ان لوگوں نے آپس میں بات کی کہ یہ شخص (حضرت یونس) کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے انتظار کرو اور دیکھو اگر یہ آج رات ہمارے ساتھ رہے تو سمجھ لو صبح کو کچھ نہیں ہوگا، اور اگر رات کو تمہارے ساتھ نہ رہے تو سمجھ لو صبح کو عذاب ضرور آئے گا، چنانچہ حضرت یونسؑ آدھی رات کو اس قوم سے دور چلے گئے، صبح ہوئی تو لوگوں کے سردوں سے ایک میل اوپر عذاب دکھائی دیا جو سیاہ گھٹا کی شکل میں سخت دھواں اڑاتا آگیا پھر نیچے اتر کر شہر پر چھا گیا جس سے گھروں کی چھتیں کالی ہو گئیں، یہ دیکھ کر لوگوں کو ہلاک ہونے کا یقین ہو گیا، حضرت یونسؑ کو تلاش کیا تاکہ ان کے ہاتھ پر ایمان لائیں مگر ان کا بھی کہیں پتہ نہیں ملا، آخر اللہ نے ان کے دلوں میں توبہ کرنے کا خیال ڈال دیا اور تمام چھوٹے بڑے فقیرانہ لباس پہن کر شہر سے باہر چلے اور اپنے جانوروں کو بھی ساتھ لے لیا انب نون اور جانوروں کے بچوں کو ان کی ماؤں سے علیحدہ کر دیا، بچوں نے چلانا شروع کر دیا، مائیں بھی جذبہ محبت میں پیچھے لگیں اور پھر بے تابی کی ایک ایسی لہر چلی کہ تمام ہی انب نون اور جانوروں میں زبردست کھرام مچ گیا اور پوری قوم اللہ کے سامنے

نام دشمن نہ ہو کر گڑا گڑا لگی اور سب ایک آواز ہو کر کہنے لگے رَبَّنَا اَمْنًا بِمَا جَاءَ بِهِ
يُونُسَ یعنی اے ہمارے پروردگار، حضرت یونسؑ آپ کا جو پیغام ہمارے پاس لے کر آئے
تھے ہم اس کی سچے دل سے تصدیق کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں، آخر اللہ کو ان پر رحم آیا
ان کی توبہ قبول کی اور چھایا ہوا عذاب ان سے ہٹایا، یہ واقعہ ۱۰ محرم کو ہوا۔

تفسیر ۱۔ یہاں پر ہم نے قوم یونسؑ کا واقعہ صرف اتنا لکھا ہے جتنا کہ اس آیت
سے متعلق ہے حضرت یونسؑ اور ان کی قوم کا مفصل واقعہ انشاء اللہ سورہ صفت اور سورہ
انبیاء کی تفسیر میں بیان کیا جائیگا۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَا مَنَ مِّنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُم جَمِيعًا أَفَأَنْتَ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے سو کیا آپ

تَكْرَهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ

لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس سے وہ ایمان ہی لے آویں حالانکہ کسی شخص کا ایمان

أَنْ تَوْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ

لانا بدون خدا کے حکم کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر گندگ

لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۰۰﴾

واقعہ کر دیتا ہے

تفسیر

حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اے محمدؐ اگر آپ کے رب کو

منظور ہوتا تو زمین پر رہنے والے سب کے سب ایمان لے آتے کوئی بغیر ایمان

لائے نہ بچتا اور کوئی ایمان سے اختلاف نہ کرتا سب ایمان پر متفق ہو جاتے مگر اللہ پاک جو کچھ

کرتے ہیں اس میں یقینی طور پر حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں بس جس پر اللہ رحم فرما کر توفیق دیتا

ہے اور جس کی قسمت میں سعادت ہوتی ہے وہی ایمان قبول کر سکتا ہے، بس کیا اے محمدؐ آپ

لوگوں کو اللہ کی مرضی و توفیق کے بغیر ایمان والا بنا دیں گے، کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ

وہ اللہ کے ارادہ و توفیق کے بغیر ایمان لاسکے اور اللہ اپنا عذاب ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو سمجھنے

نہیں یعنی حق و باطل میں تمیز نہیں کر پاتے، بس اللہ پاک جس کو چاہے ہدایت دیدے اور جسکو

﴿آسان تفسیر﴾ ۸۲ | ﴿پارہ ۱﴾
 چاہے گمراہ کر دے آپ لوگوں کے ایمان لانے سے غمگین نہ ہوں بس اپنے فریضہ منصبی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہیں۔

قُلْ اَنْظُرُوا مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ

آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور جو لوگ ایمان

وَالنَّذْرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا

نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں سودہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے

مِثْلَ اٰيٰتِ مَالِذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوا اِنِّي

واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثَوْنُ نَجِيٍّ مَّرْسَلَنَا وَالَّذِيْنَ

رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں

اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نَبِیُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

کو بچا لیتے تھے ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں

تفسیر

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام لوگوں سے فرما دیجئے کہ دیکھو اور خوب

غور کرو آسمان و زمین میں کیسی عجیب و غریب نشانیاں ہیں جو خدا کی قدرت

اور اس کے معبود ہونے پر دلالت کر رہی ہیں، اے انسانوں عقل اور غور و فکر سے کام لو تمہیں

جہان کا ذرہ ذرہ یہی دعوت دے گا کہ ہم سب کو پیدا کرنے والا خدا ہے پاک ہے جو حقیقت

میں عبادت و بندگی کا مستحق ہے بس تم صرف اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کرو کا میاب ہو جاؤ گے

مگر جو لوگ عناد و ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے ان کے لئے یہ تمام نشانیاں دھمکیاں

اور دلائل کچھ فائدہ نہیں دیتے، بس یہ لوگ جیسے عذاب الہی کا انتظار کر رہے ہیں جو پچھلی

کافر قوموں پر آیا ہے، جیسے قوم نوح، عاد و ثمود وغیرہ، بس تم بھی انتظار کرو اور میں بھی

انتظار کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں تمہارا انجام کیا ہو گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کافروں

اور منافرانوں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور اپنے پیغمبروں اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیتے

ہیں اور اسی طرح ہم بچائیں گے مومنوں کو یعنی اے محمد آپ کے زمانہ کے کافروں پر جب ہمارا عذاب آئے گا تو ہم آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اس سے محفوظ رکھیں گے، چاہے یہ عذاب دنیا میں واقع ہو یا آخرت میں۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت

الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي

نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن میں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو

يَتَوْفَّكُمُ بِهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾ وَأَنْ أَقِمَّ

تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور یہ کہ اپنے

وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا

آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ سب طریقوں سے عیسٰی ہو جاؤں اور کبھی مشرک مت بننا اور

تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ

خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچائے اور نہ کوئی ضرر پہنچائے پھر

فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ

اگر ایسا کیا تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف

بَصُرَ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ

پہنچا دے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر تم کو وہ کوئی راحت پہنچانا چاہے تو

لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ

اس کے فضل کا کوئی ٹھانے والا نہیں ہے وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبذول فرمائیں اور وہ

الرَّحِيمُ ﴿۱۰۷﴾

بڑی مغفرت، بڑی رحمت والے ہیں

تفسیر :- اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں کہ آپ ان لوگوں یعنی مکہ والوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے دین اسلام کے سچ ہونے میں شک کرتے ہو۔ اہل مکہ علامات و معجزات دیکھ کر ایمان لانے پر مجبور تھے مگر ان کی پیدائشی اور فطری شقاوت اور بد بختی ان کے دلوں میں شک و تردد پیدا کئے۔ رکھتی تھی، اطمینان حاصل ہونے نہیں دیتی تھی۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں، سنو میں تم کو اس شک کی حقیقت بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں ان پتھروں کے بتوں کی پوجا نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کرتے ہو میں تو خدائے وحدہ لا شریک لا کی بندگی کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور اسی نے تمہیں زندگی بخشی اور تمام انسانوں کو مر کر اسی کے پاس جانا ہے، فرض کرو تمہارے معبود برحق ہیں تو ان سے کہو کہ وہ مجھے نقصان پہونچائیں مگر یاد رکھو ان میں نفع و نقصان پہونچانے کی کوئی قدرت نہیں نفع و نقصان پہونچانے کی طاقت صرف میرے معبود خدائے وحدہ لا شریک لا کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کو حکم فرمایا کہ آپ کفار سے اعراض کر کے خاص خدا کی عبادت میں لگ جائیں شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکیں، اگر اللہ آپ کو کچھ نقصان پہونچانا چاہے تو اس کو بٹانے والا کوئی نہیں، اور اگر اللہ آپ کو کوئی راحت اور نفع پہونچانا چاہے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں، بس وہ نفع و نقصان اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہونچا دیتا ہے اور وہی بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے جو شخص

فَانَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّٰ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا

راہ راست پر آجائے گا سو وہ اپنے واسطے راہ راست پر آدے گا اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے

اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ

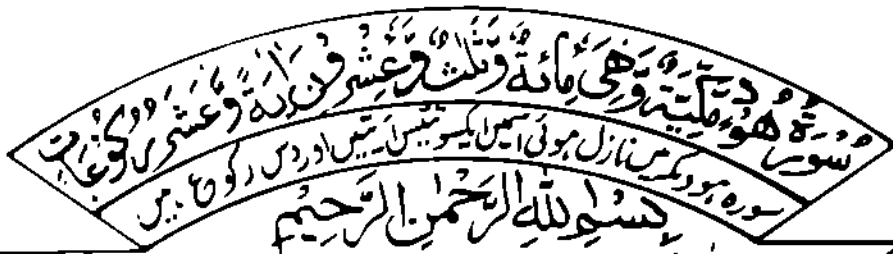
راہ ہونا اسی پر پڑے گا اویں تم پر مسلط نہیں کیا گیا اور آپ اس کا اتباع کرتے رہئے جو کچھ آپ کے پاس وحی

يَحْكُمُ اللَّهُ بِهِ وَهُوَ خَيْرُ الْحَكَمِينَ ﴿۱۰۹﴾

یہی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دینگے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا ہے

تفسیر

اللہ پاک اپنے نبی سے فرما رہے ہیں کہ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دین حق (مذہب اسلام) واضح ثبوت (معجزات وغیرہ) کے ساتھ پہنچ چکا ہے بس اب جو شخص راہ راست پر آئیگا تو اس میں اسی کا فائدہ ہے اور جو گمراہی پر ہی رہے گا اس میں بھی اسی کا نقصان ہے اور اے محمد آپ فرما دیجئے کہ میں تمہارا دوسرا نہیں ہوں جو تمہارے معاملات اور گمراہی کا مجھ سے مواخذہ ہو، بس آپ کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ جو کچھ احکامات خداوندی آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جائیں ان کا اتباع کیجئے اس میں تمام اعمال کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی آگئی اور لوگوں کے کفر کرنے اور تکلیفیں پہنچانے پر آپ صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ پاک ان کا فیصلہ کر دے چاہے دنیا میں ان کو ہلاک کر کے اور چاہے آخرت میں عذاب میں مبتلا کر کے یقیناً حق تعالیٰ تمام فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے کیونکہ وہ ظاہرہ اور پوشیدہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔



شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں۔

الرَّافِدِ كَتَبُ احْكَمَتْ اَيْتُهُ تَوْفِصِلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ

الرا - یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک

خَبِيرٌ ۱) اَلَا تَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ وَّ

حکیم باخبر کی طرف سے ہے یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا

بَشِيرٌ ۲) وَاِنْ اَسْتَغْفِرْ وَاَرْبُكُمْ تَتَوَبُّوْا اِلَيْهِ يَمَتِّعْكُمْ

اور بشارت دینے والا ہوں اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو

والوں کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں، اور ایمان لانے پر نجات کی خوشخبری دینے والا ہوں، اور یہ کتاب تم کو یہ ہدایت بھی کرتی ہے کہ اپنے گناہ کفر و شرک وغیرہ اپنے رب سے معاف کراؤ، یعنی ایمان لاؤ اور پھر اللہ کی طرف عبادت و اطاعت سے متوجہ رہو، پس اعمال صالحہ کرتے رہو، پس ایمان و اعمال صالحہ کی برکت سے وہ تم کو دنیوی زندگی میں تمہارے آخری وقت یعنی موت تک عیش و آرام دے گا اور آخرت میں ان کے اچھے اعمال کے بقدر ان کو ثواب و جزا عطا فرمائے گا۔

اور اگر تم لوگ ایمان لانے سے اعراض ہی کرتے رہے تو مجھ کو اس صورت میں تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے اور اس کو تم مذاق مت سمجھو بلکہ یہ حقیقت ہے کیونکہ تم سب کو یقینی طور پر مرکز اللہ کے پاس جانا ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

أَلَا إِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا جِنَّ يَسْتَعْشُونَ نِيَابَهُمْ

یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تاکہ اپنی بانیں خدا سے چھپا سکیں یاد رکھو کہ وہ لوگ جس

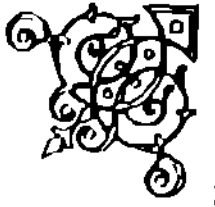
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۵

وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ باتیں ظاہر کرتے ہیں بالیقین وہ دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے

تفسیر

منافقوں کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عداوت و مخالفت ہے یہ اس کو خوب چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں جو حسد و بغض کی آگ بھری ہوئی ہے اس پر ہر طرح کے پردے ڈالتے ہیں تاکہ ان کا اصلی حال (رسول اور مسلمانوں سے مخالفت اور دشمنی) کسی کو معلوم نہ ہو جائے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ کپڑوں کی تہہ میں پردوں کے پیچھے جو کچھ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر سب کچھ روشن ہے کیونکہ وہ تو دل کے پوشیدہ ارادوں اور جذبوں کو بھی بخوبی جانتا ہے، پس اللہ پاک ان کی عداوت و مخالفت کو جب چاہتا ہے اپنے نبی اور مومنین پر ظاہر کر دیتا ہے، جس سے ان کی حقیقت کھل مسلمانوں کے سامنے آجاتی ہے۔

الحمد لله بآية يعتذرون في تفسير بحسن و خوبی مکمل ہوئی



تذکرہ الانبیاء کی تکمیل کے لیے اب پیش ہے آسان تفسیر اور تذکرہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

تذکرہ خاتم الانبیاء: اس عظیم الشان کتاب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے وفات تک نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد میں زندگی کے حالات و واقعات مستند طور پر عام فہم انداز میں تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ یہ عمل کتاب چھ مکتبوں میں شائع ہو رہی ہے۔

آسان تفسیر: قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے، یہ تفسیر اکابر امت کی قدیم و جدید مکتبہ و مکتبہ تفسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاضی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کا سرایک حضرت مولانا شرف علی صاحب تھانوی کا ہے، الحمد للہ یہ تفسیر تیس (۳۲) مکتبوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرہ الانبیاء: اس کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور کفر و کفران کے نتائج و مصلحتیں تفصیل کے ساتھ مستند طور پر پیش و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کے مکمل کتاب میں تیس مکتبوں میں شائع ہو چکی ہے۔

ان تینوں کتابوں کو آپ محمد مرید فاضل کے حوالے پر پیش کیا گیا ہے۔
پیشکش کی قیمت (50/-) روپے فی کپی رہے گی۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

ادارہ دعوت و تبلیغ گلی نمبر ۲ آبی کی چنکی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

موبائل 9837375773

IDARA DAWAT O TABLIGHI GALLI No 2 ABHI KI CHUNGI
MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR 247001 (U.P.)

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

رحمت کے خزانے

یہ کتاب اعمالِ حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیثِ پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابنِ کثیر علیہ الرحمہ نے تاجِ محمدیہ محدثِ جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے "المتجدد الرابع فی ثواب العمل الصالح" کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اردو ترجمہ "رحمت کے خزانے" کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسب ضرورت احادیثِ پاک کی مختصر و عام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔

الحمد للہ یہ مکمل کتاب قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابرِ امت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلامِ پاک حضرت مولانا شرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جہلائے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

وی، پی رجسٹری کے ذریعہ روانہ کی جاتی ہیں۔

نوٹ:- خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعتِ دین میں تعاون فرمائیں۔ فخر اکرم اللہ

اس دور کی سب سے آسان، مفہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان و تفسیر

پارہ ۱۲

مؤلف
مولانا محمد یعقوب تاسینی
سابق اساتذہ حدیث و تفسیر دارالعلوم سہارنپور

ترجمہ و تفسیر علامہ مولانا اشرف علی صاحبہا نوی رحمہ اللہ

مطبع کراچی
ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی آلی کبیر سنی سنی و وسہا پور
MOBILE : 9837375773

اس دور کی سب آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

اسان تفسیر

اردو

ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ
مرتب
مولانا محمد یعقوب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند

﴿شائع کردہ﴾
ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۱۲ اے، چنگی سہاں پور دیوبند

موبائل نمبر 9837375773

فہرست مضامین آسان تفسیر پارہ ۱۲

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۴۱	قوم شعیب پر عذاب کی نوعیت	۳	ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے
۴۲	ایک سوال کا جواب	۴	اللہ کے رزق پہنچانے کا ایک عجیب واقعہ
۴۵	کفر کی ترقی سے دھوکہ نہ کھائیے	۷	واقعہ شان نزول
۴۶	استقامت سے کیا مراد ہے	۱۲	حضرت نوح ؑ کی اپنی قوم کو دعوتِ توحید
۴۷	پچھلی قوموں پر عذاب نازل ہونے کی وجہ	۱۳	قوم کے شبہات
۴۷	امر بالمعروف کی اہمیت	۱۳	پہلے شبہ کا جواب
۴۹	تام انسان ایک مذہب پر کیوں نہیں؟	۱۴	دوسرے شبہ کا جواب
۵۱	سورہ یوسف کا شان نزول	۱۵	تیسرے شبہ کا جواب
۵۲	حضرت یوسفؑ کا خواب	۱۸	حضرت نوح ؑ پر ظلم و ستم
۵۳	قصہ یوسف عبرت سے بھرپور ہے	۱۹	کشتی نوح
۵۴	بیٹے سے بے پناہ محبت	۱۹	طوفانِ عظیم
۵۴	حسد کی آگ	۲۱	حضرت نوح ؑ کا اپنے بیٹے کو پکارنا
۵۵	بیٹوں کی درخواست	۲۱	ایک تاریخی بحث
۵۶	باپ کا جواب	۲۳	حضرت نوح ؑ کی اپنے بیٹے سے متعلق اللہ سے درخواست
۵۶	حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دینا	۲۴	حضرت نوح ؑ پر اللہ کی سلامتی
۵۸	حضرت یوسفؑ کیسے غیبی انتظامات	۲۵	قصہ نوحؑ حضورؐ کی نبوت کی دلیل ہے
۶۰	حضرت یوسفؑ کی نیلامی	۲۶	حضرت ہودؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ
۶۲	زینحاکا یوسف کو پھسلانا	۲۷	استغفار کی فضیلت و برکت
۶۵	حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا ثبوت	۲۸	قوم عاد کی ہٹ دھرمی
۶۶	زینحاکا رسوائی کا چرچا	۲۹	قوم عاد پر طوفانی ہوا کا عذاب
۶۸	حضرت یوسفؑ کو قید	۳۱	حضرت صالحؑ اور قوم ثمود کا تذکرہ
۷۰	دعوت و تبلیغ	۳۳	حضرت ابراہیمؑ کی فرشتوں سے ایک ملاقات
۷۱	خواب کی تعبیر	۳۵	قوم لوط کی خباثت
۷۲	شاہ مصر کا خواب اور اس کی تعبیر	۳۶	ایک شبہ کا جواب
۷۴	زینحاکا اعترافِ جرم اور حضرت یوسفؑ کی رہائی	۳۹	حضرت شعیبؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور کوئی جاندار روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعُهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روز رہنے کی جگہ کو جانتا ہے سب چیزیں کتاب میں ہیں

ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے

ارشاد خداوندی ہے کہ ہر جاندار چاہے وہ کوئی کیڑا مکوڑا

ہو یا پرندہ ہو یا چوپایہ ہو یا جن ہو یا انسان سب کی روزی

ہمارے ذمہ ہے اگر اس پر کسی نا سمجھ کو یہ شبہ ہو کہ اتنے بڑے جہاں میں جاندار کہاں کہاں ہیں اسکا معلوم

ہونا اور پھر ان تک روزی کا پہونچانا بڑا مشکل کام ہے۔ اس شبہ کو اول تو قرآن کریم نے جگہ جگہ اعلان

طرک کے ختم کر دیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی خدائے تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

اور اس آیت میں اس شبہ کو اس طرح ختم کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی مستقل رہنے کی جگہ اور عارضی

رہنے کی جگہ سے بخوبی واقف ہے لہذا اس کے لئے تمام جانداروں کو رزق پہونچانا کوئی مشکل کام نہیں۔

اور اگر کوئی دنیوی حکومتوں کے نظام پر قیاس کر کے اللہ کے نظام پر بھول چوک کا شبہ کر بیٹھے کہ

اتنے بڑے نظام میں بھول چوک بھی یقیناً ہو سکتی ہے تو اسکا جواب بھی اسی آیت میں اس طرح دیدیا گیا

ہے کہ سب کچھ ایک واضح کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ جس میں تمام مخلوقات کی عمر عمل اور

روزی وغیرہ لکھی ہوتی ہے۔

یہاں پر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے روزی پہونچانے کا اس قدر مستحکم نظام

بنارکھا ہے تو پھر بہت سے انسان اور جاندار بھوکے کیوں مرتے ہیں؟

اسکا جواب مفسرین نے یہ دعا ہے کہ جتنا رزق اس کے مقدر میں تھا جب وہ اسکو دیا جا چکا اور اسکی

عمر کا مقررہ وقت بھی پورا ہو گیا تو اسکو موت آگئی اور اس طرح بھوک اسکی موت کا سبب بن گئی۔ جس طرح

کوئی آدمی کسی بیماری یا حادثہ کی وجہ سے مرتا ہے اور اسی طرح جو فاقے کسی کے مقدر میں لکھے جا چکے ہیں

وہ بھی یقیناً اسکو پیش آئیں گے اس پر بھی یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ آج اللہ نے اسکو کھانا کیوں نہیں دیا

قرآن کریم میں متعدد جگہ اللہ پاک نے بہت سی چیزوں کو اپنے لئے واجب قرار دیا ہے۔

فائدہ علماء اہل سنت کے نزدیک کوئی عمل اللہ کے ذمہ واجب نہیں۔ کیونکہ کوئی طاقت ایسی نہیں

جو اللہ پر کوئی ذمہ داری عائد کرے پس وہ محض اپنے فضل و کرم اور اپنی مخلوق پر مہربانی فرماتے

ہوئے کسی چیز کے دینے کا وعدہ فرمالتے ہیں اور پھر اس کو پورا کرتے ہیں۔

الشّر کے رزق پہونچانیکا ایک عجیب واقعہ | بعض روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام

آگ کی تلاش میں کوہ طور پر پہونچے اور وہاں آگ کے بجائے تجلیات الہی سامنے آئیں اور ان کو نبوت و رسالت عطا ہو کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے مقرر جانے کا حکم ملا تو خیال آیا کہ میں اپنی بیوی کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر آیا ہوں۔ اسکی ضروریات کون پورا کریگا اس خیال کی اصلاح کیلئے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ سامنے پڑی ہوئی سیحھر کے چٹان پر لکڑی ماریں آپ نے حکم کی تعمیل کی تو چٹان پھٹ کر اس کے اندر سے ایک دوسرا سیحھر نکلا، حکم ہوا اس پر لکڑی ماریں، آپ نے لکڑی ماری تو اسکے اندر سے ایک تیسرا سیحھر نکلا اس پر بھی لکڑی مارنے کا حکم ہوا، لکڑی ماری تو سیحھر پھٹا اور اسکے اندر سے ایک جانور نکلا جس کے منہ میں ہر ایتہ تھا۔

حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین تو حضرت موسیٰ کو پہلے بھی تھا مگر مشاہدہ کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے بہر حال حضرت موسیٰ یہ واقعہ دیکھ کر سیدھے مگر دانا ہو گئے اور بیوی کو یہ بتلانے بھی نہ گئے کہ مجھے مقرر جانے کا حکم ہوا ہے وہاں جا رہا ہوں۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ

اور وہ ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی

عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّكُمْ مَقْبُوءُونَ

پر تھا تا کہ تم کو آزماوے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ کہتے ہیں کہ یقیناً

مَنْ بَعْدَ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ

تم لوگ مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے تو جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑا جادو ہے

وَلَئِنْ أَخَذْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَهًا أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ مَا يَحِبُّهُ ط الْآ

اور اگر تھوڑے دنوں تک ہم ان سے عذاب کو متوی رکھتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ اس عذاب کو کون

يَوْمَ يَا تَبِيعُ كُنْ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ

چیز روک رہی ہے یاد رکھو جس دن وہ ان پر آ پڑے گا تو پھر کسی کے ٹانے نہ ملے گا اور جبکہ ساتھ یہ استہزاء کر رہے تھے

اللہ پاک ایسی زبردست قدرت والا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو مع ان کی تمام موجودات کے

چھ دن میں پیدا کیا۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے اللہ کا عرش (تخت) پانی پر تھا۔

ان کے لئے ہے

اسی آیت میں اللہ پاک نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ ان تمام چیزوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں آزمائیں کہ تم میں سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا خود کوئی مقصد نہ تھا بلکہ ان کو عمل کرنے والے انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے تاکہ وہ ان چیزوں سے اپنی معاش کا فائدہ بھی حاصل کریں اور ان میں غور کر کے اپنے مالک اور رب کو بھی پہچانیں۔ حاصل یہ ہوا کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اصل مقصد انسان ہے بلکہ انسان میں بھی اہل ایمان ہیں اور ان میں بھی وہ انسان جو سب سے اچھا عمل کرنے والا ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام انسانوں میں سب سے اچھا عمل کرنے والے ہمارے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ تمام کائنات کے پیدا کرنے کا اصل مقصد جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔ اس کے بعد اللہ پاک نے منکرین قیامت مشرکین و کافرین کے متعلق فرمایا کہ جب آپ ان سے کہیں کہ رہنے کے بعد زندہ ہو کر خدا کے سامنے پیش ہونا ہے تو وہ اس کو جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ اور انہی لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کو عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو بطور مذاق کے کہتے ہیں اگر ایسی بات ہے تو ہم پر عذاب آکیوں نہیں جاتا ہے اُس عذاب کو کس چیز نے روک رکھا ہے۔ اللہ فرما رہے ہیں کہ جس روز (مقررہ وقت پر) عذاب ان پر آپڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ملے گا اور جس عذاب کا آج یہ مذاق اڑا رہے ہیں وہ ان کو پوری طرح گھیر لے گا۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَكُونُ مِنَّا قُحُورًا ۝

اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَاءٍ مَّتَّسْتُهُ لَيَكُونَنَّ مِنَ السَّيِّئَاتِ عَتِيًّا ۝

اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کراہید واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھائیں تو کہنے لگتے ہیں کہ میرا بدمذہب دورِ سخت

إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

ہوا وہ اتارنے لگتا ہے یعنی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے ایسے لوگوں

مَغْفِرَةٌ ۖ وَ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

کیسے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے

تفسیر اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی سے کسی نعمت و نعمت یعنی امن و

صحت اور دولت وغیرہ عطا کر دیتے ہیں اور پھر کچھ وقت کے بعد اس کو بھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو خدا پر بھروسہ نہیں اور اس کے حکم پر راضی نہیں اس لئے دوبارہ راحت ملنے سے قطعاً ناامید ہو جاتا ہے اور یہ بالکل بھول جاتا ہے کہ ایک وقت میرے پاس کچھ نہ تھا یہ چیزیں اللہ ہی نے مجھے دی ہیں آج بھین لی ہیں تو کل پھر مل سکتی ہیں۔

اور اگر ہم تکلیف پہنچنے کے بعد اس کو راحت اور آرام نصیب کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ میری تمام پریشانیاں دور ہو گئیں (یہ نہیں کہتا کہ اللہ نے میری پریشانیاں ختم کر دیں) پس وہ اترانے لگتا ہے اور شیخی بگھارنے لگتا ہے بجائے اس کے کہ وہ اس راحت کے واپس آنے پر اللہ کا شکر ادا کرے یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے مجھے ملنا ہی چاہیے تھا اور اب میں ہمیشہ اس حالت میں رہوں گا۔

جو لوگ نعمت چھین جانے پر ناشکری کرتے ہیں اور واپس آجانے پر شیخی بگھارتے ہیں وہ خسارے والے ہیں اور اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ کے پسندیدہ اور اچھے لوگ وہ ہیں جو مصیبت میں صبر سے کام لیتے ہیں اور عیش میں شکر و طاعت کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے گناہوں سے مغفرت اور بڑا اجر ہے یعنی اللہ کی خوشنودی اور جنت۔ عام طور پر یہ دونوں صفیں صبر و شکر مومنین میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا بھی عجیب معاملہ ہے اس کی ہر بات اچھی ہے اور یہ خصوصیت صرف مومن ہی کی ہے کہ اگر اس کو سکھ ملتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہو جاتا ہے (یعنی اس کا ثواب ملتا ہے) اور دکھ ملتا ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہو جاتا ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا

سو شاید آپ ان احکام میں سے جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور انزلِ علیہ کُنْزٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ رَّاسِمًا أَنْتَ نَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

آپ کا دل اس بات سے تنگ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا آپ تو وَكِيلٌ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاَتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيْنَ وَاذْعُوا

من ڈرانے والے ہیں اور پورا اختیار کہنے والا ہر شے پر اللہ ہی کی یا یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو خود بنایا ہے آپ فریبچے کہ تو تم بھی

مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ فَاَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ

اس جیسی دس سوئیں بنائی ہوئی لے آؤ اور اپنی مدد کیلئے جن عیز اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں

فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۷﴾

تو تم یقین کر لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اترا ہے اور نہ کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں تو تمہارا ب بھی مسلمان ہوتے ہو یا نہیں

واقعہ شان نزول

مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم کی فرمائشیں کیں۔ ایک یہ کہ قرآن میں چونکہ ہمارے بتوں کو بُرا لکھا گیا ہے اس لئے قرآن پر ہم ایمان نہیں لاسکتے لہذا یا تو آپ کوئی دوسرا قرآن لائیں یا پھر اسی میں تبدیلی کریں۔

دوسرے کہ ہم آپ کے رسول ہونے پر جب یقین کریں کہ یا تو دنیا کے بادشاہوں کی طرح آپ پر کوئی خزانہ اتر آئے جس سے سب کو بخشش کریں، یا پھر کوئی فرشتہ آسمان سے آجائے وہ آپ کے ساتھ یہ تصدیق کراتا پھرے کہ بے شک یہ اللہ کے رسول ہیں۔

آپ ان بے ہودہ فرمائشوں سے تنگ دل ہوئے کیونکہ رحمتہ للعالمین سے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کے ایمان لانے کی فکر کو دل سے نکال دیں اور نہ ہی یہ ممکن تھا کہ ان کی بے ہودہ فرمائشوں کو پورا کریں لہذا آپ کی تسلی اور مشرکین کے خیالات کی اصلاح کے لئے اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس میں پہلے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ کیا آپ ان کے کہنے سے مجبور ہو کر قرآن کا وہ حصہ چھوڑ دیں گے جس سے یہ لوگ ناخوش ہیں اور کیا آپ ان کی نازیبا اور بے ہودہ فرمائشوں سے تنگ دل ہو جائیں گے۔ مقصد یہ تھا کہ نہ آپ قرآن کا کوئی حصہ ان کی وجہ سے چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی فرمائشوں کی وجہ سے تنگ دل ہونا چاہیئے کیونکہ آپ تو اللہ کی طرف سے نذیر یعنی ڈرانے والا بنا کر بھیجے گئے ہیں باقی ہدایت دینا وہ اللہ کے قبضہ و قدرت اور اختیار میں ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا اگر مشرکین آپ کی نبوت پر صداقت کے لئے معجزہ چاہتے ہیں تو ہم پہلے ہی ایک بہت بڑا معجزہ قرآن مقدس آپ کو دے چکے ہیں اور اگر قرآن کے متعلق ان کا یہ گمان ہے کہ یہ آپ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا، تو آپ ان سے کہئے پھر تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اس میں معبودانِ باطل سے بھی مدد لے لو، بس اگر وہ ایسی سورتیں نہ بنا سکیں (اور یقیناً نہیں بنا سکیں گے) تو آپ ان سے فرمائیے اب تو یقین کر لو کہ قرآن اللہ ہی کا کلام ہے اور اللہ ہی نے اپنے پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور یہ بھی یقین کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

بس جب تم اور تمہارے معبودانِ باطل قرآن جیسا کلام بنانے سے عاجز ہو گئے تو رسالت اور توحید دونوں ثابت ہو گئے جب دونوں ثابت ہو گئے تو اب بھی تم مسلمان ہوتے ہو یا نہیں یا اسی طرح بے ہودہ معجزات کی فرمائشیں کرتے رہو گے اور ضد پر قائم رہتے ہوئے ایمان کی دولت سے محروم رہو گے

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَ

هُمْ فِيهَا لَا يُجْزَوْنَ . أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ .

سے جگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں: بحر دوزخ کے اور کچھ نہیں

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ بَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۵﴾

اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب ناکارہ ہوگا اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ بے اثر ہے۔

تفسیر

جو شخص اپنے نیک اعمال سے محض دنیوی زندگی کا فائدہ اور اس کی رونق حاصل کرنا چاہتا ہے (جیسے عزت، شہرت، دولت، راحت وغیرہ) تو ہم اس کے اعمال کا دنیا ہی میں پورا پورا بدلہ دیدیتے ہیں اس میں کچھ کمی نہیں کرتے اور آخرت میں ان کے لئے بحر دوزخ کے اور کچھ نہیں کیوں کہ اچھے کاموں کا اچھا بدلہ تو ان کو دنیا میں دیا جا چکا اب ان کے پاس صرف برے اعمال رہ جاتے ہیں اس کا بدلہ آخرت میں دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے جو اچھے کام دنیا میں کئے تھے وہ سب بے کار جائیں گے آخرت میں ان کا کوئی نفع نہ پہنچے گا کیونکہ آخرت میں وہی عمل قابل قبول ہوتا ہے جو ایمان و اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔ اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت کافرین کے متعلق ہے لہذا ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال کا بدلہ ان کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں ہے جو نیک کام کسی دنیوی لالچ یا نیکیا می یا دکھاوے اور شہرت کے لئے کرتے ہیں چونکہ اس کا یہ عمل بے روح ہے اس لئے آخرت میں اس سے کوئی نفع نہ پہنچے گا۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو بلایا جائے گا جو نیک کام عزت و شہرت کے لئے کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ تم نے نماز، خیرات، جہاد، تلاوت قرآن اس لئے کی تھی کہ تم نمازی

اقوال و تحقیق : بعشر سود . س . سورہ یونس میں ایک سورت بنانے کا چیلنج کیا گیا ہے اور یہاں دس کا . آج . پہلے دس سورتوں کے بنانے کا چیلنج کیا گیا تھا جب وہ اس میں عاجز و ناکام رہے تو پھر ایک سورت کا مطالبہ کیا گیا بالآخر وہ بھی نہ لاسکے . اور قرآن جیسی ایک آیت بھی لانے سے عاجز و مجبور ہے۔

سخی، مجاہد، قاری کہلاؤ۔ سودنیا میں تمہیں یہ القاب مل چکے اب آخرت میں ان کا صلہ تمہیں کچھ نہیں ملے گا اور پھر سب سے پہلے انہی لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ یہ حدیث بیان کر کے رو پڑے اور فرمایا کہ قرآن کی آیت مَنْ كَانَ يُرِيدِ الْخَيْرَ اس حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كُتِبَ مُوسَىٰ

یہ منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس کے ساتھ ایک گواہ قوسیٰ میں موجود اِمَامًا وَرَحْمَةً اُولَٰئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ

ہے اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہے جو کلام ہے اور رحمت، ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو شخص دوسرے فرقوں میں سے

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ فَاِنَّهُ الْحَقُّ مِّنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اس قرآن کا انکار کریگا تو دوزخ کے وعدہ کی جگہ ہوسو تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑ بلائیں شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے پاس سے آئی ہے لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لائے

تفسیر اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کا انکار کرنے والے چاہے وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین و کافرین، قرآن کے ماننے والوں یعنی مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ قرآن جو تمام مخلوقات

کے پیدا کرنے والے رب العالمین کی طرف سے آیا ہے اور اس قرآن کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے یعنی اس کا معجزہ ہونا کہ اس جیسی ایک آیت بھی بنانے سے تمام فصیح و بلیغ عاجز ہیں۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ رب العالمین کا کلام ہے اور دوسرا گواہ جو قرآن سے پہلے ہی اللہ نے دنیا میں بھیجا تھا وہ حضرت موسیٰؑ پر نازل شدہ کتاب توریت ہے جو کہ قابل اقتدار لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجی گئی تھی۔ پس جو قرآن کریم کو مانے گا اور اس کا اتباع کرے گا وہ کامیاب ہے اور جو اس کا انکار کرے گا تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

پس اے لوگو تم قرآن کے متعلق کسی بھی شک و شبہ میں مت پڑو بلائیں شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے لیکن باوجود ان دلائل کے بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَاُولَٰئِكَ

اور ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے ایسے لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور

يَقُولُ إِلَّا شَهِادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَيَّ رَبِّهِمْ، أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى

گواہ فرشتے یوں کہیں گے کہ یہ لوگ میں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں سب سزا کو ایسے ظالموں
الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يُصَدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ
پر خدا کی لعنت ہے جو کہ دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کبھی نکالنے کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور وہ

بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا

آخرت کے بھی منکر تھے۔ لوگ زمین پر خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا
كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ يُضَعِّفُ لَهُمُ الْعَذَابَ مَا كَانُوا
ایسوں کو دوسری سزا ہوگی یہ لوگ سن نہ سکتے تھے اور نہ د غایت عناد سے راہ حق کی

يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

دیکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود انہوں نے تراش رکھے
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ

تھے ان سے سب غائب ہو گئے آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے۔

الْآخِسِرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبْتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور اپنے رب کی طرف جھکے یہ لوگ
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ

اہل جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے دونوں فریق کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہوا اندھا
وَالْأَصَمَّ وَالْبَصِيرَ وَالسَّمِيعَ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝

بھی اور بہرا بھی اور ایک شخص ہو کہ دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں کیا تم سمجھتے نہیں

تفسیر ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹے الزام لگاتے
ہیں کسی کو اللہ کی اولاد قرار دیتے ہیں اور کسی کو اللہ کا شریک مانتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ

اللہ اولاد اور شریک سے پاک و نیاز ہے اور اس طرح بہت سے احکام اپنی طرف سے حلال یا حرام کر کے ان کو جھوٹ اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو قیامت کے دن رب العالمین کی سامنے پیش کیا جائے گا اس وقت ان سے ان بے ہودہ جھوٹے الزامات کے متعلق باز پرس ہوگی اور سنگین سزا دی جائے گی۔ اور ان کے متعلق گواہ یعنی اعمال لکھنے والے فشتے علی الاعلان یہ کہیں گے کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں، سب سن لو ایسے ظالموں پر خدا کی زیادہ لعنت ہے جو کہ اپنے کفر و ظلم کے ساتھ دوسروں کو بھی خدا کی راہ یعنی دین سے روکتے تھے اور دین میں کجی دہی اور شبہات نکالنے کی تلاش و جستجو اور فکر میں رہا کرتے تھے تاکہ دوسروں کو بھی گمراہ کریں اور یہ لوگ آخرت کا بھی انکار کرتے تھے۔

ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ پوری زمین پر کہیں بھی ہم سے پنج کر بھاگ نہیں سکتے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ کہیں جا کر چھپ جائیں اور ہم ان کو گرفتار کر کے سزا نہ دے سکیں۔ اور یاد رکھو ہمارے عذاب سے ان کو بچانے والا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔ بس ہم ہی نے ان کے عذاب کو آخرت پر ٹال رکھا ہے تاکہ ان کو سخت اور لافانی عذاب میں مبتلا کریں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ان لوگوں کو ہم دوسرے مجرموں کے مقابلہ میں ذیل سزا دیں گے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ان کو دو گنی سزا اس لئے دی جائے گی کہ یہ خود گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔

تنبیہ: افسوس ہے کہ آج بہت سے لوگ مسلمانوں میں اس طرح کے پیدا ہو گئے ہیں جو طرح طرح کے شبہات لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور جو لوگ صحیح طور پر مذہب اسلام پر چل رہے ہیں ان کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں اللہ ہم سب کی پوری پوری حفاظت فرمائے۔

ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ لوگ دین حق سے نفرت کی وجہ سے احکام خداوندی کو سن نہ سکتے تھے اور ضد و نفرت کی وجہ سے نہ ہی راہ حق کو دیکھتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے، اور جو معبود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے تراش رکھے ہیں آج ان سے غائب ہو گئے کوئی بھی تو کام نہ آیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا عقیدہ اور پختہ یقین تھا کہ یہ بت جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ سفارش کر کے ہیں عذاب سے بچالیں گے اور جب ایسا نہ ہو گا تو پچھتائیں گے اور لازمی طور پر سب سے زیادہ نقصان میں یہی لوگ ہوں گے۔

کافرین کا بُرا انجام بیان کرنے کے بعد مومنین کے اچھے انجام کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے خدا کی مرضی کے مطابق اچھے اچھے کام کئے اور دل سے اپنے رب کی طرف جھکے یعنی پورے طور پر اللہ کے فرمانبردار ہو گئے یقیناً ایسے لوگ جنتی ہیں اور وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ اس کے بعد اللہ پاک نے کافرین و مومنین دونوں کی حالت کو مثال سے سمجھایا ہے۔ فرمایا جیسے ایک

شخص اندھا بھی ہو اور بہرا بھی، جو نواز آواز سن سکے اور اشارہ کو دیکھ سکے تو اس کے سمجھنے کی عادت کو کوئی موت ہی نہیں، ایک وہ شخص ہے جو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے اس کو سمجھنا بہت آسان ہے، بس یہی حالت کافرین اور مومنین کی ہے کہ ایک ہدایت سے محروم ہے اور دوسرا ہدایت پا چکا، بس اے نادانوں کیا تم ان دونوں کی حالت کے فرق کو نہیں سمجھتے کہ ان میں غور کر کے راہ حق اختیار کر لو۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِذِ اتَّخَذُوا آلِهَتَهُمْ آلِهَةً دُونَ اللَّهِ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا

اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو میں تم کو

اللَّهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ ۖ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

صاف صاف ڈراتا ہوں میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں

قَوْمِهِ مَا نَرُكَ إِلَّا شَرًّا مِثْلَنَا وَمَا نُرِكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ

سوان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اپنے ہی جسا آدمی کہنے میں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہیں لوگوں نے

اِذَاذُنَا بَادَعَا الدَّاعِيَ مَقَامًا مِّنَ الْكُتُبِ ۚ نَا مِّنْ فَضْلِكَ نَا نَظْمُكَ

اَزَادِلْنَا بِاَدْوِي الرَّايِّ وَمَا تَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ تَضْيِيقٍ بِنِصْفِ لَقْنَتِكُمْ

لیا جے جو ہمیں بالکل ردیں ہیں۔ وہ بھی محض سرسری رائے سے اور ہم کم لوگوں میں کوی بات اچھے سے زیادہ جی

کدِ بین ۴۰

ہیں یا تے بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے نبی ہیں جن کو

حضرت نوح کی اپنی قوم کو دعوت کو سید :- اللہ پاک نے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی

وَلَقَدْ أَهْلَأْتِ الْبَاشِرَاتِ الْخَالِصَاتِ مَقَامَ رُغْوَاهِ كَوْنَهُنَّ مَرَامَ سَلَامٍ وَمِنْهُنَّ

اقوال و تحقیق رحمہ اللہ کے بعض اقوال سیرِ درقا میں ہیں۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ اس سیرِ مراد اعمال

لیکن والے فرشتے میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے حضرت ابن عباسؓ نے

فرمایا اس سے مراد انبیاء ہیں، بخاک کا بھی یہی قول ہے صاحب منظر فرماتے ہیں کہ شہادت دینے والے صرف وہی نہیں

ہوں گے جو علماء کے اقوال میں مذکور ہیں بلکہ انسان کے جسمانی اغناس بھی شہادت دیں گے چنانچہ مسلم شریف

میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور

سے روکنے کے لئے بھیجا، حضرت نوحؑ اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں صاف طور پر اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں، یاد رکھو اگر تم بتوں کی پوجا چھوڑ کر صرف اللہ کی بندگی اختیار نہیں کرو گے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے روز تم سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

قوم کے شبہات

یہ سن کر ان کی قوم کے سردار اور مالدار کہنے لگے، اے نوح ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھ رہے ہیں، یعنی تم کو ہم پر کوئی ایسی فضیلت نہیں جس کی وجہ سے ہم تمہاری فرماں برداری کریں اور تم کو اپنا رسول تسلیم کریں ان کا خیال یہ تھا کہ رسول کوئی فرشتہ یا بادشاہ ہونا چاہئے اور نوحؑ نہ فرشتہ ہے نہ بادشاہ بلکہ انہی کی طرح ایک عام آدمی ہے۔

دوسرا شبہ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری اتباع و پیروی صرف انہی لوگوں نے قبول کی ہے جو ہم میں پنج قوم اور رذیل ہیں اور وہ بھی بلا سوچے سمجھے، کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں تیسرا شبہ انہوں نے یہ کیا کہ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا ہے کہ تمہاری غربت و پریشانی دور ہو گئی ہو، اور فراخی و خوشی آگئی ہو، بس تمہاری ان تائب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تم اور تمہارے ماننے والے سب جھوٹے ہو۔

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِّنْ

نوحؑ نے فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنے

عِنْدِي فَقَبِيحٌ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمْوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كِرِهُونَ

باس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر وہ تم کو نہ سوچتی ہو تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ

پہلے شبہ کا جواب

اس آیت میں قوم کے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے، جواب یہ ہے کہ رسول کے لئے فرشتہ یا بادشاہ ہونا ضروری نہیں بلکہ اس میں یہ صفات ہونی چاہئیں، حق پرستی، خدا ترسی، مخلوق سے ہمدردی اور اعلیٰ اخلاق، اور اللہ کی جانب سے رسول ہونے پر کچھ دلائل و علامات، یعنی معجزات بھی ملے ہوں، اور اس پر اللہ کی خصوصی رحمت کا سایہ ہو اور وہ وحی الہی کی روشنی میں سیدھے راستے پر چلتا ہو اور اس پر چلنے کی اور لوگوں کو دعوت دیتا ہو اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف سے اپنی نبوت

پر دلیل و محبت اور رحمت لے کر آیا ہوں مگر تمہاری ضد اور انکار کی وجہ سے وہ تمہیں نظر نہیں آرہی ہے تو کیا ایسی صورت میں ہم زبردستی اس رحمت خداوندی (ایمان کی دولت) کا تم سے اقرار کرا سکتے ہیں جب کہ تمہیں اس سے اس قدر نفرت ہے کہ تم نے اپنے دل کی آنکھوں کو بند کر رکھا ہے پس جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی اسی طرح تم بھی اس نور الہی کو دیکھنے سے عاجز و محروم ہو

اس شبہ کا دوسرا جواب قرآن کریم میں یہ دیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ عقل سے کام لیں اور غور کریں تو ان کی سمجھ میں خود یہ بات — آجاتے گی کہ انسانوں کے لئے رسول انسان ہی ہونا مناسب اور ضروری ہے کیونکہ جب سیکھنے اور سکھانے والا ہم مزاج ہوگا تو دین آسانی سے سیکھا جاسکتا ہے۔

وَيَقَوْمٌ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنِ اجْتَرَىٰ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدٍ

اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے اور میں تو ان ایمان والوں کے مٹنے سے ڈرتا ہوں۔ وَلَكِنِّي أَرْسَلْتُكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ

والوں کو نکالتا نہیں یہ لوگ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جہالت کر رہے

وَيَقَوْمٌ مِّنْ يَّنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِن طَرَدْتُهُمْ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

ہو اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچے گا یہ تمہاری بات بھی نہیں سمجھتے۔

دوسرے شبہ کا جواب

دوسرا شبہ قوم نے یہ کیا تھا کہ اے نوحؑ تمہاری پیروی کرنے والے رذیل اور غریب لوگ ہیں، اس سے ان کا ایک منشا تو یہ تھا کہ آپ کے مشن کو چونکہ چھوٹے لوگوں نے قبول کیا ہے اس لئے وہ قبول کرنے کے قابل ہی نہیں، دوسرا منشا یہ تھا کہ اگر ہم نے بھی آپ کی پیروی کر لی تو ہمیں بھی ان بچ لوگوں کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھنا پڑے گا، اور ناز میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا اور اس کو ہم کسی قیمت پر گوارہ نہیں کر سکتے کہ بچ اور غریب لوگ ہمارے ساتھ بیٹھیں،

اس آیت میں جو جواب دیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کی نظر کسی کے مال پر نہیں ہوتی کہ وہ امیر و غریب دیکھے، وہ اپنے ماننے والوں سے اپنی خدمت کا کوئی معاوضہ اور تنخواہ نہیں لیتا، بلکہ اس اہم کام کا بدلہ اور اجر تو اللہ پاک ہی دیتے ہیں۔

اور تمہارا یہ شرط لگانا کہ ہم اس وقت ایمان لاسکتے ہیں جبکہ آپ ان رذیل و غریب لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیں تو میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا، خوب سمجھ لو یہ خدا کے مقرب بندے ہیں اگر میں نے ان کو اپنی مجلس سے نکال دیا تو خدا کو کیا جواب دوں گا، اور اگر اس غلطی پر خدا نے

میری گرفت کر لی اور سزا دینے لگا تو مجھے اس کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ ان احمقوں نے مال و دولت کے نشہ میں آکر ایمان قبول کرنے والے حق پرست اور شریف لوگوں کو ان کی غربت کی وجہ سے رذیل بتلایا ہے جب کہ حقیقت میں وہ رذیل ہیں جو حق سے روگردانی کریں چاہے وہ کتنی بھی دنیوی عزت و دولت کے مالک ہوں۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شروع زمانہ سے آج تک حق اور ایمان کو اول غریب لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور آسمانی کتابوں میں اس کی وضاحت بھی ہے کہ پیغمبروں کی سب سے پہلے پیروی کرنے والے غریب ہی ہوں گے، چنانچہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے معلوم کیا کہ محمد عربی کی پیروی سرداروں اور رئیسوں نے کی ہے یا غریب اور کمزوروں نے حضرت ابوسفیان نے جواب دیا غریب و کمزوروں نے، اس پر شاہ ہرقل نے کہا یہ تو سچے نبی ہونے کی علامت ہے۔

وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں ورنہ یہ

مَلِكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ

کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں میں ان کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ

أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ۚ إِنِّي إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝

ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے میں تو اس صورت میں ستم ہی کروں

تیسرے شبہ کا جواب | تیسرا شبہ انھوں نے یہ کیا تھا کہ اس دین نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا کہ تم مالدار بن گئے ہو، اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ میں نے یہ

دعویٰ کب کیا ہے کہ میرے پاس اللہ کے دئے ہوئے مال و دولت کے خزانے ہیں جو تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ نوح کے ماننے والے مالا مال ہو جائیں گے، میں تم سے اب بھی صاف صاف کہتا ہوں کہ نہ میں فرشتہ ہوں نہ غیب کی باتوں کو جانتا ہوں اور نہ ہی میرے پاس خزانے ہیں کہ اپنے منینے والوں کو خوش حال کر دوں، اور جن لوگوں کو تم حقیر و ذلیل سمجھتے ہو یعنی میرے ساتھیوں کو ان کے متعلق میں تمہاری طرح یہ نہیں کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی بھلائی عطا نہیں فرمائے گا، بلکہ دنیا میں اللہ نے ان کو ایمان و ہدایت کی توفیق عطا فرمادی ہے اور آخرت میں جو بلند مقام اور جنت عطا فرمائے گا وہ تمہارے اس دنیوی عزت و دولت سے بہتر ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان مقدس و مقرب بندگان خدا کو اگر میں بھی تمہاری

طرح حقیر و ذلیل کہہ کر اپنی مجلس سے نکال دوں تو میرا شمار بھی ظالموں میں ہو جائے گا

قَالُوا يَنْوَسُّ قَدْ جَدَلْتَنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوح! تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو

مِنَ الصِّدْقِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللَّهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝

وہ ہمارے سامنے لے آؤ انھوں نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمھارے سامنے لاویگا اور تم اس کو عاجز نہ

وَلَا يَنْفَعُكُمْ نَصِيحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ

کر سکو گے اور میری خیر خواہی تمھارے کام نہیں آ سکتی گو میں تمھاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کو تمھارا

يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

گمراہ کرنا منظور ہو وہی تمھارا مالک ہے اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام طوفان آنے سے پہلے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم میں رہے اور برابر ان کو نصیحت و تبلیغ کرتے رہے اور ان کے شبہوں کے جواب دیتے رہے اور ان کو برائیوں سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے مگر آپ کی اس تبلیغ کو قوم نے جھگڑنا بتلایا، چنانچہ اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ کہنے لگے اے نوح! جھگڑا تو تم ہم سے بہت کر چکے، ان بیکار باتوں کو چھوڑ ان کا ہم پر کوئی اثر ہونے والا نہیں بس اب تو وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔ حضرت نوح منہ فرمایا: عذاب لانا میرے اختیار میں نہیں میرا کام صرف خدا کے احکام کو تم تک پہنچانا ہے، خدا جس وقت اپنی حکمت و مصلحت سمجھے گا عذاب نازل فرمادے گا اور یاد رکھو جب عذاب آئیگا تو تم خدا کے عذاب سے بچ کر کہیں بھاگ نہ سکو گے، حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تمھاری کفر و گمراہی پر خدا درنڈر ہو کر عذاب کا مطالبہ کرنا وغیرہ حرکتوں کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے مقدر میں گمراہی لکھی جا چکی ہے بس جب تم اپنی بد قسمتی سے اپنے لئے نفع حاصل کرنا اور نقصان سے بچنا نہ چاہو تو ایسی صورت میں میرا تبلیغ کرنا تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، اور خوب سمجھ لو کہ تمھارا پیدا کرنے والا اور مالک اللہ ہی ہے تم سب کو ایک دن اسی کے پاس جانا ہے بس اپنی ان حرکتوں اور بد کرداریوں کی سزا سے تم بچ نہیں سکتے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَىٰ إِجْرَائِي

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد نے یہ قرآن خود تراش لیا ہے آپ فرمادیجئے کہ اگر میں نے تراش ہو گا تو میرا یہ جرم

وَ اَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿۱۰﴾

مجھ پر ہوگا اور میں تمہارے اس جرم سے بری الذمہ رہوں گا

تفسیر

کفار کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہتان والزام لگاتے تھے کہ یہ قرآن آسمانی کتاب نہیں بلکہ آپ نے خود گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر رکھا ہے، اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ قرآن کا کلام الہی ہونا نہایت واضح و محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کو جھٹلا کر تم جو گناہ سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم پر ہی پڑے گا اس سلسلہ میں مجھے کوئی باز پرس نہ ہوگی، اور اگر بغرض محال میں نے اس کو گھڑا ہوتا تو اس کا گناہ مجھ پر پڑیگا، لیکن اللہ کا شکر ہے ایسا ہوا نہیں، بس تم اپنی فکر کرو میری فکر میں مت پڑو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مفسرین نے اس آیت کا تعلق بھی حضرت نوح علیہ السلام ہی سے جوڑا ہے یعنی ان کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوح علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ خود ان کی گھڑی ہوئی ہیں۔

وَأَوْحَىٰ إِلَيْ نُوْحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا

اور نوح علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو ایمان لا چکے ہیں اور کوئی شخص تمہاری قوم میں سے

تَبْتَئِسُ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۱۱﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا

ایمان نہیں لائیگا سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو اور ہماری نگرانی اور ہمارے حکم سے کشتی تیار

تَخَاطَبُنِي فِي الدِّينِ ظَلَمُوا، إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ ﴿۱۲﴾ وَيَصْنَعِ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا

کر لو اور مجھ سے کافروں کے بارہ میں کچھ گفتگو مت کرنا وہ سب غرق کئے جائیں گے اور وہ کشتی تیار کرنے لگے

مَرَعَلَيْهِ مَلَأْ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ؕ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنِّي فَإِنَّا

اور جب کبھی ان کی قوم میں سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گدڑ ہوتا تو ان سے ہنسی کرتے آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر

نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿۱۳﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ

ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا کہ تم ہم پر ہنستے ہو سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ کون وہ شخص ہے

يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۱۴﴾

جس پر ایسا عذاب آیا جاتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے

حضرت نوح پر ظلم و ستم

حضرت نوح علیہ السلام تقریباً ایک سال تک اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دیتے رہے مگر قوم نے آپ کی دعوت و تبلیغ کو نہ مانا اور الٹی مخالفت پر ڈٹے رہے اور ہر طرح سے آپ کو تکلیف پہنچاتے رہے کبھی کبھی آپ پر اس قدر پتھراؤ کرتے کہ آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر جاتے اور جب ہوش آتا تو دعا کرتے اے اللہ تو میری قوم کے ان لوگوں کو معاف کر دے یہ ناسمجھ اور جاہل ہیں۔ حضرت نوح ؑ ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو اور دوسری کے بعد تیسری نسل کو اس توقع پر دعوت دیتے رہے کہ شاید یہ حق قبول کر لے، مگر وہ آپ کو دیوانہ بتلاتے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ آدمی پاگل ہے، ہمارے بڑوں کے زمانہ سے موجود ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک بوڑھا آدمی لاٹھی کے سہارے سے جا رہا تھا اس کا بیٹا ساتھ تھا بوڑھے نے حضرت نوح ؑ کی طرف اشارہ کر کے اپنے بیٹے سے کہا اس دیوانے بوڑھے کے دھوکے میں نہ آ جانا، بیٹے نے باپ سے کہا آپ مجھے لاٹھی دیجئے، باپ نے لاٹھی دیدی، بیٹے نے لاٹھی لے کر پوری طاقت سے حضرت نوح ؑ کے سر پر ماری جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے، غرضیکہ قوم کے ظلم و ستم جب حد سے بڑھ گئے تو آپ نے اپنے رب سے عرض کیا اے اللہ ان جھوٹوں کے مقابلہ میں آپ میری مدد دیجئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح ؑ سے فرمایا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ اے نوح ؑ آپ کی قوم میں جن کو ایمان لانا تھا وہ لے آئے، ان میں سے اب کوئی ایمان لانے والا نہیں، ان کی کشتی اور ضد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے لہذا آپ ان کی طرف سے غلگین نہ ہوں کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے اور اسی کے ساتھ حضرت نوح ؑ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ ہماری حفاظت و نگرانی میں ایک کشتی بنائیے کیونکہ یہ قوم بہت ڈھیل دینے کے بعد بھی راہ راست پر نہیں آئی اس لئے ہم نے اس کو غرق کرنے فیصلہ کر دیا ہے، آپ ہم سے اپنے شفیق مزاج کی وجہ سے ان کو بچانے کی سفارش مت کرنا چنانچہ آپ نے جبریل کے سکھانے کے مطابق کشتی بنانا شروع کر دی، قوم کے جو لوگ آپ کے پاس سے گزرتے وہ مذاق اڑاتے اور کہتے واہ یہ نبی تو بڑھ ہی بن گیا ہے، کوئی پوچھتا یہ کیا بنا رہے ہو حضرت نوح ؑ فرماتے لکڑی کا ایک گھر بنا رہا ہوں جو پانی میں تیرے گا اور ہمیں ڈوبنے سے بچائے گا کیونکہ پانی کا ایک بہت بڑا طوفان آنے والا ہے، وہ منستے اور کہتے کہ بوڑھے کی عقل سٹھا گئی ہے چاروں طرف پانی کا قحط پڑا ہوا ہے بیٹے تک کے لئے فراخی کا پانی نہیں اور یہ اتنی بڑی کشتی پانی میں چلائے گا، حضرت نوح ؑ بڑی سنجیدگی سے ان سے کہتے آج تم ہم پر ہنس لو، کل ہمیں تم پر ہنسنے کا موقع ملے گا، یعنی عنقریب ایسے حالات پیش آئیں گے جو تم پر ہنسی کا سبب بنیں گے چنانچہ ان آیات میں سے چوتھی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ بہت جلد ان پر دنیا میں رسوا کن عذاب یعنی طوفان

میں غرق ہو جانا اور آخرت میں دائمی عذاب یعنی ہمیشہ کیلئے جہنم رسید ہونا مسلط ہونے والا ہے۔
کشتی نوح | بہر حال حضرت نوح علیہ السلام کے حکم کے مطابق کشتی تیار کرتے رہے۔ ان جہاز کے قول کے قول کے مطابق یہ کشتی دو سال میں تیار ہوئی۔ کشتی کیا تھی ایک بہت بڑا اور عظیم الشان جہاز تھا جو تین منزلہ تھا، تیسری منزل میں دونوں طرف دریچے بھی تھے، حضرت قتادہ حضرت ابن عمر، حضرت کعب وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ تھی، ہاتھ سے مراد ہے انگلیوں کے پوروں سے لیکر مونہ تک ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہونچا اور زمین میں سے پانی الٹا شروع ہوا ہم نے فرمایا کہ ہر قسم میں سے ایک ایک زائیدہ اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اسمیں چڑھا لو اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثناء اس کے جس پر حکم نافذ ہو چکا ہے اور دوسرے

قَلِيلٌ ۝ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبُهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ

ایمان والوں کو بھی اور بخز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھا اور نوح نے فرمایا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اور

رَحِيمٌ ۝

کچھ اندیشہ مت کرو کیونکہ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے بالیقین میرا رب غفور رحیم

طوفان عظیم | وعدہ کے مطابق خدا کا حکم عذاب آپہونچا، حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان کی ابتدائی نشانی بتلائی گئی تھی کہ تنور سے پانی نکلتا شروع ہو جائے گا، چنانچہ حکم کے مطابق زمین کی سطح سے پانی کے چشمے ابل ابل ہوئے اور آسمان سے پانی برسنا شروع ہو گیا، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ نے وحی کے ذریعہ فرمایا کہ اس کشتی میں جانوروں کا ایک ایک جوڑا چڑھا لیجئے، صاحب معارف اور حضرت حسن کے قول سے واضح ہوتا ہے کہ اس کشتی میں دنیا بھر کے تمام جانور نہیں چڑھائے گئے تھے، جس پر یہ اعتراض کیا جاسکے کہ ایک کشتی میں تمام جانوروں کا آنا کیسے ممکن ہے بس اس میں صرف وہی جانور چڑھائے گئے تھے جو زیادہ کم ہوئے سے پیدا ہوتے ہیں، زمین پر رہنے والے وہ جانور جو از خود کیچڑ وغیرہ سے پیدا ہو جاتے ہیں اس میں داخل نہیں ایسے ہی پانی کے تمام جانور بھی اس میں داخل نہیں بلکہ اس میں صرف عام ضرورت

علہ صاحب منظرہ نے کشتی کی پیمائش کے متعلق چند اقوال لکھے ہیں مگر انہیں مشہور دینی جوہر نے اوپر لکھا، محمد یعقوب غفرلہ والیہ

کے زودادہ سے پیدا ہونے والے جانور گائے بھینس بکری مرغ وغیرہ ہی چڑھائے گئے تھے۔

اس کے بعد حضرت نوح ؑ کو حکم ملا کہ اس کشتی میں اپنے گھروالوں کو بھی سوار کر لیجئے سوائے ان کے جو کفر پر قائم ہیں، اس سے مراد حضرت نوح ؑ کا بیٹا یام جو کنعان سے مشہور ہے اس کی والدہ و اعلیٰ یہ دونوں ماں بیٹے کشتی پر سوار نہیں کئے گئے بالآخر غرق ہو کر ہلاک ہوئے، اور اے نوح ؑ جو لوگ آپ پر ایمان لائے ان سب کو بھی سوار کر لیجئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انشی آدمی سوار ہوئے جن میں حضرت نوح کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں بھی شریک تھیں، حضرت نوح ؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا خدا کا نام لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور رکنا سب خدا کے حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے اس کے غرق ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں تم کسی طرح کی فکر مت کرو میرا رب مومنوں کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اتارے گا۔ حضرت نوح ؑ سے مروی ہے کہ حضرت نوح ؑ جب کشتی کو چلانے کا ارادہ کرتے تو بسم اللہ — پڑھتے وہ فوراً چل دیتی اور جب اس کو ٹھہرانے کا ارادہ کرتے تو بسم اللہ پڑھتے ہی رکت جاتی۔ اس آخری آیت میں اللہ پاک نے اپنے بندوں کو یہ بات تعلیم فرمائی ہے کہ جب تم کشتی وغیرہ پر سوار ہو کر دو تو بسم اللہ مجرباً و مؤسماً پڑھ لیا کرو، اس کی برکت سے تم اپنے رب کی نگرانی و حفاظت میں آ جاؤ گے۔

وہی تجری بہم فی موج کالجبال توادے نوحؑ ابنہ وکان فی معزل

اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح ؑ نے اپنے ایک بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ

یبنی اڑکب معنا ولا تکن مع الکفرین ۵ قال ساوئی الی جبل

مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو وہ کہنے لگا کہ میں ابھی

یصمئی من الماء ۶ قال لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحمہ و حال

کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی سے بچا لے گا۔ نوح ؑ نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس

اقوال و تحقیق

و فار الشورۃ - تنور کے معنی علماء مفسرین نے مختلف کئے ہیں

۱۔ سطح زمین، یہ قول حضرت ابن عباس عکرمہ اور زہری وغیرہ کا ہے۔

۲۔ زمین کا اونچا حصہ - یہ قول حضرت قتادہ کا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد "عین الوردہ" ہے جو جزیرہ میں ایک چشمہ ہے۔

۴۔ روٹی پکانے والا تندور - یہ قول حضرت حسن، مجاہد اور شعبی کا ہے، اکثر مفسرین نے اسی قول (باقی برآمد)

بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ۝

پر وہی رحم کرے اور دونوں کے بیچ میں ایک موج مائل ہوگئی پس وہ غرق ہو گیا۔

حضرت نوحؑ کا اپنے بیٹے کو پکارنا

جب تمام جانور اور انسان کشتی میں سوار ہو چکے تو کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف و خطر چلی جا رہی تھی، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو پکارا کہ ان بد بخت کافروں کا ساتھ چھوڑ اور ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا نہیں تو تو بھی ان کے ساتھ غرق ہو جائیگا۔ یہ بڑا کہہ کر دشمنوں کے ساتھ رہتا تھا اور حقیقت میں کافر تھا مگر حضرت نوحؑ کو اس کے کافر ہونے کا یقینی طور پر علم نہ تھا اور اگر علم تھا تو یہ سوچ کر کہ اس ہیبت ناک طوفان اور ہولناک موجوں کو دیکھ کر کفر سے توبہ کرے لہذا آپؑ نے ایمان لانے کی دعوت کے طور پر اس کو کشتی میں سوار ہونے اور کافروں کا ساتھ چھوڑنے کی نصیحت فرمائی مگر اس بد بخت نے اس وقت بھی طوفان کو سرسری اور معمولی سمجھا اور کہنے لگا کہ میں پہاڑوں پر چڑھ کر اس طوفان سے اپنی جان بچا لوں گا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ یہ کوئی معمولی سیلاب نہیں یہ عذاب الہی کا طوفان ہے اس سے آج کوئی اونچی سے اونچی عمارت اور اونچے سے اونچا پہاڑ بھی بھی نہیں بچا سکتا ہاں جس کو اللہ ہی بچانا چاہے وہ بچ سکتا ہے، اور اللہ اپنے پیارے نبی کے دشمن کافروں کو کیوں بچانے لگا، بس ایمان لے آؤ کشتی میں سوار ہو کر محفوظ ہو جا، مگر اس نے ایک نہ سنی اور چالاک ایک طوفانی موج آئی اور کنعان کو بہا کر لے گئی۔ اور وہ کافروں کے ساتھ غرق ہو گیا۔

تاریخی روایات میں سے کہ طوفان نوحؑ کا پانی اونچے سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ گز اور بعض روایات کے لحاظ سے چالیس گز اونچائی پر تھا۔

ایک تاریخی بحث طوفان نوحؑ کسی خاص خطہ میں آیا یا پوری دنیا میں یہ ایک ایسی تاریخی بحث ہے جس کو ایک دفتر چاہئے علمائے قدیم و جدید میں ہمیشہ سے اس کے متعلق دورائے رہی ہیں، بعض علمائے اسلام اور ماہرین طبقات الارض کے نزدیک یہ طوفان پوری دنیا میں آیا بعض محققین یورپ کے اس پر ایسے اقوال و دلائل موجود ہیں جن سے طوفان کا پوری دنیا میں ہونا ثابت ہے

(بقیہ منہ) کو اختیار فرمایا ہے، اس صورت میں حضرت ابن عباسؓ نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب تم اپنے گھروں کے نور سے پانی اُلتا ہوا دیکھو تو سمجھ لو کہ طوفان آنے والا ہے۔

یہ حضرت حسن نے فرمایا کہ اس سے وہ خاص نور مراد ہے جو پتھر کا بنا ہوا تھا جس میں حضرت حواریؓ پکایا کرتی تھیں وہ وراثت میں حضرت نوحؑ کو پہونچا تھا، حضرت مجاہد شعبی کے قول کے مطابق وہ (باقی برسرہ)

اس کے برخلاف علمائے اسلام میں سے ایک جماعت اور علمائے یہود و نصاریٰ اور بعض ماہرین طبقات الارض والفلکیات کی یہ رائے ہے کہ یہ طوفان پوری دنیا میں نہیں بلکہ ایک خاص خطہ پر آیا جہاں قوم نوح آباد تھی اور یہ علاقہ اپنی لمبائی چوڑائی کے لحاظ سے ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر تھا۔

قرآن کریم ایک کتاب ہدایت ہے، لہذا اس میں اس بحث کو چھوڑے بغیر انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ زائد قدم میں ایک قوم نے اشد اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی تو اس کو ہولناک طوفانی سیلاب میں غرق کر دیا گیا تم کو اس واقعہ سے عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَسْمَاءُ أَقْلَعِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان ٹھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور

عَلَى الْجُودَى وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾

کشتی جودی پر آشپزی اور کہہ دیا گیا کہ فر لوگ رحمت سے دور

تفسیر: جب اس طوفان عظیم سے جو درحقیقت غضب الہی اور عذاب خداوندی تھا تمام مجرم ہلاک ہو گئے تو اشد پاک نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی پی لے یعنی جو پانی تیرے اندر سے پھوٹ کر نکلا ہے اس کو جذب کر لے چنانچہ زمین نے اپنا تمام پانی اپنے میں سمویا، اور جو پانی آسمان سے برسا تھا اس نے ادھر ادھر بہہ کر دریا اور نہروں کی شکل اختیار کر لی جس سے آج تک مخلوق خدا فائدہ اٹھا رہی ہے اور آسمان کو حکم ہوا کہ ٹھم جا چنانچہ بارش بند ہو گئی اس طرح تمام بانی خشک ہو گیا اور اشد کو جو کام کرنا تھا وہ پورا ہوا، یعنی نافرمان کافروں کی ہلاکت اور فرماں بردار مومنوں کی نجات۔

حضرت نوح علیہ السلام ۱۰ رجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے چھ مہینے تک یہ کشتی طوفان کے اوپر چلتی رہی، جب بیت اللہ شریف کے مقام پر پہونچی تو اس نے سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو بلند کر کے ڈوبنے سے بچا لیا تھا، پھر ۱۰ محرم یوم عاشورہ کو طوفان ختم ہوا اور کشتی جودی پہاڑ پر آکر ٹھہر گئی حضرت نوح ۴ نے اس دن شکرانہ کا روزہ رکھا اور کشتی میں جتنے آدمی تھے ان سب کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(بقیہ ۲۲) تنور شہر کوفہ کے ایک کنارہ میں تھا — امام قرطبی لکھتے ہیں کہ تنور کے معنی اگرچہ عمارت مفسرین نے مختلف کئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ جب طوفان کا پانی ابنا شروع ہوا تو سطح زمین سے بھی اُبلتا، اونچی زمین سے بھی، روٹی پکانے کے تندور سے بھی، عین الوردہ سے بھی (باقی ۲۳)

وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ

اور نوح م نے جب اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ

أَحْكُمُ الْحَكِيمِينَ ۝ قَالَ يُنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ، إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ

بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں

صَالِحٌ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ

تباہ کار ہے مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کر جس کی تم کو خبر نہیں، میں تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ

الْجَاهِلِينَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ

انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے ایسے امر کی درخواست

وَلَا أَتُغْفِرُ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

کردوں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمادیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمادیں گے تو میں تو بالکل تباہی ہو جاؤں گا۔

حضرت نوح کی اپنے بیٹے کے متعلق اللہ سے درخواست

کشتی میں سوار ہوجانے کے بعد حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام

نے اپنے بیٹے کنعان کو ایمان قبول کرنے اور اپنے ساتھ کشتی میں سوار ہونے کو فرمایا تو اس نے صاف انکار

کر دیا اس وقت اس کو طوفانی موجوں میں گرفتار دیکھ کر شفقت پوری نے دوسرا انداز اختیار کر کے اپنے

رب سے اس امید پر درخواست کی کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان اتقا فرمادے

اور وہ ایمان قبول کر لے اور پھر اس طوفان عظیم اور قہر الہی میں غرق ہونے سے بچ جائے، چنانچہ حضرت نوح

نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا، اے میرے رب یہ میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ

بالکل سچا ہے کہ گھر والوں میں جو ایمان والے ہیں ان کو بچا لوں گا اور اگرچہ یہ اس وقت ایمان والا اور

مستحق نجات نہیں مگر آپ تو احکم الحاکمین اور بڑی قدرت والے ہیں اگر آپ چاہیں تو اس کو یمن بنادیں

(بقیہ ۱۲) اور حضرت حوا کے خندہ سے بھی چنانچہ قرآن کریم نے خود تصریح کی ہے اللہ کا فرمان ہے کہ ہم نے

آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے لئے کھول دیئے اور زمین سے چشے ہی چشے پھوٹ پڑے، فقط واللہ

اعلم وعلمہ اتم واعلم۔ دَمَا امْسَ مَعًا إِلَّا قَلِيلٌ۔ کشتی میں سوار ہونے والوں کی تعداد قرآن کریم نے بیان (باقی بر ۱۳)

تا کہ یہ بھی اس کشتی میں سوار ہو کر آپ کی حفاظت میں آجائے

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکار کر جو کچھ عرض کیا اس سے ان کا مقصد صرف بارگاہ خداوندی میں دعا کرنا تھا کہ میرا بیٹا موسیٰ بن جائے۔ (کسی قسم کا کوئی سوال و اشکال نہیں)

حضرت نوح ؑ کی درخواست کو سن کر حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے نوح تمہارا یہ بیٹا ہمارے علم ازلی میں تمہارے ان گھردالوں میں نہیں جو ایمان لا کر نجات پائیں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے بلکہ اس کا خاتمہ کفر پر ہی ہونے والا ہے، بس مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں، میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں داخل مت ہو جاؤ۔

اللہ جل جلالہ کا یہ فرمان سن کر حضرت نوح ؑ تھرا اٹھے اور توبہ کی کراہے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی درخواست سے جس کی مجھے خبر نہیں، بس آپ اس مرتبہ کی نادانی کو معاف کر دیجئے اے میرے پروردگار اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

اپنی اس نادانی کو حضرت نوح ؑ اس وقت بھی اپنے عذر میں پیش کریں گے جب محشر میں پوری مخلوق آپ سے شفاعت کرنے کی درخواست کرے گی آپ فرمائیں گے مجھ سے ایک ایسی لغزش ہو چکی ہے جس کی وجہ سے میں بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرنے کی جرات و ہمت نہیں کر سکتی۔

قِيلَ يٰ نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ اٰمَمٍ مِّمَّنْ مَعَكَ

کہا گیا کہ اے نوح ؑ اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں دے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر جو

وَاٰمَمٌ سَنُنْعُهُمْ ثُمَّ يَمْسُهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيمٌ

تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم انکو چند روز عیش دینگے پھر ان پر ہماری طرف سے سخت واقع ہوگی

حضرت نوح پر اللہ کی سلامتی جب طوفان ختم ہو چکا اور کشتی نوح ؑ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور زمین کا تمام پانی خشک ہو گیا تو حضرت نوح ؑ کو حکم ہوا کہ اب آپ

(بقیہ ۲۴) نہیں کی البتہ علمائے مفسرین کے مختلف اقوال موجود ہیں۔ بیش یہ قول ابن اسحاق کا ہے۔ چالیس ۳۰ اٹھتر یہ قول حضرت مقاتل کا ہے۔ ۳۱ اسی ۳۱ یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے بعد والے مفسرین نے اسی قول کو راجح بتلاتے ہوئے اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

ہمارے زمین پر آئیے اور کچھ فکر مت کیجئے، آپ کے ساتھ ہماری سلامتی اور برکتیں ہوں گی، یعنی آفات و مصائب سے سلامتی اور مال و اولاد میں وسعت و برکت۔
 یہ سلامتی اور برکتیں حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں پر اور ان سے پیدا ہونے والے ان تمام انسانوں کے لئے ہے جو قیامت تک آنے والے صاحب ایمان ہوں گے اور جو کفر میں ملوث ہوں گے دنیاوی سلامتی اور برکتیں تو ان کے لئے بھی ہیں مگر عیش کریں گے مگر آخرت میں ان کے لئے کوئی امن و سلامتی نہیں بلکہ وہاں تو یہ اپنے کفر و معاصی کی سزا بھگتتے ہیں ہمیشہ بھینٹے رہیں۔ اس طوفان کے بعد آنے والی تمام نسل انسانی حضرت نوح ؑ کی نسل سے ہے کیونکہ کشتی میں جو حضرات سوار تھے ان میں سے کسی کے اولاد نہیں ہوئی، حضرت نوح ؑ کے تینوں بیٹوں سے یہ نسل پھیلی ہے اس لئے حضرت نوح ؑ کو آدم ثانی یعنی انسانوں کا دوسرا باپ کہتے ہیں۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ؕ

نہ آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے۔

قصہ نوح حضور کی نبوت کی دلیل ہے

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ طوفان اور قوم نوح کے واقعات یہ سب غیب کی خبریں ہیں جن کو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم عرب، بس ایک امی کی زبانی ان واقعات کا سنائے جانا آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے، اور پھر ان واقعات کا گزشتہ آسمانی کتابوں کے بالکل مطابق ہونا کھلا معجزہ ہے، بس اگر اس طرح کے آفتاب و مانتاب سے زیادہ ردشن و تائبندہ دلائل و ثبوت کے ہوتے ہوئے بھی کوئی آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار نہ کرے تو آپ اس کی بالکل فکر نہ کریں اور قطعاً غمگین نہ ہوں، بس صبر سے کام لیجئے جس طرح حضرت نوح ؑ نے سڑھے نو سو سال صبر کیا اور اس کا یقین رکھئے کہ انجام کار کامیابی کفر و شرک اور معاصی سے بچنے والوں کیلئے ہے جس طرح حضرت نوح ؑ مع اپنے ساتھیوں کے بالآخر کامیاب ہوئے اسی طرح آپ کا مستقبل بھی نہایت تابناک و کامیاب ہے۔

وَالِی عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَیْرُهُ ؕ

اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا انھوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو

إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝ يَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجَبْتُمْ إِلَّا عَلَى الَّذِي

اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تم محض مفتری ہو اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو

فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ

میں اس کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور اے میری قوم تم اپنے گناہ اپنے رب کے معاف کرو پھر اس کی

عَلَيْكُمْ مَذَارًا وَيُزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

طرف متوجہ ہو وہ تم پر خوب بارشیں برسا دیگا اور تم کو اور قوت دے کہ تمہاری قوت میں ترقی کر دیگا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو

حضرت ہود اور ان کی قوم کا تذکرہ

اس پورے رکوع میں حضرت ہود علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی قوم عام کو توحید کی دعوت اور قوم کا اس کو قبول نہ کر کے

اللہ کے عذاب میں مبتلا ہونا تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (یہ مکمل واقعہ سورہ اعراف آسان تفسیر

پارہ ۱ صفحہ ۲ پر بھی گذر چکا)

”عاد“ حضرت نوح کے پوتے۔ ”ارم“ کی اولاد میں ہیں عاد کی طرف منسوب کر کے اس قوم کو قوم

عاد کہنے لگے حضرت ہود علیہ السلام بھی اسی قوم میں سے ہیں، اس لحاظ سے وہ ان کے قومی یا وطنی بھائی ہوئے

اسی لئے قرآن کریم کی ان آیات میں ارشاد ہے کہ قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی حضرت ہود کو نبی بنا کر

بھیجا، یہ قوم طوفانِ نوح کے بعد ملکِ یمن میں وجود پذیر ہوئی اور پھر اس تدریجی سے ترقی کی منزلیں طے کیں

کہ پورے عرب اور ملکِ مصر وغیرہ پر اپنی حکومت و سلطنت قائم کر لی، یہ قوم بڑے ڈیل ڈول والی

طاقتور اور بہادر تھی، طاقت و قوت اور مال و دولت میں کوئی قوم ان کے مقابل کی نہیں تھی۔

مگر افسوس مالی و جانی قوت میں یہ بے نظیر قوم اپنی عقل کھو بیٹھی اور اپنے محسن اعظم اور مالک

حقیقی اللہ رب العزت کو بھول کر اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے جھکنے لگی، ان میں

بت پرستی اس قدر پھیل چکی تھی کہ روزی دینے والے، بارش برسانے والے صحت دینے والے وغیرہ

وغیرہ کاموں کیلئے انھوں نے علیحدہ علیحدہ بت مقرر کر رکھے تھے اور ان کو اپنا حاجت روا مانتے

تھے،

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے منع کیا اور صرف ایک خدا کی بندگی کی دعوت

دی اور ان سے فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی کو بندگی کے لائق اور حاجت روا سمجھنا جھوٹ اور بہتان تراشی

عہ حضرت ہود سرخ و سفید رنگ اور وجیہہ چہرہ تھے آپ کی ڈاڑھی خوب بھری ہوئی تھی، محبوب و غفران والا لہجہ

ہے۔

سنو میرا دین حق کی دعوت دینا تمہاری خیر خواہی کیلئے تھا کہ عذاب خداوندی سے بچ سکو، کسی دنیوی لالچ کے لئے نہیں مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں میرا پیدا کرنے والا ہی میری تمام ضروریات پورا کرنے والا ہے، اور آخرت میں اجر و ثواب غایت فرمانے والا ہے، یہ بات ہر پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تاکہ لوگ انھیں لالچی نہ سمجھ بیٹھیں۔

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تعجب ہے تم پر کہ میں تم سے ہمدردی کر کے بھلائی کروں۔ دکھاتا ہوں اور تم مجھے ایسا دشمن سمجھتے ہو اس کے بعد ان کو ایمان کے ظاہری فوائد و برکات بتلائے، یہ قوم کھیتی باغ کی شوقین تھی اس لئے ان سے فرمایا گیا کہ اگر تم کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان قبول کر لو اور اللہ کو راضی کر لو تو وہ تم پر ایمان اور عمل صالح کی برکت سے خوب بارش برسائے گا، جس سے تمہارے باغات و کھیتیاں لہلہا اٹھیں گے، درمنثور کی روایت کے حوالہ سے حضرت تھانویؒ نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ وہ لوگ تین سال سے خشک سالی میں مبتلا تھے اس لئے ان کو یہ خوش خبری دی گئی کہ ایمان کی برکت سے اللہ پاک تمہاری خشک سالی کو دور فرمائیں گے اور اسی کے ساتھ تمہاری جانی و مالی طاقت بڑھا دیں گے اولاد میں برکت دیں گے، خوش حالی میں ترقی ہوگی اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا، بس تمہارے لئے بھلائی اور کامیابی اسی میں ہے کہ ایمان قبول کر لو، مجرم رہ کر توحید و رسالت سے منہ مت پھرو۔

استغفار کی فضیلت و برکت | توبہ و استغفار کے بے شمار فضائل و برکات ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم کرے

اللہ تعالیٰ اس کو ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے فراخی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے اس کو بھیجتا ہے جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا

قَالُوا يٰ هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہودؑ آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں اور ہم آپ کے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو **بُؤْمِنِينَ** ۱۰ اِنْ تَقُولُ اِلَّا اَعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۚ قَالَ اِنِّیْ اَشْهَدُ جھوٹے بتوں کے نام ہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین کر نہ پاؤ گے نہیں ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں مبتلا

اقوال و تحقیق | اس سورہ ہود میں سات پیغمبروں اور ان کی امتوں کے واقعات مذکور ہیں لیکن یہ سورت صرف ایک پیغمبر حضرت ہودؑ کے نام کی طرف منسوب کی گئی ہے جس

سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ہودؑ اور ان کی قوم "عاد" کے واقعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

اللّٰهُ وَاشْهَدُوا اَنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تَشْرِكُوْنَ ۝۱۰ مِنْ دُوْنِهٖ فَكَيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا

کر دیا ہے، ہود نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک

ثُمَّ لَا تَنْظُرُوْنَ سِرَاتِيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِمَّا مِنْ دَاثَةِ الْاٰلَا هُوَ

قرار دیتے ہو سو تم سب کو میرے ساتھ داؤ گھات کرو پھر مجھ کو ذرا بہت دوا میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا

اِخْذْ بِنَاصِيَتِهَآ اِنَّ رَبِّيْ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۱ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

بھی مالک ہے جتنے بھی روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب مرا مستقیم درپہنے سے الٹا ہے پھر

مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَيْكُمْ ۝۱۲ وَيُخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا اِنَّ رَبِّيْ

تم بھرے رہو گے تو میں تو جو پیغام دیکر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝۱۳

میں آباد کر دے گا اور اس کا کچھ نقصان تم نہیں کر رہے بالیقین میرا رب ہر شئی کی نگہداشت کرتا ہے

قوم عاد کی ہٹ دھرمی

حضرت ہود علیہ السلام کی دین حق کی دعوت کو قوم نے یہ کہہ کر

ٹھکرا دیا کہ آپ نے کوئی دلیل و سند تو اپنے سچا

رسول ہونے پر پیش نہیں کی اس لئے ہم صرف تمہارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑ سکتے ہیں اور

نہ ہی تمکو اللہ کا رسول مان سکتے ہیں، قوم نے یہ بات محض ضد اور ہٹ دھرمی میں کہی، نہیں تو اللہ تعالیٰ

کا یہ قانون ہے کہ جس کو وہ پیغمبر بنا کر بھیجتے ہیں اس کو ضرور دلائل و معجزات عطا فرماتے ہیں چنانچہ

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جو پیغمبر مبعوث ہوا اس کے ساتھ ایسے واضح نشانات اور ثبوت

بھیجے گئے کہ جن پر آدمی ایمان لانا چاہے تو لا سکے، اس لئے یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت ہود م نے

ان کو دلائل و معجزات دکھائے مگر وہ ہٹ دھرمی اور بے شرمی سے یہی کہتے رہے کہ آپ کوئی واضح

ثبوت اپنی نبوت پر نہیں لائے۔

قوم دانے کہنے لگے اے ہود تمہاری بہکی بہکی باتوں کو سنکر ہمارا یہ خیال ہے کہ ہمارے

دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہونچا کر تمہیں مجنون و پاگل کر دیا ہے، یہ تمہیں اس گستاخی کی

سزا ملی ہے جو تم ان دیوتاؤں کی پوجا سے ہمیں منع کرتے تھے، ان کی یہ بات سنکر حضرت ہود م نے

فرمایا وہ بیچارے پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا نقصان پہونچا سکتی ہیں تم سب جو بڑے بہادر نظر آتے

ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر مجھ نہا پر اچانک حملہ کر کے بھی مجھے کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتے

سنو میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں اور تم سب بھی اس پر گواہ رہو کہ میں تمہارے جھوٹے دیوتاؤں سے قطعاً بیزار ہوں تم سے میرا جو کچھ بن سکے کرو اور خوب سمجھ لو میرا بھروسہ خدائے تعالیٰ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور دونوں جہان کی تمام چیزیں اسکے قبضہ قدرت میں ہیں، اور یقیناً میرا رب مراط مستقیم (خدا کے بتلائے ہوئے راستہ) پر چلنے سے ملتا ہے بس تم بھی اس راستہ کو اختیار کر کے اللہ کے پسندیدہ ہو جاؤ۔

جب قوم نے کسی بات کو بھی نہ مانا تو حضرت ہود نے ان سے فرمایا تمہارے اس بے رخی سے میرا کوئی نقصان نہیں میں نے تو تم کو وہ پیغام پہنچا دیا ہے جس کے پہنچانے کا مجھے حکم دیا گیا تھا، بس اس منہ موڑنے کا وبال تم پر ہی پڑے گا کہ میرا رب تم سب کو ہلاک کر کے اس زمین پر دوسرے لوگوں کو آباد کرے گا، اور پھر اس سرکشی کے جرم میں ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہو گے۔

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ

اور جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے ہود کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچا لیا اور ان کو ایک بہت ہی

مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ

سخت عذاب سے بچا لیا اور یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اسکے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور

وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ

تما ستر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم ضدی تھے اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے

الْقِيَامَةِ ۝ إِلَّا إِنْ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۚ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ

دن بھی، خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی عاد کو جو کہ ہود کی قوم تھی

قوم عاد پر طوفانی ہوا کا عذاب

حضرت ہود علیہ السلام کی تمام کوششوں کے بعد بھی یہ قوم راہِ راست پر نہ آئی بلکہ سرکشی اور نافرمانی پر ڈٹی رہی، تو بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفانی ہوا کا عذاب نازل فرمایا جو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رہا جس سے ان کے مکانات گر گئے، چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جا بیٹھے ہو، ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک سے داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دردناک عذاب سے ہم نے حضرت ہود اور ان کے چار ہزار (۴۰۰۰) ساتھیوں کو محض اپنے لطف و کرم سے بچا لیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے ہی ان کو یہاں سے کوچ

کرنے کا حکم دیدیا۔ اور ایمان و عمل صالح کی برکت سے آخرت کے سخت عذاب سے بھی نجات دیدی۔
دوسرے لوگوں کی عبرت کے لئے حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں، یہ ہے وہ قوم عاد جنہوں نے اپنے رب کی
نشانیوں کو جھٹلایا اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کی اور ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم اور فاسق
تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی لعنت دنیا میں ان کے ساتھ لگی رہی اور قیامت تک جہاں ان کا ذکر
ہوگا لعنت کے ساتھ ہوگا بلکہ قیامت کے بعد بھی وہ ان کا بیچپانہ چھوڑے گی، لعنت کا طوق ہمیشہ
ان کے گلے میں پڑا رہے گا۔

وَالِیْ تُوَدُّ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۚ قَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ

اور ہم نے قوم ثود کے پاس ان کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو

غَیْرَہٗ ۚ هُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَغْمَرَکُمْ فِیْہَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ

اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور تم کو اس میں آباد کیا تم تو اس سے گناہ معاف کراؤ

ثُمَّ تَوْبُوْا اِلَیْہِ ۚ اِنَّ رَّبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝۱۱۰ قَالَوْا یٰضَلٰحٌ قَدْ کُنْتَ فِیْہَا

پھر اس کی طرف متوجہ رہو بے شک میرا رب قریب قبول کرنے والا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم تو اس سے

مَرْجُوْا قَبْلَ هٰذَا اَتَنْهٰنَا اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا وَاِنَّا لَفِیْ

قبل ہم میں ہونہار تھے کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور

شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ مُرِیْبٌ ۝۱۱۱ قَالَ یَقُوْمُ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی

جس دین کی طرف تم حکم دلا رہے ہو واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے شبہ میں ہیں جس نے حکم تو دین ڈال رکھا ہے اپنے فرمایا اے میری قوم

بَیِّنَہٗ مِّنْ رَّبِّیْ وَاَتٰنِیْ مِنْہٗ رَحْمَۃٌ ۚ فَمَنْ یَنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصٰیْتُمْ ۚ

بھلا یہ تو بلاؤ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دیں پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو سوا اگر میں خدا کا

فَمَا تَزِیْدُوْنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرِ ۝۱۱۲ وَیَقُوْمُ هٰذِہٖ نَاقَۃٌ لَّکُمْ اٰیَۃٌ

کہنا زمانوں تو پھر مجھ کو خدا سے کون بچا لے گا تم تو سراسر میرے نقصان ہی کر رہے ہو اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے

عَمَّ رُسُلُہٗۙ لَّا کَرَّ اس طرف اشارہ کر دیا کہ ایک رسول کی نافرمانی تمام رسولوں کی نافرمانی ہے اور ایک رسول

کی اطاعت تمام رسولوں کی اطاعت ہے کیونکہ تمام رسول ایک ہی دین پیش کرتے ہیں توحید باری تعالیٰ محمد یعقوب غفر لہم

فَذَرُوهَا تَاْكُلْ فِي اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ

لے دیں ہے سوا کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھر کرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو نوری

۵ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ۚ ذٰلِكَ وَعَدَا غَيْرُ

عذاب آپکڑے سوا انھوں نے اس کو وارڈ الا تو صالح نے فرمایا تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کر لو یہ ایسا وعدہ ہے جس میں

مَكْذُوْبٌ ۝ فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

ذرا بھی جھوٹ نہیں سو جب ہمارا حکم آپہونچا ہم نے صالح کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچالیا

مِنَّا وَمِنْ خَزْيٍ يَّوْمٍ ۚ ذٰلِكَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ

اور اس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا بے شک آپ کا رب ہی بڑی قوت والا غلبہ والا ہے اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے

ظَلَمُوْا الصَّيْحَةَ فَاصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جُثَمِيْنٍ ۚ كَاَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ

آدبا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے خوب سن لو قوم

اَلَا اِنَّ ثَمُوْدًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۚ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝

ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی

حضرت صالح اور قوم ثمود کا تذکرہ

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی تمام نبیوں کی طرح اپنی

قوم ثمود کو صرف خدائے بالا و برتر کی عبادت و بندگی کی

دعوت دی، کفر و شرک اور تمام معاصیوں سے منع کیا، حضرت صالح نے فرمایا خدائے تعالیٰ ہم پر یہ انعام

واحسان ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے بنا کر یہ رنگ و روپ اور طاقت و توانائی عطا فرمائی، مطلب یہ ہے

کہ تم کو حضرت آدم کی نسل سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے بس تم اپنے گناہ اس سے معاف کر اگر

یعنی کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان قبول کرو، حضرت صالح کی اس دعوت و تبلیغ کو سنکر ان کی قوم دالے

کھنے لگے اے صالح، اس سے پہلے تو تم بڑے ہونہار اور سمجھدار لگتے تھے، ہمیں تو تم سے بڑی امیدیں

دالے تھیں کہ تم ہماری رہنمائی کر دو گے اور بڑوں کے طریق پر قائم رہ کر اپنے باپ دادا کا نام روشن

کر دو گے مگر تم نے تو ہماری ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم صرف ایک خدا کو مان

کر اپنے پرانے تمام دیوتاؤں کو چھوڑ دیں ہمارے لئے یہ سخت شک و شبہ کی چیز ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمھارے شک و شبہ کی وجہ سے ایک صاف اور

سیدھا راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں، خدا نے مجھے سمجھ دی اور اپنی رحمت کاملہ سے منصب موت عطا فرمایا۔ اب اگر فرض کیجئے میں اس کی نافرمانی کرنے لگوں اور مجھے جن چیزوں کے پہونچانے کا حکم ہے نہ پہونچاؤں تو ایسی صورت میں مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے، افسوس تم پر بجائے اس کے کہ تم میری دعوت قبول کر کے اللہ کی بندگی میں لگ جاتے اور اللہ مجھ ہی کو اپنے فرائض دعوت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دیتے ہو۔

بہر حال جاہلوں کی عادت کے مطابق قوم نے اپنے نبی حضرت صالحؑ کو جھٹلایا اور آپ کے سچا رسول ہونے پر دلیل و معجزہ طلب کیا، حضرت صالحؑ نے پہلے ان کو متنبہ کیا کہ اگر اللہ نے تمہیں فراموشی معجزہ دکھایا اور پھر بھی تم نے اس کا دین اختیار نہ کیا تو عادت اللہ کے مطابق تم پر عذاب آجائیگا، یہ سب سنکر بھی وہ اپنی ضد پر قائم رہے تو اللہ پاک نے ان کا فراموشی معجزہ ایک چتھہ سے اونٹنی پیدا کر کے دکھادیا، مگر پھر بھی یہ قوم اللہ کی نافرمانی و سرکشی پر قائم رہی تو اللہ پاک نے ان پر اپنا عذاب نازل فرما کر سب کو ہلاک و تباہ کر ڈالا اس واقعہ کی تفصیل آسان تفسیر پارہ ۱ صفحہ ۷ پر گزرجی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے اور انھوں نے سلام کیا ابراہیمؑ نے بھی سلام اَنْ جَاءَ بِعِجْلِ حَنِيدٍ ۱۰ فَلَمَّا رَاَ اَيْدِيَهُمْ لَا تُصِلُ اِلَيْهِ نَكَرَهُمْ وَاَوْجَسَ

کہا پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تالا ہوا بچھڑا لائے سو جب ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان مِنْهُمْ خِيفَةً ۱۱ قَالُوا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلَىٰ قَوْمٍ لُّوْطٍ ۱۲ وَاَمْرًا تُه

۱۰۔ متوہش ہوئے اور اراں سے دل میں خوف زدہ ہوئے وہ فرشتے کہنے لگے ڈر مت ہم قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ابراہیمؑ کی قَائِمَةً فَضَحِكَتْ ۱۳ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ ۱۴ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ۱۵ قَالَتْ

۱۳۔ (دوسرا) کھڑی سن رہی تھی پس ہنسیں سوہم نے ان کو بشارت دے اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے پیچھے یعقوبؑ کی کہنے لگیں اے خاک بُوَيْلَتِي ۱۶ اَلِدْ وَاَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا ۱۷ اِنَّ هَذَا الشَّيْءُ عَجِيبٌ ۱۸

بڑے اب میں بچہ جنوں ل بڑھیا ہو کر اور یہ میرے بیاں ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے، مرشدوں نے کہا کیا تم قَالُوا اَتَعْجِبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحِمْتُ اللّٰهَ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۱۹

خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اس خاندان کے لوگو! تم پر اللہ کی خاص رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، بے شک

إِنَّهُ حَبِيدٌ مَّحِيدٌ ۖ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ

وہ تعریف کے لائق بڑی شای دالا ہے پھر جب ابراہیمؑ کا وہ خوف زائل ہو گیا اور ان کو خوشی کی خبر ملی تو ہم سے لوہام کی قوم

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۝

کے بارہ میں جہال کرنا شروع کیا واقعی ابراہیمؑ بڑے عظیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے۔ اے ابراہیمؑ اس

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ

بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آچکا ہے اور ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے

عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝

جو کس طرح ہٹنے والا نہیں

حضرت ابراہیمؑ کی فرشتوں سے ایک ملاقات

ان آیات میں اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ ہم نے اپنے فرشتوں (حضرت جبریلؑ حضرت میکائیلؑ حضرت اسرافیلؑ)

کو حضرت ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری دیکر بھیجا چونکہ وہ انسانی شکل میں تھے اس لئے حضرت ابراہیمؑ ان کو نہ پہچان سکے اور ان کو مہمان سمجھ کر ایک بھٹنا ہوا بچھڑا کھانے کے لئے ان کے سامنے رکھ دیا، انھوں نے کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیمؑ ڈرے کہ یہ لوگ کسی غلط ارادہ سے آئے ہیں کیونکہ اس وقت یہ دستور تھا کہ جو مہمان کھانے سے انکار کرتا تو سمجھا جاتا کہ یہ کسی بُرے خیال سے آیا ہے حضرت ابراہیمؑ کی یہ کیفیت دیکھ کر وہ کہنے لگے ڈریئے مت ہم فرشتے ہیں کھانا نہیں کھاتے ہم تو آب کو خوش خبری دینے آئے ہیں کہ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ سے اسحاق نام کا ایک لڑکا پیدا ہوگا اور پھر حضرت اسحاق سے یعقوب نامی ایک لڑکا پیدا ہوگا اور یہ دونوں اللہ کے رسول ہوں گے اور پھر ان سے ایک بہت بڑی قوم بنی اسرائیل وجود میں آئے گی، حضرت سارہ یہ خوش خبری سن کر ہنسنے لگیں، اور کہنے لگیں کیا میں اس عمر میں اب بچہ جنوں گی جبکہ میرے میاں بھی بالکل بوڑھے ہیں، حضرت سارہ کی عمر اس وقت ننانوے سال تھی اور حضرت ابراہیمؑ کی سو سے زائد۔

حضرت سارہ کہنے لگیں اگر ایسا ہو تو بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی، یہ سن کر فرشتے کہنے لگے جس گھرانہ پر ہمیشہ اللہ کی خاص رحمتیں اور برکتیں رہی ہوں اور جنہیں ہمیشہ معجزات و خوارق کہنے لگے جس گھرانہ پر ہمیشہ اللہ کی خاص رحمتیں اور برکتیں رہی ہوں اور جنہیں ہمیشہ معجزات و خوارق

عہ دنیا میں مہانداری کا رواج حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا، آپ کبھی تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے بلکہ ہر کھانے کے وقت تلاش کرتے کہ کوئی مہمان مل جائے تو اس کے ساتھ کھائیں۔

عادات دیکھنے کا اتفاق رہا ہوا ان کے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، ان کو چاہئے کہ خوش خبری سنکر اللہ کی حمد و ثنا اور تعریف و بڑائی بیان کریں۔

بہر حال جب ان کا فرشتہ ہونا ظاہر ہو گیا اور حضرت ابراہیمؑ نے بھی نورِ نبوت سے ان کو پہچان لیا کہ واقعی یہ انسان نہیں فرشتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بھانپ لیا کہ یہ کسی بڑے مقصد سے آئے ہیں تو فرمایا کس کام کے لئے آئے ہو، فرشتوں نے جواب دیا ہم قومِ لوطؑ پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ بڑے ہی رحم دل اور نرم مزاج تھے لہذا قومِ لوط کی تباہی کا ذکر سن کر ان سے نہ رہا گیا اور فرشتوں سے بحث شروع کر دی، جس کا خلاصہ سورہٴ غنبلت میں بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس قوم میں تو خود حضرت لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں (پھر ایک پیغمبر کے موجود ہوتے ہوئے وہ قوم کیسے ہلاک کی جاسکتی ہے) فرشتوں نے کہا جو وہاں رہتے ہیں ہم ان سب کو خوب جانتے ہیں، بس حضرت لوطؑ اور ان کے مومن ساتھیوں کو وہاں سے علیحدہ کر کے عذاب نازل کیا جائے گا۔

الغرض حضرت ابراہیمؑ دعا اور سفارش کر کے قومِ لوط کو عذاب سے بچانا چاہتے تھے، شاید حضرت ابراہیمؑ کو ان کے مومن ہونے کی امید ہو مگر اللہ تم کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اب اس خیال کو چھوڑیے ان ظالموں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، ہمارا حکم واپس نہیں ہو سکتا، ان پر عذاب آکر رہے گا

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا

اور جب ہمارے وہ فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو لوطؑ ان کی وجہ سے مغموم ہوئے اور ان کے سبب تنگدل ہوئے

يَوْمَ عَصِيبٍ ۚ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۚ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ

اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے اور ان کی قوم ان کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی

السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا

کرتے تھے، لوطؑ فرماتے لگے کہ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے لئے خالص ہیں سو اللہ سے ڈرو

تُخْزَوْنَ فِي ضَيْفِي ۚ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ ۚ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ

اور میرے گھرانے میں مجھ کو نصیحت مت کرو کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے

مَا لَنَا فِي بَنَتِكَ مِنْ حَقٍّ، وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿۱۰﴾ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي

کہ ہم کو آپ کی ان بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ تو معلوم ہے جو ہمارا مطلب ہے، لوط م فرمائیے لگے کیا خوب ہوتا

بِكُمْ قُوَّةٌ أَوْ آوِيٍّ إِلَيَّ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿۱۱﴾ قَالُوا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ

اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط م ہم تو آپ کے رب کے بھیجے

لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ

ہوئے ہیں آپ تک ہرگز ان کی رسائی نہیں ہوگی سو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جائیے اور تم میں سے

أَحَدٌ إِلَّا أَمْرًا نَكَ دَاتَهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبُّ هَ الْيُسْ

کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے ہاں مگر آپ کی بیوی (نہ جاوے گی) اس پر بھی آفت آئیوالی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی ان کے دوسرے

الصُّبُّ بِقَرِيبٍ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَلَىٰهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا

کا وقت صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔ سو جب ہمارا حکم آیا ہو پنا تو ہم نے اس زمین کو لٹ کر اس کا تختہ اوپر کا نیچے

حَجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ هَ مَنْصُودٍ ﴿۱۳﴾ مَسْؤَمَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ هَ وَمَا هِيَ مِنْ

کر دیا اور اس زمین پر کنکر کے پتھر برسا نا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس خاص نشان بھی تھا

الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿۱۴﴾

اور یہ بستیوں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں۔

قوم لوط کی خباثت

تینوں فرشتے جن میں حضرت جبریلؑ بھی شامل تھے حضرت ابراہیمؑ سے

رخصت ہو کر حضرت لوط علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نہایت

حسین و خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہنچے، حضرت لوط ان کو مہمان سمجھے اور بہت نکر مند ہوئے

کیونکہ وہ اپنی قوم کی خباثت سے واقف تھے، ان مہمانوں کو اگر اپنے پاس روکتے ہیں تو ڈر ہے کہ

لوگ ان کے گھر پر جڑھ آئیں گے اور ان مہمانوں کے ساتھ بدسلوکی کریں گے اور اگر ان کی مہمان نوازی

نہ کی جائے تو یہ رسولؐ کی شان کے خلاف ہے، بس آپ اسی کش مکش میں مبتلا تھے اور دل ہی دل

میں کہہ رہے تھے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا ہے۔

بہر حال وہ مہمان آپ کے یہاں ٹھہر گئے، حضرت لوط کی بیوی جو ان خبیث کافروں کے ساتھ

ملی ہوئی تھی اس نے جا کر اپنی قوم کو ان مہمانوں کی اطلاع دیدی، وہ بد معاش فوراً ہی دوڑے ہوئے

آئے اور حضرت لوطؑ سے مطالبہ کیا کہ ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کر دیں ہمارا جو جی چاہے گا ان کے ساتھ کریں گے، حضرت لوطؑ نے ان کو بہت سمجھایا مگر یہ کسی طرح نہ مانے اور اپنی ضد پر قائم رہے، بالآخر حضرت لوطؑ نے اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کیلئے ان نامعقول اور بے جیاؤں سے فرمایا یہ میری بیٹیاں ہیں، تم خلافِ فطرت حرکت (لواطت و اغلام بازی) چھوڑ کر میری ان بیٹیوں سے حلال طریقہ سے اپنی خواہشات پورا کر لو۔

ایک شبہ کا جواب | حضرت لوطؑ کے اس فرمان پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ بات ایک شریف انسان اور بالخصوص ایک پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو ایسے خبیث لوگوں کیلئے پیش کرے۔

علمائے مفسرین و محققین نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا پیغمبر اپنی قوم کے لئے مثل باپ کے ہوتا ہے اور پوری امت اس کی روحانی اولاد ہوتی ہے بس حضرت لوطؑ کا یہ مطلب تھا کہ بدبختو! قوم کی بڑکیوں سے نکاح کر کے ان سے اپنی خواہش پوری کرو وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔۔۔ جو لوگ حضرت لوطؑ کے گھر پر چڑھ کر آئے تھے وہ تمام اپنے دوسرواروں کی حمایت میں آئے تھے کہ ان مہمانوں کو ہمارے ان دونوں سرداروں کے سپرد کر دیں، حضرت لوطؑ کے اپنی حقیقی دو کنواری بیٹیاں تھیں آپ نے ان سرداروں سے فرمایا کہ تم اس خبیث اور غیر فطری حرکت سے باز آ جاؤ اور میری ان بیٹیوں سے نکاح کر کے جائز طریقہ سے اپنی ضرورت پوری کرو۔ اس زمانہ میں مسلمان بڑا کی کا کافر کے ساتھ نکاح جائز تھا جیسا کہ مذہب اسلام کے ابتدائی دور میں بھی یہ طریقہ جائز تھا بعد میں ممانعت آگئی، حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا خدا سے ڈرو اور اس طرح کی نازیبا حرکتوں سے توبہ کرو، قوم نے جب کوئی اثر نہیں لیا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں کوئی شریف اور باعزت آدمی نہیں جو میری فریاد پر دھیان دے اور ان سرداروں کو سمجھائے، مگر افسوس کہ ان کبختوں نے اللہ کے رسول کی اس عظیم قربانی کو بھی ٹھکرا دیا اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور زبردستی کرنے لگے تو اس وقت ہر طرح سے عاجز آ کر اپنے سوچا کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں ان بد معاش لوگوں کا خود مقابلہ کرتا یا میرے ساتھ کوئی گروہ اور کنبہ ہوتا جو میرے مہمانوں کو ان ظالموں کے ہاتھ سے بچاتا۔

جب ان فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو اس قدر بے چین و پریشان دیکھا تو اپنی اصلیت ظاہر کر دی کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، آپ کی اس خبیث قوم کو عذاب دینے آئے ہیں، آپ قطعاً پریشان نہ ہوں بس اپنے اہل و عیال (مومنوں) کو اپنے ساتھ لے کر رات کے آخری حصہ میں یہاں سے تشریف لے جائیے اور ان کو تاکید کر دیجئے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں، اور اپنی بیوی

کو ساتھ نہ لیں کیونکہ وہ کافروں میں سے ہے اس پر بھی وہی عذاب نازل ہونے والا ہے جو پوری قوم پر آئیکا بعض مفسرین نے فرمایا کہ بیوی بھی آپ کے ساتھ چلے گی مگر وہ آپ کی تاکید پر عمل نہیں کریگی چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ایسا ہی ہوا، جب عذاب کا دھماکا سنائی دیا تو آپ کی بیوی نے فوراً مڑ کر دیکھا اور قوم کی ہلاکت پر رنج و دکھ کے ساتھ افسوس کرنے لگی اسی وقت ایک پتھر آکر اس کے لگا اور اس کو ہلاک کر دیا۔

فرشتوں نے آپ سے فرمایا کہ خوش ہو جائیے، اب ان خبیثوں کی ہلاکت میں کچھ دیر نہیں ہے صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا، چنانچہ صبح ہوتے ہی ان پر عذاب نازل کرنے کا حکم اللہ نے فرمایا، حضرت جبریلؑ ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب لے گئے اور وہاں سے نیچے ٹپک دیا اس طرح ان کی بستیوں کو الٹ دیا، یہ سزا ان کی خبیث حرکت سے ظاہری مناسبت بھی رکھتی ہے اور پھر ان پر جہان ویدار پتھر لگا تا رہ سائے گئے جن پر اس طرح کی کوئی خاص علامت تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے یہ ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الہی کے پتھر ہیں، بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ہر پتھر پر اس کا نام لکھا ہوا تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔

وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بَعِيدَةٌ یعنی کافریں مکہ کو چاہئے کہ اس قصہ سے عبرت حاصل کریں، کیونکہ قوم لوط کی وہ بستیاں ان ظالموں سے دور نہیں بلکہ شام کے راستہ میں وہ کھنڈرات موجود ہیں جن سے قوم لوط کی بربادی کے آثار جھلکتے ہیں۔

بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ اس طرح کا عذاب آج بھی ایسے ظالموں سے دور نہیں جو لوگ قوم لوط کی اس غیر فطری حرکت میں مبتلا ہیں وہ اپنے کو اس عذاب سے دور نہ سمجھیں، اب بھی یہ عذاب آسکتا ہے چنانچہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت میں بھی کچھ لوگ وہ بفعل کریں گے جو قوم لوط کرتی تھی، جب ایسا ہونے لگے تو انتظار کر دو کہ ان پر بھی وہی عذاب آئے گا جو قوم لوط پر آیا تھا، الا ان الحفیظ۔

نوٹ ہے:- اس قصہ کا ابتدائی حصہ سورہ اعراف میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، آسان تفسیر پارہ ۱۱ میں ملاحظہ فرمائیے۔

اقوال تحقیق

أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ :- حضرت تھانویؒ نے درمنثور کی روایت کے حوالہ سے اس کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ جب فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو بتلایا کہ ان پر عذاب صبح کے وقت آئے گا تو آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں اور بھی جلد آجائے اس پر فرشتوں نے کہا صبح تو کچھ دور نہیں بالکل قریب ہے۔

وَالَّذِينَ مَدَّيْنِ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۚ وَلَا تَنْقُضُوا الْمِيثَاقَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أُرِيتُكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ ۚ وَيَقَوْمِ أَوفُوا بِالْمِيثَاقَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخُسُوا

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس

غیرہ ۚ وَلَا تَنْقُضُوا الْمِيثَاقَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أُرِيتُكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اذرتول میں کمی مت کیا کرو میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر اندیشہ

عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ ۚ وَيَقَوْمِ أَوفُوا بِالْمِيثَاقَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخُسُوا

ہے ایسے دن کے عذاب کا جو جامع ہوگا اور اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان

النَّاسِ أَشْيَاءَ هُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۚ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ

کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد نہ دگتے ہوئے حد سے مت نکلو اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جائے وہ

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۚ قَالُوا يُشْعِبُ أَصْلُوكَ

تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آوے اور میں تمہارا سپرہ دینے والا تو ہوں نہیں وہ لوگ یہ کہنے لگے کہ اے

تَأْمُرُكَ أَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ تَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ

شعیب کیا تمہارا تقدس تم کو تعلیم کر رہا ہے کہ ہم ان چیزوں کی پرستش چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں

أَنتَ الْحَكِيمُ الرَّشِيدُ ۚ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِنْ رَبِّي

یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ میں بڑے عقلمند ہیں پر چلنے والے شعیب نے فرمایا اے میری قوم

وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَكُمُ عَنْهُ ۚ إِنْ

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت دی ہو تو پھر کیسے

أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

تخلیف نہ کروں اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تمکو منع کرتا ہوں میری اصلاح چاہتا ہوں جہاں

وَالِيهِ أُنِيبُ ۚ وَيَقَوْمِ لَا يَجِدُ مِنْكُمْ شِقَاقِي ۚ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ

وَالِيهِ اُنِيبُ ۚ وَيَقَوْمِ لَا يَجِدُ مِنْكُمْ شِقَاقِي ۚ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ

قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيدٍ ۝۱۰ وَاسْتَغْفِرُوا

اور اے میری قوم میری تمہارے لئے اسکا باعث نہ ہو جاؤ کہ تمہاری سیطرہ کی میسبیں آپڑیں جیسے قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح یا قوم لوط

رَبِّكُمْ ثُمَّ تُؤْبَأُ إِلَيْهِ ؕ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ۝۱۱ قَالُوا يَشْعَبُ مَا تَفْقَهُ كَثِيرًا

اور تم لو کہ تو تم سے دور نہیں ہوئی اور تم اپنے رب کے اپنے گناہ سے کراؤ پھر اس طرف تم ہو بیشک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت والا ہے وہ لوگ کہنے لگے

مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِتْنًا ضَعِيفًا ؕ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ ؕ وَمَا أَنتَ

کراخے شعیب بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور تم تمکو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارا خاندان کا پاس

عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝۱۲ قَالَ يَقَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ

ہوتا تو تم تمکو سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظروں میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں شعیب نے فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارا نزدیک

ظَهْرِيًّا ؕ إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝۱۳ وَيَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ ؕ إِنِّي

اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے اور اسکو تم نے پس پشت ڈال دیا یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور اے میری قوم تم اپنی حالت پر

عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝۱۴ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ

عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں اب جلدی تمکو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اسکو سزا کرے اور وہ کون

وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۝۱۵ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا مِّنَ الَّذِينَ

شخص ہے جو جھوٹا تھا اور تم بھی منتظر ہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہمارا حکم آیا تو نجات دہانے شعیب اور جو ان کی ہمراہی میں اہل

أَمْنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا ؕ وَآخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْئَةَ فَاصْبَحُوا فِي

ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے بچا لیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے آجڑا سوا اپنے گھروں کے اندر اور اندھے گمے رہ گئے جیسے

دِيَارِهِمْ جَثِيمِينَ ۝۱۶ كَأَن لَّمْ يَعْنُوا فِيهَا ؕ إِلَّا بُعْدًا لِّلْمَدِينِ كَمَا بَعْدَتْ ثَمُودُ

کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے خوب سن لو مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے

حَضْرَتِ شُعَيْبٍ أَوْرَاقِ قَوْمِ كَاقِصَّةٍ ؕ

تمام نبیوں کی طرح حضرت شعیب علی نبینا وعلیہ السلام نے

قبول کرنے کی دعوت پیش کی اور پچھلی تمام قوموں کی طرح اس نے بھی اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور بالآخر

عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئیں۔

اس قوم میں ایک زبردست عیب یہ بھی تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی، آپ نے ان کو اس سے بھی منع فرمایا کہ کفر و شرک کر کے ناپ تول میں کمی کر کے یا دوسرے طریقے سے لوگوں کے حقار کر ظلم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ، اس قوم کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ یہ ڈاکہ ڈالتی اور امانت میں خیانت کرتی تھی، آپ کی یہ نصیحت سن کر بطور مذاق کہنے لگے ایسا لگتا ہے بس آپ ہی پوری قوم میں عقل مند اور نیک ہیں باقی ہم اور ہمارے بزرگ سب پاگل تھے، حضرت شعیبؑ ناز بہت پڑھا کرتے تھے، کہنے لگے شاید آپ کی نازیہ حکم دیتی ہے کہ ہم سے ہمارے بزرگوں کا دین چھڑا دیں اور ہم اپنے معاملات میں آپ کے محتاج ہو جائیں کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز۔

قوم کی ان کڑی باتوں کا جواب آپ نے بڑے سیٹھے انداز میں دیا فرمایا میرے عزیزو میں صرف تمہاری ہمدردی اور بھلائی کیلئے یہ نصیحتیں کرتا ہوں اور ذرا اس پر بھی توجہ دیا کہ جن بری باتوں سے تم کو منع کرتا ہوں خود بھی تو ان کو نہیں کرتا، ان سے بچنا ہوں ایسا نہیں کہ میں تم کو دنیا حاصل کرنے سے روکوں اور خود سیٹھنے لگوں، آپ نے فرمایا میری باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرو، بلا سوچے سمجھے میری مخالفت پر کمر بستہ نہ ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عداوت و مخالفت کی وجہ سے تم پر کوئی ایسا سخت تباہ کن عذاب آجائے جیسا تم سے پہلے قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح یا قوم لوط علیہم السلام پر آچکا ہے اور قوم لوط کا واقعہ گذرے تو ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں ہوا۔ نیز ان کی الٹی ہوئی بستیاں بھی تمہاری بستیوں سے زیادہ دور نہیں قریب ہی ہیں جا کر دیکھو ان کا کیا انجام ہوا اس سے عبرت حاصل کرو، اور کفر و شرک سے توبہ کر کے خدائے وحدہ لا شریکؑ کی بندگی اختیار کر کے اپنی آخرت سنوار لو۔

حضرت شعیبؑ کی یہ باتیں سن کر قوم اور بھی جوش میں آگئی اور کہنے لگی آپ کے کنبہ کے لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا خیال آتا ہے نہیں تو اب تک آپ کو سنگسار کر ڈالتے، آپ نے فرمایا افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں، اور واضح نشانات اپنی سچائی پر دکھا رہا ہوں گویا تمہاری نظر میں میرے کنبہ کی عزت اور اس کا دباؤ اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت سے زیادہ ہے۔

بہر حال جب قوم تمام کوششوں کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہی تو آپ نے فرمایا خدا کے فضل سے میں دین حق پر ہوں بس اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں، بالآخر عذاب کا وقت آیا اور حضرت جبریلؑ کی ایک سخت چیخ سے پوری قوم ہلاک ہو گئی، صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ملے، اس عذاب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ اور آپ کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا۔

قومِ شعیب پر عذاب کی نوعیت

قومِ شعیب پر عذاب کس طرح آیا؟ یہاں ذکر ہے کہ فرشتہ کی چیخ سے ہلاک کئے گئے اور سورہ اعراف میں گذرا کہ زلزلہ سے ہلاک کئے گئے اور سورہ شعراء میں ہے عذاب کے بدل ان پر مسلط کر دئے گئے تھے ان سے ہلاک ہوئے علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ کلامِ پاک میں موقع کے مطابق اثنے ایک ایک عذاب کا ذکر فرما دیا ہے اور جب عذاب دیا گیا تھا اس وقت ان تینوں چیزوں سے اس قوم کو ہلاک کیا گیا بہت ممکن ہے چیخ ہی سے زلزلہ کی کیفیت پیدا ہو گئی ہو اور پھر آسمان سے ان پر آگ کا عذاب نازل کیا گیا جیسا کہ صاحبِ قصص القرآن لکھتے ہیں کہ گھٹنوں کے بل اونڈھے جھلے ہوئے پڑے ہیں، اس قصہ کی تفصیل سورہ اعراف آسان تفسیر پارہ ۱۷ ص ۹۷ پر گذر چکی ہے۔ وہاں دیکھ لی جائے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَٓئِهِ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے معجزات اور دیں روشن دیکر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سورہ

فَاتَّبِعُوْا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ

لوگ فرعون کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی وہ قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے

الْقِيٰمَةِ فَاُوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوَرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ وَاتَّبِعُوا فِيْ هٰذِهِ لَعْنَةُ

آگے ہوگا پھر ان کو دوزخ میں جاتا رہے گا اور وہ دوزخ بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ آتارے جاویں گے

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ بِئْسَ الزَّوْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ہوگی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔

ان آیات میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداروں

کے پاس اپنے معجزات اور روشن دلیل دے کر بھیجا، حضرت موسیٰ نے ان کو کفر و شرک

سے باز رہنے اور توحید و رسالت کو تسلیم کر لینے کی دعوت دی مگر اس کے سرداروں نے اس کو ٹھکرا دیا،

فرعون کفر و شرک پر قائم رہا اور وہ لوگ بھی فرعون کی گمراہ روش پر چلتے رہے، بس جس طرح ان لوگوں

نے فرعون کی دنیا میں اندھی تقلید کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی اس کی اسی طرح پیروی کریں گے، فرعون

آگے آگے اور یہ سب پیچھے پیچھے آخری منزل جہنم تک پہنچ جائیں گے جہاں انھیں ٹھنڈے

پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی، دنیا میں بھی قیامت تک ان پر

لعنت ہوتی رہے گی، اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت کی جائے گی،

بس یہی انجام ہے ایسے سرکشوں کا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْقُرْءِ نَقْصَتُهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ۝ وَمَا

یہ زحمت شدہ بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں بعض بستیاں تو ان میں قائم ہیں اور بعض کا

ظَلَمْنَهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَمَا اَغْنَتْ عَنْهُمْ اِلٰهَتُهُمْ اَلَّتِي يَدْعُوْنَ

بالکل خاتمہ ہو گیا اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انھوں نے خود ہی اپنے آپ پر ظلم کیا سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتٰبٍ ۝

کرو بوجھتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے رب کا حکم آپہونچا اور اٹھا ان کو نقصان پہونچایا اور آپ کے

وَكَذٰلِكَ اَخَذُ رَبُّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرْءِ وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنْ اَخَذَهَا اِلَيْمٌ

رب کی دار و گیر ایسی ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دار و گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں بلاشبہ اس کی

شَدِيْدٌ ۝

دار و گیر بڑی الم رساں سخت ہے ۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ پچھلی قوموں (مثلاً قوم نوح، قوم لوط، قوم عاد و ثمود، قوم

فرعون وغیرہ) کے قصے جو تم کو سنائے گئے ہیں کہ کس طرح انھوں نے ہمارے

پیغمبروں کی نافرمانی کی اور پھر کس طرح ہمارے عذاب میں گرفتار ہوئے ان میں سے بعض کی بستیاں

ابھی باقی ہیں جیسے ملک مصر اور بعض کے کھنڈرات باقی ہیں جیسے قوم لوط کی بستیاں اور بعض کا نام و

نشان بھی صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہا ۔

ایک سوال کا جواب | ان قوموں کی تباہ کن داستانیں سن کر کسی کے ذہن میں یہ سوال نہ آئے

کہ یہ تو ان پر کھلا ہوا ظلم ہے، کیونکہ اللہ پاک نے ان کو بے قصور سزا نہیں

دی بلکہ جب یہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے نکل گئے اور اس طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق

ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا ۔

اور جن معبودوں (رتبوں) کو یہ اپنا محافظ سمجھتے تھے وہ ان کی مصیبت میں

قطعاً کام نہ آئے بلکہ اُن کے بلاکت کا سبب بنے کہ انھیں کی پوجا کی وجہ سے ان کو عذاب

میں مبتلا ہونا پڑا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے جب کوئی قوم کفر و شرک

اور نافرمانی و سرکشی میں حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ پاک سخت دردناک سزا دیتے ہیں،

حتیٰ کہ ان کی بستیوں کو الٹ دیتے ہیں ۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَن خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ ۖ لَهُ

ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی ہمت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے

النَّاسُ وَ ذَلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۝ وَمَا تُوخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدُّودٍ ۝ يَوْمَ

اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم انکو صرف تھوڑی مدت کے لئے ملتوی کئے ہوئے ہیں جس وقت وہ دن آدے گا

يَاتِ لَا تَكَلُمُ نَفْسٌ إِلَّا بِآذِنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا

کوئی شخص بدون خدا کی اجازت کے بات تک نہ کرے گا پھر ان میں سے بعض تو شقی ہوں گے اور بعض سعید ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو

فِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝ خَلْدَيْنِ ۚ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ

دوزخ میں ایسے حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی ہمیشہ ہمیش کو اس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین

وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ

قَامُوا فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ رَحْمَةٌ ۖ فَسِرُّوا لَهُمْ بِهَا يَوْمَ تُخْرَجُونَ مِنْ حَتَّىٰ تُؤْتَوْنَ

تاکم میں ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے آپ کا رب جو کچھ چاہے اسکو پورے طور پر کر سکتا ہے اور وہ گئے وہ لوگ جو

سُعِيدُوا فِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا

سعید ہیں سودہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین قائم رہیں ہاں اگر خدا ہی کو

مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ عَطَاءٌ غَيْرٌ مُّجْدُودٍ ۝

منظور ہو تو دوسری بات ہے وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا

تفسیر

ارشاد ہے کہ پچھلی قوموں کے واقعات میں بڑی عبرت ہے اس شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے وہ سوچے گا جب اللہ کا عذاب دنیا میں اس قدر سخت ہے تو آخرت میں جو اصل بدلہ کی جگہ ہے وہاں کس قدر سخت اور دردناک عذاب ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ آخرت کا دن (قیامت) ایسا ہوگا کہ اس میں تمام انسان جنات، فرشتے اور دیگر تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے گا اس روز خدا کی اس عدالت میں تمام اگلی پچھلی مخلوق موجود ہوگی کوئی ایک فرد بھی غیر حاضر نہیں ہوگا

اس عظیم دن کے متعلق زمانہ جاہلیت کے عرب اور آج کے مفسرین بھی کہتے ہیں کہ آخریہ دن آئے گا کب، اسکا قرآن کریم نے ہر جگہ ایک ہی جواب دیا ہے کہ اللہ کے علم میں جو میعاد اس کے لئے مقرر ہے

وہ ٹھیک اسی وقت آئیگا ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوگا۔ اس کے آنے میں کسی قسم کا شک مت کرو، وہ یقینی طور پر آئیگا اور اس دن کی ہیبت کا عالم یہ ہوگا کہ کسی میں بھی یہ ہمت و جرات نہ ہوگی کہ بغیر خدا کی اجازت ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے، میدان محشر میں کچھ لوگ بد بخت (کافر) ہوں گے اور کچھ لوگ نیک بخت (مومن) ہوں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہم ایک جنازہ کے ساتھ نکلے، بقیع نامی قبرستان میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (چھڑی ہاتھ میں لئے سامنے سے آتے) نظر آئے آپ تشریف لاکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر چھڑی سے زمین کو کریدتے رہے پھر فرمایا کوئی جان ایسی نہیں کہ جنت یا دوزخ میں (پہلے سے) اس کی جگہ لکھ نہ دی گئی ہو یا اس کا بد بخت و نیک بخت ہونا نہ لکھ دیا گیا ہو، یہ سنکر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ تو پھر میں اپنے (مقرر میں) لکھے پر بھروسہ کیوں نہ کروں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دوں، حضور نے فرمایا نہیں، عمل کئے جاؤ ہر ایک کو (تقدیر میں) لکھے ہوئے عمل کی توفیق دی جاتی ہے، اور نیک بختوں کو نیک بخت والے عمل کی توفیق دی جاتی ہے

بہر حال جو لوگ بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار بڑی رہے گی اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور وہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی، ہاں اگر خدا ہی کو نکانا منظور ہو تو اور بات ہے، کیونکہ خدائے تعالیٰ جو کچھ چاہے اس کو پورے طور پر کر سکتا ہے مگر ان بد بخت کافروں کو جہنم سے نکلنا نصیب نہ ہوگا، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ جو اصول بنا چکے ہیں وہ ان کو ہرگز نہیں توڑیں گے، اللہ نے فرمایا کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور مومن آخر کار جنت میں جائیں گے، بس اس کے خلاف قطعاً نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ نیک بخت ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَنَوَفُّهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ۚ

سو جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اسکے بارے میں ذرا شبہ نہ کرنا یہ لوگ بھی اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جس طرح ان کے قبل

کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور ہم یقیناً ان کا حصہ ان کو یوراپورا بے کم و کاست پہنچا دیں گے

اقوال تحقیق :- مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ کا ترجمہ مفسرین نے ہمیشہ کیا ہے، یہ عرب کے محاورہ کے مطابق ہے کیونکہ اہل عرب جب کسی چیز کے دوام و ابدیت کو بتلانا چاہتے ہیں تو اس وقت یہی جملہ ما دامت الخ بولتے ہیں۔

کفر کی ترقی سے دھوکہ نہ کھائیے

اس آیت میں بیان ہے کہ اتنی مخلوق کا کفر و شرک کے راستے پر چلنا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکا کھاکر آدمی شبہ میں پڑ جائے کہ یہی صحیح راستہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی معقول دلیل بھی نہیں، بس یہ اپنے باپ داداؤں کی اندھی تقلید اختیار کئے ہوئے ہیں جلد ہی ان کو غلط راستہ (کفر و شرک) اختیار کرنے کی پوری پوری سزا مل جائے گی، بس ان کے لئے صرف چند روزہ دنیوی زندگی ہی میں عیش و عشرت اور راحت و آرام ہے، اسکے بعد مصیبت ہی مصیبت ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ سَبَقَتْ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے
مِنْ رَبِّكَ لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ۖ وَاتَّهَمُ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۚ وَإِنْ كَلَّا
ٹھہر چکی ہے تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تیرہ دہائیوں میں ڈال رکھا ہے
لَمَّا لِيُؤْفَيَنَّهُمْ رَأْيُكَ أَتَمَّالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

اور یاقین سب کے لیے ہی میں کر آپ کا رب ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا حصہ دے گا وہ یاقین ان کے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے
تفسیر: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو توریت دیکر بھیجا تو ان کی قوم میں تفریق پیدا ہو گئی
کچھ نے توریت کو مانا کچھ نے اس کا انکار کیا، جس طرح قرآن کریم کے متعلق آج بھی
اختلاف ہو رہا ہے، بلا شک و شبہ اللہ کو یہ قدرت تھی کہ اپنی کتاب کے زمانے والوں کا صفایا کر کے
اختلاف کا خاتمہ کر دیتے مگر اللہ پاک کا اصول ہے کہ وہ ہر ایک کو جہلت دیتا ہے اور پھر ایک خاص وقت
(قیامت) میں ان کا فیصلہ کرے گا، اس جہلت اور ڈھیل کی وجہ سے یہ لوگ فیصلہ اور سزا کے دن
(قیامت) میں شبہ کرنے لگے کہ جب عذاب ابھی تک نہیں آیا تو اب کیا آئیگا؟
مگر یہ بات بالکل اٹل ہے کہ جب اللہ کے عذاب کا مقررہ وقت آئیگا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب
کر دیا جائیگا، تاخیر عذاب سے یہ مت سمجھو کہ اسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں وہ تمہارے ہر چھوٹے بڑے
ظاہر و پوشیدہ عمل سے بخوبی واقف ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

تو آپ جسطرح کر آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہئے اور لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ سے ذرا مت نکلو

بَصِيرٌ ۝ وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَسْكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

دہ تم کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے اور ان ظالموں کی طرف مت جھکو کسی تمکو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور خدا کے سوا تمہارا کوئی طاقت

دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءٍ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا

کرنے والا نہ ہو پھر حایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو اور آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات

مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرٌ لِلذَّكْرَيْنِ ۝

کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

تفسیر :- رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ اور آپ کے وہ ساتھی

جو کفر سے توبہ کر کے دولت ایمان سے مشرف ہوئے ہیں احکامات الہیہ پر مستقل مزاجی

سے قائم رہیں، عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، دعوت و تبلیغ وغیرہ ہر چیز میں افراط و تفریط سے

علحدہ ہو کر میانہ روی اور استقامت کی راہ پر سیدھے چلیں، کسی معاملہ میں بھی حد سے نہ بڑھیں۔

استقامت سے کیا مراد ہے | حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ استقامت سے مراد یہ ہے کہ

امرو تو اہی پر قائم ہو جائے اور لومڑی کی طرح سیدھے راستے

سے ادھر ادھر نہ مڑے۔ اور اس بات کا یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

اور جو لوگ حد سے بچنے والے، ظلم کرنے والے (کافروں و مشرکین وغیرہ) ہیں اے مومنوں تمہارا

میلان و رجحان ان کی طرف معمولی سا بھی نہ ہونا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آگ کی لپٹیں تم کو بھی جلا ڈالیں

یاد رکھو ایسی حالت میں نہ تو خدا کے علاوہ کوئی تمہاری مدد کر سکے گا اور نہ ہی خدا کی مدد و نصرت تم

کو نصیب ہو سکے گی۔

اس کے بعد والی آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم کو اللہ کی مدد و نصرت اور تقرب چاہئے تو نماز

قائم کرو یعنی تمام ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ نماز ادا کرو اور پھر اجمالی طور پر نماز کے اوقات کا ذکر

اس طرح فرمایا کہ دن کے دونوں سروں یعنی شروع اور آخر میں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز قائم

کرو، دن کے دونوں سروں کی نمازیں فجر اور عصر میں اور رات کے حصوں کی نماز مغرب و عشاء ہیں،

اس آیت میں اس طرح چار نمازوں کے اوقات کا ذکر آگیا، رہ گیا ظہر تو اس کا ذکر دوسری آیت اَقِمِ

الصَّلَاةَ لِلدُّلُوكِ الشَّمْسِ میں آیا ہے۔

نماز کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اسی آیت میں نیک اعمال کا یہ فائدہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی ہیں مطلب یہ ہے کہ جتنے بھی نیک اعمال ہیں، نماز روزہ زکوٰۃ حج صدقات وغیرہ ان سب کی برکت سے تمہارے صغیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں کیونکہ قرآن و حدیث نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ و استغفار کے معاف نہیں ہوتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ قرآن اور اس کے احکامات ایک اہم نصیحت ہے ان لوگوں کیلئے جو نصیحت قبول کرتے ہیں اس میں اشارہ ہے کہ ہٹ دھرم اور ضدی آدمی جو کسی چیز پر غور ہی نہ کرے وہ ہر ہدایت اور نصیحت سے محروم رہتا ہے۔

قرآن کریم میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت حاصل کرنے میں دو چیزوں کی خاص دخل حاصل ہے نماز و صبر۔ مطلب یہ ہے کہ مومن خدا کی عبادت و اطاعت میں ثابت قدم رہے اور کسی دکھ درد کی پروا نہ کرے، تب خدا کی مدد و نصرت اور تقرب حاصل ہوتا ہے، اللہ پاک کا یہ دستور ہے کہ وہ کسی نیکو کار کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتا بلکہ اندازہ سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

تو جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے

فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ، وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا

بحر چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے بچا لیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے

فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ

اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب

وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝

ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوئے

پچھلی قوموں پر عذاب نازل ہونے کی وجہ | پچھلی قوموں کے حالات پر افسوس ہے کہ ان میں

سے منع کرتے اور روکتے، اسی لئے فساد یوں اور نہ روکنے والوں پر عذاب الہی نازل ہوا جس سے وہ ہلاک و برباد ہو گئے۔

امر بالمعروف کی اہمیت :- مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی، لکھتے ہیں کہ درحقیقت سن آیت میں

پچھلی قوموں کے حالات سنا کر امت محمدیہ کو اسبھارا گیا ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں، پچھلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر ہر قسم کے جرم کرتے رہے، اور بڑے با اثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انھوں نے منع کرنا چھوڑ دیا تھا، کفر و ظلم سے دنیا کی حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا چند گنتی کے آدمیوں نے امر بالمعروف کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی پوری قوم تباہ ہو گئی۔

اس کے بعد بیان ہے کہ جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں، ظلم و فساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ انھیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے، عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر و ظلم اور فساد میں حد سے نکل جائیں۔ صاحب تفسیر معارف لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے اور مصلحون سے مراد وہ لوگ ہیں جو باوجود مشرک و کافر ہونے کے ان کے معاملات، اخلاق اچھے ہوں، کسی کو نقصان و تکلیف نہ پہنچاتے ہوں، جھوٹ نہ بولتے ہوں، دھوکہ نہ دیتے ہوں، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا عذاب دنیا میں کسی قوم پر محض ان کے مشرک و کافر ہونے وجہ سے نہیں آتا جب تک کہ وہ اعمال و اخلاق میں بھی ایسے کام نہ کرنے لگیں جن سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، پچھلی جتنی قوموں پر عذاب آئے ان کے خاص خاص اعمال بد اس کا سبب بنے۔ قوم نوح ؑ نے اپنے پیغمبر کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اس لئے ان پر عذاب آیا، قوم شعیب نے ناپ تول میں کمی کی اس لئے ان پر عذاب آیا، قوم لوط نہایت بُری قسم کی بدکاری میں مبتلا ہوئی اس لئے اس پر خدا کا عذاب نازل ہوا اسی طرح قوم موسیٰ و عیسیٰ نے اپنے پیغمبروں کو ستایا جس کی وجہ سے وہ دنیا میں عذاب خداوندی کے مستحق ہوئے، قرآن کریم نے ان قوموں پر دنیا میں عذاب نازل ہونے کا سبب انھیں اعمال و افعال کو بتایا ہے صرف کفر و شرک کی وجہ سے دنیا میں عذاب نہیں آتا، اس کی سزا تو ہمیشہ کیلئے دوزخ کے انگاروں میں جلنا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝۲۸

اور اگر تو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنادیتا اور ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس

إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ

پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگی کہ

مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۳۰﴾

میں جہنم کو جاسے۔ سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا۔

تمام انسان ایک مذہب پر کیوں نہیں؟ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو سب کے سب مسلمان ہی ہو جاتے، ان میں کوئی اختلاف نہ رہتا، مگر بقضائے حکمت اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی کو کسی عمل پر مجبور نہیں کرتے بلکہ اللہ نے انسان کو ایک قسم کا اختیار سونپ رکھا ہے جس کے ماتحت وہ اچھا یا برا جو چاہے عمل کر سکتا ہے، اور انسان کی طبیعتیں اور مزاج مختلف ہیں اسلئے راہیں بھی مختلف ہوتی ہیں اور عمل بھی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ہمیشہ دین حق سے اختلاف ہی کرتے رہیں گے سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم فرمایا وہ اختلاف کرنے والوں سے علیحدہ رہیں گے اور وہ ہیں انبیاء علیہم السلام کا اتباع کرنے والے۔ حاصل یہ کہ ہمیشہ دو جماعتیں رہیں گی ایک دین حق کا اتباع کرنے والی، دوسری اس سے اختلاف کرنے والی، اس طرح حق تعالیٰ شانہ کی یہ بات پوری ہو گئی کہ دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ، وَجَاءَكَ فِي

اور ہم پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو

هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۱﴾ وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا

تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون نہیں ہے جو خود بھی راست ہے اور مسلمانوں کیلئے نصیحت ہے اور کافروں

عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنْ أُنِصُّوا، وَانْتَظِرُوا، إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۳۲﴾ وَبِشَيْءٍ غَيْبٍ

ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی عمل کر رہے ہیں اور تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں اور آسمانوں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ، وَمَا رَبُّكَ

اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے تو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور

بِغَافِلٍ عَنَّا تَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾

اسی پر بھروسہ رکھئے اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔

تفسیر :- اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ ہم آپ کو جو پچھلی قوموں کے واقعات سناتے ہیں کہ انھوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا، ان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں اور رسولوں نے ان پر صبر کیا جس کے نتیجہ میں نافرمان قوم پر عذاب آیا اور رسول اور ان کے اتباع کرنے والے مومنین کو نجات ملی۔ یہ واقعات اس لئے سناتے ہیں تاکہ آپ کا دل مضبوط ہو اور کامل سکون نصیب ہو، اور

مسلمانوں کو عبرت و نصیحت حاصل ہو اس کے بعد فرمایا کہ اگر کافرین و مشرکین واضح دلائل اور عبرتناک واقعات سن لینے کے بعد بھی دین حق قبول نہ کریں تو آپ بطور تنبیہ ان سے فرما دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں اور ان اعمال کے نتیجہ کے تم بھی منتظر رہو اور ہم بھی منتظر ہیں، چنانچہ اس کے بعد کی تاریخ نے ثابت کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں پر فتح و کامیابی اور غلبہ عطا فرمادیا بلاشبہ آسمان و زمین کی کوئی چیز بھی حق تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں اس کو ذرہ ذرہ کی خبر ہے اور ایک وقت پوری مخلوق کے معاملات اسی کی عدالت میں پیش ہونے والے ہیں اس وقت وہ ان کافروں سے باز پرس کرے گا، بس اے محمد آپ اپنے پروردگار کی عبادت و اطاعت میں لگے رہئے اور اپنے ہر کام میں اسی پر مکمل بھروسہ رکھئے وہ بہترین کارساز و مددگار ہے۔

الحمد للہ سورہ ہود کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

(۱۲) سُورَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ (۵۳)

شروع کراہوں اللہ کے نام سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الَّذِي تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا ۝

ترجمہ :- یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی (زبان میں) تاکہ تم سمجھ سکو۔ ہم نے جو تعقلوں ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا ۝

یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے

الْقُرْآنَ ۝ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝

ہیں اور اس کے قبل آپ محض بے خبر تھے۔

سورۃ یوسف کا شان نزول

سورۃ یوسف کے شان نزول کے متعلق حدیثی روایات اور اقوال مفسرین کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ نے ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے متعلق یہودیوں سے گفتگو کی اور اپنی بے چینی و پریشانی کا اظہار کیا اس پر یہودیوں نے کفار مکہ سے کہا اگر تم محمد عربی کو ناکام بنانا اور جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہو تو ان سے یہ سوال کرو کہ آل یعقوب ملک شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور یوسف علیہ السلام سے متعلق جو واقعات ہیں ان کی تفصیل کیا ہے؟ اے کفار مکہ یاد رکھو اگر وہ نبی نہیں تو تمہارے اس سوال کا جواب ہرگز نہیں دے سکے گا۔ بہر حال کفار مکہ نے یہودیوں کی ہدایت کے مطابق حضور سے سوال کیا تو آپ نے وحی الہی کے ذریعہ وہ سب کچھ ان کو سنایا جو سورۃ یوسف میں موجود ہے، اور اس طرح اللہ نے حضور کا نبی برحق ہونا ثابت کر دیا۔

قصہ یوسفؑ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کو مسلسل ترتیب وار ایک جگہ بیان کیا گیا ہے ورنہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصوں کو موقع بموقع قرآن کریم کے مختلف مقامات میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ عز و جل مقطعات میں سے ہے اس کی تفصیلات سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ سورۃ یوسف کی یہ آیات ایک واضح کتاب (قرآن کریم) کی ہیں جن کا منجانب اللہ ہونا بالکل واضح ہے اور ان آیات میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ نہایت واضح اور روشن ہے، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس واضح اور پاکیزہ کتاب قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے چونکہ خود پیغمبر عربی ہیں اس لئے ان کے اولین مخاطب عربی ہوں گے، اس لئے قرآن کریم کو عربی زبان میں اتارا تاکہ وہ خود اس سے پورے پورے مستفیض ہوں اور پھر دوسروں کو اس کا فائدہ پہنچائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا پہلے اہل عرب نے قرآن کو خود سمجھا اور پھر دوسروں کو سمجھایا۔

صاحب تفسیر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ پاکیزہ کتاب (قرآن مقدس) پاکیزہ زبان (عربی) میں پاکیزہ رسول (محمد عربی) پر پاکیزہ فرشتے (جبریل) کے ذریعہ پاکیزہ بستی (مدینہ طیبہ) میں پاکیزہ مہینہ (رمضان شریف) میں نازل فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے محمدؐ ہم بیان کرتے ہیں آپ کے لئے بہترین قصہ اس قرآن کو بذریعہ وحی نازل کر کے، بیشک آپ اس سے پہلے ان تمام واقعات سے ناواقف تھے، کیونکہ نہ تو آپ نے کوئی کتاب پڑھی اور نہ کسی استاد سے کچھ سیکھا تھا اور یہ قصہ یوسف بھی اتنا زائد مشہور نہیں تھا کہ عام آدمی اس کو جانتا ہو۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

جب کہ یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں

رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ۖ قَالَ يَبْنَئِي لَأَتَقُصَّ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ

ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے انھوں نے فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت

فَيَكِيدُ وَالْكَائِدَاءُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۖ وَكَذَلِكَ

کرنا پس وہ تمھارے لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے بلاشبہ شیطان آدمی کا مرتجہ دشمن ہے اور اسی طرح تمھارا رب تم

يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

کو منتخب کرے گا اور تمکو خوابوں کی تعبیر کا علم دیگا اور تم پر اور یعقوب کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا

وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ

جیسا اس کے قبل تمھارے دادا پر دادا یعنی ابراہیم و اسحاق پر اپنا انعام کامل کر چکا

رَبُّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

ہے واقعی تمھارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے

حضرت یوسفؑ کا خواب | اس سے پہلی آیات میں تو بطور تمہید چند باتیں بیان ہوئیں اب ان آیات سے اصل قصہ شروع کیا جا رہا ہے، حضرت یوسفؑ نے اپنے

والد حضرت یعقوب علیہم السلام سے عرض کیا ابا جان میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور

چاند اور سورج میرے سامنے جھک رہے ہیں، حضرت یوسفؑ نے یہ خواب کم سنی میں دیکھا جمعہ کی رات

تھی جو کہ شب قدر بھی تھی، بیٹے کا یہ مبارک خواب سنکر باپ نے فرمایا بیٹا! یہ خواب اپنے بھائیوں کو

مت سنانا نہیں تو وہ تیرے خلاف کوئی سازش کریں گے، بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا

دشمن ہے وہ تیرے بھائیوں کے دلوں میں دوسے اور بُرے خیالات ڈال کر تجھے تکلیف پہنچانے

کیلئے انھیں آمادہ کرے گا۔

حضرت یعقوبؑ نے خواب بتلانے سے اس لئے منع کیا کہ اس خواب کی تعبیر بہت واضح تھی

اور یوسفؑ کے بھائیوں کو جو بہر حال خاندان نبوت میں سے تھے ایسے واضح خواب کی تعبیر سمجھنا کچھ

مشکل نہ تھا، اگر گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند ماں ہے اور سورج باپ ہے، گویا یہ سب

حضرت یوسفؑ کی عظمت شان کے سامنے ایک وقت سر جھکائیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اس خواب سے پہلے ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسفؑ کے ساتھ

باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اس کے سوتیلے بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں اور اگر یہ خواب سن لیا

تو شیطان حسد و بد لہ کی آگ ان کے دلوں میں بھرا کا دے گا، ان گیارہ بھائیوں میں حضرت یوسفؑ کا ایک حقیقی بھائی بھی تھا بنیامین اس سے اگرچہ کوئی خطرہ نہیں تھا مگر اس کے سامنے بھی خواب بیان کرنے سے احتیاطی طور پر منع کیا کہیں اس کے منہ سے کسی کے سامنے نکل جائے کہ میرے بھائی یوسفؑ نے یہ خواب دیکھا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے نخت جگر یوسفؑ سے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ تجھ کو یہ عزت بخشیں گے کہ تیرے بھائی وغیرہ سب تیرے مطیع ہوں گے، اسی طرح دوسری عزت یہ بھی بخشیں گے کہ اپنے انعامات و احسانات کے لئے تیرا انتخاب فرمائیں گے چنانچہ اس کا ظہور ملک مصر میں حکومت اور عزت و دولت ملنے سے ہوا۔

اور فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کا ایک انعام تجھ پر یہ بھی ہوگا کہ خواب کی تعبیر کا فن تجھ کو سکھا دیا جائیگا جو کسی کسی خوش قسمت کو نصیب ہوتا ہے، اور اسی طرح تجھ کو وہ فراست و دراندیشی بھی نصیب ہوگی جس سے کام کے انجام کو فوراً پرکھ لیا جائے۔

اور اے یوسفؑ اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی نعمت پوری فرمادیں گے جس طرح تیرے باپ دادا حضرت ابراہیمؑ و اسحقؑ پر نبوت نعمت پوری کر چکے، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یوسفؑ کو نبوت بھی عطا کی جائے گی، بلاشبہ تیرا بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے وہ جس چیز کو جس کو مستحق سمجھتا ہے اس کو عنایت کر دیتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِّلْمُتَذِلِّينَ ۝

یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں ان لوگوں کیلئے (جو آپ ان کا قصہ) پوچھتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے سے پہلے **قصہ یوسفؑ عبرت سے بھر پور ہے** | اللہ تعالیٰ اس قصہ کی اہمیت کو واضح فرما رہے ہیں

کہ یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے واقعہ کو تم محض قصہ و کہانی اور افسانہ سمجھ کر مت پڑھ ڈالنا، حقیقت یہ ہے کہ اس قصہ میں بے شمار عبرتیں اور نصیحتیں موجود ہیں اور اللہ کی قدرت اور محمدؐ کی نبوت پر واضح دلائل موجود ہیں اللہ کی قدرت دیکھئے کہ جس بچے کو اس کے بھائیوں نے ہلاکت کے غار میں ڈال دیا اللہ نے اس کی کس طرح حفاظت فرمائی، اور پھر اس کو حکومت و سلطنت کا مالک بنا دیا۔

اور وہ یہودی و کفار مکہ جنہوں نے حضور علیہ السلام سے یہ قصہ بطور آزمائش پوچھا تھا ان کو آپ کی زبانی یہ مکمل و مفصل قصہ سنا کر آپ کی نبوت کو ثابت فرما دیا۔

اِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ آبَيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝ اَقْتُلُوا يُوسُفَ وَاَطْرَحُوهُ اَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنۢ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ

جب کہ ان کے بھائیوں نے گفتگو کی کہ یوسف اور ان کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک ضلٰلِ مُّبِينِ ۝ اقتلو یوسف و اطرحوه ارضا یخل لکم وجہ ابیکم و جماعت کی جماعت میں واقعی ہمارے باپ کھل غلطی میں ہیں یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ تو تمہارے نگوںوا من بعدہ قومًا صالحین ۝ قال قائل منہم لا تقتلوا یوسف

باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جاوے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے انہیں میں سے ایک کہنے والے وَالْقُوَّةُ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهَا بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فَعٰلِيْنَ ۝ نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جاوے اگر تم کو کرنا ہی ہے

بیٹے سے بے پناہ محبت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی پہلی بیوی حضرت کیا کے انتقال کے لیا کی حقیقی بہن راحیل سے نکاح کر لیا تھا ان سے دو بچے حضرت یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے اور ان کا انتقال بھی بنیامین کی پیدائش کے وقت ہو گیا تھا باقی دس لڑکے پہلی بیوی حضرت ریتا سے تھے، بہر حال حضرت یوسف و بنیامین دونوں حقیقی بھائی تھے، حضرت یعقوب کو ان دونوں سے بہت زیادہ پیار تھا، ایک تو ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے دوسرے ماں کا سایہ ان کے سر پر نہ ہونے کی وجہ سے۔

حضرت یعقوب نور نظر یوسف کے متعلق اپنے نور فراست یا الہام ربانی سے یہ سمجھ چکے تھے کہ اس کا مستقبل نہایت روشن ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ اس کی ذات سے وابستہ ہونے والا ہے، نیز خود حضرت یوسف کا حسن صوت و سیرت اور ظاہری و باطنی خوبی، والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ اپنی طرف کیے ہوئے تھے۔

دوسرے بھائیوں کو اپنے والد کا یوسف سے اس قدر پیار و محبت سخت ناگوار گذرتا تھا اور اس کو وہ اپنے والد کی کھلی ناراضگی اور غلطی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ دونوں کم عمری کی وجہ سے باپ کی کچھ خدمت کرنے کے قابل نہیں اور ہم دس کے دس مستقل ایک جماعت ہیں اور اپنی طاقت و تعداد کی وجہ سے باپ کے لئے ہر طرح کا سہارا ہیں اور ان کی ہر قسم کی خدمت ہم ہی کرتے ہیں

حسد کی آگ

بہر حال بغض و حسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی، آخر آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ کو ہم اپنی

طرف کھینچ سکیں لہذا اس دیوار ہی کو بچ سے ہٹا دیا جائے چاہے یوسف کو قتل کر کے یا کسی دور دراز ملک میں پھینک دو جہاں سے واپس نہ آ سکے پھر والد محترم کی تمام توجہ اور مہربانی ہم پر ہونے لگے گی۔ بس یہ کام کر ڈالو بعد میں توبہ کر کے خوب نیک بن جائیں گے گویا زند کے زند ہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ اِنْ كُنْتُمْ بَعْضُ مَفْسَرِينَ نے یہ لئے ہیں کہ یوسف کے بعد ہمارے سارے کام ٹھیک ہو جائیں گے کیونکہ والد صاحب یوسف سے یاوس ہو کر ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے یا یہ مطلب ہے کہ یوسف کے خاتمہ کے بعد باپ سے عذر و معذرت کر کے پھر ویسے ہی ہو جائیں گے، بنیامین کے معاملہ کو غالباً ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی اصل آڑ وہ یوسف ہی کو سمجھتے تھے۔

ان دس بھائیوں میں یہود سب سے بڑا تھا، سب کی باتیں سننے کے بعد وہ بولا، قتل کرنا بہت سنگین کام ہے، ہمارا مقصد بغیر قتل کے بھی حل ہو سکتا ہے ایسا کرو کہ بستی سے دور کسی گمنام کنویں میں یوسف کو ڈال دو۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے غِيَابَتِ الْجُبِّ اس طاقچہ کو کہتے ہیں جو کنویں میں پانی سے تھوڑا اوپر بنا ہوا ہوتا ہے، طاقچہ والے کنویں میں ڈالنے سے مقصد یہ تھا کہ ہم قتل و ہلاکت کے گناہ سے بھی بچ جائیں گے اور مقصد بھی حل ہو جائے گا، اور بہت ممکن ہے کوئی مسافر ادھر سے گذرے اور وہ یوسف کو نکال کر اپنے ہمراہ لے جائے اس طرح سانپ بھی مر جائیگا اور لاش بھی نہیں ٹوٹے گی اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور پھر ابا حضور سے یوسف کو اپنے ساتھ سیر کو لے جانے کی درخواست کی جس کا بیان اگلی آیت میں ہے

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَصِحُونَ ۝ أَرْسِلْهُ

سب نے کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم ان کے خیر خواہ ہیں آپ ان

مَعَنَا غَدًا يَرْتَع وَيَلْعَبُ ۝ إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا

کو کل کے روز ہمارے ساتھ بھیجے کہ ذرا وہ کھاویں کھلیں اور ہم ان کی پوری محافظت رکھیں گے، یعقوب نے فرمایا کہ مجھ کو یہ پتا

يَهْ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ۝ قَالُوا لَيْنَ أَكَلَهُ

تم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم نے جاؤ اور میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم اس سے بے خبر ہو دو

الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لْخَسِرُونَ ۝

بوئے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت کی جماعت ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے۔

بیٹوں کی درخواست { دسویں بیٹوں نے ابا جان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، آپ یوسف

کو ہمارے ساتھ بھیجے پر آخر کیوں آمادہ نہیں ہوتے (معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے بھی انھوں نے یوسفؑ کو ساتھ لے جانے کی درخواست کی ہوگی) کیا ہم پر اطمینان و بھروسہ نہیں ہے، حالانکہ ہم دل و جان سے اس کے ہمدرد ہیں۔ کل آپ اس کو ہمارے ساتھ سیر و تفریح کیلئے بھیج دیں تاکہ وہ بھی آزادی کے ساتھ کھائے پئے اور کھیلے کودے آپ تسلی رکھتے ہم سب اس کی حفاظت و نگرانی رکھیں گے۔

باپ کا جواب

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یوسفؑ کو تمہارے ساتھ دو درجہ سے نہیں بھیجتا اول تو مجھے اس نور نظر کے بغیر چین نہیں آتا، دوسرے یہ خطرہ ہے کہ جنگل میں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت و لاپرواہی کے وقت اس کو بھیڑ یا کھا جائے، حضرت یعقوبؑ کو بھیڑیے کا خطرہ یا تو اس وجہ سے ہوا کہ کنگان میں بھیڑیوں کی زیادتی تھی، یا اس وجہ سے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں اور یوسفؑ اس پہاڑی کے دامن میں نیچے ہیں اچانک دس بھیڑیوں نے اس کو گھیر لیا اور اس پر حملہ کرنا چاہا مگر انھی میں سے ایک بھیڑیے نے مداخلت کر کے چھڑا دیا پھر یوسفؑ زمین کے اندر چھپ گئے۔

اس خواب کی تعبیر بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ دس بھیڑیے یہ دس بھائی تھے، اور جس بھیڑیے نے ان کو بچایا تھا وہ ان کا بڑا بھائی یہودا تھا اور زمین میں چھپ جانا کنوئیں میں ڈال دینا تھا۔ بھائیوں نے والد بزرگوار سے کہا اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو سمجھو ہم بالکل ہی گئے گذرے اور ناکارہ ہوئے آپ تسلی رکھیں ہم اس طرح کا کوئی حادثہ نہیں ہونے دیں گے

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْتَمَعُوا أَن يُجْعَلُوهُ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ، وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

سو جب ان کو لے گئے اور سب نے بختہ عزم کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم نے ان کے پاس

بِأَنفُسِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۵۶﴾

وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تسکون پہنچائیں گے بھی نہیں۔

حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈال دینا حضرت یعقوب علیہ السلام سے رخصت ہو کر سب بھائی پیارے یوسفؑ کو لے چلے اور جب بستی سے

باہر نکل آئے تو حضرت یوسفؑ کو طعن و تشنیع اور اڑپٹ شروع کر دی اسی حالت میں کنوئیں تک پہنچے وہاں جا کر ان کا کرتا نکالا اور ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ کر کنوئیں میں ڈال دیا اور جب آدھے کنوئیں تک پہنچے تو رسی اور سے کاٹی، حضرت یوسفؑ پانی میں جا گرے، بعض مفسرین نے لکھا ہے اس

کنویں کا منہ اور سے بہت تنگ اور چھوٹا تھا اور نیچے سے بہت وسیع اور چوڑا تھا۔ کنویں میں حضرت یوسفؑ کو ایک پتھر نکلا ہوا نظر آیا، آپ اس پر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے حضرت جبریلؑ کو بھیجا، حضرت جبریلؑ نے فرمایا اے یوسفؑ آپ غمگین نہ ہوں اطمینان دے لی کہیں اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ہے وہ بہت جلد آپ کو اس مصیبت سے نجات دیں گے اور جو حرکت آپ کے ساتھ آج تمہارے بھائیوں نے کی ہے ایک دن آپ اس کو جلا میں گے اور اللہ آپ کو اتنا اونچا مقام عطا فرمائیں گے جس کی وجہ سے آپ کے بھائی آپ کو پہچان نہ سکیں گے، چنانچہ ملک مصر کی حکومت اللہ نے آپ کو بخشی اور آپ کے بھائی مصر پہنچے تو اس وقت آپ نے اپنے اپنے بھائیوں سے ان کی کثرت جتلائی۔

حضرت یوسفؑ کے بڑے بھائی یہودا میں کچھ انسانیت اور شفقت و رحم کا مادہ تھا، حضرت یوسفؑ تین روز کنویں میں رہے تو یہی بھائی دوسرے بھائیوں سے چھپ کر کھانا کنویں میں آپ کو روزانہ ڈول کے ذریعہ پہنچاتا تھا۔

وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿٥﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

اور وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں

يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِهِ الذِّبْ ؕ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿٦﴾

لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنی چیز بہت کے پاس چھوڑ دیا بس ایک بیٹریاں ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے

وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ رَأَوْا فَصَبْرٌ

گو ہم کیسے ہی سچے ہوں اور یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹا سوٹ کا خون بھی لگا لائے تھے یعقوبؑ نے فرمایا بلکہ تم نے اپنے دل سے

جَمِيلٌ ۚ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ﴿٧﴾

ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہو گا اور جو باتیں تم بتاتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے

حضرت یوسفؑ کے پاس حضرت جبریلؑ جو وحی (اللہ کا پیغام) لیکر آئے یہ وحی نبوت تھی یا نہیں؟ اسکے متعلق علمائے مفسرین کے دو قول ہیں ایک

یہ کہ یہ وحی نبوت نہ تھی کیونکہ وہ چالیس سال کی عمر میں آتی ہے بلکہ یہ وحی ایسی تھی جیسے حضرت موسیٰؑ کی والدہ

کو بذریعہ وحی مطلع کیا گیا اور جیسے اَوْحَيْنَا النُّجُومَ میں ہے ظاہر ہے شہد کی کمپی سے وحی کیا تعلق، بس اس سے

مراد الہام ہے کسی چیز کا دل میں ڈال دینا، دوسرے مفسرین نے فرمایا کنویں والی وحی وحی نبوت ہی تھی جیسے حضرت عیسیٰؑ کو بچپن میں نبوت

تفسیر

حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال کر سب بھائی رات میں عمار کے وقت روتے ہوئے گھر پہنچے، والد بزرگوار نے رونے کی وجہ معلوم کی تو کہنے لگے، اباجان ہم سب تو آپس میں دوڑ لگانے میں لگ گئے کہ کون آگے نکلے اور پیارے یوسف کو اپنے سامان کے پاس محفوظ جگہ بٹھا گئے، اتفاق کی بات ہے کہ اسی وقت بھیڑیا وہاں پہنچ گیا اور عزیز یوسف کو کھس گیا، یہ دیکھتے یوسف کا خون سے لت پت کرتا۔ اپنے والد کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر کہنے لگے چاہے ہم اپنی سچائی پر کیسے ہی ثبوت پیش کریں مگر آپ کو یقین نہ آتا ہے نہیں۔ باپ کو دھوکہ دینے کے لئے یہ لوگ بکری کے بچہ کے خون سے حضرت یوسفؑ کے کرتے پر داغ دھتے لگائے تھے۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نخت جگر یوسف کی یہ خبر سنکر چیخ پڑے اور یوسف کے کرتے کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے وہ کہیں سے پھٹا ہوا نہ تھا اس کو بالکل صحیح سالم دیکھ کر فرمانے لگے میرے بچو واقعی وہ بھیڑیا بڑا ہی سمجھدار تھا جو اتنی احتیاط سے کرتہ نکال یوسف کو لے گیا۔

بھائیوں نے خون کے دھتے تو لگا دیئے مگر یہ خیال نہ رہا کہ کرتہ کو بے تربیہ سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے، جس سے ان کی جعل سازی کے تمام راز فاش ہو گئے اور حضرت یعقوبؑ نے ان سے صاف طور پر فرما دیا کہ یہ تمہاری سازش اور بناوٹی باتیں ہیں، بس اب میں صبر ہی کا دامن تھاموں گا جس میں کسی غیر کے سامنے نہ شکوہ ہو گا نہ تم سے انتقام کی کوشش، صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں اور یوسف کی جدائی کے غم میں اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور یہ کہ اللہ حقیقت حال کو ظاہر فرما دے اور سلامتی کے ساتھ عزیز یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ يَبُشْرُ هَذَا عُلْمٌ وَأَسْرَوْهُ

اور ایک تانہ آنکلا اور انھوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی

بِضَاعَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا

کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا اور ان کو مال قرار دے کر چھپا لیا اور اللہ کو ان کی سب کارگزاریاں معلوم تھیں اور

فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝

ان کو بہت ہی کم قیمت میں بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور وہ لوگ کچھ ان کے قدردان تو تھے ہی نہیں۔

حضرت یوسف کیلئے غیبی انتظامات { بھائی تو حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال کر چلے گئے اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کنویں سے نکالنے کا غیب

سے انتظام فرمایا، جس کا قصہ یہ ہوا کہ ایک قافلہ ملک شام سے ملک مصر جا رہا تھا وہ صحیح راستہ سے بھٹک کر اس کنویں والے راستہ پر چلا آیا اور پھر پڑا وہ بھی اس کنویں کے پاس ڈالا، اور جب پانی کی تلاش کی تو یہ کنواں نظر آیا۔

منقول ہے کہ اس کنویں کا پانی کھارا تھا مگر جب حضرت یوسف ؑ کو اس میں ڈالا گیا تو آپ کی برکت سے اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔

بہر حال اس کنویں سے پانی لینے کیلئے قافلہ والوں نے اپنا آدمی - مالک بن دعبہ کو بھیجا اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف ؑ نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی اور ڈول کے ساتھ باہر آگئے، اچانک ایک نہایت حسین و خوبصورت لڑکا دیکھ کر مالک کی زبان سے خوشی میں بے ساختہ نکلا یہ تو لڑکا ہے اور پھر جا کر اس کی اطلاع قافلہ والوں کو دی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یوسف ؑ کو اشد نے آدھا حسن عطا فرمایا تھا یعنی پورے حسن کے دو حصے کئے ایک حصہ تمام انسانوں میں تقسیم کر دیا اور ایک حصہ تمام کا تمام صرف حضرت یوسف ؑ کو عنایت فرمادیا۔

حضرت یوسف ؑ کی کنویں سے برآمد کی خبر سن کر قافلے والے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے تجارتی مال بنا کر آپ کو اس ڈر سے چھپایا کہ کہیں کوئی آدمی اس لڑکے کا دعویٰ نہ آجائے اور ارادہ کیا کہ اس کو مصر لے جا کر خوب قیمت میں فروخت کریں گے۔

حضرت یوسف کا بڑا بھائی یہوداجو روزانہ آپ کو کھانا پہنچاتا تھا جب وہ آیا اور اس نے آپ کو کنویں میں نہ دیکھا تو اس کی اطلاع جا کر بھائیوں کو کی، تمام بھائی دوڑے ہوئے کنویں کے پاس آئے ادھر ادھر تلاش کیا تو قافلہ والوں کے پاس موجود پایا ان سے کہا یہ ہمارا بھائی کا ہوا غلام ہے اور اب ہم اس کو اپنے پاس رکھنا بھی نہیں چاہتے تم خریدنا چاہو تو خرید لو مگر اس کو خوب باندھ جوڑ کر پوری نگرانی میں رکھنا اس طرح بھائیوں نے پیارے یوسف کو چند روپوں میں بیچ ڈالا، لکھا ہے کہ تقریباً اٹھارہ درہم میں

اقوال و تحقیق { وَأَسْرُوهُ یعنی یوسف کو چھپایا، چھپانے والے کون لوگ تھے اس کے متعلق دو قول ہیں مالک اور اسکے ساتھی نے اپنے قافلہ والوں سے چھپایا تاکہ

وہ شرکت کے دعویٰ نہ بن جائیں انھوں نے یہ بات بنائی کہ کنویں کے پاس رہنے والوں نے یہ غلام ہمارے سپرد کیا ہے کہ ہم اس کو مصر لے جا کر فروخت کر دیں، بھائیوں نے یوسف کی حقیقت چھپا کر اس کو اپنا غلام ظاہر کیا، دَرَاهِم مَعْدُودَةٌ کتنے درہم میں فروخت کیا اس کے متعلق تین قول منقول ہیں مالک حضرت ابن عباس ؓ و ابن مسعود ؓ سے ۲۰ درہم منقول ہے مالک حضرت مجاہد سے ۲۲ درہم منقول ہیں مالک حضرت عکرمہ سے ۴۰ درہم منقول ہیں۔

فروخت کیا اور نو بھائیوں نے دو، دو درہم (تقریباً آٹھ آنے) بانٹ لئے دسویں بھائی یہودا نے حصہ نہیں لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے اتنا سنا بننے پر تعجب مت کرو کیونکہ بھائی ان سے بیزار تھے ان کا اصل مقصد ان کو باپ سے دور کرنا تھا جو پیسے مل گئے اس کو غنیمت سمجھا۔
 ”وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا تَعْمَلُونَ“ یعنی اللہ کو ان کی تمام کارگزاریاں معلوم تھیں کہ بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلے والے بیج کر پیسے بنانا چاہتے تھے، بلاشبہ اللہ پاک کو اس پر پوری قدرت تھی کہ وہ ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے مگر اللہ پاک نے اپنی مخفی حکمتوں کے پیش نظر ایسا کیا۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لَا مِرَاتٍ اَكْرَمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ اَنْ يَنْفَعَنَا

اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام

اَوْ نَنْجُوهُ وَلَدًا وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَاْوِيلِ

اوسے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور ہم نے اسی طرح یوسفؑ کو اس سرزمین میں خوب قوت دی اور تاکہ ہم ان کو خواہوں کی

الاحَادِيثُ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِہٖ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا

تعبیر دینا بتلا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے اور جب وہ اپنی جوانی کو

بَلَغَ اَشَدَّهٖ اٰتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور عظم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلادیا کرتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی نیلامی

قافلہ والے حضرت یوسفؑ کو مصر لے گئے اور وہاں جا کر آپ کی نیلامی شروع کر دی تو چاروں طرف سے بڑھ چڑھ کر آپ کی قیمت لگنی شروع ہو گئی آخر میں آپ کے وزن کے برابر سونا اور آپ ہی کے وزن کے برابر تمشک اور آپ ہی کے وزن کے برابر ریشمی کپڑے قیمت ٹھہری یہ قیمت چکا کر عزیز مصر نے آپ کو خرید لیا، یہ ملک مصر کے وزیر خزانہ تھے ان کا نام قطفیر یا اطفیر تھا، یہ حضرت یوسفؑ کو اپنے گھر لے گئے، ان کے دل میں اللہ نے یوسفؑ کی محبت و عزت پیدا کر دی اور وہ آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر قیافہ سے سمجھ گئے کہ یہ بچہ ہونہار اور باصلاحیت ہے آئندہ خوب ترقی کرے گا لہذا اپنے اپنی بیوی جس کا نام راعیل یا زلیخا تھا کو ہدایت کی کہ اس لڑکے کو پیار و محبت سے رکھنا غلاموں جیسا معاملہ اس کے ساتھ نہ کرنا اور اس کے ٹھہرانے کا اچھا انتظام کرنا ہو سکتا ہے بڑا ہو کر یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو انا بیٹا بنالیں۔ افسوس مشہور یہ ہے کہ

عزیز مصر کے اولاد نہ تھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے جس طرح یوسفؑ کو بھائیوں کی دشمنی اور کنوئیں سے نکال کر عزیز مصر کے گھر پہنچایا اور عزت بخشی، اسی طرح ہم نے یوسفؑ کو سرزمین مصر کی حکومت بخشی اس میں خوش خبری ہے کہ آئندہ ملک مصر کی حکومت و سلطنت آپ کو عطا ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یوسفؑ کو حکومت اس لئے بخشی تاکہ وہ عدل و انصاف کے ذریعہ امن و امان قائم کرے اور اللہ کی کتابوں کی صحیح تعلیم دیں اور اللہ کے احکام جاری کریں۔

اور اگر تَقْوٰی وِیْلُ الْاِحَادِیْث سے خوابوں کی تعبیر مراد لی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یوسفؑ کو ان خوابوں کی تعبیر سکھا دیں جو آئندہ ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، تاکہ ان کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی حضرت یوسفؑ ان کے لئے تیار ہو جائیں اور پہلے سے انتظام کر لیں۔

بلاشبہ اللہ پاک جو کام کرنا چاہے وہ اس پر قادر و غالب ہے حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو دنیا کے تمام اسباب و ذرائع اس کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، دیکھئے بھائی حضرت یوسفؑ کو حقیر و ذلیل کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ کا ارادہ آپ کو باعزت و باوقار کرنا تھا لہذا ملک مصر کی باگ ڈور آپ کو تنہا دی مگر اکثر آدمی اس حقیقت کو نہیں سمجھتے صرف ظاہری اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ گئے تو اللہ نے آپ کو علم و حکمت سے نوازا دیا یعنی آپ کو نبوت عطا فرمادی گئی اس وقت آپ کی عمر حسن بصریؒ کے قول کے مطابق ۲۰ سال تھی حضرت ابن عباسؓ، مجاہد اور قتادہؓ نے فرمایا کہ ۳۳ سال تھی اور سدیؓ نے فرمایا ۲۰ سال تھی ان کے علاوہ بھی اور اقوال ہیں، بہر حال حضرت یوسفؑ کو نبوت مصرانے کے ایک عرصہ بعد عطا کی گئی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ہم اسی طرح نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسفؑ کو تقویٰ و طہارت اور خوف خدا کی وجہ سے اللہ نے اپنے انعامات سے نوازا اور اپنا مقرب بنالیا، اسی طرح ہر نیک کام کرنے والے پر اللہ تعالیٰ انعام فرماتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ پر تہمت لگانے کا جو قصہ آگے آ رہا ہے اس سے پہلے ہی ان آیات میں شپاک نے یہ بتلادیا کہ وہ سراسر تہمت و الزام ہے کیونکہ جس کو ہم اپنا مقرب بنالیں اور نبوت سے سرفراز فرمائیں اس سے اس طرح کی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوتی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتْ

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہاں پر مفتون ہو گئی اور ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو ان کو پھیلانے لگی، اور سارے

لَكَ، قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۰﴾

دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی کہ آج آدمی بگھنٹی ہو یوسفؑ نے کہا اللہ بچائے وہ میرا رب ہے کہ بھلو کیسی بھی طرح رکھا ایسے حق فرزندوں کی غلطی نہیں ہو سکتی

زلیخا کو یوسفؑ کا پھسلانا جس عورت کے گھر میں حضرت یوسفؑ رہتے تھے یعنی عزیز مصر کی بیوی، وہ آپ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی اور اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے آپ کو پھسلانے لگی، اور تمام دروازے بند کر لئے، الغرض نفسانی خواہشات بھڑکانے کے جس قدر سامان ہو سکتے تھے زلیخا نے سب جمع کر کے بیتا باندھ کر اور اپنا حسن و جوانی یوسفؑ کے حوالہ کرنا چاہا اس نازک اور سخت امتحان کے وقت اپنے اپنے رب کی پناہ چاہی اور ایک لفظ کہہ "مَعَاذَ اللَّهِ" (خدا کی پناہ) جس نے شیطانی جال کے تمام حلقے توڑ ڈالے، بس جس کو خدا کی پناہ مل جائے اس کو صحیح راستہ سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زلیخا کو نصیحت کی کہ آپ کا شوہر عزیز میرا آقا ہے اس نے مجھے عزت و راحت سے رکھا اور اولاد کی طرح میری پرورش کی، میں اس کے ساتھ بدسلوکی کیسے کر سکتا ہوں، بلاشبہ بھلائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ظالم ہیں اور ظالم کبھی نلاج نہیں پاتا درحقیقت اس میں آپ نے زلیخا کو سبق دیا کہ جب میں چند روزہ پرورش کا اتنا حق پہنانتا ہوں تو تجھے تو مجھ سے زیادہ حق پہنچانا چاہئے اور صرف اپنے شوہر ہی کی بن کر رہنا چاہئے جس کے تجھ پر بے شمار احسانات ہیں۔

بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے انہی کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بلاشبہ میرا خالق و رب اللہ جل شانہ ہے جس نے مجھے رہنے کے لئے راحت و عزت کا ٹھکانا دیا اور عزیز کے دل کو مجھ پر مہربان فرمایا میں تجھ سے یہ گندی حرکت کر کے اپنے خالق و مالک کی نافرمانی اور گناہ نہیں کر سکتا۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ، وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔ كَذٰلِكَ لِنُصْرِفَ

اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو جاتا تھا اگر اپنے رب کی دلی کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جاتا عجب تھا ہم نے اس پر علم دیا تا کہ ہم ان کو بغیر و کبریا ہو کر دیکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے

عَنْهُ السُّوءُ وَالْفَحْشَاءُ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۱﴾

نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جاتا عجب تھا ہم نے اس پر علم دیا تا کہ ہم ان کو بغیر و کبریا ہو کر دیکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے

تفسیر:- زلیخا حضرت یوسفؑ سے اپنی خواہشات پورا کرنے کی فکر میں مکمل طور پر لگی ہوئی تھی اور

طرح طرح کی تدبیریں آپ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے کر رہی تھیں، چنانچہ صاحب منظر نے سدی اور ابن اسحاق کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف سے مطلب براری کرنے کے لئے زلیخا نے آپ کے حسن و جمال کی تعریف شروع کی کہنے لگی یوسف تمہارے بال بہت ہی خوبصورت ہیں، اپنے جواب دیا مرنے کے بعد سب سے پہلے یہی بدن سے جدا ہوں گے، اس نے پھر آپ کی آنکھوں کی تعریف کی اپنے فرمایا مرنے کے بعد یہ پانی ہو کر میرے چہرے پر بہ جائیں گی، پھر بولی یوسف تمہارا چہرہ حسین و دلکش اور ہوش رہا ہے، اپنے فرمایا کہ اس کو مٹی کھا جائے گی۔

الحاصل زلیخا آپ کے جذبات کو بھڑکانے میں لگی ہوئی تھی اور آپ اس کی خواہشات و جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی فکر میں تھے، زلیخا نے جب دیکھا کہ میری کسی بھی تدبیر کا یوسف پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے تو پھر جیاب دے اختیار ہو کر کہنے لگی یوسف ریشمی بستر لگا ہوا ہے اٹھو اور میرا مقصد پورا کرو، اپنے فرمایا اگر میں ایسا کروں گا تو جنت میں میرا کوئی حصہ نہ رہے گا

غرضیکہ ایک طرف زلیخا نے اپنی طرف راغب کرنے میں پوری طاقت لگا رکھی تھی دوسری طرف زیب و آسائش کے تمام سامان اور پرسکون و بندگمراہ مزید برآں حضرت یوسف کی جوانی اور سامنے خوبصورت و جوان عورت، ایسے پُر خطا حوال میں حضرت یوسف کو انسانی فطرت کے تقاضے کچھ کچھ غیر اختیاری میلان ہونے لگا تھا، جیسے گرمی کے روزہ میں ٹھنڈے پانی کی طرف میلان طبعی اور غیر اختیاری سب کو ہوتا ہے، حالانکہ روزہ توڑنے کا خیال تک بھی نہیں ہوتا، بہر حال اس قسم کا خیال نہ انسان کے اختیار میں ہے اور نہ اس پر کوئی مواخذہ و گناہ۔ بہر حال اس سے حضرت یوسف کی شان تقویٰ و طہارت و زیادہ بلند ہو جاتی ہے کہ طبعی اور بشری تقاضے کے باوجود وہ گناہ سے محفوظ رہے۔

لَوْلَا اَنْ تَرَا بُرْهَانَ رَبِّہَا یعنی اگر حضرت یوسف اپنے رب کی برہان و حجت کو نہ دیکھتے تو اس خیال میں مبتلا رہتے مگر برہان رب دیکھ لینے کی وجہ سے وہ غیر اختیاری خیال اور وسوسہ دل سے نکل گیا قرآن کریم نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ برہان رب کیا چیز تھی اسی لئے اس میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال — ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب کی صورت سامنے نظر آئی جو فرما ہے تھے کہ نادانوں جیسا کام مت کر، تیرا نام تو انبیاء کی فہرست میں لکھا ہوا ہے، بعض نے فرمایا کہ یوسف کی نظر حجت کی طرف اٹھی تو اس میں یہ آیت لکھی ہوئی تھی لَا تَقْرَبُوا الزَّانَاتِ اِنَّ مَکَانَ فَاَحِشَۃً وَّسَاءَ سَبِیْلًا (یعنی زنا کے پاس مت جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور قہر خداوندی کا سبب) اور (معاشرہ کیلئے) بہت برا ہے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ زلیخا کے مکان میں ایک بت تھا اس نے اس بت پر پردہ ڈالا تو حضرت یوسف نے وجہ معلوم کی زلیخا نے کہا یہ میرا معبود ہے مجھے اس کے سامنے گناہ کرنے کی جرأت نہیں، حضرت یوسف نے فرمایا میرا معبود اس سے زیادہ حیا کا مستحق ہے اس کی نظر کو کوئی پردہ نہیں روک

سکتا، اور بعض مفسرین نے فرمایا حضرت یوسفؑ کی نبوت اور معرفت الہیہ ہی خود برہان رب تھی، صاحب تفسیر منطریؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہی قول زیادہ قوی ہے، امام تفسیر ابن جریر ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جتنی بات قرآن کریم نے بتلا دی ہے صرف اسی پر اکتفا کیا جائے یعنی حضرت یوسفؑ نے جو چیز دیکھی جس سے ان کے دل کا دوسو سہ جاتا رہا اس چیز کی تعین میں وہ سب اقوال ہو سکتے ہیں جو حضرات مفسرین نے بیان کئے، لیکن قطعی طور پر کسی کو متعین نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہ برہان اس لئے دکھائی تھی کہ ان سے بے حیائی اور برائی کو ہٹادیں، برائی سے مراد صغیرہ گناہ ہے اور بے حیائی سے کبیرہ گناہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ یوسفؑ چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ سے بچے رہے۔ بدشعبہ یوسفؑ ہمارے برگزیدہ اور منتخب بندوں میں سے ہے جن کو ہم نے منصب نبوت کیلئے منتخب فرمایا ہے ایسے لوگوں کی اللہ کی طرف سے حفاظت کی جاتی ہے کہ وہ کسی برائی میں مبتلا نہ ہو سکیں ایسے لوگوں پر شیطان کا بھی اثر نہیں ہوتا، چنانچہ شیطان اللہ کے سامنے کہتا ہے قسم ہے تیری عزت و قوت کی میں تمام انہوں کو گمراہ کروں گا سوائے ان بندوں کے جن کو آپ نے منتخب فرمایا ہے۔

وَأَسْتَبْقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصُهُ مِنْ دُبُرٍ ۖ وَالْفَيَّاسُ يَدَّهَا لَدَا الْبَابِ ۖ قَالَتْ مَا جَزَاءُ

دندوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس موٹے ان کا کرتا پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دندوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے کے

مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ قَالَ هِيَ رَأَوْدَتْنِي عَنْ

پاس پایا بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اسکی سزا جہنم کے اور کیا ہے کہ وہ جہنم بھیجا جائے اور کوئی دردناک سزا ہو

نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ

یوسفؑ نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو مجھ کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتا گرا گئے سے

الْكَذِبِينَ ۚ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَلَا بَتَّ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۖ

سے پھٹا ہے تو عورت سچی اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے سو جب ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا

فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِّنْ كَيْدِكُنَّ ۚ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ۖ

ہوا دیکھا کہنے لگا یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بے شک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۖ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ ۚ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۖ

اے یوسفؑ اس بات کو جانے دو اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ بے شک سزا سرتو ہی قصور وار ہے۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کا ثبوت

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے برہان رب دیکھی تو وہاں سے بھاگے، زلیخا آپ کو روکنے کے لئے پیچھے بھاگی، اتفاق سے آپ کی قمیص کا پھٹلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آگیا، اس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا، کھینچتا ہی آپ کا کرتا پیچھے سے پھٹ گیا مگر زلیخا سے چھٹ چھٹا کر باہر آگئے، بعض تاریخی روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت یوسفؑ دروازہ پر پہنچے تو نالہ از خود ٹوٹ کر گر گیا اور آپ جلدی سے باہر نکل گئے، فوراً ہی زلیخا پیچھے سے آگئی جیسے ہی یہ دونوں دروازے سے باہر آئے تو اتفاق سے زلیخا کے شوہر عزیز بھی دروازے کے قریب پہنچ گئے، اپنے شوہر کو دیکھ کر زلیخا سہم گئی اور فوراً بات بنائی کہ جو شخص آپ کی بیوی کے ساتھ برے کام کا ارادہ کرے اس کی سزا اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو جیل خانہ میں قید کر دیا جائے یا سخت مار پیٹ کی سزا دی جائے، جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ اس نے تو ایسا الزام میرے ہی ذمہ لگا دیا ہے تو آپ نے اپنی صفائی کے طور پر عزیز مصر کو حقیقت بتلائی کہ آپ کی بیوی ہی اپنا مقصد نکالنے کے لئے مجھے بے قابو کر رہی تھی میں نے بھاگ کر جان بچائی۔ عزیز مصر سخت حیران تھا کہ کس کو سچ اور کس کو جھوٹ جانے کہ عین اسی وقت اشہر پاک نے اپنے پیارے نبی حضرت یوسفؑ کے عزت و وقار کو برقرار رکھنے کے لئے ایک چھوٹے معصوم بچے کو جاسوسی گھر میں گھوارہ میں پڑا ہوا تھا قوت گویائی عطا فرمائی، اس نے بڑی عقلمندانہ بات کہی کہ یوسفؑ کے کرتے کو دیکھو اگر وہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یوسفؑ سچی ہیں کہ وہ اپنے بچاؤ میں بھاگ رہے تھے اور زلیخا ان کو روکنا چاہتی تھی، اس چکر میں کرتا پھٹ گیا، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ بات کہنے والا زلیخا کا چچا زاد بھائی تھا جو نہایت ذکی و ہوشیار تھا ہر حال بچہ کے خلاف عادت بولنے اور کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہونے کی وجہ سے عزیز مصر کو یقین کامل ہو گیا کہ یوسفؑ پاکدامن اور سچے ہیں اور زلیخا تصور وار اور جھوٹی ہے تو اس نے اپنی بیوی سے کہا یہ سب تیرا مکرو فریب ہے اور واقعی عورتیں بڑی چالاک و مکار اور فریبی ہوتی ہیں چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتیں شیطان کا جال ہیں

بعض علماء کا قول ہے کہ مجھے شیطان سے زیادہ عورتوں سے ڈر لگتا ہے۔ اپنی عزت کی خاطر عزیز مصر نے معاملہ ختم کرتے ہوئے کہا یوسفؑ سچے تم ہی ہو، اس قصہ کو درگزر و کسی سے کوئی تذکرہ مت کرو نہیں تو یہ بات لوگوں میں پھیل کر ہماری بڑی بدنامی ہوگی اور اپنی بیوی سے کہا کہ یوسفؑ سے

{ اقوال و تحقیق } امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حدیث بیان کی ہے کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں بولنے والے بچے چار ہوئے ہیں علامہ سیوطیؒ نے دوسری روایات سے تلاش کر کے ان کی تعداد گیارہ بتلائی ہے۔

معانی مانگ بلاشبہ قصور دار تو ہی ہے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے واسطے بھلائی ہے

حُبَّاءِ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنُفُّهُمْ فِيمَا كَانُوا فِي غَلَامِكُمْ فَمِنْ مَذْهَبِ قَوْمٍ أَنُمِّيَهُمْ ذُلًّا لِّتَنَكِّسَهُمْ وَلَهُمُ الْآيَةُ أُولَٰئِكَ

اس غلام کا عشق اسکے دل میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح مطلب میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو

وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكًا وَأَتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ

بلا بھیجا اور ان کے واسطے تکیر لگایا اور ہر ایک کو ان میں سے ایک چاقو دیا اور کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ سو عورتوں نے

عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْتَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا

جوان کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاش اللہ یہ شخص ہرگز آدمی نہیں

بَشَرًا إِنَّ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝ قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۚ وَلَقَدْ

یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ ہوں وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں اور تم

رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۚ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا أَمَرَهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا

میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ میرا کہنا نہ کرے گا تو بیشک جیلخانہ بھیجا جا دیگا اور

مِّنَ الصَّغِيرِينَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۚ وَلَا أَدْرِي

بے عزت بھی ہو گا یاوسف نے دعا کی کہ اے میرے رب جب تک کہ میری عورتیں مجھ کو بلارہی ہیں سو تو جیلخانہ میں جانا ہی بھکنا زیادہ پسند ہے

تَصْرَفَ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ

اور اگر آپ نے دعا کی تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا سو ان کے دعائے رب قبول کی اور

فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

ان عورتوں کے دلوں پہنچ کر ان سے دور رکھا بیشک وہ بڑا سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

زلیخا کی رسوائی کا چرچا | عزیز مہر نے اگرچہ رسوائی و بدنامی سے بچنے کے لئے اس معاملہ کو دھم ختم

کر دیا تھا مگر بات چھپ نہ سکی اور رفتہ رفتہ شاہی خاندان کی عورتوں

میں یہ چرچا ہونے لگا کہ زلیخا بڑی ہی بے حیا ہے جو اپنے غلام پر ریجھ گئی ہے اور اسکے عشق میں مبتلا ہو گئی ہے

ایک شاہی اور معزز عہدیدار کی بیوی کے لئے یہ بات ڈوب مرنے کی ہے کہ وہ کھلی ہوئی غلطی اور بد چلنی میں مبتلا ہو گئی ہے۔

جب عورتوں کے لعن طعن کی خبر زلیخا کو پہونچی تو اس نے ان سب کی دعوت کرا دی وہ آئیں تو ان کو سلیقہ سے مسند دیکھ لگا کر بٹھایا گیا اور مختلف قسم کے کھانے اور پھل پیش کئے گئے اور سب کو ایک ایک چاقو بھی دیا گیا جو پھل وغیرہ کاٹنے کا بہانہ تھا اصل مقصد وہ تھا جو آگے آ رہا ہے کہ حواس باختہ ہو کر اپنے ہاتھ زخمی کر لیں گی۔

بہر حال جب سب عورتیں کھانے کے لئے تیار ہو گئیں تو زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو آواز دی کہ یہاں آئیے، آپ جب ان عورتوں کے سامنے آئے تو آپ کا حسن بے مثال دیکھ کر تمام عورتیں اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور مدہوشی کے عالم میں چاقو پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھوں پر چلا بیٹھیں اور کہنے لگیں کون کہتا ہے یہ انسان ہے بخدا یہ تو نور کا تیلہ اور بزرگ فرشتہ ہے، اور کہنے لگیں اب سمجھ میں آئی بات کہ یوسفؑ کا حسن و جمال اور نورانی چہرہ دیکھ کر زلیخا اپنا عقل و ہوش کھو کر اس ہوش ربا غلام کے پیچھے پڑ گئی اور یوسفؑ فرشتہ کی طرح اپنی غفلت و پاکدامنی کو بچا کر صاف نکل گیا۔

اب زلیخا کو مناسب موقع مل گیا لہذا بول پڑی دیکھ لو یہی ہے وہ غلام جس کے عشق و محبت کے بارے میں تم مجھے لعن و طعن کرتی تھیں جب ایک ہی منٹ کے دیدار نے تمہارا یہ حال بنا دیا ہے تو چوبیس گھنٹے ساتھ رہنے والی کے دل پر کیا گزرتی ہوگی اس کا اندازہ لگا لو، اب تو زلیخا کا حوصلہ ایسا بلند ہوا کہ کھل کر پورا واقعہ صاف صاف ان عورتوں سے بیان کر دیا کہ حقیقت میں میں نے ہی اس کو اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے پھلایا مگر اس بندہ خدا نے میری ایک نسنی اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی اور زلیخا کے اقرار جرم کا ثبوت شہر کی معزز عورتوں کے سامنے پیش کر دیا۔

زلیخا حضرت یوسفؑ کو ان عورتوں کے سامنے ڈرانے دھمکانے لگی کہ اگر اب اس نے میرے کہنے کے مطابق نہ کیا تو اس کو جیل خانہ بھیجا جائیگا اور ضروریہ رسوا و ذلیل ہوگا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ تمام عورتیں یوسفؑ سے کہنے لگیں تمہیں اپنی مالکہ زلیخا کی بات مان لینی چاہئے اس کے بے شہا احسانات تم پر ہیں انکار سے تمہارا ہی نقصان ہے کیوں بلا وجہ مصیبت خریدتے ہو، حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے جب یہ سمجھ لیا کہ یہ عورت تو بری طرح پیچھے پڑ گئی ہے اور چاروں طرف سے شیطانی جال بچھ چکا ہے تو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں گڑا گڑا کرتا تھا کہ میرے رب جس کا کیطرف یہ عورتیں مجھے بلارہی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے قید میں رہنا

عہ چونکہ تمام عورتوں نے یوسفؑ سے زلیخا کی بات مان لینے کی سفارش کی تھی اس لئے یہاں حضرت یوسفؑ نے عورتیں (جمع کا صیغہ) استعمال کیا۔ محمد یعقوب غفرلہ والوالدیہ۔

زیادہ پسند ہے، اے میرے پروردگار اگر آپ نے مجھے ان کی فریب کاریوں اور مکاریوں سے نہ بچایا تو عجب نہیں کہ میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور نادانوں میں سے بن جاؤں، یہاں حضرت یوسفؑ کی زبانی یہ بتلادیا گیا ہے کہ انبیاء کی پاکدامنی بھی اللہ کی مدد سے ہوتی ہے اور انبیاء اپنی پاکدامنی پر مغرور نہیں ہوتے بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی دعا قبول فرمائی اور آپ ان عورتوں کے ہر قسم کے مکر و فریب سے محفوظ رہے، بلاشبہ اللہ پاک دعاؤں کو خوب سننے والے اور سب کے حالات خوب جاننے والے ہیں

ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لِيَسْجُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۝

پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو یہی مصلحت معلوم ہوا کہ ان کو ایک وقت (خاص) تک قید میں رکھیں

حضرت یوسفؑ کو قید عزیز مہر کو حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی پر بہت سی نشانیاں اور ثبوت فراہم ہو چکے تھے مگر پھر بھی ان لوگوں نے یہی مناسب سمجھا کہ آپ کو ایک مدت کیلئے قید کر دیا جائے، مصلحت اس میں یہ تھی کہ عزیز مہر اور زلیخا کی بدنامی کے چرچے ختم ہو جائیں اور لوگ یہ سمجھیں کہ قصور یوسفؑ ہی کا تھا زلیخا خواہ مخواہ بدنام ہوئی، یہی وجہ تھی کہ جس وقت شاہ مصر نے آپ کو قید سے رہا کر کے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میں اس وقت تک قید خانہ سے باہر نہیں آؤں گا جب تک کہ میری پاکدامنی واضح طور پر سب کے سامنے نہ آجائے، آپ اس سلسلہ میں پوری تحقیقات کرائیں، چنانچہ بادشاہ نے مکمل طور پر تحقیقات کرائی اور خود بادشاہ نے بھی اپنی طرف سے تحقیق کی تو یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ قصور زلیخا ہی کا تھا آپ بالکل بے قصور اور پاکدامن ہیں، بہر حال جب تمام لوگوں کو آپ کے بے قصور اور پاک دامن ہونے کا یقین ہو گیا تو آپ قید خانہ سے باہر آئے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ

اور یوسفؑ کے ساتھ اور بھی دو غلام جیل خانہ میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب پھونڈ رہا

الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي رَاسِي خُبْرًا ۖ تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ

ہوں دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر دوٹیاں لے جاتا ہوں اس میں سے پرندے کھاتے ہیں ہم کو اس خواب

إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقْنِيهِ إِلَّا نَبَأُ ثَمَرٍ مِمَّا بَنَوْا ۖ

کی تعبیر بتلائیے آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں یوسفؑ نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کیلئے آتا ہے میں اس کے

قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۖ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ

آئیے میں اس کی حقیقت تم کو بتلادیا کرتا ہوں یہ بتلادینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے میں نے ان لوگوں کا

بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفَرُونَ ۖ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ

مذہب چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے باپ داداؤں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے۔

وَيَعْقُوبُ مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا

ابراہیم کا اور اسحاق کا اور یعقوب کا ہم کو کسی طرح ریا نہیں رہنے کے ساتھ کسی شئی کا شریک قرار دیں یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں

وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصٰحِبِ السِّجْنِ اَمْ اَرْبَابٌ

پر خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اے قید خانہ کے رفیقو متفرق معبود چھو

مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اَسْمَاءُ

یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے (وہ اچھا تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر مرث چند بے حقیقت ناموں کی

سَمِيْتُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ ۚ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمْرًا اَلَا

عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے ٹھہرایا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان کی کوئی دلیل بھیجی نہیں علم

تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(دین کا اختیار صرف) خدا کو ہے اس نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو یہی سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

تفسیر :-

جس وقت حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جیل خانہ بھیجا گیا، اسی زمانہ میں بادشاہ کے دو غلام بھی جیل خانہ میں لائے گئے ان میں سے ایک شاہی باورچی تھا اور دوسرا ساقی، ان پر الزام تھا کہ انھوں نے کھانے اور شراب میں زہر ملانے کی سازش کی ہے ان کا مقدمہ زیر تحقیق تھا اسلئے ان کو قید کر لیا گیا، جیل خانہ میں جا کر انھوں نے حضرت یوسفؑ کے بلند اخلاق دیکھے کہ سب قیدیوں سے پیار و محبت سے پیش آتے ہیں، سب کے دکھ درد میں کام آتے ہیں سب کو اچھی اچھی باتیں سکھاتے ہیں اور بہت سچے ہیں نیز خواب کی تعبیر بھی بتلاتے ہیں، دن بھر آپ ان کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور رات بھر اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، آپ کے یہ اخلاق و صفات دیکھ کر یہ دونوں شاہی رات بھر اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں، آپ کے یہ اخلاق و صفات دیکھ کر یہ دونوں شاہی قیدی آپ سے بے حد مانوس ہو گئے اور بے پناہ آپ سے محبت و عقیدت ہو گئی۔

ایک دن ان دونوں نے آکر اپنا اپنا خواب آپ سے بیان کیا اور تعبیر معلوم کی، ساقی نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور کا عرق نکال رہا ہوں اور بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں، باورچی نے اپنا خواب یہ بیان کیا کہ جیسے میں سر پر روٹیوں کا ٹوکرا لئے جا رہا ہوں اور اس میں سے پرندے

نوح نوح کر کھا رہے ہیں

دعوت و تبلیغ

حضرت یوسفؑ نے ان کو اپنی طرف اس قدر متوجہ دیکھ کر موقع مناسب سمجھا کہ انھیں دین کی دعوت پیش کریں، بہت ممکن ہے کہ جیل خانہ کی پریشانیوں سے اکتا کر اور میری عقیدت کی وجہ سے یہ میری دعوت و تبلیغ کو قبول کر لیں، آپ نے ان کو تسلی دی کہ تمہیں خوابوں کی تعبیر بہت جلد معلوم ہو جائے گی، کھانا آنے سے پہلے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتلا دوں گا

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا خَبْرٌ نَّهْأُولَىٰ ۖ وَغَيْرُهُ مَفْضَرٌ ۚ نَعْنِی نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ حضرت یوسفؑ ان کے سامنے اپنا نبی ہونا ایک معجزہ سے ثابت کرنے کے لئے فرمایا: دیکھو جیل خانہ سے جو کھانا تم کو ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے ہی بتلا دیا کرتا ہوں کہ آج کھانے میں یہ چیز آئے گی، اس سے پہلے چند قیمتی باتیں سن لو، یاد رکھو میں کوئی کاہن یا منجم نہیں اور نہ ہی پیشہ ور تعبیر دینے والا ہوں بلکہ میں خواب کی تعبیر وحی الہی اور الہام ربانی سے دیتا ہوں، اس کے بعد ان کو توحید کی دعوت پیش کی کہ میں نے تو ان لوگوں کو پہلے ہی چھوڑ دیا ہے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں اور اپنے بزرگ باپ داداؤں حضرت ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ علیہم السلام کا مذہب اختیار کر رکھا ہے، جن کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ دنیا کی کسی بھی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائیں صرف اسی کو اپنا معبود بنائیں اور صرف اسی کے سامنے جھکیں، صرف اسی پر بھروسہ کریں، اپنا نفع و نقصان، مرنا جینا صرف اسی کے قبضہ قدرت میں سمجھیں، اور اے میرے جیل کے ساتھیو! تم ہی بتلاؤ کہ بہت سے معبود اچھے ہیں یا ایک معبود برحق جو سب پر غالب و زبردست ہے، بس تمہارے بڑوں نے جو بہت سے معبود بنائے ہیں وہ یوں ہی اپنے خیالات سے بنائے ہیں ان کا کوئی حقیقت و ثبوت نہیں، بس اصل حکم تو اللہ کا ہے جس نے ہم سب کو اور دونوں جہان کے ذرے ذرے کو پیدا کیا ہے، اسی نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم صرف اسی کی بندگی کریں اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوں مگر اکثر لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے اور غافل ہیں۔

يَصَاحِبِ السَّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ۚ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ

اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا اور دوسرا سولی دیا جائیگا اور اس کے سر کو ہرندے (نوح)

الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ۚ قُصِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ۚ ۝ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ

نوح) کھا دیں گے جس بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا اور جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اسے

فَمِنْهُمَا أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ۚ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السَّجْنِ بِضْعَ

یوسفؑ نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اس کو اپنے آقا سے تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو قید خانہ میں اور

سِنِينَ

بھی چند سال ان کا رہنا ہوا۔

خواب کی تعبیر

دونوں شاہی قیدیوں کو توحید و ایمان کی دعوت پیش کرنے کے بعد حضرت یوسفؑ نے ان کے خواب کی تعبیر بتلائی فرمایا تم میں سے جس نے بادشاہ کو

شراب پلائی وہ قید سے بری ہو کر اپنے سابقہ عہدہ پر لوٹ کر پھر سے بادشاہ کو شراب پلائیگا اور جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی وہ سولی پر چڑھایا جائیگا اور پھر اس کے گوشت کو پرندے نوچ نوچ کر کھائیں گے، اس تعبیر کے ساتھ ساتھ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ تعبیر میں نے ایسے ہی اندازے اور تخمینے سے نہیں دی بلکہ یہ خدائی فیصلہ ہے جو ہو کر رہے گا چنانچہ مقدمہ کی سماعت کچے بعد جج نے بھی یہی فیصلہ سنایا اور اس طرح ایک کو پھر سے بادشاہ کی خدمت کا موقع نصیب ہوا اور دوسرا سولی پر چڑھایا گیا۔ ان دونوں قیدیوں میں سے جس کے متعلق حضرت یوسفؑ جانتے تھے کہ یہ بری ہو گا یعنی سانی اس سے فرمایا جب تم بادشاہ کی خدمت میں جاؤ تو میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک آدمی اس طرح کاے تصور جیل خانہ میں مدتوں سے پڑا ہوا ہے، سنو میرے جو حالات تم نے دیکھے ہیں صرف وہی بیان کرنا ان میں کسی قسم کا مبالغہ مت کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے کسی انسان کو واسطہ و ذریعہ بنانا تو کل کے خلاف نہیں۔

جب سانی رہا ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا تو شیطان نے اس کے دل سے حضرت یوسفؑ کا تذکرہ بادشاہ سے کرنا بھلا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ آپؑ کو اور کئی سال قید میں رہنا پڑا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعٌ سُتَبِلَاتٍ خُضِرَ وَأُخْرِي بُيُوتٌ يَأْتِيهَا الْمَلَأُ أَفْتُونٌ فِي رُءْيَايَ إِن كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٦٠﴾

اور بادشاہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں نرم ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بلیں سبز ہیں اور ایکے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں اسے دربار والو اگر تم تعبیر سے کہتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو

خبر دو اور اُنکے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں اسے دربار والو اگر تم تعبیر سے کہتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو

خبر دو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو نہیں پریشان خیالات ہیں اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور ان دونوں میں سے

مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ۖ يُوسُفُ أَيُّهَا

میں سے جہد ہو گیا تھا اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو خیال آیا میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھ کو ذرا جانکی

الصَّدِيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٍ وَسَبْعِ

اجازت دیجئے اے یوسف اے صدیق مجسم آپ ہم لوگوں کو اسکا جواب دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا گئیں

سُنْبُلَتٍ خَضْرَاءٍ وَأَخْرَيْتَ لَعَلِّي أَرْجِعَ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ قَالَ

اور سات بالیں ہری ہیں اور اسکے علاوہ خشک بھی ہیں تاکہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں اور بیان کروں تاکہ ان کو کبھی معلوم ہو جائے

تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابًّا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا

آپنے فرمایا کہ تم سات سال متواتر غلہ بونا پھر جو فصل کاٹو تو اس کو بالوں میں رہنے دینا ہاں مگر تھوڑا سا جو تمھارے

تَأْكُلُونَ ﴿٦﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا

کھانے میں آوے پھر اس سات برس کے بعد سات برس اور ایسے سخت آویں گے جو کہ اس ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم

قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصِنُونَ ﴿٧﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُّ النَّاسُ وَ

نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہوگا ہاں مگر تھوڑا سا جو بیج کے واسطے رکھ چھوڑ دے پھر اس کے بعد ایک برس ایسا

فِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٨﴾

آوے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرہ بھی پھوٹے گی

شاہِ مصر کا خواب اور اس کی تعبیر | اس سورہ یوسف میں جگہ جگہ اس پر توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ

تعالیٰ جب کوئی کام چاہتے ہیں تو اس کے لئے ایسے اسباب

پیدا فرمادیتے ہیں جس کی طرف آدمی کا خیال بھی نہیں جاتا چنانچہ حضرت یوسف ؑ کی رہائی کا معاملہ بھی ایسے

ہی ہوا۔ مصر کے بادشاہ ریمان بن دلید نے ایک خواب دیکھا جس کو دیکھ کر وہ حیران و پریشان ہو گیا،

دربار منعقد کیا گیا جس میں سلطنت کے ماہرین، معتبر کاہن، منجم اور علم داں حضرات کو جمع کیا گیا بادشاہ

نے ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے سات گائیں تندرست و موٹی تازی ہیں، ان کو

سات دبلی پتلی اور کمزور گائیں کھا گئیں، اور میں نے دیکھا کہ سات بالیں (گیہوں وغیرہ کی) ہری ہیں اور

سات بالیں خشک ہیں، خشک بالیں ہری بالوں کو پیٹ گئیں اور ان کو بھی خشک کر دیا، تم لوگ مجھے

اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔ کسی کی سمجھ میں تعبیر نہیں آئی تو بات بنائی کہ بادشاہ سلامت یہ ایسا خواب نہیں جس

کی تعبیر ہو محض پریشان خیالات ہیں، بسا اوقات نیند میں اس طرح کے مناظر دیکھتے ہیں۔

اب ساتی کو حضرت یوسف ؑ کی بات یاد آئی اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جیل میں ایک مقدس

بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو من تعبیر کا ماہر ہے (بہت ممکن ہے اس نے اپنے خواب کا بھی پورا قصہ بتلایا ہو)۔

اجازت ہو تو میں ان سے تعبیر معلوم کرنے کیلئے جاؤں، بادشاہ کی طرف سے اجازت ملی تو ساتی جیل خانہ پہنچا اور جا کر عرض کیا اے سچے یوسف بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کوئی نہ دے سکا پورا دربار بھرا ہوا ہے، بادشاہ کو اس خواب کی تعبیر چاہئے مجھے یقین ہے آپ جو تعبیر دیں گے وہ سچ اور صحیح ہوگی بس آپ مجھے تعبیر بتلائیے کہ تاکر میں ان تمام لوگوں کو جا کر سنا سکوں

حضرت یوسفؑ کی پیغمبرانہ عالی اخلاق دیکھتے کہ آپ نے اس کو نہ کوئی ملامت کی اور نہ ہی آئندہ کے لئے کوئی شرط لگائی بلکہ فوراً تعبیر بتلا دی فرمایا سات موٹی گائیں اور ہری باؤں کی تعبیر ایسے سات سال ہیں جن میں متواتر خوش حالی رہے گی کھیتوں اور جانوروں میں خوب پیداوار ہوگی سات دہلی گائیں اور خشک باؤں کی تعبیر ایسے سات سال ہیں جن میں زبردست قحط پڑے گا جس میں پچھلا تمام ذخیرہ کھا کر ختم کر دیا جائے گا۔

تعبیر کے علاوہ آپ نے مخلوق خدا پر شفقت و ہمدردی کرتے ہوئے یہ تدبیر بھی بتلائی کہ پہلے سات سال میں جو پیداوار ہو اسے کفایت شعاری سے استعمال کرنا اور باقی غلہ بالوں ہی میں رہنے دینا تاکہ وہ کھڑے وغیرہ سے محفوظ رہ سکے اس طرح سات سال کی پیداوار سے تم چودہ سال کا کام چلا سکو گے، اگر تم نے میری تدبیر پر عمل نہ کیا تو قحط سالی کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو جائیگا، اسی کے ساتھ آپ نے ان کو ایک خوش خبری بھی سنائی کہ قحط کے سات سالوں کے بعد جو اٹھواں سال آئے گا وہ بہت ہی زیادہ پیداوار کا ہوگا، حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ یہ خوش خبری آپ نے بذریعہ وحی سنائی

وَقَالَ الْمَلِكُ اِثْنُوْنِي بِہٖ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ اَرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْأَلْہٗ

اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ پھر پتہ چلے یہاں سے قاصد چلا پھر جب انکے پاس قاصد پہنچا آپ نے فرمایا

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۚ اِنَّ رَبِّيْۤیْ بِکَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۚ

کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرے رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر:- بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساتی کے تذکرہ سے حضرت یوسفؑ کا معتقد ہو گیا تھا اور جب آپ نے خواب کی صحیح اور موزوں تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو آپ کے علم و فضل اور

اقوال و تحقیق { بکیمہن :- یہاں حضرت یوسفؑ نے فریب میں تمام عورتوں کو شامل کر دیا جب کہ حقیقت میں صرف ایک عورت (زلیخا) کا فریب تھا، جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ دوسری عورتیں مددگار تھیں اسلئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حق پرورش کے پیش نظر اپنے صاف طور پر زلیخا کا نام نہیں لیا۔

دانشوری و دوراندیشی اور حسن اخلاق کا سکہ اس کے دل پر بیٹھ گیا، فوراً حکم دیا کہ آپ کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں ان کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کر سکوں، چنانچہ قاصد شاہی پیغام لے کر آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے آنے سے انکار کر دیا اور قاصد سے کہا کہ بادشاہ سے جا کر کہنا کیا آپ کو ان عورتوں کے واقعہ کی حقیقت معلوم ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، حضرت یوسفؑ یہ چاہتے تھے کہ میرے دامن پر کسی قسم کا دھبہ نہ رہے اس لئے آپ نے بادشاہ کو اس طرف توجہ دلائی کہ پہلے میری پاکدامنی کی ان عورتوں سے تحقیق کر لیں جب آپ کو میری پاکدامنی کا یقین ہو جائے اور کسی کو بھی میری پاکدامنی پر شبہ نہ رہے تب میں قید خانہ سے باہر آؤں گا۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میرا رب تو ان عورتوں کے جھوٹ اور مکر و فریب کو جانتا ہے میں چاہتا ہوں کہ بادشاہ وقت کو بھی حقیقت حال کا صحیح علم ہو جائے۔

قَالَ مَا خَطْبُكَ إِذْ رَأَوْتَنِي يُوسُفُ عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ

کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسفؑ سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا حاش شدہم کو ان میں ذرا بھی سوؤ؟ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ إِنَّ حَصَصَ الْحَقُّ أَنَا رَأَوْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَتَىٰ لَمْ أَخْنُهِ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ

اپنے مطلب کی خواہش کی تھی اور بے شک وہی سچے ہیں، یوسفؑ نے فرمایا یہ تمام اہتمام محض اس وجہ سے ہے

الْخَائِنِينَ ﴿۱۰﴾

م دالوں کے قریب کو چلنے نہیں دیتا

تاکہ عزیزین کو یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اکیلا موجودگی میں کیا آدمیوں کی استغاثہ نہیں کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے

زلیخا کا اعتراف جرم اور حضرت یوسفؑ کی رہائی

شاہ مصر نے حضرت یوسفؑ کی غشائے کے مطابق ان تمام عورتوں کو اور زلیخا کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ صاف صاف اور صحیح صحیح بتاؤ اس معاملہ کی اصل حقیقت کیا ہے جب کہ تم نے اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے یوسفؑ کو پھسلایا تھا، بادشاہ نے پوچھنے کا یہ انداز اس لئے اختیار کیا کہ اس کو یقین ہو چکا تھا کہ یوسفؑ واقعہ بے قصور ہے، یا اس لئے اختیار کیا تاکہ عورتیں یہ سمجھیں کہ بادشاہ کو سب معلوم ہے اور پھر ان کو جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو، صحیح صحیح واقعہ کی حقیقت ظاہر کر دیں، چنانچہ یہی ہوا کہ بادشاہ کے پوچھنے پر سب نے متفقہ طور پر جواب دیا، حاشا شدہم نے

یوسفؑ میں کوئی بھی برائی کی بات نہیں پائی، زلیخا کہنے لگی اب تو حقائق سب پر ظاہر ہو ہی گئی ہے
لہذا میں اپنے جرم کا اقرار کرتی ہوں، حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی یوسفؑ کو اپنا مطلب پورا کرنے
کے لئے پھسلایا تھا اور وہ اس بات میں بالکل سچے ہیں کہ میں نے ان کو پھسلایا تھا۔

حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں کہ قید سے رہائی کا انکار کر کے میں نے اپنے معاملہ کی تحقیقات کا
مطالبہ اس لئے کیا تھا کہ عزیز مصر کو پورے یقین و ثبوت کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی
غیر موجودگی میں اس کی عزت و آبرو پر ہاتھ نہیں ڈالا، کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کی اور یہ تحقیق
و تفتیش میں نے اس لئے کرائی تاکہ میری پاک دامن بالکل روشن ہو کر سامنے آجائے اور لوگوں کو

معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خاتموں اور دغا بازوں کا فریب چلنے نہیں

دیتا چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چلا اور حق سب کے سامنے

آکر رہا، اور فریبی رسوا و ذلیل ہوئے

حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو ہر طرح

کے مکر و فریب سے

محفوظ فرمائے

اللہم آمین

الحمد للہ

پارہ و مامن دابۃؑ کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

تفسیرِ ہذا

ذیلی کتبے تفاسیر سے مستفاد ہے

۱۔ بیان القرآن ۲۔ معارف القرآن ۳۔ فوائد عثمانیہ ۴۔ منظری ۵۔ ابن کثیر

۶۔ تفسیر حقائق ۷۔ قصص القرآن وغیرہ

﴿ قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں ﴾

﴿ آسان تفسیر ﴾

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر امت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے، ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر بتیس (۳۲) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

﴿ تذکرۃ الانبیاء ﴾

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ (۱۶) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

﴿ تلخیص بخاری شریف ﴾

بخاری شریف جس کے متعلق فرمایا گیا ہے ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری“ کہ قرآن کریم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ ”تلخیص بخاری شریف“ میں صحیح بخاری شریف کی منتخب احادیث پاک کا ترجمہ و تشریح آسان و عام فہم انداز میں بالخصوص عام اردو داں طبقہ کے لیے مستند و معتبر شروحات بخاری شریف وغیرہ کتب سے اخذ کر کے مولانا محمد یعقوب قاسمی (سابق استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم سہارنپور) نے ترتیب دیا ہے۔

”تلخیص بخاری شریف“ کو اپنے وقت کے عظیم اکابرین نے اپنی قیمتی تقریظات سے مزین فرمایا ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے وی، پی رجسٹری، پارسل کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔

مکمل معلومات حاصل کرنے، اور ان کتابوں کو طلب کرنے کے لیے ہمارے موبائل نمبر پر رابطہ قائم فرمائیں۔

گزارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ۔

ادارہ دعوت و تبلیغ

09837375773

گلی نمبر ۲، آلی کی چنگی ہمنڈی سمیتی روڈ، سہارنپور، موبائل نمبر: 09837002261

اس دور کی سب سے آسان، مفہوم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان و تفسیر

پارہ ۱۳

مؤلف

مولانا محمد یعقوب کاسمی

سابق اُستادِ حدیث و تفسیر دارالعلوم دیوبند

ترجمہ و تفسیر مولانا شرف علی صاحبانوی رحمہ اللہ علیہ

شائع کردہ

اکادمی دعوت و تبلیغ

کلی آئل کی جنگ منڈی سیمٹی روڈ سہا پور پولی

50/-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

قرآن شریف کی آسان مفسر

قدیم و جدید مستند و معتبر کتب تفاسیر کے ماخذ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن شریف سے
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
مؤلف
محمد یعقوب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند
پارہ ۱۳ دفا ابیری

شائع کردہ
دارہ دعوت و تبلیغ اہل کی چنگی گلی ۲ ہمار پورہ (ایو پی) ۲۲

لے انور تاجی دہلوی

فہرست عنوانات آسان تفسیر اردو پارہ وَا اَبْرَمٰی نَفْسٰی ۱۳

۳۲	۱ انبیاء کے قصے عبرت انگیز ہیں	۳	شان پیغمبری
۳۱	دلائل توحید	۳	نفس کی تین حالتیں
۳۶	منکرین قیامت دوزخی ہیں	۴	واقعہ کی تحقیق
۳۷	قدرت خداوندی	۵	ایک علمی نکتہ
۳۸	فرشتوں کے ذریعہ انسان کی حفاظت	۶	حضرت یوسفؑ کو دنیوی عظمت بھی عطا ہوئی
۳۹	ایک عبرت آموز واقعہ	۷	تخط کا زائد شدہ دے
۴۰	حق و باطل کی مثال	۷	بھائی، یوسفؑ کے دربار میں
۴۱	حق و باطل کا انجام	۸	ایک سوال کا جواب
۴۲	صلحاء کی صفات اور مقام	۹	بھائیوں کی اپنے وطن واپسی
۴۲	بذہنیوں کی خصلتیں اور انجام	۱۰	بیٹوں سے عہد
۴۸	معجزات کا مطالبہ	۱۱	بیٹوں کو ہدایت
۵۱	شان نزول	۱۱	نظر لگنا حق ہے
۵۲	مومن و کافر کا انجام	۱۱	نظر بد کا علاج
۵۶	حضورؐ کو تسلی	۱۲	بنیامین کو روکنے کی تدبیر
۵۷	کفار کا مکر اور اس کی سزا	۱۵	دو سوالوں کا ایک جواب
۵۹	سورہ ابراہیم کا آغاز	۱۶	حضرت یوسفؑ کا ضبط و تحمل
۵۹	ایک شبہ کا جواب	۱۹	صبر یعقوبؑ
۶۶	کافروں کے اعمال کی مثال	۲۰	تلاشیں یوسفؑ
۶۹	مؤمنین و کافروں اور ان کے اعمال کی سزا	۲۱	تیسرا سفر مصر
۷۰	نا شکری کی سزا	۲۲	کنعان واپسی
۷۳	حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۲۵	خاندان یعقوبؑ مصر میں
۷۳	ایک سوال کا جواب	۲۷	قصہ یوسفؑ کا اختتام
۷۸	اللہ کا وعدہ حق ہے	۲۸	قصہ یوسفؑ حضورؐ کی نبوت کا واضح ثبوت ہے
۸۰	قرآن ایک جامع کتاب ہے	۲۹	منکرین توحید و رسالت
		۳۱	ایک شبہ کا جواب

وَمَا أَجْرِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا نفس تو بری ہی بات بتلاتا ہے

إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ

بجز اس کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

شان پیغمبری

پیغمبروں کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے اعمال حسنہ کو بھی اپنا کمال نہیں سمجھتے۔ بلکہ اللہ کے فضل و کرم کا نتیجہ سمجھتے ہیں، چنانچہ اس آیت پاک میں حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ زلیخا کے پھسلانے اور اپنی طرف راغب کرنے کے باوجود میں غلط کاری سے محفوظ رہا اس میں میرا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ تو محض اللہ پاک کا مجھ پر فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے اس کام سے بچائے رکھا اور میں پاک دامن و پاک باز رہا نہیں تو نفس انسانی کی خاصیت تو یہ ہے کہ وہ برائی کی طرف لے جاتا ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن خود تمہارا نفس ہے جو تمہیں برے کاموں میں مبتلا کر کے ذلیل و خوار بھی کرتا ہے اور طرح طرح کی مصیبتوں میں بھی مبتلا کرتا ہے۔

پس جس پر اللہ رحم فرمائے وہ ہی برائی سے بچ سکتا ہے بلاشبہ میرا رب در دگار بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

نفس کی تین حالتیں

نفس کی تین قسمیں اور تین حالتیں ہوتی ہیں ۱۔ اَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ۲۔ نَوَّامَةٌ مِّنْ مَّطْمَئِنَةٍ ۳۔ نَفْسٌ اِنْسَانِيَّةٌ كِیٰ سَبِّحِیْ حَالَتِ اِمَارَہ ہوتی ہے یعنی وہ برے کاموں کا تقاضہ کرتا ہے لیکن جب انسان خدا اور آخرت کے خوف سے اس تقاضے کو پورا نہ کرے تو اس کا نفس نَوَّامَةٌ بن جاتا ہے یعنی برے کاموں پر ملامت کرنے والا اور ان سے توبہ کرنے والا جیسے عام صلحاء امت کے نفوس ہیں اور جب کوئی انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے کرتے اپنے نفس کو اس حالت میں پہنچا دے کہ برے کاموں کا تقاضہ ہی اس میں نہ رہے تو وہ نفس مَطْمَئِنَةٌ ہو جاتا ہے، صلحاء امت کو توبہ حال مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل ہوتا

(اقوال تحقیقی)

واہری تا غفور رحیم۔ ابن تیمیہ وغیرہ بعض مفسرین نے اس کو زلیخا کا قول قرار دیا ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے کہا کہ میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتی اور نہ اسے ہر قسم کے جرم سے بری کرتی ہوں نفس میں تو طرح طرح کے خیالات آتے ہی ہیں اور وہ برائی کرنے پر اکساتا ہی جاتا ہے لہذا نفس کے دھوکہ اور پھسلانے میں آکر میں نے حضرت یوسفؑ کو اپنے پھندے میں لانا چاہا مگر وہ نہ آئے کیونکہ نفس برائی پر ابھارتا تو ہے مگر جس کو اللہ رحم فرما کر بچالے اس کو نہیں ابھارتا بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

ہے اور پھر بھی اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا یقینی و ضروری نہیں ہوتا اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو خود بخود عطا خداوندی سے ایسا ہی نفس مطمئنہ بغیر کسی سابقہ مجاہدہ کے نصیب ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اسی حالت پر رہتا ہے

وَقَالَ الْمَلِكُ اَتُونِي بِهٖ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۚ فَلَمَّا كَلَمَہٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ

اور بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے اس سے باتیں کیں تو

لَدَيْنَا مَكَيْنٌ اَمِيْنٌ ۖ قَالَ اَجْعَلْنِي عَلٰی خَزَايِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝

بادشاہ نے کہا کہ تم ہمارے نزدیک بڑے معزز اور معتبر ہو، یوسف نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو امور کرد میں حفاظت رکھوں گا خوب واقف ہوں

واقعہ کی تحقیقات حضرت یوسفؑ کی ستار کے مطابق شاہ مصر نے آپ کے واقعہ کی تحقیقات کرائیں جس سے بادشاہ پر یہ واضح ہوا کہ یوسف بالکل بے قصور میں جرم سراسر زلیخا کا ہے، آپ کی

پاکبازی نے متاثر ہو کر بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو ہمارے پاس لایا جائے ہم اس کو اپنا شیر خاص بنانا چاہتے ہیں، چنانچہ قاصد حیل خان پہنچ کر بادشاہ کا پیغام سناتا ہے، آپ نے آنے کے لئے غسل فرما کئے کپڑے پہنے، اور

چلتے وقت قیدیوں کو دعا نہیں دیں، الغرض پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو دربار شاہی میں لایا گیا جب آپ

شاہی دربار پر پہنچے تو دعا کی، میری دنیا کے لئے میرا رب مجھے کافی ہے، اور ساری مخلوق کے بدلے میرا رب

میرے لئے کافی ہے جو اس کی پناہ میں آگیا وہ بالکل محفوظ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور جب دربار میں

پہنچ کر بادشاہ کا سامنا ہوا تو یہ دعا کی۔ اے اللہ میں شاہ مصر کی خیر کے بجائے تیری خیر کا طالب ہوں اور میں شاہ مصر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

بادشاہ نے جب آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے اس کو عربی زبان میں سلام کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

بادشاہ نے دریافت کیا یہ کون سی زبان ہے، آپ نے فرمایا یہ میرے چچا حضرت اسمعیل کی عربی زبان ہے پھر

آپ نے بادشاہ کو عبرانی زبان میں دعا دی، بادشاہ نے پھر سوال کیا یہ کون سی زبان ہے آپ نے جواب دیا

یہ میرے باپ مادا کی عبرانی زبان ہے، بادشاہ ان دونوں زبانوں سے ناواقف تھا، اگرچہ وہ اور مختلف

زبانوں کا ماہر تھا، بہر حال بادشاہ نے آپ کو اپنے قریب بٹھا کر مختلف زبانوں میں بہت سی باتیں کیں

بادشاہ جس زبان میں بات کرتا، آپ اسی زبان میں اس کا جواب دیتے، اس وقت آپ کی عمر صرف تیس سال

نہی، اس نوجوان (حضرت یوسفؑ) میں اس قدر صلاحیت دیکھ کر بادشاہ بہت متاثر ہوا اور آپ کے فضل و کمال کا گردیدہ ہو گیا، بادشاہ نے حضرت یوسف سے فرمایا کہ آج سے آپ ہمارے بڑے معزز

و معتبر اور معتمد ہیں۔ بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر آپ نے بتلائی تھی اس کے متعلق بادشاہ نے آپ سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں

اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئے، آپ نے فرمایا کہ پہلے سات سالوں میں ذب بارش ہونے والی ہے، لہذا آپ ان سات سالوں میں خوب کاشت کرنا زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرانے کا انتظام کریں اور اپنے ملک کے تمام کاشت کاروں کو یہ پیغام پہنچادیں تاکہ وہ غفلت نہ برتیں اور خوب بہت و لگن سے زیادہ سے زیادہ اناج اگانے کی کوشش کریں، ان کاشتکاروں کو یہ بھی ہدایت کر دی جائے کہ پیداوار کا پانچواں حصہ بالوں اور ڈنٹھل سمیت بچا کر رکھتے ہیں (اس صورت میں اناج بھی خراب نہیں ہوگا اور ڈنٹھل وغیرہ بھوسے کی شکل میں جانوروں کی غذا بن سکے گا) اس طرح آپ کی رعایا قحط کے سالوں میں اس جمع شدہ غلہ سے اپنا کام چلا سکے گی، اور جو اناج کاشتکاروں اور سرکاری زمینوں سے حکومت کو حاصل ہو اس کا اسٹاک کر کے رکھیں تاکہ ملک سے باہر والے لوگوں کو معمولی قیمت پر دے کر ان کی ضرورت بھی پوری کی جائے کیونکہ یہ قحط ملک مصر کے چاروں طرف پھیلے گا، آپ نے بادشاہ سے یہ بھی فرمایا کہ ضرورت مندوں کو معمولی قیمت پر اناج دیکر شاہی خزانہ میں اتنا مال جمع ہو جائے گا جو آج تک کسی بادشاہ کے دور حکومت میں نہیں ہو سکا۔

آپ کا یہ مشورہ و تدبیر سن کر بادشاہ بے حد خوش ہوا اور مطمئن ہوا اور ساتھ ہی ساتھ بادشاہ کے سامنے ایک اہم سوال یہ آیا کہ اس عظیم اور اہم پروگرام کا انتظام کس طرح ہوگا، اور کون کرے گا، بادشاہ کی اس پریشان کن سوال کا جواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیا کہ اس اہم اور عظیم کام کے لئے میں تیار ہوں، آپ ملک کے خزانے زمین کی پیداوار میرے سپرد کریں میں ان کی پوری حفاظت بھی کر سکتا ہوں، اور ان کو صحیح طریقہ پر خرچ کرنے سے بھی میں پورا واقف ہوں۔

شاہ مصر اگرچہ حضرت یوسفؑ کے کمالات کا گردیدہ اور ان کی دیانت اور عقل و شعور کا پورا معتقد ہو چکا تھا مگر اس نے آپ کو وزیر خزانہ نہیں بنایا بلکہ ایک سال تک آپ کو اپنا معزز بہان بنا کر رکھا (شاید اس وجہ سے تاکہ آپ کے تمام حالات صحیح طور پر سامنے آجائیں) اور جب آپ شاہ مصر کی کسوٹی پر ہر اعتبار سے پورے اترے تو اس نے ایک سال کے بعد آپ کو صرف وزیر خزانہ ہی نہیں بلکہ وزیر مملکت بنا کر پورا ملک آپ کے سپرد کر دیا اور خود برطرف ہو گیا، اور اب حضرت یوسفؑ شاہ مصر بن گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ شاہ مصر یان بن ولید نے ایمان قبول کر لیا تھا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی دوران زلیخا کے شوہر عزیز مصر کا انتقال ہو گیا، اور بادشاہ نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسفؑ سے کر دیا، اس وقت حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے زلیخا سے فرمایا، کیا یہ صورت اس سے اچھی نہیں جو تم چاہتی تھیں، اس پر زلیخا شرمندہ و معذرت خواہ ہوئی، تاریخی روایات کے مطابق حضرت یوسفؑ کے زلیخا سے دولہا کے پیدا ہونے۔

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ :- اس آیت کے ضمن میں علماء مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ایک علمی نکتہ :- اپنے لئے کسی عہدہ کا طلب کرنا ایسے حالات میں جائز ہے جب کہ یہ سمجھا جائے کہ اس

کام کو میرے علاوہ کوئی دوسرا صحیح ڈھنگ سے انجام نہیں دے سکے گا اور خود اس میں اس کام کو صحیح طور پر انجام دینے کی صلاحیت ہو اور اسی کے ساتھ اس کی نیت مخلوق خدا سے ہمدردی اپنے لئے عزت و جاہ اور مال و دولت کا حاصل کرنا نہ ہو، بالکل یہی صورت حضرت یوسفؑ کو پیش آئی اسی لئے آپ نے از خود عہدہ طلب کیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہدہ طلب کرنے سے منع فرمایا ہے وہ انہی حالات میں ہے جب کہ اس عہدے کے لائق دوسرے لوگ بھی موجود ہوں، یا یہ کہ عہدہ طلبی سے حصول عزت و جاہ اور مال و دولت ہو۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ، يَتَّبِعُوا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ. نُصِيبُ

اور ہم نے ایسے طور پر یوسفؑ کو با اختیار بنادیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں

بِرَحْمَتِنَا مَنْ تَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا جَزَاءُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے، اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے

لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

امیدان اور تقویٰ والوں کے لئے

حضرت یوسفؑ کو دنیوی عظمت بھی عطا ہوئی | حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک طرف نبوت جیسی عظیم الشان دولت

سے نوازا اور دوسری طرف دنیوی سلطنت دے کر عظمت بخشی اور سلطنت بھی، ایسی با کمال و بے مثال کہ جس میں پوری رعایا آپ سے بے حد خوش اور مطمئن تھی، ان آیات میں اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ ہم نے یوسفؑ کو ملک مصر میں پورے طور پر با اختیار بنادیا کہ جہاں جو چاہیں تصرف کریں اور پبلک پر جو چاہیں احکام نافذ کریں، پس ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت و نعمت سے اسی طرح نوازتے ہیں، اور ہم نیک کام کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتے۔ یہ نعمتیں تو حضرت یوسفؑ کو دنیا میں عطا کی گئیں آخرت کی نعمتیں دنیا کی ان نعمتوں سے بدرجہا اعلیٰ و افضل ہیں۔

ان آیات میں یہ بات بھی بتلا دی گئی ہے کہ دنیا و آخرت کی یہ نعمتیں حضرت یوسفؑ ہی کیلئے خاص نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ہیں جو ایمان و برہنیزگاری اختیار کرے، پس اللہ تعالیٰ کسی کو مالدار بنا کر اور کسی کو بغیر مالدار بنائے، قناعت و رضا کی دولت عطا فرما کر زندگی کا عیش و عشرت فرمادیتے ہیں۔

وَجَاءَ إِخْوَتُهُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۝ وَلَمَّا

اور یوسف کے بھائی آئے پھر یوسف کے پاس پہنچے یوسف نے ان کو پہچان لیا اور انہوں نے یوسف کو نہیں

جہزہم بِجَهَازِهِمْ قَالَ اِثْنُونِي بِآخِ لَكُمْ مِّنْ اَبْنِكُمْ اَلَا تَتَرَوْنَ اَنِّي

پہچانا اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو فرمایا کہ اپنے علاقائی بھائی کو بھی لانا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر

اَوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ

دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں ، اور اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس

لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝

تمہارے نام کا غلہ ہو گا اور نہ تم میرے پاس آنا ، وہ بولے ہم اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو

وَقَالَ لِفَتَيْنِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يُعْرِفُونَهَا اِذَا انْقَلَبُوا

مرد کرینگے اور یوسف نے اپنے نوکر دوں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع ہو بھی ان کے اسباب میں رکھ دو تاکہ جب اپنے

اِلٰى اٰهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يُرْجِعُوْنَ ۝

گھر لوٹ جاویں تو اس کو پہچانیں شاید پھر دوبارہ آئیں

قحط کا زمانہ شروع | خواب کی تعبیر کے مطابق مصر اور اس کے چاروں طرف زبردست قحط شروع ہو گیا

حضرت یوسف اپنی خداداد صلاحیتوں سے خوش حالی کے سات سالوں میں خوب کاشت کر کر بڑی تعداد میں غلہ جمع کر چکے تھے اور ملک مصر کے کاشتکاروں نے بھی آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی ضرورت کے مطابق اناج جمع کر لیا تھا

بہر حال جب قحط پھیلا تو حضرت یوسف نے سرکاری گودام سے لوگوں کو اناج دینا شروع کر دیا اور یہ خبر دور دور پھیل گئی کہ مصر کا بادشاہ بڑا رحم دل ہے وہ دوسرے ملک کے لوگوں کو بھی معمولی قیمت پر غلہ دے رہا ہے اس خبر کو سن کر اس پاس کے شہروں اور ملکوں سے لوگ غلہ لینے آنے لگے۔

کنعان میں بھی قحط آیا تو حضرت یوسف کے دس بھائی علاوہ بنیامن کے بھائی، یوسف کے دربار میں | غلہ لینے مصر آئے ، حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا مگر وہ حضرت

یوسف کو نہ پہچان سکے کیونکہ یہ بات ان کے دہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ جس بچہ کو ہم نے غلام بنا کر فروخت کر دیا تھا وہ اتنے بڑے ملک کا بادشاہ بن سکتا ہے ، دوسرے شاہی لباس میں وہ آپ کی شناخت سے

بالکل عاجز رہے، حضرت یوسف م نے پورے حالات سننے کی غرض سے ان سے اجنبی طور پر باتیں کیں کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو، مجھے تو تم جاسوس لگتے ہو، کہنے لگے بادشاہ سلامت ہم تو قحط کے ارے فاقہ زدہ کنعان کے رہنے والے ہیں، ہم اللہ کے پیغمبر حضرت یعقوب م کے بارہ لڑکے ہیں دس آپ کے سامنے حاضر ہیں سب سے چھوٹے بھائی یوسف کو بچپن میں ہی جنگل میں بھڑپے نے پھاڑ کھایا تھا وہ ہمارے باپ کا سب سے چھوٹا تھا اس کے بعد سے ہمارے والد دوسرے بھائی بنیامین سے اپنا دل بھلاتے ہیں اور اس کو اپنے سے جدا ہونے نہیں دیتے، حضرت یوسف م نے ان کی باتیں سن کر شاہی ملازمین سے فرمایا ان کو بجاؤ اور عزت کے ساتھ شاہی مہمان بنا کر رکھو۔

جاتے وقت ان کو ایک ایک اونٹ غلہ دیا (جو وزن کے حساب سے دوسو دس سیر ہوتا ہے) کہنے لگے کہ ہمارے گیارہویں بھائی کا حصہ بھی دیدیکھئے، آپ نے فرمایا یہ ہمارے اصول کے خلاف ہے، ہم حاضر ہی کو غلہ دیتے ہیں غائب کو نہیں اگر تمہیں اس کا حصہ لینا ہے تو اگلی مرتبہ اس کو بھی لے کر آنا ضرور دوگا تم میرے اخلاق دیکھ ہی چکے ہو، حضرت یوسف طبعی طور پر یہ جانتے تھے کہ وہ اپنے حقیقی بھائی بنیامین سے ملیں اس لئے ان سے کہا اگر تم اس کو لے کر نہ آئے تو میں تم میں سے کسی کو بھی آئندہ غلہ نہ دوں گا (کیونکہ اس کو ساتھ نہ لانے کی صورت میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا اور دھوکہ دے کر زیادہ غلہ لینا چاہا) حضرت یوسف کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہو سکتا ہے اگلی مرتبہ غلہ خریدنے کے لئے ان کے پاس کچھ مال نہ ہو اور یہ اس مجبوری کی وجہ سے نہ آسکیں، لہذا خادموں کو حکم دیا کہ ان کا مال ان کے غلہ میں ہی چھپا کر رکھ دیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی طرف سے حضرت یوسف نے خزانہ میں مال اپنے پاس سے جمع کر دیا۔

رخصت ہوتے وقت بھائیوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے باپ سے پوری پوری کوشش کر کے بنیامین کو اگلی مرتبہ لے کر آئیں گے۔

ایک سوال کا جواب | یہاں پر ایک سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ حضرت یوسف م جانتے تھے کہ میرے والد میری جدائی سے بے حد پریشان ہیں تو پھر عزیز ممر کے گھر میں رہنے کے زمانہ میں جب کہ ان کو مکمل آزادی تھی کیوں والد سے ملاقات کرنے نہ گئے، یا کم از کم اپنی خیریت کی اطلاع ہی بھیج دیتے، اور اگر جب بھی نہیں دی تو اب اپنے بھائیوں کے ذریعہ تو بھیج ہی دینی چاہئے تھی، آخر ایسا کیوں؟

امام قرطبی نے اس کا جواب اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ حضرت یوسف م کو بذریعہ وحی اللہ نے منع فرمادیا تھا کہ اپنے حالات کی کوئی خبر اپنے گھر نہ پہنچائیں، اس میں کیا حکمتیں پوشیدہ تھیں اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ آبَائِهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَانَا

غرض جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے غلہ کی بندش کر دی گئی

نَكْتَلُ وَإِنَّا لَهُ لَحَفُظُونَ ﴿۹﴾ قَالَ هَلْ أَمْنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمْنُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ

سو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب نے فرمایا

قَبْلُ ۚ قَالَ اللَّهُ خَيْرٌ حِفْظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿۱۰﴾ وَكَتَفَتْهُمَا مَتَاعُهُمْ وَجَدُوا

کس میں اس کے بارہ میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو اللہ سب

بِضَاعَتِهِمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۚ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۚ هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا

بڑھ کر گھبرانے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو ان کو ان کی جمع پونجی ملی کہ انھی کو واپس کر دی

وَنَبِيرُ أَهْلِنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزِدَا ذُكَيْلَ بَعِيرٍ ۚ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيرٌ ﴿۱۱﴾

گئی کہنے لگے کہ اے ابا اور ہم کو کیا چاہیے یہ ہمارے جمع پونجی بھی تو ہم کو لوٹا دی گئی اور اپنے گھروالوں کے واسطے رسد لادیں گے اور اپنے

بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ (بوجھ غلہ اور زیادہ لادینگے یہ تمھوڑا سا غلہ ہے۔

بھائیوں کی اپنے وطن واپسی | دسوں بھائی غلہ لے کر خوشی خوشی اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاکم مصر (حضرت یوسفؑ) کے حسن

سلوک اور بلند اخلاق کی بہت تعریف کی اور کرم فرمائی کا پورا واقعہ سنایا، اسی کے ضمن میں یہ بھی عرض کیا کہ اگر

بنیامین ہمارے ساتھ ہوتا تو ہمیں غلہ اور زیادہ ملتا اس کا حصہ ہمراہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں دیا اور آئندہ کے لئے

حاکم مصر نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اتنی مرتبہ اگر تم بنیامین کو ساتھ لے کر نہیں آئے تو تم میں سے کسی کو بھی غلہ نہیں

ملے گا، اس لئے ہماری آپ سے درخواست ہے کہ آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ ضرور بھیجیں تاکہ ہم سب اپنے

اپنے حصہ کا غلہ لاسکیں، اور آپ اس کی طرف سے پورا اطمینان رکھئے ہم اس کی مکمل حفاظت و نگہبانی

کریں گے، حضرت یعقوب نے فرمایا کیا میں تم پر اسی طرح اطمینان کروں جس طرح یوسف کے بارے میں کر چکا

ہوں، مطلب یہ ہے کہ تمہاری بات پر تو کیا بھروسہ ہو سکتا ہے، تم کیا حفاظت کرو گے بس اصل بھروسہ تو اللہ کی

ذات پر ہے وہی اس کی حفاظت فرمائے گا، اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائینا۔

حالات سفر کی اس گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے اپنا سامان کھولنا شروع کیا تو دیکھا

کہ اس میں وہ پونجی بھی موجود ہے جو وہ غلہ کی قیمت میں ادا کر کے آئے تھے جس کو حاکم مصر نے محض اپنے کرم

سے ان کو واپس کر دی، یہ خوش خبری اپنے والد محترم کو دی اور کہا کہ حاکم مصر ہم پر بہت ہی زیادہ مہربان ہے

ایسی صورت میں ہم کو اپنے بھائی بنیامین کے ساتھ دوبارہ ضرور جانا چاہئے تاکہ اس مرتبہ ایک حصہ مزید بڑھ کر آئے، ہم جو غلہ لائے ہیں وہ ہمارے اخراجات کے لحاظ سے کم ہے بلکہ ہی ختم ہو جائیگا اور قحط شدید پڑا ہوا ہے بس اب تو آپ ہمیں جانے کی اجازت دے ہی دیجئے۔

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن

یعقوب نے فرمایا کہ اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ یُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿۱۰﴾

دو گئے کہ تم اس کو ضرور لے آؤ گے ہاں اگر کس گھری جاؤ تو مجبوری ہے سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے۔

بیٹوں سے عہد ایک طرف بنیامین کو ہمراہ لے جانے پر بیٹوں کا اصرار دوسری طرف غلہ کی شدید ضرورت جیسا عادتاً زندگی کا دار و مدار ہے اور جان بچانا فرض ہے لہذا حضرت یعقوب نے اپنے دسویں بیٹوں سے عہد و پیمان لیکر بنیامین کو ہمراہ لے جانے کی اجازت دیدی۔ حضرت یعقوب نے فرمایا کہ قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم ہر طرح سے اس کی مکمل حفاظت کریں گے، ہاں اگر تقدیر الہی سے کوئی حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب گھر جاؤ تو مجبوری ہے۔ دسویں بھائیوں نے قسم کھا کر عہد کیا کہ ہم اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ اس عہد کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت یعقوب نے فرمایا "عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ"۔ نہیں ہم جو کچھ عہد و پیمان کر رہے ہیں یہ سب اللہ کے سپرد ہے اگر کسی نے عہد شکنی کی تو اس کی سزا اللہ دیگا، علیٰ ما نقول وکیل کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارا یہ عہد و پیمان تو اسباب ظاہری کے درجہ میں ہے اصل بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے اصل محافظ و نگراں وہی ہے ان ہی کی توفیق سے کسی کا محافظ و نگراں ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب نے ظاہری اسباب بھی اختیار کر لئے اور بھروسہ اللہ پر رکھا اسی طرح توکل و بھروسہ اختیار کرنے کا حکم سب کو ہے۔

وَقَالَ يَبْنِي لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۚ

اور یعقوب نے ان سے فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے

وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ

جاننا اور خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں مٹا سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا ہے اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ

کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور جب مصر پہنچ کر جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارادہ

يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا

پورا ہو گیا ان کے باپ کو ان سے خدا کے حکم کو ماننا مقصود نہ تھا لیکن یعقوب کے جی میں ایک ارادہ تھا جس کو

وَأَنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لَمَّا عَلِمُنْهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

انہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے ہیں و جب کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

بیٹوں کو ہدایت

جب بنیامین کو ہمراہ لے جانے کی اجازت مل گئی تو یہ گیارہ بھائیوں کا قافلہ مصر کے لئے روانہ ہوا، جاتے وقت حضرت یعقوب نے ان کو ہدایت فرمائی کہ جب تم مصر میں داخل ہو تو ایک ہی دروازے سے داخل مت ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے ہونا (پہلے زمانے میں شہروں کی چار دیواری ہو کرتی تھی اور اس میں چاروں طرف بڑے بڑے دروازے ہوا کرتے تھے)۔

حضرت یعقوب کے تمام بیٹے حسین و خوبصورت، مضبوط و طاقتور جوان تھے اس لئے نظر بد اور حسد وغیرہ سے بچنے کے لئے والد بزرگوار نے بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کی تدبیر اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا یہ تدبیر محض ظاہری اسباب کے طور پر ہے کیونکہ دنیا دار اسباب بے یار رکھو کوئی بھی تدبیر خدائی فیصلہ کو نہیں بدل سکتی، تمام کائنات میں صرف خدا ہی کا حکم چلتا ہے، اسی نے ہمیں تدبیر اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے بس آدمی کو چاہئے کہ بچاؤ کی تدبیر اختیار کر کے بھروسہ خدا ہی پر رکھے، چنانچہ حضرت یعقوب نے فرمایا میرا مکمل بھروسہ اللہ پر ہے اور ہر بھروسہ کرنے والے کو اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے، اس میں اپنے بچوں کو تعلیم دی کہ تم بھی اس تدبیر پر نازاں و مغرور مت ہونا بھروسہ اللہ ہی پر رکھنا۔

نظر لگنا حق ہے

انسان کی نظر لگنا اور اس سے دوسرے انسان یا جانور وغیرہ کو تکلیف و نقصان ہونا حق ہے، اسے کوئی جالانہ و ہم و گمان نہ سمجھے چنانچہ بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی سے منقول ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر بد کا اثر ہونا صحیح اور حق ہے خود آپ نے نظر بد سے پناہ مانگی ہے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے۔

نظر بد کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ گھوڑے سوار کو گرا دیتی ہے اور چتھر کو پھاڑ دیتی ہے۔

نظر بد کا علاج

ایک روایت میں ہے کہ جب تمہیں کسی کے جان و مال میں کوئی چیز یا کوئی بات تعجب خیز اور اچھی معلوم نہ ہو تو - مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہہ لیا کہ وہ اس سے نظر بد کا اثر ختم ہو جاتا ہے

اور جب تم کو اپنے ادیر نظر بد لگ جانے کا اندیشہ ہو تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہہ لیا کرو، نظر بد کے اثر سے بچ جاؤ گے چنانچہ کفار نے ایک شخص کو جو نظر بد میں مشہور تھا اس پر آمادہ کیا کہ حضور علیہ السلام کو نظر لگا دے چنانچہ جس وقت آپ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے وہ شخص آیا اور پوری ہمت سے نظر لگانے کی کوشش کرنے لگا، آپ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا جس سے اس کی نظر بد کا اثر آپ پر کچھ نہ ہوا اور وہ ناکام واپس چلا گیا۔

بہر حال بیٹے باپ کی ہدایت کے مطابق مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہوئے یہ تدبیر اللہ کے حکم کو ٹال نہ سکتی تھی بس باپ کی ایک مشفقانہ خواہش تھی جو بیٹوں نے پوری کر دی، اس تدبیر سے اگرچہ بچے نظر بد سے محفوظ رہے مگر بنیامین کو حفاظت سے واپس لانے کی تمام تدبیریں ناکام رہیں کیونکہ ان کو حضرت یوسف نے چوری کے الزام کے پھانے اپنے پاس روک لیا تھا۔

آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کی تعریف فرمائی ہے کہ یعقوب بڑے علم والے تھے کیونکہ ان کو ہم نے بذریعہ وحی علم دیا تھا اس لئے انھوں نے تدبیر اختیار کی جو شرعاً جائز اور پسندیدہ ہے اور بھروسہ اللہ ہی پر رکھا مگر بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس طرح کی تدبیریں اختیار کرنا پیغمبر کی شان نہیں۔

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی ^{رحمۃ اللہ علیہ} لکھتے ہیں کہ جن کو علم خداوندی ہوتا ہے وہ تقدیر و تدبیر دونوں کو جمع کرتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں اور جو بے علم ہوتے ہیں وہ ایک پر بھروسہ کر لیتے ہیں بہتے تدبیر کو سب کچھ سمجھ کر تقدیر کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور بہت سے تقدیر کو سب کچھ سمجھ کر تدبیر و اسباب کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَّعَ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا

اور جب یہ لوگ یوسف م کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ لایا اور تنہائی میں

أَخُوكَ فَلَا تَبْتَسِ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

ان سے کہا میں تیرا بھائی یوسف ہوں سو یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہوں اس کا رنج مت کرنا

{قوال تحقیق}

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مختلف دروازوں سے جانے کی ہدایت پہلی بار نہیں کی اس دوسرے سفر کے موقع پر فرمائی ایسا کیوں؟ جواب بیٹے: پہلی مرتبہ یہ عام مسافروں کی طرح شہر میں داخل ہوئے تھے نہ ان کو کوئی پہچانتا تھا مگر جب عزیز مصر کی ان پر خاص توجہات دہرائی ہوئی تو عام ارکان دولت اور شہر کے لوگوں میں تعارف ہو گیا تو اب یہ خطرہ ہو گیا کہ کسی کی نظر بد لگ جائے، کھچلی مرتبہ ان پر جاسوسی کا الزام لگایا اس سے بچانے کیلئے اپنے تدبیران کو ہدایت فرمائی۔ اس مرتبہ تختہ مگر بنیامین بھی ہمراہ تھا اس کی وجہ سے یہ اہتمام کیا۔

تفسیر

جب باداران یوسف شاہی دربار میں پہنچے تو انہوں نے حاکم مصر (یوسف) کے سامنے بنیامین کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا ہم آپ کے حکم کے مطابق ان کو لے آئے ہیں، حضرت یوسف نے فرمایا بہت اچھا کیا تم نے مغرب اس کا اچھا صلہ تم کو ملیگا۔ اور پھر ان کو عزت و آرام سے ٹھہرایا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق حضرت یوسف نے ان کے قیام کا یہ انتظام فرمایا کہ دو دو بھائیوں کو ایک ایک کمرہ میں ٹھہرایا، بنیامین اکیلے رہ گئے ان سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر جانا، جب تنہا کام تو ملے گا تو حضرت یوسف نے بنیامین سے فرمایا میں تیرا بھائی یوسف ہوں تو اب کسی قسم کا رنج و غم نہ کر اور جو بدسلوکی ان بھائیوں نے کی ہے اس کو بھول جا، اللہ کا احسان ہے اس نے ہم کو ملا دیا ہے۔

بنیامین نے کہا میں آپ کو چھوڑ کر کسی قیمت پر نہیں جاؤں گا حضرت یوسف نے فرمایا میری جدائی کا غم ہی والد کے لئے بہت ہے اس پر تمھاری جدائی وہ برداشت نہیں کر سکیں گے، بنیامین نے کہا آپ کچھ بھی کیجئے حضرت یوسف نے فرمایا تمھیں یہاں روکنے کے لئے کوئی ایسی تدبیر نہیں جس میں تمھاری بدنامی نہ ہو، بنیامین نے کہا مجھے اپنی بدنامی کی کوئی پرواہ نہیں بس مجھے اپنے پاس روک لیجئے۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ

پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے سباب میں رکھ دیا پھر ایک

مُؤَذِّنٌ آيْتَهَا الْعَيْرُ لَكُمْ لَسْرِقُونَ ۖ قَالُوا وَقَبِلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۖ

پکارنے والے نے پکارا کہ اسے قافلہ والو تم مزدور بھر ہو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمھاری کیا چیز کم ہو گئی

قَالُوا تَفْقِدُ صَوَاءَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حُلٌّ يَعِيزُ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۖ قَالُوا تَاللَّهِ

ہے اگنوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہ ہی بیمار نہیں ملتا اور جو شخص اس کو حاضر کرے اس کو ایک مارشٹر غلہ ملیگا، اور میں اس کا

لَقَدْ عَلِمْتُمْ تَابِئُنَا لِنَفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۖ قَالُوا فَمَا

ذمہ دار ہوں یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنے والے

جَزَاءُ ۚ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ۖ قَالُوا جَزَاءُ ۚ مَنْ وَجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ

نہیں ان لوگوں نے کہا اچھا اگر تم لوگ جھوٹے نکلتے تو اس کی کیا سزا انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس

جَزَاءُ ۚ كَذَلِكَ تَجْزِي الظَّالِمِينَ ۖ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَّتِهِمْ قَبْلَ رَعَاءِ أَخِيهِ

شخص کے اسباب میں سے پہلے ہی شخص اپنی سزا ہے ہم لوگ ظالموں کو ایسا ہی سزا دیا کرتے ہیں، پھر

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وَعَاءِ اخِيهِ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ
يُوسُفَ فِي دَبِينِ الْمَلِكِ ۖ اَلَا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءُ ۚ وَفَوْقَ
كِي سِرَاسِ كُوَاپِنِ بھائی كے تھیلے سے برآمد كریا ہم نے یوسف كی خاطر اسے طرح تدبیر فرمائی یوسف اپنے بھائی

كُلْ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

كاسس بادشاہ كے قانون كی رو سے نہیں لے سكتے تھے كریہ ہے كراسی كی منظور تھا ہم جس كو چاہتے
ہیں خاص درجوں كی پہنچا دیتے ہیں اور تمام علم والوں سے بڑھكے كریك بڑا علم والا ہے۔

بنیامین كی تدبیر
حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین كو روكنے كی یہ ترکیب كی كریجب
اپنے بھائیوں كا غلہ اور روانگی كا سامان تیار كرایا تو بنیامین كے سامان
ایك پیالہ خود یا كسی خاص خادم كے ذریعہ ركھوا دیا اس پیالہ میں حضرت یوسفؑ پانی پیتے تھے اور غلہ كے احترام
كی وجہ سے اسی پیالہ سے غلہ بھی ناپ كر دیتے تھے اس پیالہ كو بعض نے زبردكاد اور بعض نے سونے كا بعض نے
چاندی كا بتلایا ہے۔

الغرض جب یہ گیارہ بھائیوں كا قافلہ اپنا سامان لاكر كچھ مسافت طے كرچكا تو پیچھے سے كریك درباری نے
آواز لگا كر ان كو روكنا اور كہا تم لوگ چور ہو، انھوں نے كہا تم ہمیں بلا وجہ کیوں چور بتاتے ہو ابھی تو ہم مع
سامان كے موجود ہیں ہماری تلاشی نے لو، درباری نے كہا دیکھو شاہی پیالہ كم ہو گیا ہے اگر تم میں سے كسی
نے اسے اٹھایا ہے تو بلا كسی حیل و حجت كے رومو دینے والے كو بطور انعام كریك اونٹ غلہ دیا جائیگا۔ میں
اس كا ضامن ہوں، یہ لوگ كہنے لگے آپ بلا وجہ ہم پر شك كرتے ہیں ہم یہاں كسی قسم كی شرارت چوری
دیگرہ تو كرنے آئے نہیں اور نہ ہی ہم چوروں كے خاندان سے ہیں كریچوری ہمارا پیشہ ہو، اور پھر ہماری دیاندری
اور شرافت سے خود حاكم مصر بھی اچھی طرح واقف ہیں، درباریوں نے كہا تم بلا وجہ فضول باتیں كر رہے ہو ہم تمھارے سامان
كی تلاشی لیتے ہیں بتلاؤ اگر پیالہ برآمد ہوگا تو كیسا سزا ہوگی، كہنے لگے جس كے سامان سے پیالہ نكلے گا وہی اس كے
بدلہ میں جائیگا ہمارے یہاں چور كی یہی سزا ہے، مطلب یہ كہ شریعت یعقوب میں چور كی سزا یہ ہے كریجس
كامال چرایا ہے اس كا غلام ہی كر رہے۔

درباری اس قافلہ كو حضرت یوسفؑ لے پاس لے گئے اور آپ كے حكم سے تلاشی شروع ہوئی، بنیامین
كی تلاشی سب سے آخر میں لی گئی اس میں سے پیالہ برآمد ہوا، سب بھائیوں كی گردنیں شرم سے جھك گئیں،

اور بنیامین سے مخاطب ہو کہنے لگے تو نے یہ کیا حرکت کی ہے ہم سب کا منہ کالا کر دیا۔

بہر حال اس تدبیر سے بنیامین کو روک لیا گیا اللہ تعالیٰ فرما ہے میں کہ یہ تدبیر بندیعہ ذی ہم نے یوسفؑ کو سکھائی نہیں تو وہ شاہ صر کے قانون کے مطابق باوجود چوری ثابت ہونے کے نہیں روک سکتے تھے لہذا بادشاہ کا قانون چور کی پٹائی اور چوری کے مال سے دو گنا مال لے کر چور کو چھوڑ دینا تھا، مگر چونکہ حق تہانیؑ ایسا کرنا مقصود تھا اس لئے حضرت یوسفؑ کے دل میں یہ تدبیر ڈال دی اور بھائیوں کے منہ سے چور کی سزا کا فیصلہ ظاہر کر دیا، بس ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں جیسا کہ اس واقعہ میں حضرت یوسفؑ کے درجات ان کے بھائیوں کے مقابلہ میں بلند کر دیئے گئے اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا وجود بن یعنی علم کے لحاظ سے بعض بعض سے بڑھے ہوتے ہیں، بڑے سے بڑے عالم کے مقابلہ میں اس سے زیادہ علم والا موجود ہوتا ہے اگر کوئی پوری مخلوق میں سب سے بڑا عالم ہے تو اللہ تعالیٰ سب سے بڑے عالم ہیں۔

دو سوالوں کا ایک جواب

اس مقام پر ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے بنیامین کیسے پاس روکنے کی تدبیر کیوں اختیار کی جب کہ انھیں معلوم تھا کہ والد بزرگوار کو اس کی جلائی کا سخت صدمہ پہنچے گا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ بے گناہ بھائیوں پر جلسازی کرنے چوری کا الزام لگا کر انھیں سب کے سامنے رسوا و ذلیل کیوں کیا؟

ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ سب کام خدا کی مصلحت و حکمت کے تحت اسی کے امر سے وجود میں آئے، درحقیقت ان میں حضرت یعقوبؑ کے امتحان کی تکمیل ہو رہی تھی، اس حجاب کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے "كَذَلِكَ كِدْنَا يُوسُفَ" یعنی ہم نے اسی طرح تدبیر کی یوسفؑ کے لئے بنیامین کو روکنے کی، دیکھئے اس تدبیر یوسفؑ کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے،

ان سب کاموں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے موسیٰؑ و خضرؑ کے واقعہ میں کشتی توڑنا، لڑکے کو قتل کرنا وغیرہ جو بظاہر گناہ تھے مگر حضرت خضرؑ نے یہ سب کام بحکم خدا خاص مصلحت کے تحت کئے۔

قَالُوا اِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اخُو لَهُ مِنْ قَبْلُ فَاسْرَحْهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ

کہنے لگے اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں) اس کا ایک بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے پس یوسفؑ نے اس

وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرُّ مَكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ۝

بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے ظاہر نہیں کیا یعنی یوں کہا کہ اس کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ بُرے ہو

اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کا علم اللہ ہی کو خوب ہے۔

تفسیر ۱۔ جب بنیامین کے سامان سے پیالہ برآمد ہوا تو بھائی جنہملا کر کہنے لگے، اگر اس نے چوری کی تو کوئی

تعب کی بات نہیں کیونکہ اس کے حقیقی بھائی یوسف نے بھی اسی طرح کی چوری کی تھی، مطلب یہ تھا کہ یہ ہمارا حقیقی بھائی نہیں ہے، حضرت یوسفؑ پر جو چوری کا الزام لگا اس سے متعلق علماء مفسرین نے تین واقعہ لکھے ہیں، پہلا واقعہ حضرت سعید بن جبیرؓ اور قتادہؓ سے یہ منقول ہے کہ حضرت یوسفؑ کے نانا کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے حضرت یوسفؑ چکے سے اسے اٹھا لائے تھے اور توڑ دیا تھا تاکہ نانا جان اس کی پوجا نہ کر سکیں، کوئی بھی ذی شعور اس کو چوری سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ دوسرا واقعہ حضرت مجاہدؓ سے یہ منقول ہے کہ ایک روز ایک سائل آیا حضرت یوسفؑ نے دسترخوان سے (چھپا کر) کچھ کھانا اٹھا لیا اور سائل کو دیدیا، اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ سخی گھرانے کے ایک فرد تھے اور سالکوں کو دینے سے خود حضرت یعقوبؑ نہ خوش ہوتے تھے اس لئے یہ چوری نہ تھی بھائیوں نے حسد و جبن و دھ سے اس کو چوری سے تعبیر کیا۔ تیسرا واقعہ محمد بن اسحقؓ سے منقول ہے کہ حضرت یوسفؑ بہت چھوٹے تھے کہ ان کی والدہ راحیل کا انتقال ہو گیا تو یہ اپنی پھوپھی کی پرورش میں آگئے پھوپھی آپ سے حد درجہ محبت و پیار کرتی تھیں، حضرت یوسفؑ کو اللہ پاک نے بچپن ہی سے حسن و جمال کے ساتھ ایسی خوبیاں عطا فرمائی تھیں کہ جو آپ کی طفلانہ ادائیں دیکھتا وہ آپ کا دیوانہ ہو جاتا۔ اسی وجہ سے حضرت یعقوبؑ بھی آپ سے بے پناہ شفقت و محبت فرماتے تھے، چنانچہ حضرت یوسفؑ جب داڑھے ہوئے تو حضرت یعقوبؑ نے اپنی بہن سے فرمایا کہ اب یوسف کو ہمارے پاس چھوڑ دو مگر چونکہ پھوپھی عزیز یوسف پر دل و جان سے فریفتہ تھیں لہذا وہ مال مٹول کر کے بھیجنے سے انکار کر دیتیں، ادھر حضرت یعقوبؑ سے بھی اب نور نظر کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی لہذا آپ نے خوب تقاضا کر کے بہن کو بھیجنے پر آمادہ کر لیا، عزیز یوسف کو اپنے پاس رکھنے کے لئے پھوپھی نے یہ چال چلی کہ وہ بچکا جوان کو اپنے والد حضرت اسحاقؑ سے وراثت میں ملا تھا دپورے خاندان میں اس کی بڑی قدر و قیمت سمجھی جاتی تھی، وہ حضرت یوسفؑ کی کمر پر کپڑوں کے نیچے باندھ کر بھیج دیا، اور پھر اس پٹکے کی تلاش شروع کر دی آخر حضرت یوسفؑ کی کمر پر ملا تو بہن نے کہا کہ یوسف نے چوری کی ہے لہذا شریعت ابراہیمی کے مطابق یوسف اب میرا ہے میں اس کو اپنے ہمراہ لے جاتی ہوں، مذہبی اصول کے مطابق مجبوراً حضرت یعقوبؑ نے یوسف کو اس کی پھوپھی کے حوالہ کر دیا اور پھر پھوپھی کے انتقال کے بعد ہی یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کی تربیت میں آئے۔

اس پورے واقعہ کی حقیقت سب بھائیوں پر روشن تھی کہ یوسف بالکل بے قصور ہیں صرف پھوپھی نے پیار و محبت کی وجہ سے یہ جلد و تدبیر اختیار کی تھی مگر اس وقت بنیامین پر غصہ کی وجہ سے اس کے حقیقی بھائی یوسف کو بھی چوری میں ملوث کر دیا۔

اپنے متعلق اتنا زبردست الزام سننے کے باوجود بھی حضرت یوسفؑ نے
حضرت یوسفؑ کا ضبط و تحمل :- بے قابو نہ ہوئے، زبانی سے ایک حرف تک نہ نکالا مکمل ضبط و تحمل اور

سبر سے کام لیا پس اپنے دل ہی دل میں کہا افسوس ہے تم مجھ پر چوری کا جھوٹا الزام لگاتے ہو جب کہ تم نے نہایت سنگین قسم کی چوری کی کہ بیٹے کو باپ سے چرا کر اسے بیچ ڈالا پس میری چوری کا مال تو اللہ کو خوب معلوم ہے، خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو وہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دے گا۔

قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ

کہنے لگے اے عزیز اس کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے ہم
إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ تَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا

آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں یوسف نے کہا ایسی بات سے خدا بچائے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی
مَتَاعَنَا عِنْدَكَ ۚ إِنَّا إِذَا ظَلَمُونَ ۝ فَلَمَّا اسْتَيْسَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۚ
چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو کپڑا کر رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جائیں گے، پھر جب ان

قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ
کو یوسف نے تو بالکل امید نہ رہی تو علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے ان میں جو سب بڑا تھا اس نے کہا کہ تم کو معلوم

وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَطْتُمْ فِي يُوسُفَ ۚ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ
نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر لی

لِيَ آتِيَ أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ ارْجِعُوا إِلَى آبَائِكُمْ فَقُولُوا
چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ملتا نہیں تا وقتیکہ میرے باپ مجھ کو اجازت نہ دیں، یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دے

يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمَنَا وَمَا كُنَّا
اور وہی خوب سلجھانے والا ہے تم دو پاس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے نے چوری کی اور ہم تو

لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ ۝ وَسَلِّ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا
دیہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے لحاظ نہیں تھے اور اس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم موجود

فِيهَا ۚ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝

تھے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر آئے ہیں اور یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

تفسیر

برادران یوسف نے جب دیکھا کہ ہمارے ہی قول و قانون کے مطابق بنیامین نام مصر کے ہو گئے ہیں تو اب انھیں گھبراہٹ شروع ہوئی تو حاکم مصر (یوسف م) سے خوشامد شروع کی کہنے لگے کہ آپ بہت نیک مزاج اور رحم دل آقا ہیں بنیامین کی جدائی کا ہمارے بوڑھے اور ضعیف والد صدمہ برداشت نہیں کر پائیں گے، لہذا ہماری آپ سے التجا ہے کہ بنیامین کے بدلے ہم میں سے کسی ایک کو روک لیں، حضرت یوسف م نے فرمایا، یہ تو ہمارے اختیار میں نہیں جس کو چاہیں پکڑ لیں ہم تو صرف اس کو روکیں گے جس کے پاس سے چوری کا مال ہمارے ہاتھ میں نہیں ہو سکتا ہے کہ کس کوئی اور بھرے کوئی، اور پھر تمہارے قانون کے مطابق بھی ہم اس پر آمدم ہوا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کس کوئی اور بھرے کوئی، اور بھرے گناہ کو گرفتار کر لیں، یہ تو کھلی بے انصافی صورت میں ظالم ٹھہر سکتے، یہ ہم سے نہیں ہو گا کہ مجرم کو چھوڑ دیں اور بے گناہ کو گرفتار کر لیں، یہ تو کھلی بے انصافی ہے، حضرت یوسف م کا یہ جواب سن کر سب بھائی بنیامین کی رہائی سے مایوس و ناامید ہو گئے تو مجمع سے علیحدہ جا کر آپس میں مشورہ کرنے لگے اکثر کی رائے یہ تھی کہ ہمیں وطن واپس جانا چاہیے مگر ان میں سے بڑے بھائی (غالباً) کہنے والا بھی یہودیابی ہے اس نے یوسف کے معاملہ میں بھی ہمدردانہ مشورہ دیا تھا) نے کہا ہم باپ کے سامنے کیا منہ دے کر جائیں گے جو عہد ہم نے کیا تھا اس کو کیا جواب دیں گے ایک کو تاہی تو یوسف م کے بارے میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلے جانا کس طرح مناسب ہے، میں تو مصر کی سر زمین کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ خود والد بزرگوار مجھے یہاں سے وطن واپسی کی اجازت نہ دیدیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دے کہ بنیامین کی رہائی کا غیب سے انتظام فرمادیں، بس مجھے یہیں رہنے دو اور تم والدین کے پاس جا کر انھیں پورا واقعہ سناؤ کہ بنیامین کو چوری کے جرم میں حاکم مصر نے اپنے پاس روک لیا ہے اور ہم نے بغاوت لانے کا آپ سے جو عہد کیا تھا وہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے کیا تھا، غیب کا حال تو ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ چوری کر کے گرفتار ہو گا اور ہم مجبور ہو جائیں، برادران یوسف چونکہ اپنے اعتماد کو پہلے ہی کھو چکے تھے اس لئے یہ سمجھتے تھے کہ والد صاحب کو ہماری بات کا یقین نہ ہو گا اس لئے انھوں نے کہا کہ اب حضور اگر آپ کو ہمارا یقین نہیں تو آپ کوئی معتبر آدمی بھیج کر وہاں تحقیق کر لیں جہاں چوری کا مال ہماری اداں کی آنکھوں کے سامنے برآمد ہوا یا ان قافلہ والوں سے معلوم کر لیں جو ہمارے ساتھ وہاں موجود تھے اور واپس ساتھ آئے ہیں، آپ کو معلوم ہو جائے گا ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

(قوال و تحقیق) قال کبریم: بڑے سے کون سا بھائی مراد ہے اس میں علماء مفسرین سے تین قول منقول ہیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہاں عمر میں بڑا ہونا مراد نہیں ہے بلکہ علم و فضل میں بڑا ہونا مراد ہے اور یہ یہود تھا حضرت قتادہؓ وغیرہ نے عمر میں بڑا ہونا مراد لیا ہے فرماتے ہیں وہ ردیل تھا حضرت مجاہدؓ نے فرمایا جاہ و مرتبت میں بڑا ہونا مراد ہے یہ شمعون تھا، سفر میں بھائیوں کا سردار بھی یہی تھا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبِّرْ جَمِيلًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي

یعقوب فرانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بول ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہو کہ اللہ سے میرے

بہم جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا سَفِي عَلٰ

کہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دیکادہ خوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے، اور ان سے دوسری طرف رخ کر دیا اور کہنے لگے ہائے

يُوسُفُ وَأَبْيَضْتُ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزَنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿۱۹﴾

یوسفؑ افسوس اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ گھٹا کرتے تھے

تفسیر

جب برادران یوسفؑ نے جا کر اپنے والد سے عرض کیا کہ حاکم مصر نے بنیامین کو روک لیا ہے تو والد صاحب نے فرمایا یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی بات ہے مطلب یہ کہ جیسے یوسفؑ کے معاملہ میں بات بنائی تھی اسی طرح بنیامین کے معاملہ میں بھی گھڑی ہے، بنیامین چوری کرے یہ نہیں ہو سکتا یہ سال میں تو اس پر بھی صبر ہی کروں گا اپنے دکھ کا کسی سے شکوہ نہیں کروں گا، اللہ کی رحمت و قدرت سے کیا بعید ہے کہ وہ یوسف و بنیامین اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے مصر میں رہ گیا ہے سب کو مجھ سے ملا دے بلاشبہ وہ سب کے احوال سے خوب واقف ہے کہ کون کہاں کس حال میں ہے اور بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا ہے وہ ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق معاملہ کرتا ہے جب ملانا چاہے گا تو غیب سے اسباب پیدا کر دے گا اور ملا دے گا۔

بنیامین کی جدائی سے یوسف کا غم تازہ ہو گیا اور بے اختیار پکار اٹھے ہائے افسوس یوسف و تَوَلَّى عَنْهُمْ کی تفسیر صاحب معارف نے یہ کی ہے کہ بنیامین کی اس جدائی کے نئے زخم کے بعد حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے اس معاملہ میں گفتگو چھوڑ کر اپنے رب کے سامنے فریاد کی اور فرمایا کہ مجھے سخت رنج و غم ہے یوسف پر اور اس رنج و غم میں روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئی یعنی بنیامین جاتی رہی یا بہت ضعیف ہو گئی، اس غم میں آپ اندر ہی اندر گھلتے اور گھٹتے رہے مگر کسی کے سامنے اپنے دکھ کا اظہار تک نہ کیا،

حضرت مقال کے قول کے مطابق آپ کی یہ حالت (ناہیار ہنا) چھ سال رہی

صبر یعقوبؑ

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو سخت قسم کے امتحانوں میں مبتلا فرماتے ہیں، اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق جس کو امتحان میں چاہتے ہیں مبتلا کر دیتے ہیں، حضرت یعقوبؑ کو بیٹے کی جدائی کے امتحان میں مبتلا فرمایا کہ بیٹے یوسف کی بے پناہ محبت آپ کے دل میں ڈال دی اور پھر اس کو ایسے درناک طریقہ سے جدا کیا کہ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ عزیز یوسف زندہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس مال میں ہے اور اس پر مزید یہ کہ اس میں کٹم کا کسی سے شکوہ بھی نہیں بلکہ اندر ہی اندر گھلتے رہے اور یہ

آزائش و امتحان (جہائی یوسف) چالیس سال اور ایک قول کے مطابق اسی سال رہا۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے فرمایا اس قدر سنگین درد اتنی مدت دبائے رکھنا پیغمبر کے سوا کسی کے بس کی بات نہیں

قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَوُا تَذَكَّرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِّنَ

بیٹے کہنے لگے بخدا تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب

الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَنِيَّ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

ہو جاؤ گے بلکہ کرباں کر رہی جاؤ گے، یعقوب نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور

تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِّنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايِسُوْا مِّنْ رُّوْحِ

اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کی تلاش کرو

اللّٰهُ ۙ اِنَّكَ لَا يَأْتِيْشُ مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ ۝

اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

اپنے والد کی یہ کیفیات دیکھ کر بیٹے کہنے لگے آپ تو ہمیشہ یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گھل

گھل کر جاں بلب ہو جائیں گے یا میری باتیں، آخر اس قدر غم کو دل میں لگانے سے کیا فائدہ، حضرت یعقوب

نے ان سے فرمایا میں اپنی فریاد اور دکھ درد کا شکوہ تم سے نہیں کرتا بلکہ اپنے رب سے کرتا ہوں، بس تم مجھ کو میری حالت

بدرہنہ دو اور فرمایا کہ میری یہ فریاد خالی نہ جائے گی میں اپنے رب کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جس کا تمہیں علم نہیں یعنی

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ پھر ان سب سے مجھے ملائے گا، یہ وعدہ یا تو بذریعہ وحی ہوا ہوگا یا بذریعہ خواب

جو حضرت یوسف نے دیکھا تھا جس کی تیسرا بھی تک وجود میں نہیں آئی تھی اور اس کا ہونا لازمی ہے۔

اس وعدہ کی وجہ سے حضرت یعقوب کو یقین ہو گیا کہ یوسف زندہ ہے لہذا اس کی تلاش

کی جائے، صاحب تفسیر مظہری نے تلاش یوسف کی وجہ یہ واقعہ لکھا ہے ابن ابی حاتم

نے نفرین عربی کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت یعقوب کو عزیز یوسف کے زندہ یا مردہ ہونے کی ۲۴ سال تک کوئی خبر نہ ملی

آخر ایک روز موت کا فرشتہ انسانی شکل میں آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوا آپ نے اس سے معلوم کیا تم کون ہو اس نے

کہا میں موت کا فرشتہ ہوں آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے یعقوب کے معبود کی قسم دیتا ہوں بتاؤ نے یوسف کی

روح قبض کی ہے کہ نہیں، اس نے کہا نہیں ملک الموت کا یہ جواب سن کر حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا

میرے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ اس کی رحمت

سے سوائے کافروں کے کوئی ناامید و مایوس نہیں ہوتا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَكْنَا الضُّرَّ وَجَلَلْنَا بِمَضَاعِنَا

پھر جب یوسف کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھروالوں کو بڑی تکلیف پہنچی رہی ہے اور ہم کچھ

مُزُجِمَةٌ فَآوِ كُنَّا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَلِّينَ ۝

یہ نئی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ دیدیکھئے اور ہم کو خیرات دیدیکھئے بے شک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزا دیتا ہے

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۚ قَالُوا إِنَّكَ

یوسف نے فرمایا وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جبکہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا کہنے

لَأَنْتَ يُوسُفُ ۚ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي ۚ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۚ إِنَّهُ مَنْ

لگے کیا سچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی

يَتَّقُ وَيَصْبِرُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۚ قَالُوا تَاللَّهِ أَقَدْ أَثَرَكِ اللَّهُ

جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں

عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَطِيئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ ۚ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور ہر ایک تم خطاوار تھے یوسف نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۚ إِذْ هَبُوا بَقْمِيصِي هَذَا فَالْقَوَدُ عَلَى وَجْهِ ابْنِي يَاتٍ

معاف کرے وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اب تم میرا یہ کرتا لیتے جاؤ اداس کو میرے باپ کے چہرے پر بڑا درد ان کی آنکھیں

بَصِيرًا ۚ وَأَتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ۚ

روشن ہو جلیں گی اور اپنے گھروالوں کو سب کو میرے پاس لے آؤ۔

تیسرا سفر مصر

برادران یوسف باپ کے فرمانے پر مصر کو روانہ ہوئے یہ سوچ کر کہ یوسف کا پتہ تو معلوم نہیں

بنیامین کا معلوم ہے لہذا پہلے اس کی رہائی کی کوشش کریں اور غلہ کی بھی سخت ضرورت ہے وہ بھی مصر جا کر ہی پوری

ہو سکے گی، دوران گفتگو اگر حاکم مصر کو نرم پایا تو بنیامین کی رہائی کی درخواست کریں گے۔

بہر حال جب یہ دربار شاہی میں پہنچے تو عزیز مصر یوسف، سے عرض کیا کہ قحط و ناداری کی وجہ سے

ہم اور ہمارے گھروالے سخت پریشان ہیں گھر کا تمام سامان بک چکا ہے اس لئے ہم اس مرتبہ پونجی بھی تنخواہ سے لائے

ہیں یہ حاضر ہے اگرچہ یہ غلہ کی قیمت نہیں ہو سکتی بس ہم آپ کی سابقہ مہربانیوں اور احسان کو دیکھتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو پورا پورا غلہ دوا دیجئے چاہے صدقہ و خیرات سمجھ کر ہی دیجئے بلاشبہ اللہ پاک صدقہ و خیرات کرنے والوں کو نیک بدلہ عطا کرتا ہے۔

حضرت یوسفؑ نے جب والدین اور بھائیوں کی سخت پریشانی کا حال ایسے عاجزانہ انداز سے سنا تو ان سے رہا گیا اور حق تعالیٰ کے حکم سے اب اپنا راز ظاہر کر دیا چنانچہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم کو یاد ہے جو عالمہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب کہ تم جہالت میں سرشار تھے یعنی نہ سمجھتے تھے برے کی پہچان تھی نہ انجام کی فکر تھی۔

عزیز مصر کی یہ گفتگو سن کر برادرانِ یوسفؑ حیران و پریشان رہ گئے اور سوچنے لگے عزیز مصر کو یوسفؑ کے قصے سے کیا واسطہ، اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا، اپنے ادیر عزیز مصر کی مہربانیاں اور بنیامین سے خصوصی تعلق سے ان کو خیال ہوا کہ کہیں یہ یوسفؑ ہی تو نہیں جس کو ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھوں سے فروخت کر دیا تھا ان کے ذہنوں میں اب یوسفؑ کا خواب بھی تازہ ہو گیا جس کی تعبیر تھی کہ ایک دن یوسفؑ کو کوئی بلند مرتبہ حاصل ہوگا اور ہم سب اس کے سامنے جھکیں گے، اب انہوں نے عزیز مصر کی شکل و صورت، گفتار و انداز، لب و لہجہ کو دوسری نظر سے دیکھا تو ان کی نگاہوں میں یوسفؑ کا نقشہ کھنچ گیا مگر موجودہ حالت کے پیش نظر قدرتی طور پر یہ جرات نہ ہوئی کہ یہ کہہ ٹھیس رتو یوسفؑ ہے بلکہ نرم لہجہ میں بطور سوال کے دریافت کیا کہ واقعی آپ ہی یوسفؑ ہیں؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا ہاں میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے، حضرت یوسفؑ نے بنیامین کا ذکر اس لئے بڑھادیا تاکہ ان کو اچھی طرح یقین ہو جائے کہ میں ہی یوسفؑ ہوں نیز اس لئے بھی تاکہ ان کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونا معلوم ہو جائے کہ جن دو بھائیوں کی تلاش میں ہم نکلے تھے وہ ہم کو ایک ہی جگہ آسانی مل گئے ہیں۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ہم پر احسان فرمایا کہ جدائی کو ٹاپ سے، ذات کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا جو غلام بنا کر فروخت کیا گیا تھا آج خدا نے اس کو ملک مصر کی حکومت بخشی بیشک جو آدمی گناہوں سے بچتا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

اب برادرانِ یوسفؑ کو علاوہ شرم و ندامت کے ادرا اعتراف جرم و خطا کے کوئی چارہ نہ تھا انکو

(اقوال تحقیق) "تَصَدَّقْ عَيْنًا" ابن جریر اور ضحاکؒ نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ آپ اپنی نیرات میں ہمارے بھائی بنیامین کو واپس کر دیجئے، حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ اولادِ انبیاء کے لئے صدقہ و خیرات کی حرمت صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت یوسفؑ کا فضل و کمال تسلیم کرنا پڑا چنانچہ کہنے لگے اللہ نے ہر حیثیت سے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی اور بلاشبہ آپ اس لائق تھے اور یقیناً غلطی اور بھول ہماری ہی تھی کہ ہم نے آپ کی قدر نہ پہچانی آخر آپ کا خواب سچا ہوا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا، حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی پشیمانی کی یہ کیفیت دیکھ کر پیغمبرانہ شان کے مطابق فرمایا کہ میں آج تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا، تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں کرتا میں تمہاری تمام غلطیاں معاف کر چکا ہوں جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمہارے قصور کا ذکر تک نہ ہوگا اور پھر فرمایا کہ میں بارگاہ خداوندی میں تمہارے مہفرت کی دعا کرتا ہوں، بلاشبہ وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، بہر حال اس داستان کو ختم کر دو اور اب تم کنعان واپس جاؤ اور میرا یہ کرتا لیتے جاؤ اس کو والد بزرگوار کی آنکھ پر ڈال دینا انشاء اللہ اس سے ان کی آنکھوں کی روشنی واپس آجائے گی، پھر انھیں اور سب گھر والوں کو یہ رہنمائی دے کر کہ ہم سب مل کر خوش ہوں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا شکریہ ادا کریں۔

کرتے سے بینائی کا واپس آجانا یہ حضرت یوسفؑ کا معجزہ تھا، اور ائمہ تفسیر حضرت مجاہد اور ضحاکؒ نے فرمایا کہ یہ اس کرتے کی خصوصیت تھی کیونکہ یہ عام کپڑوں کی طرح نہ تھا بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب ان کو برہنہ کیے غمزدہ آنے لگے میں ڈالا تھا پھر یہ جنتی کرتہ ہمیشہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس محفوظ رہا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت اسحاقؑ کے پاس محفوظ رہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوبؑ کو ملا آپ نے اس کو ایک بڑی مہترک چیز سمجھ کر ایک نلکی میں بند کر کے حضرت یوسفؑ کے گلے میں بطور تعویذ کے ڈال دیا تھا تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔

برادران یوسفؑ نے جب ان کا کرتا والد کو دھوکا دینے کیلئے اتار لیا اور وہ برہنہ کر کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو جبریل امینؑ شریف لئے اور گلے میں پڑی ہوئی نلکی کھول کر اس سے کرتا نکالا اور یوسفؑ پہنا دیا، یہ کرتا حضرت یوسفؑ کے پاس برابر محفوظ رہا، اس وقت بھی حضرت جبریلؑ ہی نے حضرت یوسفؑ کو یہ مشورہ دیا کہ یہ جنت کا لباس ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ نابینا کے چہرے پر ڈالا جائے تو وہ بینا ہو جاتا ہے اس کو اپنے والد کے پاس بھیج دو اس سے ان کی بینائی واپس آجائے گی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا حسن و جمال اور ان کا وجود خود جنت ہی کی ایک چیز تھی لہذا ان کے جسم سے متصل ہونے والے ہر کرتے میں یہ خاصیت ہو سکتی ہے۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ

اور جب قافلہ چلا تو ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بسکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بت کہوں کہ

تَفْنِدُونِ ۝ قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ

مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے وہ کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں، پس جب

اَلْقَهُ عَلٰٓ وَجْهِهِ ۝ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۙ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ

خوشخبری لانے والا آپہنچا تو اس نے وہ کرتا ان کے منہ پر لا کر ڈال دیا پس فوراً ہی ان کی آنکھیں کھل گئیں آپ

اَللّٰهُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوا يَا اَبَانَا اَسْتَغْفِرُ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا كُنَّا

نے فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا تھا کہ اشرفی! توں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، یہ بیٹوں نے کہا کہ اے باپ

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْٓ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے ہم بیشک خطا دار تھے، یعقوبؑ نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے

مغفرت کروں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

کنعان واپسی حضرت یوسفؑ کے فرمانے پر برادران یوسف کا قافلہ مصر سے کنعان کیلئے روانہ ہوا، جیسے ہی یہ

قافلہ کرتے لے کر چلا تو حضرت یعقوبؑ نے اپنے پاس والوں سے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے

کی وجہ سے سبکی ہوئی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں وہ یہ کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے، وہ سب کہنے

لگے بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں، عجب حال ہے اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آپ کے دل سے یوسف

کی یاد نہیں گئی، اسی کا خواب و خیال ہر وقت آپ کو آتا رہتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق مصر اور کنعان کے درمیان آٹھ دن کی مسافت کا راستہ تھا حضرت

حسنؑ نے فرمایا تقریباً ڈھائی سو میل کا فاصلہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اتنی دور سے کرتے کے ذریعہ حضرت یوسفؑ کی خوشبو

حضرت یعقوبؑ کے داغ تک پہنچادی، یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ جب یوسفؑ اپنے وطن کنعان ہی کے

ایک کنویں میں تین دن پڑے رہے تو اس وقت حضرت یعقوبؑ کو خوشبو نہ آئی اور آج ڈھائی سو میل سے خوشبو

آ رہی ہے، یہ سب حق تعالیٰ شانہ کی اپنی حکمت و مصلحتیں ہیں جن کے راز کو وہی بخوبی جانتا ہے اس سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ کوئی معجزہ کسی پیغمبر کے اختیار میں نہیں بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو معجزہ ظاہر فرما دیتے ہیں۔

بہر حال برادران یوسف کا قافلہ کنعان پہنچتا ہے اور ان میں سے ایک بھائی نے کرتے کو حضرت یعقوبؑ

کے چہرہ پر ڈالا تو فوراً بینائی لوٹ آئی یہ کرتا ڈالنے والا بھائی یہودا تھا، اسی نے حضرت یوسفؑ کا خون آلود کرتے

حضرت یعقوبؑ کو دیا تھا، اس جرم کی تلافی کے لئے اس مرتبہ بھی یہی کرتا لایا۔ الغرض حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آگئی

بیٹوں سے کہنے لگے دیکھو میں ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ خدا کی بعض باتیں میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، اور میں تم سے

کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف سے مجھے ضرور ملائے گا۔ اور ابھی چند دن پہلے میں نے کہا تھا مجھے یوسف کی خوشخبری آ رہی ہے۔

بیٹوں کیلئے یہ وقت بڑی ندامت و شرمندگی کا ہے سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں اور اپنے تمام جرموں کا اقرار کر کے والد بزرگوار سے دعائے مغفرت کی درخواست کر رہے ہیں، حضرت یعقوبؑ نے فرمایا عنقریب میں اپنے رجب تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہاں حضرت یعقوبؑ نے فوراً دعا کرنے کے بجائے یہ فرمایا کہ عنقریب دعا کروں گا اب کیوں؟ اس کی وجہ مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں بوقت تہجد تمہارے لئے دعا کروں گا کیونکہ وہ وقت قبولیت دعا کا ہے، غرضیکہ رات کے اخیر حصہ میں حضرت یعقوبؑ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز سے فارغ ہو کر دعا کی اے اللہ مجھ سے جو بے صبری یوسف کے معاملہ میں ہوئی ہے تو اس کو معاف فرما دے اور میرے بیٹوں نے جو برا سلوک یوسف کے ساتھ کیا ہے اس کو بھی بخش دے، اللہ کی طرف سے وحی آئی اے یعقوبؑ تمہارا اور تمہارے بچوں کا قصور میں نے معاف کیا

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَّاهُ إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرًا إِن شَاءَ

پھر جب یہ سب کے سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا سب

اللَّهُ أَمِينٌ ۝ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا بَنِي

مصر میں چلے خدا کو منظور ہے تو اس دجین سے رہے اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بیٹھا یا اور یہ سب کے سب یوسف کے

هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۖ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ

اگے سجدے میں گر گئے یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو

أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي

میرے رب نے سجا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرا کہ تم سب کو جیل

وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝

سے یہاں لایا بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈال دیا تھا بلاشبہ میرا

رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے، بلاشبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے۔

حضرت یعقوبؑ اپنے پورے خاندان کو لے کر مصر روانہ ہوئے ایک روایت کے مطابق یہ قافلہ بہتر افراد پر مشتمل تھا اور دوسری روایت کے مطابق

خاندان یعقوب مصر میں

ترانے پر، جس میں مرد و عورت بچے کبھی شامل تھے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اطلاع ہوئی کہ ان کے والد مع خاندان کے شہر کے قریب آگئے ہیں تو آپ مع متعلقین کے شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لے گئے، جب حضرت یعقوبؑ نے مدتوں کے بچہ پڑے ہوئے نور نظر کو دیکھا تو سینہ سے چٹایا جب رقت آمیز ملاقات ہو چکی تو حضرت یوسفؑ نے خاندان کے لوگوں سے فرمایا شہر میں چلو قحط وغیرہ کا بالکل اندیشہ مت کرو انشا اللہ بالکل راحت و آرام سے رہو گے، صاحب معارف نے 'امینین' کی تفسیر یہ کی ہے کہ بے خوف و خطر بغیر کسی پابندی کے شہر میں داخل ہو جائیں مطلب یہ تھا کہ دوسرے ملک میں داخل ہونے والے مسافروں پر جو پابندیاں عام طور پر عادیہ ہوا کرتی ہیں آپ ان سب پابندیوں سے بری ہیں، بہر حال جب یہ سب لوگ مصر میں حضرت یوسفؑ کے مکان میں داخل ہوئے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھہرایا، حضرت یوسفؑ کی حقیقی والدہ تو بنیامین کی پیدائش کے وقت ہی انتقال فرما چکی تھیں یہ ساتھ میں آنے والی ان کی سوتیلی والدہ اور حقیقی خالہ لیا تھیں۔

جب ان تمام باتوں سے فراغت ہو چکی تو حضرت یوسفؑ نے مناسب سمجھا کہ دربار منعقد کریں تاکہ مصریوں کا بھی بزرگ باپ اور خاندان سے تعارف ہو جائے اور تمام درباری ان کے عزت و احترام سے آگاہ ہو جائیں چنانچہ دربار منعقد ہوا اور تمام درباری اپنی مقررہ نشستوں پر بیٹھ گئے، حضرت یوسفؑ کے حکم سے ان کے والدین کو تخت شاہی پر جگہ دی گئی اور باقی خاندان نے حسب مراتب نیچے جگہ پائی جب سب انتظامات مکمل ہو گئے تب حضرت یوسفؑ شاہی محل سے نکل کر تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے تو تمام درباری حکومت کے دستور کے مطابق تخت کے سامنے تعظیم کے لئے سجدہ میں گر پڑے، تمام درباریوں کے اس فعل کو دیکھ کر ان باپ تمام بھائی اور پورے خاندان نے بھی یہی عمل کیا، حضرت یوسفؑ نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی اور تخت شاہی پر بٹھایا مگر خدا کو جو تعظیم کرنا تھی اسے یوسفؑ کس طرح روک سکتے تھے، یہ واقعہ دیکھ کر حضرت یوسفؑ کو اپنے بچپن کا خواب یاد آگیا اور اپنے والد سے کہنے لگے یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو مدت ہوئی میں نے دیکھا تھا میرے رب نے اسے سچا ثابت کر دیا۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے اپنی کچھ برائی داستان سنا کر اللہ کے احسان و کرم کا شکر ادا کیا داستان سنانے میں آپ نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو، اللہ اکبر یہ بلذا خلاق پیغمبر کے سوا کس میں ہو سکتے ہیں، بہر حال اپنے فرمایا اللہ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید سے سبائی دلا کر ملک مصر کا حاکم اور مختار بنا دیا اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے میرے اور بھائیوں کے درمیان پیدا

(اقوال و تحقیق) حضرت یوسف کو جو سجدہ کیا گیا یہ سجدہ تعظیمی تھا، حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کے ناز تک سجدہ تعظیمی جائز تھا شریعت محمدیؐ میں اس کو ممنوع و حرام قرار دیا گیا ہے بعض مفسرینؒ نے اس جگہ سجدہ کے معنی جھک جانے کے لئے میں سجدہ شرعی دینی مراد نہیں لیا۔

کر دیا تھا اور دوبارہ مٹنے کی کوئی امید نہ رہی تھی اس کے لئے ایسے اسباب غیب سے پیدا فرمائے کہ ہم سب خوش دلی کے ساتھ پھر سے — مل گئے اور اب عزت و سکون کے ساتھ اکٹھے ہیں، بلاشبہ میرا رب جو کام کرنا چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر پیدا کر دیتا ہے یقیناً وہی بڑے علم و حکمت والا ہے۔

رَبِّ قَدْ أَتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ، فَاطِرَ

اے پروردگار اپنے مجھے سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا اے آسمانوں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، تَوْفَّنِي مُسْلِمًا

اور زمین کے پیدا کرنے والے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری

وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ ○

فراں برداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالیجئے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے

قصہ یوسف کا اختتام

ملک مصر میں حضرت یعقوبؑ مع اپنے خاندان کے ایک قول کے مطابق ستر سال اور دوسرے قول کے مطابق ۲۴ سال خوش و خرم رہ کر ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی، وفات سے پہلے حضرت یوسفؑ کو وصیت فرمائی کہ مجھے میرے وطن کنعان میں والد حضرت اسحاقؑ کے پاس دفن کرنا حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت یعقوبؑ کو سال کی لکڑی کے تابوت میں رکھ کر کنعان بھیجا گیا اور ان کے بزرگوں کے پاس دفن کیا گیا، اس کے بعد حضرت یوسفؑ کو بھی آخرت کا اشتیاق اور اپنے رب سے ملنے کا شوق غالب ہوا تو آپ نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کیا اے میرے پروردگار اپنے مجھے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ظاہری دولت یعنی ملک و سلطنت کا بڑا حصہ عطا فرمایا باطنی دولت یعنی خواب کی ایسی تعبیر دینا سکھائی جو بالکل یقینی ہے اور یہ موقوف ہے وحی پر، مطلب یہ ہے کہ اپنے مجھے نبوت بھی عطا کی، حاصل یہ کہ ظاہری دولت سلطنت باطنی دولت نبوت دونوں عطا فرمائی ہیں، اور پھر عرض کیا اے خالق ارض و سما بلاشبہ آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس طرح آپ نے دنیا میں میرے تمام کام بنادئے کہ سلطنت و نبوت عطا فرمائی اسی طرح آخرت کے کام بھی بنادیجئے کہ مجھ کو فراں برداری کی حالت میں دنیا سے اٹھانا اور مجھے نیک بندوں یعنی میرے بزرگ انبیاء علیہم السلام میں شامل فرمادینا۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا اس دعا کے بعد آپ صرف چند سال زندہ رہے اور پھر داعی اجل کو لبیک کہا، بعض دیگر مفسرین کے قول کے مطابق ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ دنیا سے علو یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوسفؑ ساٹھ سال زندہ رہے، واللہ اعلم، محمد یعقوب غفرلہ

کو چ فرا گئے، وفات کے وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی، مصر ہی میں آپ کو سنگ مرمر کے تابوت میں دریائے نیل کے کنارے دفن کیا گیا، عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ اللہ نے جب حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے نکال کر ملک شام لیجائیں اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ حضرت یوسفؑ کی بڑیاں مصر میں نہ چھوڑنا بلکہ اپنے ساتھ لے جانا اور کنعان میں جا کر اپنے بزرگوں کے پاس دفن کرنا حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی، فائدہ :- خاندان یعقوب یعنی قوم بنی اسرائیل جس وقت مصر آئے تھے تو ان کی تعداد بہتر یا تڑاؤ تھی اور جب مصر سے نکلے تو ان کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار ہو گئی تھی

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ

یہ تمہاری غیب کی خبروں میں سے ہے جو وحی کے ذریعہ ہے ہم آپ کو بتلاتے ہیں اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا تھا اور وہ تدبیر میں کر رہے تھے اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو

وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

قصہ یوسفؑ حضور کی نبوت کا واضح ثبوت ہے

بجھلی آیت تک حضرت یوسفؑ کا واقعہ مکمل ہو چکا، اب ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ جس وقت حضرت یوسفؑ کو باپ سے جدا کر کے کنویں میں ڈالا جا رہا تھا اس وقت اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ وہاں موجود نہ تھے کہ اپنی آنکھوں سے پورا واقعہ دیکھ کر انہیں سنایا ہو اور نہ ہی آپ کی قوم میں سے کوئی شخص اس واقعہ سے واقف تھا کہ آپ اس سے سنکر ان کو سنایا ہو، پس یہ تو ہم نے آپ کو بذریعہ وحی سنایا ہے اور وحی صرف نبی ہی پر آتی ہے لہذا اس سے آپ کی نبوت واضح طور پر ثابت ہو گئی۔

یہود اور قریش نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ اپنی نبوت کا ثبوت دینا چاہتے ہیں تو ہمیں یوسف علیہ السلام کا واقعہ بتلائیے کیا ہوا، آپ نے بذریعہ وحی ان کو مکمل واقعہ سنایا اس کے بعد بھی آپ کی نبوت کے قائل نہ ہوئے کفر ہی پر جمے رہے، اسلام قبول نہ کیا، اس سے آپ کو بہت صدمہ ہوا، اس موقع پر آپ کی تسلی کے لئے اللہ پاک نے یہ آیت دے کر انہیں امو نازل کیا

یہ آیت اللہ کی تفسیر میں جو تاریخ و حقائق ہم نے لکھے ہیں وہ اسرائیلی و تاریخی روایات سے ثابت ہیں مرفوع حدیث سے نہیں

ہوئی یعنی باوجودیکہ آپ کی نبوت پر واضح دلائل موجود ہیں مگر پھر بھی اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے خواہ آپ کتنی ہی کوشش اور تمنا کرتے رہیں ان کا یہ حال جب ہے جب کہ آپ دین و قرآن کی تعلیم پر ان سے کوئی معاوضہ و بدلہ بھی طلب نہیں کرتے بس آپ کا فریضہ تو انہیں اسلام کی دعوت پیش کرنا ہے مسلمان بنادینا نہیں۔ بس آپ کا مقصد تو قوم کی خیر خواہی اور اجر آخرت حاصل کرنا ہے وہ پورا ہو گیا پھر آپ کیوں غمگین ہوتے ہیں اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم تمام جہان والوں کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے جو اس سے فیض اٹھا کر ہدایت حاصل کریگا وہ کامیاب ہے اور جو نہیں مانے گا وہ ناکام ہے۔

وَكَايِن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف

مُعْرِضُونَ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ۚ أَفَأَمِنُوا أَن

توجہ نہیں کرتے اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کے شرک بھی کرتے جاتے ہیں سو کیا پھر

تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ

بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آئے جو ان کو محیط ہو جاوے

لَا يَشْعُرُونَ ۚ

یا ان پر قیامت اچانک آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

منکرین توحید و رسالت

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جس طرح یہ لوگ نبوت کا اقرار نہیں کرتے اسی

طرح توحید باری تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے حالانکہ زمین و آسمان میں بے شمار چیزیں اس طرح کی موجود ہیں جو خدا کے معبود برحق ہونے پر واضح ثبوت ہیں انہی میں سے بچھلی قوموں کی وہ الٹی ہوئی اور تباہ شدہ بستیاں بھی ہیں جو سفر میں آتے جاتے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر افسوس عقل کے کیسے اندھے ہیں کہ ان سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اس کے بعد فرمایا ان میں سے بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں جس سے ان کا ایمان بالکل ضائع ہو جاتا ہے، اخیر میں فرمایا جارہا ہے کہ تعجب ہے ان لوگوں کے حال پر کہ باوجودیکہ کفر و شرک میں ملوث ہونے کے خدا کے عذاب سے بے خوف ہیں، کیا انہوں نے اللہ کے عذابات یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے۔

اللہ توحید باری تعالیٰ کی مکمل تفصیل اور دلائل ہماری کتاب تقریر ایسے کیسے حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے۔ محمد یعقوب غفرلہ العزیز

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ

آپ نے یہ بھی کہ یہ میرا طریق ہے میں خدا کی طرف اس طور سے بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی ادا میرے ساتھ

اللَّهُ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُفِخَ

والے بھی اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے

إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ذَآفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

جتنے رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے۔ تو کیا لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا

عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلَكَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ

حوان سے پہلے کا فرم گزرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کیلئے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا

بھی نہیں سمجھتے۔

تفسیر اس آیت پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میرا راستہ بھی خالص توحید کا راستہ

ہے، میں پورے یقین و بصیرت اور دلائل کے ساتھ پوری دنیا کو اسی توحید کے راستہ پر

چلنے کی دعوت دیتا ہوں اور جو لوگ (صحابہ کرام) میرا اتباع کرنے والے ہیں وہ بھی اسی توحید کے راستہ پر

چلنے کی دعوت دیتے ہیں، بعض مفسرین نے فرمایا اتباع کرنے والوں سے اس آیت میں امت محمدی کا ہر وہ

شخص مراد ہے جو دعوت رسول کو امت تک پہنچانے کی خدمت میں مشغول ہو، حضرت کلثیٰ اور ابن زید

نے فرمایا کہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص حضور علیہ السلام کے اتباع کا دعویٰ کرے اس پر لازم

ہے کہ آپ کی دعوت کو لوگوں میں پھیلانے اور تعلیم قرآن کو عام کرے

مشرکین کی اصلاح کے لئے فرمایا گیا کہ اللہ کی ذات ہر قسم کے شرک سے پاک ہے اور میں شرک کرنے

والوں میں سے نہیں ہوں۔

مشرکین کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمیں توحید کے راستہ پر چلانا تھا تو ہماری ہدایت کے لئے

فرشتوں کو کیوں نہیں بھیجا، وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا رَجُلًا مِمَّنْ نَّخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

پہلے بھی ہم نے جن قوموں میں رسول بھیجا ہے وہ آدمیوں ہی میں سے بھیجا ہے فرشتوں میں سے نہیں،

اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ انسان کے مزاج کو انسان ہی خوب پہچان کر صحیح طور پر تبلیغ کر سکتا ہے فرشتہ

ہم مزاج نہ ہونے کی وجہ سے اس فریضہ کو صحیح انجام نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے جو اللہ کے رسول کی دعوت کو ٹھکرا کر کفر و شرک میں مبتلا

رہتے ہیں ارشاد خداوندی ہے کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں کہ ان لوگوں کا اور ان کی بستیوں کا حال

دیکھیں جنہوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا ہم نے ان کو کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ افسوس ہے ان کے حال پر کہ یہ دنیا کی چند روزہ چمک دمک میں ایسے مست ہوئے کہ آخرت کو بھلا بیٹھے جب کہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت ہی دنیا سے ہزار درجہ بہتر ہے تعجب ہے ان لوگوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ دنیا کی عارضی راحت بہتر ہے یا آخرت کی دائمی راحت بہتر ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَ كَلْتُوا أَنفُسَهُمْ قَدْ كَذَّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا ۖ

یہاں تک کہ پیغمبر ایسے ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے ہم نے غلطی کی ہے ان کو ہماری مدد پہنچی۔

فَنَجَّيْنَا مَن نَّشَاءُ وَلَا يَرُدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝

پھر ہم نے جس کو چاہا وہ بچایا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔

ایک شبہ کا جواب

اس آیت پاک میں پچھلی امتوں کی سرکشی سے حضور علیہ السلام کے دور کے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے اور ان کے ایک شبہ کو دور کیا گیا وہ یہ کہ اکثر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عذاب الہی سے ڈرانے کا ذکر عرصہ سے سن رہے ہیں اور کوئی عذاب آتا نہیں دیکھ رہے تھے اس سے ان کی ہمتیں بڑھ رہی تھیں کہ اگر کوئی عذاب آنا ہوتا تو اب تک آچکا ہوتا۔

اس آیت پاک میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مصلحت سے بسا اوقات نافرمان لوگوں کو مہلت دیتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی عذاب آنے میں اتنی تاخیر ہو جاتی ہے کہ نافرمانوں کی ہر بات بڑھ جاتی ہے اور پیغمبروں کو ایک گونہ پریشانی پیش آتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ پچھلی امتوں کو اس قدر مہلتیں دی گئیں کہ مدت دراز تک ان پر عذاب نہ آنے سے پیغمبر یہ خیال کر کے ایسے ہو گئے کہ اللہ کے اجماعی وعدہ عذاب کا جو وقت ہم نے اپنے انداز سے اپنے ذہنوں میں مقرر کر رکھا تھا اس وقت یہ کفار پر عذاب نہ آیا گا۔ اور حق کا غلبہ ظاہر نہ ہو گا، ان پیغمبروں کو یہ بھی خیال ہونے لگا کہ عذاب الہی آنے کا جو وقت ہم نے اپنے انداز سے متعین کر لیا تھا وہ غلط ہے، اسی ایسے کی حالت میں پیغمبروں کو ہماری مدد پہنچی وہ یہ کہ وعدہ کے مطابق کفار پر عذاب آیا اور ہلاک ہوئے۔ پیغمبر اور ان کے ماننے والے مومنوں کو اس عذاب سے بچایا گیا، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ہمارا عذاب مجرموں سے ہٹتا نہیں بلکہ ضرور آتا ہے، یعنی کفار کہ عذاب میں تاخیر

(اقوال و تحقیق)

کُذِّبُوا کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہی سب سے زیادہ صحیح اور بے غبار ہے، اور کُذِّبُوا کا اصل اپنے تخمینہ اور خیال کا غلط ہونا ہے جو ایک قسم کا جتہادی غلطی ہے اور انبیاء سے کوئی ایسی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے البتہ انبیاء اور دوسرے مجتہدین میں یہ فرق ہے کہ انبیاء سے جب کوئی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ ان کو باخبر کے حقیقت کھول دیتے ہیں دوسرے مجتہدین کا یہ مقام نہیں۔

ہونے سے دھوکہ میں نہ رہیں

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةً لِأُولِي الْأَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ

ان کے قصہ میں سمجھدار لوگوں کے لئے عبرت ہے، یہ قرآن کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ اس سے پہلے

وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ٥

جو کتاب میں ہر جگہ میں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں

رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ٥

کے لئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہے

انبیاء کے قصے عبرت انگیز ہیں

اس آیت پاک میں فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت یوسفؑ اور دیگر

انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے قصے جو قرآن پاک بیان کرتا ہے ان میں سمجھدار لوگوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے ان قصوں کو پڑھ کر یہ یقین بنتا ہے کہ اللہ کے فرماؤں

بالآخر کامیاب ہوتے ہیں اور نافرمان بالآخر ناکام اور تباہ و برباد ہوتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا گیا کہ یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے نازل

ہو چکی ہیں یعنی توریت و انجیل، یہ قرآن کریم ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی قرآن میں ہر اس چیز کی تفصیل موجود ہے جس

کی دین میں انسان کو ضرورت پیش آتی ہے، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، حکومت، سیاست وغیرہ

انسانی زندگی کے ہر انفرادی یا اجتماعی حالات سے متعلق احکامات و ہدایات اس میں موجود ہیں، اور فرمایا کہ یہ قرآن

ہدایت و رحمت ہے ایمان والوں کے لئے چونکہ ایمان والے ہی اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں، کافرین تو

انکار کر کے اس کو اپنے لئے وبال جان بنا لیتے ہیں اگرچہ یہ رحمت و ہدایت ان کے لئے بھی ہے لیونکہ قرآن پورے عالم

کی رہبری کے لئے اتارا گیا ہے اب اس سے اگر کوئی فائدہ حاصل نہ کرے تو یہ کمی اس کی ہے۔

حضرت دہب بن منبہؓ نے فرمایا کہ جتنی آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں ان میں سے کوئی بھی حضرت یوسف

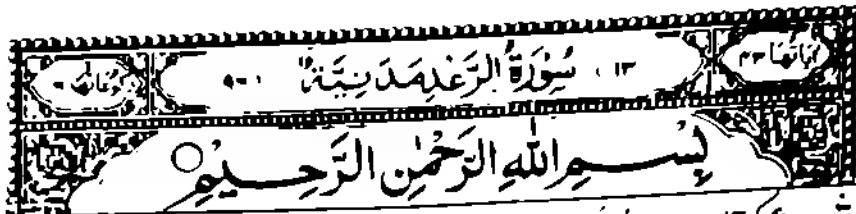
کے قصہ سے خالی نہیں، شیخ ابو منصورؒ نے فرمایا قصہ یوسفؑ سے حضور علیہ السلام کو تسلی دینا مقصود ہے کیونکہ

آپ کو تو تکلیفیں غرور سے پہونچیں اور حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے بھی نہیں چھوڑا حتیٰ کہ آپ کو

مار ڈالنے کی کوشش کی اور غلام بنا کر بیچ ڈالا مگر انجام کار اللہ کے نبی ہی کو غلبہ نصیب ہوا اسی طرح اے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بھی عنقریب غلبہ نصیب ہوگا۔

بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَوْفِيقِهِ سُورَةُ يُوسُفُ كَيْ تَفْسِيرُ حَسَنٌ وَخَوْبِي كُلِّ هَوْنِي



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الَّذِينَ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ ۚ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ①

اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے، اللہ ایسا ہے کہ اس نے آسمانوں کو بلاستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان کو

اُسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَحَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ
دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و مانتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے وہی ہر

يَذْكُرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بَلَقَاءَ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ②

کام کی تدبیر کرتا ہے اور دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کرو۔

تفسیر اس سورہ رعد کی پہلی آیت میں قرآن کریم کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ جو کچھ
اس سورت میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں، یہ قرآن مقدس اور جو
احکامات (آحادیث مقدسہ) آپ پر نازل کئے گئے وہ سب حق ہیں جس میں کسی بھی شک و شبہ کی کوئی گنجائش
نہیں مگر افسوس اکثر لوگ غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

دلائل توحید اس کے بعد والی آیت میں حق تعالیٰ شانہ کے وجود اور اس کی توحید کے دلائل بیان
فرمائے گئے ہیں کہ اس کی مخلوقات و مصنوعات کو ذرا غور سے دیکھو تو یہ یقین کرنا پڑے گا
کہ اس کے بنانے والی کوئی ایک ہستی ہے جو قادر مطلق ہے اور تمام مخلوقات دکائناات اس کے قبضہ قدرت
میں ہے،

چنانچہ ارشاد ہے کہ خدا کی ذات وہ ہے جس نے اس دنیا کی عظیم الشان بلند و بالا مضبوط اور خوبصورت
چھت (آسمان) بنائی جسے تم دیکھتے ہو اور کمال یہ کہ اس اتنی لمبی چوڑی چھت میں کوئی ستون بھی نہیں۔
اس کے بعد فرمایا کہ پھر حق تعالیٰ شانہ عرش پر جو تخت حکومت کے مشابہ ہے قائم اور اس طرح جلوہ افروز
ہوا جو اس کی شایان شان ہے اس کی کیفیت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا بس اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ جس کیفیت

سے جلوہ افروز ہونا اللہ کی شان کے لائق ہے وہی مراد ہے،

اللہ تعالیٰ نے چاند و سورج کو کام میں لگادیا وہ برابر اس کو انجام دے رہے ہیں ہزاروں سال ہو چکے وہ برابر اپنی مقررہ رفتار پر چل رہے ہیں چنانچہ سورج اپنا دورہ ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے، بلاشبہ اللہ ہی کی وہ ذات ہے جو تمام امور میں جو اس عالم میں ہوتے ہیں ان کی تدبیر کرتا ہے، دیکھئے ابتداء زمانہ سے دنیا کا نظام کتنے عمدہ طریقے سے چل رہا ہے اور اسی طرح انشاء اللہ قیامت تک پورے سلیقے سے چلتا رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ آیات سے مراد قرآن کریم کی آیات بھی ہو سکتی ہیں، جن کو اللہ پاک بڑے واضح طور سے بیان فرماتے ہیں اور مزید اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کی تفصیل و تفسیر کرا دی ہے، اور آیات سے مراد قدرت خداوندی کی نشانیاں بھی ہو سکتی ہیں جو اس نے آسمان و زمین اور دوسری مخلوقات و مصنوعات کو پیدا فرما کر ہمارے سامنے رکھ دی ہیں کہ ان کو دیکھو، غور کرو اور ہماری حقیقت کو پہچانو، ان تمام چیزوں کو اللہ پاک نے اس لئے وجود بخشا اور ان کو ایک خاص نظام پر برقرار رکھا تا کہ انسان کو قیامت کا یقین ہو جائے، چنانچہ ان چیزوں میں انسان جب اس طور پر غور کرے گا کہ جب اللہ کی ذات ان اہم ترین چیزوں کو پیدا کرنے اور ان کے نظام کو برقرار رکھنے پر قادر ہے تو وہ مجھ نامہیز انسان کو جس نے مجھے اول مرتبہ بھی پیدا کیا ظار کر دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے اور اسی کا نام قیامت ہے کہ اللہ پاک ایک مقررہ وقت پر تمام انسانوں کو زندہ کر کے ان کے اعمال کی باز پرس کرے گا، اچھے اعمال کرنے والے کو اجر و ثواب اور بُرے اعمال کرنے والے کو سزا و عذاب دیگا۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

اور وہ ایسے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے

جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشَى اللَّيْلُ النَّهَارُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کئے شب سے دن کو چھپا دیتا ہے، ان امور میں سوچنے والوں کے واسطے

يَتَفَكَّرُونَ ﴿۵﴾

دلائل میں -

تفسیر اس آیت میں بھی خدا کے وجود و توحید پر بطور دلائل کے بیان فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات وہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائی جس سے یہ انسان مختلف قسم کے فائدے حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے اس زمین سے قسم قسم کے پھل پیدا کئے اور اس پر مزید کمال قدرت یہ کہ ہر پھل دو، دو طرح کے پیدا کئے مثلاً کھٹے میٹھے، چھوٹے بڑے پھران کے رنگ بھی مختلف

اور ذائقہ بھی الگ خوشبو بھی الگ جدید تحقیق کے مطابق ہر قسم کے پھل میں نرودادہ بھی پائے جاتے ہیں۔
اور خدا کی ذات وہ ہے جو رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی کو چھپا دیتا ہے جس کی وجہ سے روشن فضا تاریک ہو جاتی ہے، بلاشبہ ان تمام مذکورہ چیزوں میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے خدا کے وجود اور قدرت و وحدانیت پر روشن دلائل اور واضح ثبوت ہیں۔

وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُتَجَوِّزٌ وَجَنَّتْ مِنْ أَعْنَابٍ وَ زَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَدِيٌّ

اور زمین میں پاس پاس مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بننے
صِنَوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُقْضِلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ إِنَّ
تو ایسے ہیں کہ تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بھنے میں دو تنے نہیں ہوتے، سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے،

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۴۰﴾

اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں ان امور میں بھی سمجھداروں کے واسطے دلائل ہیں۔

تفسیر

اور اسی طرح زمین کے بہت سے قطعے آپس میں ملے ہوئے ہونے کے باوجود مزاج اور خاصیت
میں مختلف ہیں کوئی نرم کوئی سخت، کوئی پیداوار کے قابل، کوئی بیکار، کوئی باغات کے مطلب کی،
کوئی کھیتی کے مطلب کی، اور پھر ان قطعوں میں انگور کے باغات ہیں، کھیتی ہے اور کھجور کے درخت ہیں اور پھر
ان درختوں میں کچھ ایسے ہیں کہ ایک تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں جیسے عام درخت اور بعض
ایسے ہیں جو اوپر تک ایک ہی تنے والے رہتے ہیں جیسے کھجور کے درخت۔

ذرا غور تو کیجئے کہ زمین بھی ملی ہوئی اور قریب قریب ہے اور بارش ہوا چاند سورج کی شعاعیں
بھی سب برابر پڑ رہی ہیں اس کے باوجود کوئی زمین کا حصہ کھیتی و باغات اگانے کے قابل ہے کوئی نہیں اور
اس طرح پیدا ہونے والی چیزیں بھی مختلف ہیں۔ کسی میں کوئی پھل، کسی میں کوئی پھل، کسی میں کوئی اناج تو
کسی میں کوئی اناج پیدا ہو رہا ہے، اس سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ ان سب
چیزوں کے پیچھے کوئی زبردست ہستی کار فرما ہے اور وہ ہی ذات خداوندی ہے۔

ان آیات میں مختلف دلائل پیش فرما کر انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ ان میں غور و فکر کر کے اپنے
معبود کی ہستی کو پہچانے اور اس کی عبادت و اطاعت اختیار کر کے اپنے دین و دنیا کو سنوارے۔

وَلَا تَعْجَبْ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا ثَرْبًا لَّنَا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ

اور اگر آپ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہو گئے کیا ہم پھر از سر نو پیدا ہوں گے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ، وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَىٰ فِي أَعْنَاقِهِمْ، وَأُولَٰئِكَ

یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے

أَصْحَابُ النَّارِ، هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت پاک میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کے قیامت کا انکار کرنے سے تعجب

ہو تو واقعی یہ بات قابل تعجب ہے کہ ہم مگر خاک ہو جانے پر دوبارہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے ان کی

اس بات پر تعجب اس لئے ہے کہ جو ذات آسمان وزمین پہاڑ و دریا چاند و سورج، دن رات، اناج و پھل

وغیرہ عظیم ترین چیزوں کو وجود بخشی ہے وہ اس حقیر انسان کو دوبارہ کیوں وجود نہیں بخش سکتی جبکہ

وہ اس کو پہلے بھی ایک بار پیدا کر چکا ہے دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے بالکل آسان ہے۔

اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا دوبارہ پیدا ہونے سے

انکار کر کے، یہ خدا کے قدرت کے منکر ہوئے اور قیامت کا انکار کر کے حضور کی رسالت کے منکر ہوئے اس لئے انہوں

نے کھلا کفر کیا، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ایسے لوگوں کے گھے میں دوزخ میں طوق ڈالے جائیں گے اور یہ لوگ

ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلُ ۝

اور یہ لوگ عافیت کی میعاد ختم ہونے سے پہلے آپ سے مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے واقعات

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ، وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ

عقوبت گذر چکے ہیں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بیجا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے،

الْعِقَابِ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۝

اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے، اور یہ کفار یوں کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں

تفسیر:- منکرین اور مشرکین کہ حضور علیہ السلام سے کہا کرتے تھے کہ اگر واقعہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو رسول

کی مخالفت پر جس عذاب سے آپ ہیں ڈراتے ہیں وہ ہم پر نازل کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا تم لوگ وقت سے پہلے ہی عذاب کا مطالبہ کر رہے ہو، ایسا لگتا ہے کہ تمہیں عذاب آنے کا یقین نہیں حالانکہ تم سے بہت پہلے بہت سی قوموں (قوم عاد، ثمود، لوط و نوح وغیرہ) پر عذاب آچکا ہے تم پر بھی آسکتا ہے، مگر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ آپ کا رب لوگوں کے سرکش و نافرمان ہونے کے باوجود بڑی مغفرت و رحمت والا بھی ہے اور جو لوگ اس مغفرت و رحمت سے فائدہ نہ اٹھائیں اپنی سرکشی و نافرمانی پر جیسے رہیں ان کے لئے سخت عذاب دینے والا بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے غفور و رحیم ہونے سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں کہ ہم پر عذاب آ ہی نہیں سکتا منکرین و مشرکین اور کفار حضور علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے اور یہ اعتراض کرتے تھے کہ جس معجزہ کا ہم نے آپ سے مطالبہ کیا ہے وہ کیوں نہیں دکھایا گیا؟ اس کا جواب اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرما کر دیدیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو ہمارے عذاب سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں، جس کا یہ مطلب ہوا کہ معجزہ دکھانا آپ کا کام نہیں بلکہ وہ ہمارا کام ہے جس معجزہ کی ضرورت سمجھتے ہیں دکھا دیتے ہیں، ہم کسی کے پابند نہیں کہ کسی کے مطالبہ پر ان کا فراموشی معجزہ دکھائیں، آپ سے پہلے بھی بہت سے نبی اس دنیا میں آئے ہیں انھوں نے بھی آپ کی طرح اپنی نبوت کو واضح کرنے کے لئے معجزہ دکھایا، قوم کے مطالبہ پر فراموشی معجزات انھوں نے بھی نہیں دکھائے۔

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل میں رہتا ہے اور جو کچھ حمل میں کمی بیشی ہوتی ہے اور برہنہ

شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝

اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا عالیشان ہے

سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَ

تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں

سَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝

چلے پھرے یہ سب برابر ہیں۔

قدرتِ خداوندی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا ذکر ہو رہا ہے، ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کو

سب خبر رہتی ہے جو کسی عورت کو حمل رہتا ہے یعنی لڑکا ہے یا لڑکی، خوبصورت ہے

یا بدصورت، نیک ہے یا بد، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی پورا پورا علم رہتا ہے جو کچھ عورتوں کے جسم میں کمی د

میشی ہوتی ہے یعنی بچہ پورا ہے یا ادھورا، ایک ہے یا ایک سے زائد، ہوا ہے یا پانی، اور کتنے وقت میں پیدا ہوگا۔ آج کے سائنسی ترقی یافتہ دور میں ایک سے بھی اس سلسلہ میں قطعاً ناکام ہیں۔ اس سلسلہ میں حکیم و ڈاکٹر یا تجربہ کار عورتیں جو کچھ بتلاتے ہیں وہ بھی ایک گمان کی حد تک ہے اس کو یقینی بات نہیں کہا جاسکتا۔ ان فرض دنیا کی کوئی بھی ظاہری دھچی ہوئی چیز خدائے تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں جو بات انسان چکے سے کہتا ہے وہ اس کو بھی جانتا ہے اور جو پکار کر کہتا ہے اس کو بھی جانتا ہے اور اسی طرح جو شخص رات کی اندھیری میں کہیں چھپ جائے وہ بھی اس کے علم میں رہتا ہے اور جو دن کے اجالے میں گھومے پھرے اس کو بھی جانتا ہے، الحاصل اس کا علم و قدرت تمام چیزوں پر برابر حاوی ہے یقیناً وہ سب سے بڑی شان والا ہے۔

لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِّنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِّنْ أَمْرِ اللَّهِ ۝

ہر شخص کے لئے کچھ فرشتے ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اسکے پیچھے وہ بحکم خدا اس کی حفاظت

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ

کرتے رہتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے اور

بِقَوْمٍ سُوءٍ أَفْلا مَرَدًّا لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِّنْ ذَالٍ ۝

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے مٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور خدا کے سوا کوئی انکار و گار نہیں ہوتا

فرشتوں کے ذریعہ انسان کی حفاظت

اس آیت میں اللہ کی قدرت اور بندوں پر شفقت کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے ہر بندے کے ساتھ اللہ نے فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جن میں سے بعض بندے کے اچھے برے تمام کاموں کو لکھنے پر مقرر ہیں اور بعض بندے کو ان بلاؤں سے بچانے پر مقرر ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اس بندے کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے، جس طرح اس عالم میں اللہ تعالیٰ کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے ظاہری اسباب پیدا فرمادیتا ہے، اسی طرح کچھ باطنی اسباب پیدا فرماتے ہیں، جن کو ہماری نظریں نہیں دیکھ سکتی۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ ہر بندہ پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو سوتے جاگتے ہر انس و جن اور کیڑے مکوڑے کے ضرر سے اس کی حفاظت کرتا ہے، ہاں اگر کسی چیز کے متعلق اللہ کا حکم ہو چکا اور وہ اس کے مقدر میں لکھی جا چکی تو اسکے وقوع کے وقت یہ فرشتہ بندے سے الگ ہو جاتا ہے۔ کعب احبار سے مروی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر فرشتے مقرر نہ فرماتے، جو کھانے پینے اور بے پردگی کے وقت تمہارے ساتھ رہتے ہیں تو جنات تم کو چھیٹ لیتے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان کے سوال پر فرمایا کہ ہر ایک بندے پر اللہ نے

بیش فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں ان میں سے دس دن میں رہتے ہیں اور دس رات میں، حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق ان کی ملاقات عصر اور فجر کے وقت ہوتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِعَنِ اللَّهِ تَعَالَى کسی قوم کی اچھی حالت کو بری حالت سے اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اعمال و احوال کو برائی میں نہ بدل دے، جب وہ اپنے حالات خدا کی نافرمانی و سرکشی سے بدلتی ہے تو اللہ پاک بھی اپنا طرز بدل دیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان پر عذاب مسلط کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی اس وقت ان کی کوئی مدد کر سکتا ہے جب انسان اللہ کا فرماں بردار اور شکر گزار رہتا ہے تو اللہ پاک اس کی حفاظت اپنے فرشتوں سے کراتے ہیں اور جب یہ نافرمان و سرکش اور ناشکرا ہو جاتا ہے تو اس کی حفاظت کو اٹھا کر اس پر اپنا عذاب مسلط فرما دیتے ہیں جس سے اس کو بچانے والا کوئی نہیں۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَيِّجُ

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو بند کرتا ہے جو پانی

الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَكُ مِنْ خِيفَتِهِ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ

بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور رعد اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے، و فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے

بِهَآ مِنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ ۚ وَهُوَ شَدِيدُ الْحَالِ ۝

پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑاتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے۔

تفسیر اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ہستی وہ ہے جو تمہیں برق و بجلی دکھلاتی ہے جو تمہارے لئے خوف بھی بن سکتی ہے کہ جس جگہ پڑ جائے سب کچھ خاک کر ڈالے، اور طلع و لالچ بھی ہوتی ہے کہ بجلی کی چمک کے بعد بارش آئے گی جس سے زمین میں پیداوار ہوگی جس سے انسان و حیوان سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں، اور خدا ہی کی وہ ہستی ہے جو بڑے بڑے بھاری بادل سمندر سے ان سون بنا کر اٹھاتی ہے، اور پھر ان پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو نفث میں بڑی تیزی کے ساتھ کہیں سے کہیں لیجاتی ہے اور اپنے حکم کے مطابق زمین کے جس حصہ پر برساتنا چاہتی ہے برساتی ہے۔

وَيُسَيِّجُ الرَّعْدُ اور رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو بادلوں پر معمور ہے اس کے پاس آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جس سے وہ بادلوں کو ہلکا کرتا ہے، یہ رعد نامی فرشتہ اور دوسرے فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اللہ کے خوف سے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی وہ ذات ہے جو زمین پر بجلیاں بھیجتا ہے اور اس بجلی سے جس کو چاہے ہلاک کر دیتا ہے مختلف قسم کی چیزیں بیان کر کے، اللہ کی توحید و قدرت کاملہ کو واضح کیا گیا ہے مگر ان سب

کے باوجود کفار و مشرکین اللہ کی توحید و قدرت کاملہ، لوگوں کو دوبارہ پیدا کرنے اور ان کو جزا و سزا دینے کے بارے میں حضور علیہ السلام سے جھگڑتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی سخت قوت والے ہیں اور بڑی قوی تدبیر کرنے والے ہیں جس کے سامنے کسی کی کوئی بھی چال نہیں چلتی۔

ایک عبرت آموز واقعہ

کتب احادیث میں ایک واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو کسی بڑے آدمی کے پاس ایمان کی دعوت دینے کیلئے بھیجا اس شخص نے کہا جس خدا کی بندگی کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے لوہے کا تانے کا چاندی کا یا سونے کا، صحابی رضی اللہ عنہ نے آکر اس شخص کا یہ جواب سنایا، آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ دوبارہ پھر ایمان کی دعوت پیش کرنے کے لئے ان صحابی کو بھیجا، اس نے پھر وہی سوال کیا آپ نے تیسری مرتبہ پھر ایمان کی دعوت پیش کرائی مگر اس نے اس مرتبہ بھی وہی سوال کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بجلی گرا دی جس سے وہ خاک ہو گیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی وَ يُزِيلُ الصَّوَاعِقُ السَّحَابَ

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ

سچا کارنا اس کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور

إِلَّا كَبَاسِطٌ كَفْبِهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَهُ فَإِذَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ

نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جاپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہوتا کہ وہ اس کے منہ

إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۱۰ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَ كَرْهًا

تک آجائے اور وہ اس کے منہ تک کافروں کی درخواست کرنا محض بے اثر ہے اور اللہ ہی کے سامنے سب سر خم کئے ہیں جتنے آسمانوں

و ظَلَمُهم بِالْغَدُوِّ وَالْاَصَالِ ۝۱۱

میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں۔

تفسیر

ارشاد ہے کہ پکارنا (دعائیں مانگنا) اسی سے چاہئے جس کے قبضہ میں ہر ایک کا نفع و نقصان ہے اور یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ میں ہے کیونکہ وہ قدرت کاملہ رکھتا ہے، اور کفار و مشرکین جو اللہ کے علاوہ اپنے معبودان باطل کو پکارتے ہیں ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں جیسے وہ پیاسا شخص جو کنویں کے کنارے پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اور خوشامد کر کے پانی کو پکارتے کہ میرے منہ میں آ جا، ظاہر ہے کہ پانی اس کے منہ میں آنے سے رہا، بس یہی حال معبودان باطل

کا ہے جب خود ان کے قبضہ میں لچھ نہیں تو وہ وہاں کو کیا دیں گے۔ بلاشبہ قادر مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے سامنے سب موجود ہے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں بعضے خوشی سے جیسے اہل ایمان اور فرشتہ اور بعضے مجبوری سے جیسے وہ منافق اور کافر جو تلوار کے خوف سے سب موجود ہوتے ہیں اگرچہ وہ دل سے اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ مجبوری کی صورت میں سب موجود ہونے کی، دوسری تفسیر مشیت الہی کا تابع ہونا بیان کی گئی ہے، جس مخلوق میں اللہ تعالیٰ جو تصرف کرنا چاہتے ہیں وہ مخلوق اللہ کے اس تصرف کے تابع ہے اپنے ارادہ اور قدرت سے اس کے خلاف نہیں کر سکتی۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان زمین والوں کے سامنے (پرچھائیاں) بھی صبح و شام سب موجود ہیں یعنی سامنے کا گھٹنا بڑھنا دائیں بائیں مائل ہونا سب اللہ ہی کے ارادہ اور مشیت سے ہے چونکہ سامنے کے گھٹنے بڑھنے کا زیادہ ظہور صبح و شام میں ہوتا ہے اس لئے ان دقتوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا۔

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللّٰهُ ۚ قُلْ أَفَاتَّخَذُ ثَمَنَ ۖ دُونِهِ

آپ کہئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہے آپ یہ کہئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا

أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لَأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرَةُ

دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے آپ کہئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں

أَمْرٌ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ۚ أَمْ جَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ

والا برابر ہو سکتا ہے، یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہو سکتی ہے، یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۴﴾

انہوں نے بھی پیدا کیا ہر جیسا خدا پیدا کرتا ہے پھر ان کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ دردی و ادھرے غائب

تفسیر ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا فریق و مشرکین سے کہئے کہ آسمانوں

اور زمین کا پروردگار کون ہے یعنی ان کو پیدا کرنے والا اور ان کے نظام کو چلانے والا کون ہے

چونکہ اس کا جواب واضح ہے کہ پروردگار اللہ ہے نیز مشرکین بھی اس کے قائل تھے لہذا حضور ہی کے ذریعہ

جواب بھی کہلا دیا کہ آسمان و زمین کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، اس کے بعد ان سے فرمایا گیا کہ اللہ کے پروردگار

ہونے کے اقرار اور اس کی توحید و قدرت پر بے شمار دلائل سننے کے بعد بھی تم اللہ کے سوا دوسروں کو

اپنا کارساز اور مددگار قرار دیتے ہو۔ سو جن کو تم اپنا مددگار کہتے ہو ان کی یہ حالت ہے کہ خود اپنا نفع و

نقصان بھی ان کے قبضہ میں نہیں ہے تو پھر بھلا وہ تم کو کیا فائدہ پہونچا سکیں گے اور کس طرح مصیبت

و نقصان سے بچا سکیں گے، آپ ان سے پوچھئے کیا اندھا اور آنکھوں دارا برابر ہو سکتا ہے، انھیں سے مراد کافروں ہیں اور آنکھوں والے سے مراد مومنین ہیں جو اپنے نور ایمانی سے سیدھے راستے پر چل رہے ہیں، اس کے بعد فرمایا کیا روشنی (ایمان) اور تاریکی (کفر) برابر ہو سکتی ہے، ظاہر ہے کہ ایمان کا مقام بہت بلند ہے اور کفر کا بہت پست ہے، پھر دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ جیسی مخلوقات اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں کیا تمہارے معبودوں نے بھی ایسی کوئی چیز پیدا کی ہے جسے دیکھ کر تمہیں ان دیوتاؤں پر خدائی کا شبہ ہونے لگے، وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھڑی کا ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ تمام چیزوں کی طرح وہ خود بھی اسی اکیلے زبردست خدا کی مخلوق میں، پھر ایسی عاجز و مجبور چیز کو خدائی تخت پر بٹھا دینا کس قدر بے عقلی اور گستاخی ہے۔

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةً يَقْدَرُهَا فَأَحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے، پھر وسیطاب خش و غاشق آگ کو بہا لایا

زَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُ

جوا کے اوپر ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کھیل

كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ هَ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ وَاَمَّا مَا

ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح کی مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل کھیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز

يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْاَمْثَالَ ۝ لِلَّذِينَ

لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے اللہ تعالیٰ اس طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں، جن لوگوں نے اس

اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ الْحُسْنٰى وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوْا لَهُ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَا

کا کہنا مان لیا ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور

الْاَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۚ

اس کے ساتھ اسی کے برابر اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور

وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَاَوْ بِئْسَ الْيِهَادُ ۝

ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا قرار گاہ ہے

حق و باطل کی مثال

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے فرق کو واضح کرنے کے لئے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، اول یہ کہ جب آسمان سے بارش برستی ہے تو اس سے ندی، تالے، تالاب اور زمین کے گڈھے وغیرہ بھر جاتے ہیں یعنی جس میں جتنی وسعت ہوتی ہے وہ اسی کی بقدر پانی اپنے میں سولیتا ہے، یہ پانی کا سیلاب جو کوڑا کرکٹ بہا لے گیا تھا وہ سب پانی کے اوپر آ جاتا ہے، دوم اسی طرح سونا چاندی پیتل لوہا وغیرہ کو جب زیور یا دوسری ضرورت کے سامان بنانے کے لئے تپاتے ہیں تو ان کا میل کچیل بھی جھاگ بن کر اوپر آ جاتا ہے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ جھاگ خشک یا منتشر ہو کر ختم ہو جاتا ہے پس جس طرح پانی اور سونے وغیرہ کے اوپر میل کچیل چھا جاتا ہے اور اصل چیز پانی و سونے کو دبالتا ہے اور پھر تھوڑی ہی دیر میں اپنا نام و نشان کھو بیٹھتا ہے اسی طرح حق و باطل کی مثال ہے کہ جب وحی الہی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو اس سے انسان اپنی صلاحیت کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں اور پھر حق و باطل آپس میں بھڑ جاتے ہیں اور پھر باطل حق پر ایسے ہی چھا جاتا ہے جس طرح پانی پر میل کچیل مگر باطل کا یہ خوش و خروش عارضی ہوتا ہے، کچھ ہی عرصہ میں شل میل کچیل کے ختم ہو جاتا ہے اور پھر اصل چیز پانی وغیرہ کے حق ہمیشہ کیلئے باقی رہتا ہے، خدا کی شان دیکھئے وہ اپنے بندوں کو سیدھے راستہ پر لانے کے لئے کیسی عجیب اور موثر مثالیں بیان فرماتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار غلبہ حق کا ہو کر رہتا ہے، کسی مومن کو باطل کی عارضی ترقی سے دھوکا نہ کھانا چاہئے، نیز اسی طرح جب کسی انسان کے دل میں ایمان و یقین کی لہر دوڑ جائے تو شروع شروع میں مختلف قسم کے وہم اور دوسو سے اس کے دل و دماغ کو جھنجھوڑیں گے مگر اس سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مثل تانبے پیتل کے میل کچیل کے ہیں جو تھوڑی دیر میں خود اپنا وجود کھودیں گے

حق و باطل کا انجام

اس کے بعد حق و باطل کا انجام بیان فرمایا، ارشاد ہے جس نے حق قبول کیا یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اور جنت ان کا ٹھکانا ہے، اور جن لوگوں نے باطل قبول کیا تو کفر و سرکشی کو اختیار کیا، آخرت میں ان کی بری حالت ہوگی قیامت کے دن اگر دنیا کے تمام خزانے بلکہ اسی قدر اور بھی ان کے پاس موجود ہوں اس کو دیکھو بھی ان کو عذاب الہی سے چھٹکارہ و رہائی میسر نہ ہوگی بلکہ ان سے سختی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور پھر انجام کار ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں پھینک دیا جائیگا

اَفَمَنْ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس

يَتَذَكَّرُ ۝ اُولَٰئِكَ الْاَلْبَابُ ۝ اَلَّذِيْنَ يُوَفُّوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ

کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھ داری لوگ قبول کرتے ہیں یہ سمجھ دار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انھوں

اَلْمِيْثَاقِ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ

نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکن کا علم کیا ہے

يَخَافُوْنَ سُوْءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی

الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلٰنِيَةً وَّيُذَرُّوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

رضامندی کے جو یاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقٰبٰتُ الدّٰرِ الْاٰخِرَةِ ۝ جَنَّتْ عَدْنٍ يَدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِهِمْ

بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں اس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے

وَاَزْوَاجُهُمْ وَذُرِّيَّتُهُمُ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیٹیوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبٰتُ الدّٰرِ الْاٰخِرَةِ ۝

داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے آتے ہوں گے کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اسکے کہ تم مضبوط رہے تھے سو اس جہاں میں تمہارا

انجام بہت اچھا ہے۔

صلوات کی صفات اور مقام

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ ایک وہ شخص کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

حضرت علیہ السلام پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے، اور دوسرا وہ شخص

جو گمراہ ہے بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لیتا ہے تو ماننا نہیں کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں

ہرگز نہیں پس نصیحت کو سمجھ دار لوگ ہی حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے سمجھ دار

لوگوں کی توصفات بیان فرمائی ہیں مگر اللہ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کرتے ہیں، اس میں وہ تمام

عہد شامل ہیں جو اللہ و بندے کے درمیان ہیں اور جو انسان نے عالم ارواح میں اللہ کی ربوبیت

کا عہد کیا تھا وہ بھی داخل ہے، مگر عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے اس میں وہ عہد و پیمان بھی داخل ہیں

جو اللہ سے کئے ہیں اور وہ عہد بھی جو لوگ آپس میں کرتے ہیں ۳ جن تعلقات کو اللہ نے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو برقرار رکھتے ہیں، اس میں رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنا بھی داخل ہے اور اس طرح ایمان کو عمل کے ساتھ اور حقوق العباد کو حقوق اللہ اور اسلامی اخوت کو برقرار رکھنا شامل ہے۔ ۴ اپنے رب کی عظمت و جلال کا تصور کر کے اس سے ڈرتے ہیں ۵۔ ان کو قیامت کے دن ذرہ ذرہ کا حساب دینے کا خوف لگا رہتا ہے ۶۔ یہ لوگ مصیبت پر خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے صبر کرتے ہیں کسی دنیوی لالچ کے لئے نہیں اور نہ ہی اسلئے کہ دنیا والے ان کو صابر کہیں ۷۔ نماز کو پابندی کے ساتھ اس کے شرائط و آداب اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں ۸۔ اور جو مال اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں سے فی سبیل اللہ بھی خرچ کرتے ہیں، پوشیدہ طور پر بھی اور دکھلا کر بھی، اگرچہ صدقہ و خیرات پوشیدہ طور پر ہی کرنا افضل ہے مگر کسی شرعی مصلحت کے پیش نظر دکھلا کر دینا بھی افضلیت سے خالی نہیں ۹۔ برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں، سختی کے مقابلہ میں نرمی اختیار کرتے ہیں اور ظالم کے ظلم کو معاف کر دیتے ہیں بشرطیکہ معافی میں ظلم اور بُرائی کے بڑھنے کا اندیشہ نہ ہو، بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں اگر کبھی کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اس کی تلافی کے لئے فوراً کوئی نیک کام کرتے ہیں، چنانچہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو وصیت فرمائی تھی کہ گناہ کے بعد نیک کام کر لیا کرو اس سے وہ بدی مٹ جائے گی یعنی جب گناہ پر نادم و تائب ہو کر نیک کام کر لیا جائیگا تو وہ گناہ بالکل ختم ہو جائیگا

ان توصفات والے بلند مقام صلحاء کو خوشخبری دی گئی کہ انھیں کے لئے آخرت میں بہترین مقام ہے اور وہ ہے ہمیشگی کا گھر جنت، اس آیت میں جنت کے ساتھ لفظ عدن بھی مذکور ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ منبر پر یہ آیت جَنَّتْ عَدْنٌ تِلَاوَت کی پھر لوگوں سے فرمایا تم کو معلوم ہے جنت عدن کیا ہے اور پھر خود ہی بیان فرمایا کہ عدن جنت میں ایک محل ہے جس کے دس ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پچیس ہزار بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والی حویریں مقرر ہیں اس محل میں سوائے انبیاء صدیقین اور شہداء کے کوئی داخل نہ ہوگا، حضرت ضحاک سے مروی ہے کہ عدن جنت کا شہر ہے، جس میں انبیاء شہداء اور دین کے سچے رہبر ہوں گے، بعض حضرات مفسرین نے فرمایا ہے عدن جنت کے درمیانی حصہ کا نام ہے یہ جنت کے مقامات میں سب سے اعلیٰ مقام ہے

ایک خوشخبری ان حضرات کو یہ بھی سنائی گئی کہ جنت میں ایک نعمت و مسرت تم کو یہ بھی حاصل ہوگی کہ تمہارے والدین اولاد اور بیویاں جو اپنے ایمان و عمل صالح کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے کے لائق ہوں گے سب اکٹھے رہیں گے اگر ان میں سے کوئی کم رتبہ ہوگا جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ مسلمان ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور ان صلحاء کا ملین کی رعایت و برکت سے ان کا درجہ بڑھا کر

اسی مقام پر پہنچا دیگا، صاحب تفسیر معارف القرآن نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ساتھ تعلق پہلے نسب اور قرابت کا ہوا دوستی کا وہ آخرت میں بھی بشرط ایمان نفع دے گا۔ ان صلحہ کاملین کی تعظیم و تکریم کے لئے فرشتے جنت یا محل کے ہر دروازے سے سلام کرتے ہوئے داخل ہوں گے اور تحفے لے کر ان کے پاس حاضر ہوں گے، صحیح حدیث میں ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، فرشتے ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو یعنی جس عذاب و سزا کا تم کو خوف تھا اب اللہ نے اس سے تم کو بچا لیا ہے اور ہمیشہ کے لئے نعمتیں اور مستزید عطا فرمادی ہیں اور یہ سب نعمتیں تم کو صبر کرنے کی وجہ سے نصیب ہوئیں، کیونکہ تم نے نفائی خواہشات سے روک کر خدا کی اطاعت و فرما نبرداری کی اور مصائب و پریشانی کو برداشت کیا پس تم کو بہت ہی اچھا ٹھکانہ میسر آیا۔

وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم

يُؤْصَلْ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝

فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ

میں خرابی ہوگی اللہ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ لوگ دنیوی زندگی پر اترا تے ہیں

الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۝

اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاعِ قلیل کے اور کچھ بھی نہیں

نصیبوں کی خصلتیں اور انجام | اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ جہاں اچھے لوگوں کی صفات اور ان کا انجام بیان کرتے ہیں وہیں بُرے لوگوں کی خصلتیں اور انجام بھی بیان فرماتے

ہیں، تاکہ لوگوں کے سامنے دونوں راستے اور ان کا انجام آجائے اور پھر وہ اپنی سمجھ سے صحیح راہ اختیار کر سکیں چنانچہ یہاں پر بھی پہلے اعلیٰ مومنین صلحاء کی صفات اور ان کا مقام ذکر فرمایا اب ان آیات میں بد نصیب گمراہ لوگوں کی خصلتیں اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے کہ (۱) ایک خصلت تو ان لوگوں کی یہ ہے کہ پختہ سے پختہ عہد کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، چنانچہ ازل میں جو عہد تمام اروحوں سے ربوبیت کے متعلق لیا گیا تھا وہ ان کافرین و مشرکین نے دنیا میں آکر توڑ دیا (۲) دوسری خصلت ان کی یہ ہے کہ جن تعلقات کو قائم رکھنے کا انھیں حکم کیا گیا تھا انھوں نے ان کو ختم کر دیا، اس میں وہ تعلق بھی داخل ہے

جو اللہ و رسول سے ہے انھوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کر کے اس کو ختم کر ڈالا، اسی طرح رشتہ داروں کے تعلقات بھی اس میں داخل ہیں، اللہ و رسول نے رشتہ داروں کے جو حقوق بتلائے ہیں یہ ان کو بھی ادا نہیں کرتے تیسری خالصت ان کی یہ ہے کہ زمین پر فتنہ و فساد اور بگاڑ پیدا کرتے ہیں لہذا الیٰ ہمدٰ لوٹ مار ظلم و ستم قتل و غارت گری مچائے رکھتے ہیں۔۔۔ ان کی یہ تین بڑی خصلتیں ذکر کرنے کے بعد ان کا انجام بیان دیا گیا ہے کہ ان پر لعنت ہے، لعنت کا مطلب ہے اللہ کی رحمت سے دور ہو جانا جس سے اللہ کی رحمت کا سایہ ہٹ گیا سمجھ لو اس پر تمام مصیبتوں کے پہاڑ توڑ پڑے پھر اس کے لئے کہیں بھی سکون نہیں، اور فرمایا کہ آخرت میں ان کا ٹھکانا برا ہے یعنی ہمیشہ لئے لئے ان کو جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ اس کے بعد والی آیت میں فرمایا گیا کہ کسی کی خوش حالی کو دیکھ کر یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے خوش ہیں بلکہ یہ تو اللہ کی مرضی پر موقوف ہے، زدہ جس کو چاہیں فراخی کا رزق عطا فرمائیں اور جس پر چاہیں رزق کی راہیں تنگ کر دیں، اس میں درحقیقت یہ حکمت و مصلحت ہوتی ہے کہ نافرمانوں پر عیش و عشرت کے دروازے کھول کر انھیں ڈھیل دینا مقصود ہوتا ہے کہ جس قدر نافرمانی و سرکشی کرنی ہے کر لو آخر کار تمھارا انجام بُرا ہونے والا ہے، اور فرماں بردار کو عز و ریاء زندگی کی الجھنوں میں پھنسا کر اس کا امتحان لینا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھیں اس حال میں بھی یہ ہمارا فرماں بردار رہتا ہے یا نہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ اہل مکہ دنیوی زندگی کی عیش و عشرت اور راحت و آرام پر اتراتے ہیں تکبر و گھمنڈ کرتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ دنیا کی چادر روزہ زندگی آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، اور آخرت کی دائمی راحت و آرام اور عیش و عشرت والی زندگی صرف مومنوں کو نصیب ہوگی کافروں و مشرکین اس سے محروم رہیں گے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی سجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل ہوا گیا، آپ کہہ دیجئے کہ واقعی

مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن آتَابَ ۖ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف سے ہدایت کر دیتے ہیں

بِذِكْرِ اللَّهِ ۚ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۖ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

مرا د اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک

الصِّلِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحَسَنُ مَاٰی ۝

کام کئے ان کے لئے خوش حالی اور نیک انجامی ہے۔

معجزات کا مطالبہ

کافرین و مشرکین آپ کی نبوت پر اعتراض و طعن کی غرض سے بے ہودہ معجزات کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ ہمارے بڑوں کو زندہ کر دو تاکہ ہم ان سے بات کر سکیں۔ یہاں تو اس کی جگہ سے ہٹا کر اس زمین کو وسیع کر کے کھیتی کے مطلب کی بنیاد دیجئے۔ زمین عرب میں میٹھی نہریں بہنے لگیں۔ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے، اگرچہ اللہ پاک کو ان تمام چیزوں کو وجود میں لانے کی قوت ہے لیکن اس کی حکمت و عادت ایسی نہیں کہ وہ فراتشی معجزات کے مطالبہ کو پورا کرے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ ان کی خواہش کے مطابق میں پہاڑ کو سونے کا بنادیتا ہوں اور اس پہاڑی (اور ریگستانی) زمین کو کھیتی کے مطلب کی کردیتا ہوں اور زمین عرب میں میٹھی نہریں بہادیتا ہوں مگر پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انھیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوئی ہو، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہو تو میں یہ کردوں اور اگر چاہو تو ان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہنے دوں، اپنے دوسری صورت پسند فرمائی۔

ارشاد ہے کہ سیکڑوں معجزات دیکھ کر بھی تم لوگ راہ راست پر نہ آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق اس کی مشیت یہی ہے کہ تم کو تمھاری پسند کردہ گمراہی میں جھوڑے رکھے اگر معجزات دیکھ کر تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ اپنی عادت کے مطابق تمھیں اصل منزل پر پہونچا کر گمراہی سے بچا لیتا مگر خود تم ہی نے صحیح راستہ اختیار نہیں کیا اور فضول باتوں میں پڑ کر گمراہی اپنے مقدر میں لکھوالی

اس کے بعد فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انھیں ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اللہ کے ذکر اور خدا کی یاد سے انھیں اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے اور سب سے بڑا ذکر قرآن کریم ہے اس کے پڑھنے (اور سمجھنے) سے دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور شیطانی وساوس دور ہوتے ہیں، خوب سمجھ لو دولت، حکومت، منصب، عزت و شہرت اور فراتشی معجزات دیکھ لینے سے چین و سکون نیب نہیں ہوگا، بلکہ یہ دولت تو اللہ کے ذکر سے نصیب ہوگی اور پھر جس درجہ کا ذکر ہوگا، اسی درجہ کا اطمینان و سکون نصیب ہوگا، بس جو لوگ دولت ایمان و اعمال صالحہ سے مالا مال ہو جاتے ہیں ان کے لئے دنیا میں خوش حالی اور آخرت میں اچھا انجام ہوتا ہے۔ درخت طوبی اور اسکی صفات

طوبی اس کے لغوی معنی خوشحالی کے ہیں، اور طوبی جنت میں ایک درخت کا نام بھی ہے، بہت سی احادیث میں اس کی عجیب و غریب صفات بیان کی گئی ہیں کچھ کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں، اے اس درخت کو اللہ تعالیٰ

نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور اپنی روح سے اس میں پتہ لکھ دیا۔ یہ درخت تمام جنتیوں پر سایہ کئے ہوئے ہوگا، اس کے پھیلنا کا اندازہ اس سے کیجئے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اس کے سائے میں گھوڑ سوار سو برس تک چلتا رہے تب بھی ختم نہ ہو۔ مس سیاہ رنگ کے علاوہ ہر رنگ کا پھول پھل اُٹھنے میں پیدا کیا ہے۔ اس درخت سے پکڑے اور زیور بھی پیدا ہوں گے، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں تو یہاں تک ہے کہ اللہ تعالیٰ اس درخت سے فرمائے گا میرا بندہ جو کچھ چاہتا ہے تو اس کو پیدا کر دوں گا۔ اس کے اندر سے گھوڑا مع زین و لگام کے اور اونٹنی مع کجاوے اور نکیل وغیرہ کے پیدا ہوگی۔ جنت کا ہر درخت اسی سے پیدا ہوا ہے۔ جنت کی ہر نہر اس کی جڑ سے نکلتی ہے، اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو اس درخت سے مستفیض فرمائے، اللہم آمین۔

كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوا عَلَيْهِمْ

(اور اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس سے پہلے اور بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ

الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے اور لوگ ایسے بڑے جنت والے کی ناسپاسی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابٌ ۝

کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کی پاس بھجوا دیا۔

تفسیر ارشاد ہے کہ جس طرح ہم نے پچھلی امتوں میں رسول بنا کر بھیجے ہیں اسی طرح اس امت کے لئے ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ آپ ان کو قرآن مقدس جو اپنی جنت سے ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے پڑھ کر سنائیں، جو لوگ آپ کو اور ہماری کتاب قرآن کریم کو نہ مانیں تو انہیں پہلی امتوں کے منکرین کا حشر اپنے سامنے رکھنا چاہئے انہیں ان سے بھی زیادہ سنگین سزا دی جائیگی کیونکہ پہلے پیغمبروں کے مقابلہ میں محمد عربی اللہ کو زیادہ محبوب ہیں۔

افسوس ہے کافرین اپنے اس محسن اعظم اللہ جل شانہ کے پروردگار ہونے کا انکار کرتے ہیں جس نے ہر طرف سے اپنی رحمتوں کی بارشیں ان پر کر رکھی ہے، آپ ان سے فرمادیجئے کہ جس محسن اعظم خالق و مالک اور قادر مطلق کا تم انکار کرتے ہو وہی میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کا مستحق نہیں اسی پر میرا بھروسہ ہے وہی تمہارے مقابلہ میں میری مدد فرمائیگا میری تمام تر توجہ اور قلبی میلان اسی ایک ذات اللہ جل شانہ کی طرف ہے۔

وَلَوْ أَنَّ قُرَآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٌ بِهِ

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہو جس کے ذریعہ سے پہاڑ ہٹا دیے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس

المَوْتِ ۚ بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۚ أَفَلَمْ يَأْتِئِسَ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ

کے ذریعہ مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے کیا پھر بھی ایمان والوں کو

اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا

اس بات میں دھجی نہیں ہوتی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت کر دیتا اور یہ کافر تو ہمیشہ اس حالت میں رہتے ہیں کہ انکی کرداروں

قَارِعَةً أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ

کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجادیگا

الْمِيعَادَ ۚ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَامَلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثَمًّا

یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو آپ سے قبل ہو چکے ہیں استہزاء ہو چکا ہے پھر میں

أَخَذْتَهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۚ أَقَمْنِ هُوقًا يَمُّ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ

ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر دار و گیر کی سو میری سزا کسی طرح کی تھی پھر کیا جو ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہوا اور

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۚ قُلْ سَتُحْمَلُهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ

ان لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہئے کہ ان کا نام تو لو کیا تم اللہ تعالیٰ

أَمْ يَرْيَا هَٰؤُلَاءِ الْقَوْلِ ۚ بَلْ زَيْنٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ

کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا میں اس کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے

السَّبِيلِ ۚ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۚ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

ہو بلکہ کافروں کو اپنے مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور یہ لوگ راہ حق سے محروم ہو گئے ہیں اور جس کو خدا تعالیٰ

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ۚ

گمراہی میں رکھے اس کا کوئی راہ پر لانے والا نہیں ان کے لئے دنیوی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے

بہر جا سخت ہے اور اللہ سے ان کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

شان نزول

یہ بات متعدد بار گزر چکی ہے کہ کافروں و مشرکین ایمان نہ لانے اور آپ کی نبوت میں عیب نکالنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتے اور بلاوجہ فضول معجزات کا آپ سے مطالبہ کرتے، اس آیت میں بھی اسی طرح کی چیزوں کے مطالبہ کا ذکر کیا گیا ہے، کچھ مشرکین نے جن میں ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن امیہ بھی شامل تھے پر دگرا م بنایا اور عبد اللہ بن امیہ نے ایک شخص کو حضور کی خدمت میں یہ کہلا کر بھیجا کہ ہم آپ کے دین میں داخل ہونا چاہتے ہیں مگر ہماری تین شرطیں ہیں ۱۔ قرآن کے ذریعہ سے مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے تاکہ زمین ہموار اور کشادہ ہو جائے جس میں ہم آرام سے کھیتی کر سکیں باغات لگا سکیں اور یہاں پانی کے چشمے اور نہریں بھی جاری کر دیجئے تاکہ کھیتی اور باغات سے خوب پیداوار ہو، ہم نے آپ ہی سے سنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو رداں اور مسخر کر دیا گیا تھا پہاڑ ان کے ساتھ مل کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے، اپنے دعویٰ کے اعتبار سے آپ دلوں سے کم مرتبہ تو نہیں ہیں۔ ۲۔ زمین جلدی جلدی طے ہو جائے یعنی مختصر وقت میں لمبا سفر ہو سکے تاکہ ملک شام و یمن کا جو ہم تجارتی سفر کرتے ہیں اس سے جلد واپسی ہو جلا کرے، ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم ہوا کے دوش پر بیٹھ کر سفر کریں جس طرح آپ کے فرمان کے مطابق حضرت سلیمان ؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر کے لمبے فاصلوں کو مختصر کر دیا گیا تھا، اپنے دعویٰ کے لحاظ سے آپ سلیمان ؑ سے بھی کم مرتبہ نہیں۔ ۳۔ آپ کے فرمان کے مطابق حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کر رہے تھے، آپ بھی اپنے دادا اقصیٰ یا ہمارے مردوں میں سے کسی کو زندہ کر دیجئے تاکہ ہم ان سے آپ کی نبوت کے بارے میں تصدیق کریں آخر اپنے دعویٰ کے اعتبار سے آپ عیسیٰ سے بھی کم مرتبہ نہیں ہیں۔

ان کے مطالبہ کے جواب میں مختصر طور پر فرمایا گیا بَلْ لِلّٰهِ الْأَمْرُ جَمِیْعًا یعنی تمام اختیارات اللہ ہی کو ہیں، ہدایت و ضلالت اسی کے قبضہ میں ہے، اللہ جس کو توفیق عطا فرماتا ہے وہی ایمان لاتا ہے اور توفیق اسی کو ملتی ہے جو دین حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہے اور جو حق سے روگردانی کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے قرآن کریم میں دوسری جگہ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر قرآن کے ذریعہ بطور معجزہ ان کے یہ مطالبے پورے کر دیئے جائیں تب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں کیونکہ وہ ان مطالبوں سے پہلے ایسے معجزات دیکھ چکے ہیں جو ان کے مطلوبہ معجزات سے بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا، ہوا کے مسخر ہونے سے زیادہ حیرت انگیز ہیں، اسی طرح بے جان کنکری کا آپ کے دست مبارک میں بولنا اور تسبیح کرنا، کسی مردہ انسان کے دوبارہ زندہ ہو کر بولنے سے زیادہ اہم معجزہ ہے، لیلۃ العراج میں مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں کا سفر اور بہت مختصر وقت میں واپسی، تسخیر ہوا اور تخت سلیمانی سے زیادہ عظیم معجزہ ہے، مگر یہ ظالم سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لینے کے بعد جب ایمان نہ لائے تو ان مطالبات سے ان کی بدنیتی واضح ہو گئی کہ یہ

ایمان لانے والے نہیں۔

یہ لوگ اگر ہٹ دھرمی چھوڑ کر صدق دل سے قرآن کریم ہی پر نظر ڈالیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ وہ عظیم کتاب قرآن مقدس ہی ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جیسے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا اور غلوب انسانی کی زمین کو پھاڑ کر معرفت الہی کے چشے جاری کر دیئے، اللہ تک پہنچنے کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرادیئے مردہ قوموں اور مردہ دلوں میں ابدی زندگی کی روح بھونک دی، جب ایسے قرآن سے تم کو شفا و ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کر دیتا ہوں کہ تمہارے مطالبہ کے مطابق یہ قرآن مادی اور حسی طور پر بھی وہ تمام چیزیں دکھلا دیتا جن کا تم نے مطالبہ کیا تھا تب ہی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئے مطالبات کا دروازہ بند کر دیتے، تم ایسے ضدی اور سرکش ہو کر بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان لانے والے نہیں۔

امام بغویؒ نے نقل کیا ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے مشرکین مکہ کے مطالبات سنے تو تمنا کرنے لگے کہ بطور معجزہ کے یہ مطالبات پورے کر دیئے جائیں تو بہتر ہے سارے مکہ والے مسلمان ہو جائیں گے اور اسلام کو بڑی قوت حاصل ہو جائے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اَفَلَمْ يَأْتِشِ الَّذِينَ اٰنٰوْا بِعِصْيَانِ اٰمَانٍ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ لِيُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِيُقَوِّمَ لَلّٰهِ الْحُكْمَ اِنَّ اللّٰهَ لَیَّخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (مائدہ ۵۴)۔

مشرکین کے حق و ایمان سے روگردانی کے لئے طرح طرح کے چیلے بہانے دیکھنے کے بعد بھی ان کے ایمان قبول کرنے سے ایوس نہیں ہوئے ان سے قبول ایمان کی اب تک امید کئے بیٹھے ہیں جو کہ ان کے مطالبات پورا ہونے کی تمنا کرنے لگے۔ جب کہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایسی ہدایت دیتا کہ وہ ایمان قبول کئے بغیر نہ رہتے مگر اللہ کی حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ نہ تھا کہ سب کو قبول ایمان پر مجبور کر لیا جائے بلکہ حکمت یہی تھی کہ ہر شخص کا اپنا اختیار باقی رہے اپنے اختیار سے ایمان قبول کرے یا کفر اس کے بعد فرمایا گیا کہ مشرکین کے مطالبات اس لئے پورے نہیں کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی بدعتی اور ہٹ دھرمی معلوم تھی کہ مطالبات پورا ہو جانے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے، یہ تو اللہ کے نزدیک اسی کے مستحق ہیں کہ ان پر دنیا میں بھی آفتیں آئیں جیسا کہ اہل مکہ پر کبھی قحط کی آفت، کبھی اسلامی غزوات بدر و احد وغیرہ میں ان پر قتل و قید ہونے کی آفت، کسی پر بجلی گری، کوئی کسی دوسری بلا میں مبتلا ہوا، اور کبھی ایسا بھی ہوگا کہ آنت براہ راست ان پر نہیں آئے گی بلکہ ان کے قریب والی بستیوں پر آئیں گی جس سے ان کو عبرت حاصل ہو اور ان کو اپنا انجام بد بھی نظر آنے لگے، ان آفات کا یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا جب تک کہ اللہ کا وعدہ پورا نہ ہوگا کیونکہ اللہ کا وعدہ کبھی ٹل نہیں سکتا، اس سے مراد کہ مکہ فتح ہو جانے کا وعدہ ہے جو اللہ نے اپنے پیارے نبیؐ سے کیا تھا، یعنی مختلف قسم کی آفتیں ان پر آتی ہی رہیں گی یہاں تک کہ مکہ فتح ہوگا اور مشرکین مغلوب ہو جائیں گے اور جزیرۃ العرب کفر و شرک کی گندگی سے پاک و صاف ہو جائے گا، بعض مفسرینؒ نے وعدہ سے مراد قیامت کا دن لیا ہے جس کا وعدہ تمام پیغمبروں سے کیا ہوا ہے۔

مشرکین کے بے ہودہ مطالبات اور ضد بندی سے حضور علیہ السلام کو رنج و غم پہنچنے کا اندیشہ تھا

اس لئے اگلی آیت وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ ۙ میں فرمایا کیا کر آپ ت پہلے پیغمبروں کو بھی اسی طرے کے علامت پیش آئے ان کی نبوت کو جھٹلایا گیا اور مذاق اڑایا گیا مگر ہم نے ان گستاخوں کو فوراً نہیں پکڑا بلکہ انہیں ڈھیل دی اور جب ان کی سرکشی انتہا کو پہنچ گئی تو پھر ان کا ایسا برا مشہ کیا کہ آج تک ان کی تباہی و بربادی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔

اس کے بعد ان مشہ کین کی جہالت اور بے عقلی کو اس طرح واضح فرمایا کہ یہ کیسے بے وقوف ہیں کہ بے جان و بے شعورتوں کو اس ذات پاک (حق تعالیٰ شانہ) کے برابر ٹھہراتے ہیں جوہ نفس پر نگراں ہے اور اسکے اعمال و افعال سے بخوبی واقف ہے، تعجب ہے کہ ایسے مختار کل اور قادر مطلق معبود کے ہوتے ہوئے انسان عاجز و حقیر چیزوں کے سامنے سر جھکائے، توحید کے مقابلہ میں شرک کی حمایت کرنا یہ دراصل ان کے نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے اسی نے ان کو راہ حق سے روک دیا ہے ان کافروں کے لئے دنیوی زندگی میں بھی عذاب ہے کہ مجاہدین کے ہاتھوں قتل اور قید ہو کر ذلت اٹھاتے ہیں یا بیماری و پریشانی اور مصیبتوں میں مبتلا کر دئے جاتے ہیں، یہ تو دنیا میں عذاب کا ایک حقیر نمونہ ہے آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ اور سخت ہے اس عذاب سے بچانے والا ان کو کوئی نہیں ہوگا پس یہ ہمیشہ عذاب ہی میں مبتلا رہیں گے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا دَائِمٌ

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی

وَأُظِلُّهَا ۚ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۖ وَالَّذِينَ اتَّيْنَهُم

اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا اور جن لوگوں

الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ ۚ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُتَكَرَّرُ بَعْضُهُ قُلُوبًا

کو ہم نے کتاب دی ہے اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان ہی کے گردہ میں

أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَابِ ۖ وَكَذَلِكَ

بعض ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں، آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ

أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو جانا

ہے اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں اور اگر آپ ان کے نفسانی

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ۝

خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اسکے کہ آپ کے پاس علم پہنچ چکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی آپکا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچاؤ والا

مومن و کافر کا انجام ارشاد ہے کہ کافروں کا انجام جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ عذاب کا شکار رہیں گے،

اور متقیوں یعنی کفر و شرک سے بچنے والے مومنوں کا انجام جنت ہے جس کی یہ شان ہے اس کے محلات و باغات کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جنت کے پھل ہمیشہ رہیں گے، کبھی ختم نہ ہوں گے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنتی درخت

جنت سے جب کوئی پھل لے گا تو فوراً اس کی جگہ دوسرا پھل آجائے گا، اسی طرح جنت میں سایہ بھی ہمیشہ

رہے گا نہ کبھی دھوپ کی پیش ہوگی نہ سردی کی تکلیف کیونکہ جنت میں سورج ہی نہیں ہوگا بلکہ عرش کے اندر سے روشنی پھیلی ہوگی جو ہر وقت برابر ہوگی گھٹے - بڑھے گی نہیں۔

مومنین و کافریں کے ذکر کے بعد اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے متعلق بیان ہوا کہ ان میں سے کچھ لوگ

ایسے ہیں جو قرآن کریم کے نزول سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ انھوں نے نزول قرآن کریم کی اطلاع اپنی کتابوں

میں پڑھی تھی، جو کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے وہ ان کی کتابوں (توریت و انجیل) کے موافق ہے اس لئے یہ

لوگ قرآن کریم کو سچے دل سے خوش ہو کر ان لیتے ہیں اور ایمان قبول کر لیتے ہیں اور انہی اہل کتاب میں کچھ

لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کتاب مقدس قرآن عظیم کے نزول سے ناخوش ہیں اور اس کے بعض حصہ کا

انکار کرتے ہیں جو ان کی پہلی شریعت اور خواہشات کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان سے فرمادیجئے کہ چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش میں تو اسی خدا کے

وحدہ لاشریک نہ کی بندگی کرتا ہوں جس کو تمام پیغمبر اور ان کی امتیں بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں،

میں اسی ذات کی بندگی کی تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور میرا اس بات پر کامل یقین ہے، میرا انجام اسی

کے ہاتھ میں ہے، میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہی میرا ٹھکانہ ہے وہی مجھ کو کافروں پر غالب اور

ان کو مغلوب فرمائے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح ہم نے گذشتہ قوموں کے لئے انھیں کی زبان میں کتابیں نازل

کی تھیں اسی طرح ہم نے اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر قرآن مقدس جس میں تمام عبادات و

معاملات اور حق و باطل کے فیصلے ہیں عربی زبان میں نازل فرمایا ہے جو آپ کی قومی زبان ہے تاکہ ان کیلئے

اس کا سمجھنا اور سمجھانا آسان ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ کسی کی

انکار و ناخوشی کی قطعاً پرواہ مت کیجئے بلکہ جو عظیم علم آپ کو آپ کے رب نے دیا ہے اس کی پیروی کرتے رہئے

اور اگر بغرض محال آپ ان لوگوں کے خیالات و خواہشات کی رٹ مائل ہو گئے ان کا اتہاع کرنے لگے تو پھر اللہ کے عذاب سے آپ کو کون بچا سکتا ہے اور اللہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کون کر سکتا ہے، یہ مضمون کو خطاب فرما کر درحقیقت آپ کی امت کو سنایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمُ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ وَمَا كَانَ

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ۝۱۱

کے اختیار میں یہ امر نہیں کہ ایک آیت بھی بدون خدا کے حکم کے لاسکے ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔

مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۚ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۝۱۲

خدا تعالیٰ جس حکم کو چاہے موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

تفسیر: ارشاد ہے کہ محمد عربی سے پہلے بھی ہم نے جو پیغمبر بھیجے وہ آسمان کے فرشتے نہ تھے اسی دنیا کے رہنے والے آدمی تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے اور دیگر انسانی ضروریات کی بھی ان کو حاجت ہوتی تھی، ان کے بیوی بچے بھی تھے، ان پیغمبروں میں سے کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگوں کا مطالبہ اپنی طرف سے پورا کر دیں ان کی مرضی و خواہش کے مطابق معجزہ دکھا دینا یا حرام کو حلال، اور عذاب کو رحمت بنا دیں، بلکہ وہ ہر چیز میں اللہ کی اجازت کے منتظر رہتے جس چیز کے متعلق اللہ کا حکم ہو جاتا وہ لوگوں کو سنادیتے یا دکھادیتے اور اللہ کے حکم کا یہ حال ہے کہ اس کے یہاں ہر چیز کا ایک معین وقت لکھا ہوا ہے وہ اسی وقت ہوگا نہ اس سے پہلے نہ بعد اس میں رد و بدل کی ہمت نہ کسی پیغمبر میں ہے نہ فرشتے میں۔

اے اہل کتاب اور مشرکین و کافرین جو صفات پہلے نبیوں میں تھے وہی محمد عربی میں ہیں پھر آپ کا کھانا پینا اور بیوی بچوں والا ہونا تم کو کیوں شانِ پیغمبری کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور اس کی تطبیق تم کیوں آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہو

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے مختلف پیغمبروں کے ذریعہ اپنی کتابیں بھیجتے ہیں جن میں شرعی احکام و فرائض کا بیان ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ یہ سب احکام ہمیشہ باقی رہیں بلکہ قوموں کے حالات اور زمانہ کے تغیرات کے مناسب اپنی حکمت کے ذریعہ جس حکم کو چاہتے ہیں ختم کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہتے ہیں باقی رکھتے ہیں اصل کتاب ہر حال اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے جس میں پہلے ہی سے لکھا ہوا ہے کہ فلاں حکم جو فلاں قوم کے لئے لکھا ہوا ہے وہ ایک مقررہ

وقت کیلئے ہے یا خاص حالات کی وجہ سے ہے جب وہ وقت پورا ہو جائیگا یا حالات بدل جائیں گے تو یہ حکم بھی بدل جائیگا

ائمہ تفسیر کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت **يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ** کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ یہ آیت تقدیر کے لکھے ہوئے سے متعلق ہے یعنی جس حکم کو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ تقدیر سے مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں برقرار رکھتے ہیں، احادیث میں ہے کہ بعض اعمال سے انسان کی عمر اور رزق بڑھ جاتا ہے اور بعض سے کم ہو جاتا ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ بعض اوقات انسان کو ایسا گناہ کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت سے عمر بڑھ جاتی ہے اور تقدیر الہی کو کوئی چیز علاوہ دعا کے ٹال نہیں سکتی، اس سے معلوم ہوا کہ جو عمر یا رزق اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ بعض اعمال کی وجہ سے کم یا زیادہ ہو سکتا ہے اور دعا کی وجہ سے بھی تقدیر بدل جاتی ہے۔ اس تقدیر سے مراد وہ تقدیر کی کتاب ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں یا ان کے علم میں ہوتی ہے اور جو اُم الکتاب میں لکھا ہوا ہوتا ہے جو مرنے والی کے لئے خاص ہے اس کا علم کسی مقرب فرشتے کو بھی نہیں ہوتا ہے اس میں کسی قسم کی کمی و زیادتی اور رد و بدل قطعاً نہیں ہوتی اس میں وہ چیز لکھی ہوتی ہے جو دعا اور عمل کے بعد آخری نتیجہ کے طور پر ہوتی ہے

وَإِنْ مَا تُرِيدُكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ تَوَفِّيَنَّكَ فَإِنَّا عَلَيْكَ الْبَلَدُ

اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھادیں خواہ ہم آپ کو وفات دیدیں پس

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا

آپ کے ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور دار دیگر کرنا تو ہمارا کام ہے کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم زمین کو ہر جہا طرف سے برابر

وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۖ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ حکم کرتا ہے اسکے حکم کو کوئی چٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے

ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے حضور کو تسلی :- آپ سے کئے ہیں کہ اسلام کی تکمیل نفع ہوگی اور کفر کی تکمیل شکست اور کافروں کی ذلیل

عالم الکتاب سے مراد درحقیقت اللہ کا علم ازلی محیط ہے جو تمام قضا و قدر کے دفاتر کی اصل جڑ ہے اور لوح محفوظ میں بھی جو لکھا ہوتا ہے وہ اسی سے نقل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، محمد یعقوب غفرلہ والوالدیہ۔

دخوار ہوں گے، تو یہ ضرور ہو کر رہے گا، بس آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ اسلام کو مکمل فتح و کامرانی کب ہوگی؟ ممکن ہے آپ کی زندگی میں ہو جائے اور ممکن ہے کہ آپ کی وفات کے بعد ہو، اور آپ کی اطمینان دہنی کے لئے تو یہ بھی کافی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم برابر کفار کی زمینوں کو ان کے اطراف سے گھساتے چلے آ رہے ہیں یعنی ان کے اطراف مسلمانوں کے قبضہ میں آتے جا رہے ہیں اس طرح کفار کی زمینیں گھٹتی جا رہی ہیں اور مسلمانوں کی زمین وسیع ہوتی جا رہی ہے، اس طرح ایک دن اس فتح کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ نے **أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْآيَاتُ أَنْ لَا يَكُونَ** کے تحت لکھا کہ سرزمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا ہے اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے بڑے بڑے قبیلوں اور عظیم عظیم شخصیتوں کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے اس طرح ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے جا رہے ہیں،

بس اصل طاقت و حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ وعدوں کو اپنے مقررہ وقت پر ضرور پورا فرمائیگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنا فرض دعوت و تبلیغ انجام دینے میں مصروف رہئے، آپ کی نبوت کو جھٹلانے والے سرکش و نافرمان لوگوں سے ہم خود حساب لے لیں گے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

اور ان سے پہلے جو لوگ ہو چکے ہیں انھوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے اس کو سب خبر رہتی ہے جو

نَفْسٍ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارُ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا

شخص جو بھی کرتا ہے اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے، اور یہ کافر لوگ یوں کہہ

قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝

رہے ہیں کہ آپ پیغمبر نہیں آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

کفار کا مکر اور اس کی سزا

ان آیات میں ارشاد ہے کہ کافرین و مشرکین جو آپ کو تکالیف پہنچانے اور مذہب اسلام میں عیب لگانے کی تدبیریں کرتے ہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا،

چنانچہ ان سے پہلے جو کافر گذرے ہیں انھوں نے بھی اسی طرح کی تدبیریں کی تھیں ان کی تدبیروں سے بھی کچھ نہ ہوا کیونکہ اصل تدبیر تو اللہ ہی کی ہے اس کے سامنے کسی کی تدبیر نہیں چلتی، اللہ کی ذات وہ ہے کہ اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں بھلا اس کے سامنے کسی کی تدبیر اور مکر و فریب کیا چل سکتا ہے، اللہ ان مکاروں کو خوب مزہ چکھائے گا اور کافروں کو پتہ چل جائیگا کہ کس کے لئے آخرت میں اچھی جزا ہے جب کہ ان کافرین کو جہنم میں ڈال کر عذاب میں مبتلا کر دیا جائیگا اور مومنین کو جنت میں داخل فرما کر راحت و آرام نصیب فرما دیا جائیگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ کفار ان مکہ اور سرداران یہود کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں، بس آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے زمانے سے کیا ہوتا ہے جبکہ میری نبوت پر خود اللہ تعالیٰ اور وہ لوگ جن کو آسمانی کتاب کا علم ہے گواہ ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کی صداقت ایسے واضح دلائل (معجزات) سے فرادی ہے کہ اسکے بعد کسی گواہ کی ضرورت نہیں اور وہی قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا اس وقت میری نبوت کا انکار کرنے والوں کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا، نیز سابقہ آسمانی کتابوں میں میری نبوت کا تذکرہ موجود ہے، منصف مزاج اور دیانت داران علماء سے معلوم کرو جن کو اللہ پاک نے اپنی کتاب کا علم عطا فرمایا ہے، الغرض عقل اور نقل دلائل کے موجود ہوتے ہوئے حضور کی نبوت کا انکار کرنا بد بختی کی واضح دلیل ہے۔

بسم اللہ تعالیٰ وتوفیقہ سورۃ رعد کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی



شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلرَّسٰیۡتُۢمۡ اَنْزَلْنٰہٗ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَیۡ النُّوْرِۚ بِاِذْنِ رَبِّہُمۡۚ

اگر آ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تباہی کو

اِلَیۡ صِرَاطٍ الْعَزِیْزِ الْحَبِیْدِ ۝ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ

سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاؤں وہ ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ

وَوِیۡلٌ لِّلْکٰفِرِیۡنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیۡدٍ ۝ الَّذِیۡنَ یَسْتَحِبُّوۡنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کا مزدوں کو جو دنیوی زندگی کو

عَلٰی الْاٰخِرَةِ ۚ وَیَصُدُّوۡنَ عَنِ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَیَغُوۡنَہَا عِوَجًا ۚ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ

آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں ایسے لوگ بڑی

بَعِیۡدٍ ۝

» در کی گمراہی میں ہیں ۔

سورہ ابراہیم کا آغاز یہ قرآن کریم کی چودھویں سورت سورہ ابراہیم شروع ہو رہی ہے اس سورت کے شروع میں رسالت و نبوت اور اس کی کچھ خصوصیات کا بیان ہے پھر توحید کا مضمون اور اس کے شواہد کا ذکر ہے اسی سلسلہ میں حضرت ابراہیم کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ابراہیم رکھا گیا۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن ایک ایسی عظیم و مقدس کتاب ہے جس کو اے محمد تم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ اپنے پروردگار کی توفیق و حکم سے دنیا کے تمام لوگوں کو کفر و شرک اور گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان و ہدایت کی روشنی کی طرف لاسکیں یعنی اس راستہ کی طرف لائیں جو اس زبردست و غالب خدا کا پسندیدہ ہے جو تمام تعریفوں کا مستحق ہے اور آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک ہے، افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایسی عظیم اور اہم کتاب کے نازل ہو جانے کے بعد بھی کفر و شرک اور گمراہی کی اندھیری میں بھٹکتے رہیں ایک دن ان کو سخت دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائیگا، ان کافروں کا یہ حال ہے کہ یہ دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں اور اپنی تمام کوششیں وہ اس کو حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں، دین و آخرت کی انھیں قطعاً فکر نہیں مزید یہ کہ دوسرے لوگوں کو بھی راہ حق سے روکتے ہیں اور انھیں بہکانے کے لئے دین اسلام میں طرح طرح کے شبہ عیب اور کمی نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں درحقیقت یہ لوگ صحیح راستہ سے بھٹک کر گمراہی میں اتنی دور جا پہنچے جہاں سے ہدایت پر واپس آنا بڑا مشکل ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلَّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ

اور ہم نے تمام پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان سے بیان کریں پھر جس کو اللہ

يُضِلَّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے

ایک شبہ کا جواب بعض کافروں نے یہ شبہ کیا کہ قرآن عربی زبان میں کیوں ہے، ایسا لگتا ہے کہ محمد عربی نے اس کو خود تصنیف کیا ہے نہیں تو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوتا؟ اس آیت پاک میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ان نا سمجھ کافروں کا یہ شبہ و اعتراض بالکل لغو ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں پر انھیں کی قوم کی زبان میں وحی نازل کی ہے تاکہ احکام الہی کو آسانی سے قوم سمجھ سکے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے وہ عربی تھی اس لئے ان کے لئے آسانی کتاب اور وحی عربی زبان میں نازل فرمائی تاکہ وہ احکامات خداوندی کو واضح طور پر پہلے خود سمجھیں، اور پھر دوسری قوموں کو جو غیر عربی میں سمجھائے، بہر حال ہدایت کا مکمل سامان مہیا فرما کر حق تعالیٰ نے جس کو راہ حق کی طرف مائل دیکھا اس کو قبول حق کی توفیق دیدی وہ صاحب ایمان

بن گیا اور جس کو راہ حق سے روگردانی کرنے ہوئے دیکھا اس کو قبول حق کی توفیق نہ دے کر گمراہی میں رہنے دیا، بلاشبہ اللہ کی ذات بڑی زبردست اور غلبہ والی ہے، چاہتا تو سب کو زبردستی راہ حق پر لگا دیتا مگر اس کی حکمت و مصلحت کچھ اس طرح کی ہے کہ وہ انسان کو اختیار دے کر آزاد چھوڑ دیتا ہے، اب چاہے وہ اللہ کے غضب کو اختیار کرے یا اس کی رحمت کو اپنالے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ

اور ہم نے موسیٰ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات

بِآيَاتِهِمِ اللَّهُ هَاتِي فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں میری ہی برصا ہر شے کر کے لئے اور اس وقت کو یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی قوم

اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءًا

سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں

الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ

پہونچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زہدہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے

عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي

رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے

لَشَدِيدٌ ۝ قَالَ مُوسَىٰ إِنَّ تُكْفَرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ

تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اگر

فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ستودہ صفات میں۔

تفسیر: ان آیات میں ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ کو اپنی نشانیاں یعنی معجزات دیکر ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو کفر کی اندھیری سے ایمان کی روشنی میں لائیں اور ان کو اللہ کے معاملات یعنی

اس کے انعامات و احسانات یاد دلانیں تاکہ اس سے عبرت حاصل کریں، اللہ نے تم کو غلامی کی ذلت سے نکال کر

دولت آزادی سے مالا مال فرمایا، جبکہ فرعون تم کو سخت تکلیفیں پہونچاتے تھے اور تمہاری زیرینہ اولاد کو مار دیا کرتے

تھے اور بچیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے تاکہ جب یہ جوان ہو جائیں تو ان کی خدمت گاری میں کام آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تمہارے لئے مصیبت اور نجات دونوں میں ہماری طرف سے ایک بڑی آزمائش اور امتحان ہے کہ دیکھیں کون مصیبت پر صبر کرتا ہے اور کون نجات پر شکر کرتا ہے، اور ذرا دیر وقت بھی یاد کرو جب ہم نے موسیٰؑ کی زبانی یہ اعلان کرایا تھا کہ جو ہماری نعمتوں کا شکر گزار ہوگا ہم اسے اور زیادہ نعمتیں دیں گے، جسمانی اور روحانی بھی اور دنیوی و دُنیوی بھی، اور اگر ناشکری کر دے گا تو جو نعمتیں تم کو دے رکھی ہیں وہ بھی چھین لیں گے اور ناشکری کی سخت سزا بھی دیں گے، حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اگر تم سب اور پوری دنیا والے بھی اللہ کی ناشکری کریں تو اس کا ذرہ برابر بھی کوئی نقصان نہیں اس کی ذات تو مستغنی و بے نیاز ہے اسے کسی کے شکر کی ضرورت نہیں وہ تو اپنی ذات میں مستحق حمد و شکر اور خوبیوں والا ہے، اگر تم اللہ کی حمد و شکر نہ کرو گے تو کیا ہوا اس میں تمہارا ہی نقصان ہے اس کی حمد و شکر میں تو فرشتے اور تمام کائنات کا ذرہ ذرہ لگا ہوا ہے

الْمُيَاتِكُمْ نَبُؤًا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمٌ نُوحٍ وَعَادٌ وَشُودَةٌ وَالَّذِينَ

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہونچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ؕ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوْا

ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ان کے پیغمبران کے پاس دلائل لے کر آئے سوان قوموں نے اپنے ہاتھ اَبْدِيَهُمْ فِيْۢءِۢ اٰفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَاۤ اِنَّا رُسُلُكُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ

ان پیغمبروں کے منہ میں دے دیئے اور کہنے لگے جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم مِمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝۱۱ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِیْ اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ہم کو بلاتے ہو ہم تو اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو ہم کو تردد میں ڈالے ہوئے ہے ان کے پیغمبروں نے وَالْاَرْضِ ۚ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓىۤ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

کہا کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اُلہ قوم موسیٰؑ کے ان واقعات کو ہم نے اختصار کے ساتھ اس لئے لکھا ہے کہ اس سے پہلے کئی جگہ سورہ بقرہ اور اعراف وغیرہ میں تفصیل سے لکھے جا چکے ہیں جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔ محمد یعقوب غفرک دلولیہ۔

قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا ۖ تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

اور معین وقت تک تم کو حیات دیدے انھوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباء و اجداد

أَبَاؤُنَا فَاتُّوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۖ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ تَحٰنُ الْاَبَشْرُ

جس چیز کی عبادت کرتے تھے اس سے ہم کو روک دو سو کوئی معجزہ صاف دکھلاؤ ان کے رسولوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے

مِثْلِكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ

جیسے آدمی ہی میں لیکن اشراپے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمادے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی

بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا إِلَّا

معجزہ دکھلا سکیں، بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور ہم کو اللہ پر بھروسہ کرنا

نَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى

کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے منافع داریں کھڑا سے تباہ دیئے اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہونچائی ہے ہم سر پر

اللَّهُ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٧﴾

ممبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

مفسر :- ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! تم کو ان قوموں کی تباہی کی خبر نہیں پہونچی جو تم سے

پہلے لذر چلی ہیں قوم نوح عاد اور قوم مود اور ان کے علاوہ بے شمار قومیں جن کی گنتی

سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا، جب ہے ان کی باہر کے حالات سمر نہیں ابھی تک بھی عبرت حاصل ہوئی۔

ان گذشتہ قوموں کے پاس ان کے پیغمبر اللہ کے واضح معجزات لے کر میونے اور توحید پر ایمان لائے۔

ہی دعوت پیش کی تو ان کافروں نے اپنے ہاتھ تعجب کی دھڑ سے یا غصہ کی دھڑ سے یا مذاق کے طور پر انہیں

مخمس میں دیریں یا مٹھ پر ہاتھ رکھ کر اللہ کے پیغمبر کو اشارہ کیا کہ اپنی تقریر بند کیجئے ہم نہ سننا چاہتے ہیں۔

ماننا اور ہے لے کہ جس چیز (ایمان و وحید) کی طرف ہم ہم کو بلا رہے ہو ہم تو اس کی طرف سے بہت زیادہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ: کو بعض مفسرین نے سابقہ کلامِ موسیٰ کا تمنا مانا ہے اور بعض دیگر مفسرین نے

فوال و قیں :- اس کو اللہ کا کلام قرار دے کر اس کے مخاطب امت محمدیہ کو بتایا ہے۔

تردد و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، اس سے ان کا مقصد توحید و رسالت کا انکار کرنا تھا، ان کو سمجھانے کیلئے پیغمبروں نے فرمایا کیا تم کو اس خداے وحدہ لا شریک لا کی ذات میں شک ہے جس نے آسمان و زمین کو وجود بخشا اور ان کا مضبوط و مستحکم نظام برقرار رکھے ہوئے ہے۔

وہ تم کو ہمارے (یعنی پیغمبروں کے) ذریعہ ایمان قبول کرنے کی دعوت دے رہا ہے کہ تمہارے پچھلے تمام گناہ معاف کر دے اور ایمان لانے کے بعد جیسے اعمال کرو گے ویسے ہی تمہارے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔۔۔ پیغمبروں کی دعوت قبول کرنے کے بجائے قوم والے اپنی پرانی عادت کے مطابق ان میں کمی نکالنے لگے، کہنے لگے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے، ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ اگر اللہ کو ایمان کی دعوت پیش کرنا ہی تھی تو وہ فرشتوں کے ذریعہ پیش کرتا اور اپنے پیغمبروں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ہم خوب سمجھتے ہیں کہ اس دعوت ایمان سے آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے ان معبودوں اور بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں جن کو وہ پشت در پشت پوجتے چلے آئے تھے اور ایسا ممکن نہیں، اگر آپ واقعی اپنے آپ کو اللہ کا پیغمبر بتاتے ہو تو کوئی بہت اہم اور عظیم معجزہ لے کر آؤ۔ معجزات تو یہ پہلے ہی بہت سے دیکھ چکے تھے مگر صرف عناد اور ضد کی وجہ سے اس طرح کا مطالبہ کیا، پیغمبروں نے ان سے فرمایا کہ بلاشبہ ہم تمہارے ہی جیسے انسان ہیں کوئی دوسری مخلوق یا فرشتہ نہیں مگر یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ وہ انسانوں میں سے جس کو چاہتا ہے دولت پیغمبری سے نواز دیتا ہے اور رہا ہمارا اللہ کہ پیغمبر ہونے کا ثبوت سودہ ہم پہلے ہی کچھ معجزات دکھا کر پیش کر چکے ہیں جو انہی والوں کے لئے بہت کافی ہیں اس کے بعد بھی تمہارا ہم سے معجزات کا مطالبہ کرنا تو اس کے متعلق یہ بات یاد رکھو کہ معجزات دکھانا ہمارے قبضہ اختیار میں نہیں بلکہ یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اس کے ارادہ و مشیت کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے، یعنی اگر تم ہماری باتوں کو نہ مانو اور مخالفت ہی کرتے رہو تو ہم تمہاری مخالفت و عداوت سے نہیں ڈرتے بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں اور تمام ایمان والوں کو اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے اور کوئی وجہ بھی نہیں کہ ہم اللہ کی ذات پر بھروسہ نہ کریں جب کہ اس نے ہمارے حال پر فضل فرما کر ہمیں صحیح راہ دکھائی جس سے دونوں جہاں سنور گئے۔ بہر حال تم ہمیں اور ہمارے مؤمن ساتھیوں کو کتنی ہی تکلیفیں پہونچاؤ ہم راہ سے ڈگمگانے والے نہیں، تمہاری سختیاں دیکھ کر ہم توکل کو چھوڑنے والے نہیں، بلکہ اس پر اللہ کے فضل سے قائم رہیں گے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدَنَّ فِي مِلَّتِنَا
اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ

فَاُولَٰئِكَ لَآ يَنفَعُهُمْ رَبُّهُمْ كُنْهُلِكِنَّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۳﴾ وَلَنَسْنِشَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ

پس ان رسولوں پر ان کے رب نے وحی نازل فرمائی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے بعد تم کو اس

بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَ خَافَ وَعَبَدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ

سرزمین میں آبلو رکھیں گے یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے وعید سے

كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآيِهِ جَهَنَّمُ و يُسْقٰتُ مِنْ مَّآءٍ صٰدِيْدٍ ﴿۱۶﴾

ڈرے اور کفار فیصلہ پا جائیں گے اور جتنے سرکش ضدی تھے وہ سب بے مراد ہوئے اسکے آگے دوزخ ہے اور اس کو ایسا پانی پیتا ہے

يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهُ وَيَآتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ

دیا جائیگا جو کہ پیپ ہو ہوگا جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوگا اور کچھ سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی

بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآيِهِ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

اور ہر طرف سے اس پر موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح رہے گا نہیں اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا

تفسیر :- نبوت کی حق و صداقت پر معجزات دیکھ کر بھی کافر اپنی ضد پر قائم رہے اور پیغمبروں سے کہنے لگے

آگے ہم آپ کی کچھ سننا نہیں چاہتے اب تمہارے لئے ددی راستے ہیں یا تو چپ چاپ تم ہم

میں پہلے کی طرح مل جل کر رہنے لگو اور جن جن لوگوں کو بہکا کر تم نے ہمارے دین سے بہکا دیا ہے وہ پھر

سے انہی دین کو اختیار کر لیں اور تم ہماری یہ بات نہیں مانو گے تو ہم تم سب کو اپنے شہروں سے نکال

دیں گے، چنانچہ قوم لوط قوم شعیب نے بھی یہی دھمکی دی تھی کہ ہم تم کو جلا وطن کر دیں گے اور مشرکین

قریش نے بھی حضور اور آپ کے ساتھیوں کے لئے یہی منصوبہ بنایا تھا مگر یہ تو کسی اور ہی کے قبضہ

کی بات ہے، بہر حال ان کی دھمکی کے بعد بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے فرمایا کہ یہ تم کو

کیا جلا وطن کریں گے ہم ہی ان ظالموں کو ہمیشہ کیلئے تباہ کر کے یہاں سے نکال دیں گے پھر کبھی واپس نہ

آسکیں گے اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص مومن ساتھیوں کو آباد کریں گے، دیکھو کفار کہ نے

حضور اور آپ کے ساتھیوں کو مکہ سے جلا وطن کرنا چاہا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں مسلمان ہمیشہ کے

لئے آباد ہو گئے اور کافرین کا نام و نشان بھی وہاں نہ رہا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ کاسیابی ہم انھیں کو بخشتے ہیں جو ہم سے ڈرتے ہیں،

اور اس کا یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے تمام اعمال و حرکات کو بخوبی دیکھ رہا ہے اور ایک دن

اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے ہمیں خدائے بالاہر تر کی عدالت میں کھڑا ہونا پڑے گا وہاں اسکے

عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

جب ان کافروں نے دعوتِ توحید و رسالت کو ٹھکرایا تو پیغمبروں نے اپنے رب سے ان دشمنانِ خدا پر فتح چاہی اور فیصلہ طلب کیا، دوسری طرف کافروں نے بھی پیغمبروں سے عذاب کے آجانے کا مطالبہ کیا کہ ہم بہت مدت سے تمہارے عذاب کی دھمکیاں سنتے آرہے ہیں، لے آؤ کہاں ہے تمہارے رب کا عذاب الغرض ایک طرف کافروں کا نڈر ہو کر عذاب کا مطالبہ کرنا اور دوسری طرف پیغمبروں کی دشمنانہ پرتشدد پرتشدد اس کی بدولت اشتیاق ان سرکش اور ضدی کافروں پر عذاب نازل فرما کر انہیں تباہی و بربکت کے غار میں اتار دیا اور پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کو واضح طور پر فتح دکایا باری عطا فرمائی

ان کافروں کو دنیوی عذابِ ذلت و رسوائی، قہر و غم کے علاوہ آخرت میں سنگین سزائیں دی جائیں گی چنانچہ انہی آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو شدید پیاس کے وقت پیپ یا پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا مگر اس کے بدبودار اور بد مزہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کو مجبوراً زبردستی تکلف گھونٹ گھونٹ کر کے پیئیں گے اور پھر آسانی اس کو نکل نہ سکیں گے اس کے نہایت گرم اور گندہ ہونے کی وجہ سے حدیث پاک میں ہے کہ فرشتے لوہے کا گرز سر پر مار کر زبردستی منہ میں پانی ڈالیں گے

حضرت ابو امامہ کی روایت میں حضور کا ارشاد ہے کہ جب یہ پانی ان کے قریب لایا جائیگا تو وہ ان سے برداشت نہ ہو سکے گا اور جب زیادہ قریب کیا جائیگا تو ان کے چہرہ کو بھون ڈالے گا اور سر کی کھال گر پڑے گی اور جب اس کو پیئیں گے تو انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پاخانہ کے راستے سے نکل جائیں گے الغرض چاروں طرف سے سامانِ موت ان کو گھیرے ہوئے ہوں گے مگر موت نہ آوے گی کہ چین پا جائیں۔ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے نہ مر کے بھی چین نہ پائیں گے دھڑکھڑ جائیں گے الغرض ایک عذاب کے بعد دوسرا اس سے زیادہ سخت عذاب ان کو دیا جائیگا۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي

جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی

يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝

کے دن میں تیز آندھی کے ساتھ ہوا اڑا لے جائے، ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے ان کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ

الْمَرْتَانَ ۚ اللَّهُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ يَئْسًا يَدْعُكُمْ وَيَأْتِ

بھی بڑی دور دراز کی گراہی ہے۔ یہ بات تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل

يَخْلُقُ جَدِيدًا ۝ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ ۝ وَبَرِّزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ

نہیں اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے، کچھ چھوٹے درجے کے ایک ٹب درجہ کے لوگوں سے کہیں گے

الضُّعْفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا ۚ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ

کرم تمہارے تابع ہیں تو کیا تم ان کے تابع کچھ جزیم سے مٹا سکتے ہو، وہ کہیں گے اگر اللہ ہم کو کوئی

عَذَابٍ اِلٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَهَدٰيْنٰكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجَزَعْنَا

راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی راہ بتلا دیتے ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ

اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ۝

نہیں، ہمارے بچنے کی کوئی سورت نہیں

ارشاد ہے کہ اگر ان کافرین کا یہ گمان ہو کہ ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام کئے، خیرات دی لوگوں کی ضرورت و مصیبت میں کام آئے

لہذا آخرت میں یہ اعمال ہماری نجات کا ذریعہ بنیں گے تو خوب غور سے سنو کہ یہ اعمال تمہارے قطعاً کام

نہ آئیں گے کیونکہ بغیر ایمان کے کوئی بھی نیکی اللہ کے یہاں مقبول نہیں، پس تمہارے اعمال کی مثال

اس راگھ جیسی ہے جس پر تیز آندھی آئے اور وہ راگھ کو اڑا کر بے نشان کر دے، ایسے ہی آخرت میں

تمہارے اعمال بھی بے نشان ہوں گے تمہارے کسی کام نہ آئیں گے

اور اگر کافرین کا یہ گمان ہو کہ قنات نہیں آئے گا تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ خدا کی

ذات وہ ہے جس نے یہ عظیم الشان آسمان و زمین کو کامل قدرت و حکمت سے پیدا کیا تو اس کے لئے

انسانوں کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور اس کے لئے یہ بھی کچھ مشکل نہیں کہ وہ تمہاری جگہ کوئی

دوسرا مخلوق لے آئے جو تم سے زیادہ فراں بردار ہو، بہر حال، کیا ست اپنے وقت مقررہ پر ضرور

آئے گی اس دن تمام خالق اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوگی اے کافرین اس وقت تمہارے حق

میں عذاب کا فیصلہ ہوگا تو تم اپنے پیشوا اور رہبروں سے کہو گے کہ دنیا میں ہم تمہارے کہنے کے مطابق

چلے تم نے ہمیں امیدیں دلائی تھیں کہ اس راستہ پر چل کر تم کو کوئی مصیبت و عذاب نہیں آئے گا

تسار ب تم لوگ ہمیں اس عذاب سے بچاؤ، کم از کم اس عذاب و سزا میں کچھ کمی ہی کرادو، پیشوا

جواب دیں گے ہم تم کو کیا بچائیں، ہم خود نہیں بچ سکتے، ہم بھی تمہاری طرح سبقت عذاب میں

گرفتار ہیں اور اس سے چھٹکارہ کی کوئی شکل نہیں۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ

اور جب تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان جواب میں آپ ﷺ نے تم سے سچے وعدے لئے تھے اور میں

وَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ

نے بھی کچھ وعدے کئے تھے سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کئے تھے اور یہ تم پر اور تو کچھ ذریعہ تھا جس سے تم

فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلَوْلَا أَنْفُسُكُمْ مَا آتَا بِمُصْرِحِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ

میں نے تمکو بلایا تھا سو تم نے میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر ملامت مت کرو اور ملامت اپنے آپ کو کرو نہ میں تمہارے مددگار تھا۔

بِمُصْرِحِي إِيَّايْ كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ

نہ تم میرے مددگار ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس کے قبل مجھ کو شریک قرار دیتے تھے بقیہ

الْيَوْمَ ۖ وَأَدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

ظالموں کیلئے دردناک عذاب مقرب ہے اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۖ

جاؤں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کو سلام اس

لفظ سے کیا جائیگا السلام علیکم۔

تفسیر اس سے پہلی آیات میں کفر کے پیشواؤں کا ذکر تھا، اس آیت میں کفر و شرک کے سب سے بڑے پیشوا شیطان کا ذکر ہے، جب حساب و کتاب سے فراغت ہو جائے گی اور جہنمیوں کو جنت میں

اور جہنمیوں کو جہنم میں جانے کا حکم ہو جائیگا اس وقت کافروں دوزخ میں جا کر یا داخل ہوتے وقت شیطان کو

الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس عذاب میں مبتلا کیا اب اس سے بچاؤ کا ہمارے

لئے کچھ انتظام کر، شیطان ان کو جواب دے گا کہ کبھی تم قوتو فو! پیغمبروں کے ذریعہ اللہ نے تم سے سچے

وعدے کئے تھے کہ پیغمبروں کے بتلائے ہوئے راستے پر چلو گے تو جنت میں راحت و آرام کی زندگی بسر کرو گے

اور ان کی خلاف ورزی کرو گے تو دوزخ کے شدید عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے، اور میں نے تم سے جھوٹے

وعدے کئے تھے جنکا جھوٹا ہونا دنیا میں ذرا غور و فکر سے واضح ہو سکتا تھا اور آج آخرت میں تمہارے

سامنے ہے میرے پاس کوئی ایسی طاقت نہیں تھی کہ زبردستی تم کو جھوٹی بات ماننے پر مجبور کر دیتا بس

میں نے خدا کی نافرمانی کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے اسے قبول کر لیا، بس آج تم مجھ کو کسی قسم کی

طاقت نہ کر دیکونکہ اس میں اصل قصور تمہارا ہے کہ تم نے میری بات مانی کیوں اور مجھ سے کسی قسم کی مدد کی توقع رکھنا بھی بے سود ہے کیونکہ اس وقت میں خود مدد کا محتاج ہوں مگر مانگوں تو کس سے مانگوں بس اب تم اپنے کئے کی سزا بھگتو اور میں اپنے کئے کی بھگتوں گا۔

کافریں کے یہ حالات بیان کر کے دوبار تو پر تنبیہ کرنا قصود ہے، اول یہ کہ کافریں کا **تنبیہ** یہ گمان قطعاً بے بنیاد ہے کہ ان کے پیشوا اور معبودان باطل ان کو عذاب خداوندی سے بچا سکیں گے، دوم یہ کہ جو لوگ آج شیاطین جن وانس کی پیروی اختیار کئے ہوئے ہیں ان کو آخرت کے اس منظر سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور ان کی پیروی ترک کر کے اللہ و رسول کی پیروی اختیار کر لینی چاہئے اس میں سمجھداری اور فائدہ ہے۔

کافریں کی بدحال بیان کرنے کے بعد مؤمنین کی نفع یابی کا ذکر فرمایا کہ جو لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائے ان کی مکمل پیروی کی نیک اعمال کئے ان کو جنت میں) ایسے باغوں میں داخل کیا جائیگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور یہ لوگ اپنے رب کے حکم سے اس میں ہمیشہ رہیں گے اور فرشتے ان کو السلام علیکم کہیں گے اور جنتی آپس میں بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے یعنی آخرت کی سلامتی نصیب ہو جانے پر مبارکباد پیش کریں گے

الْمُتَرَكِّفُ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی کہ وہ مثلاً بہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے

ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۚ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۚ وَيَضْرِبُ

جس کی جڑ خوب گڑھی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے

اللَّهُ ۚ الْأَمْثَالُ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۖ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ

اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندہ کلمہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک

كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۖ

خراب درخت ہو کر زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ یا جادے اس کو کچھ ثبات نہ ہو۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس کی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے

وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝

اور ظالموں کو بھلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے

مومنین و کافرین اور انکے اعمال کی مثال | ان آیات میں پہلے مومنین اور ان کے اعمال کی مثال دی ہے اور اس کے بعد کافرین و منافقین کے اعمال کی مثال دی ہے، مومن اور اس کے اعمال کی مثال ایک ایسے درخت سے دی گئی ہے جس کا تنہ مضبوط اور بلند ہو اور اس کی جڑیں زمین میں خوب گہرائی تک پہنچی ہوئی ہوں کہ ہوا کے جھونکے بھی نہ اس کو گرا سکیں اور اس کی شاخیں بلندی پر آسمان کی طرف ہوں اور اس کا پھل ہر وقت اور ہر حال میں کھایا جاتا ہو، مفسرین نے فرمایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے چنانچہ اس درخت کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں اونچائی پر ہوتی ہیں اور اس کا پھل بھی ہر حال میں کھایا جاتا ہے چنانچہ جس وقت سے درخت پر اس کا پھل ظاہر ہوتا ہے اسی وقت سے اس کو مختلف طریقوں سے (چٹنی اچار وغیرہ) سے کھایا جانا شروع ہو جاتا ہے اور یک جلنے کے بعد اس کا پھل پورے سال آسانی سے باقی رہتا ہے، خراب نہیں ہوتا ہے جو ہر وقت اور ہر موسم میں کام آتا ہے اس درخت کی دوسری چیزیں بھی کام میں آتی ہیں

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شَجَرَةُ طَيِّبَةٍ (جس کا ذکر قرآن میں ہے) کھجور کا درخت ہے اور شَجَرَةُ خَبِيثَةٍ حنظل کا درخت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن ہم حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کوئی صاحب آپ کے پاس کھجور کے درخت کا گودا لائے، اس وقت آپ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تِلْدَاؤُ وہ کون سا درخت ہے جو مومن کے مشابہ ہے جس کے پتے نہ گرمی میں جھڑتے ہیں نہ سردی میں اور وہ اپنا پھل ہر موسم میں لاتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہدوں وہ کھجور کا درخت ہے مگر اس مجلس میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے اور خاموش تھے بس میں بھی خاموش رہا، حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

مومن کی مثال اس درخت سے دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ میں ایمان اس کی جڑ ہے جو بہت مضبوط ہے دنیا کے حوادث اس کو ہلا نہیں سکتے، مومنین کا طین صحابہ و تابعین بلکہ مرزائے کے کچے مسلمانوں کی ایسی مثالیں کچھ کم نہیں کہ ایمان کے مقابلہ میں نہ جان کی پروا کی نہ مال کی اور نہ کسی دوسری چیز کی، دوسری وجہ ان کی طہارت و نظافت ہے کہ دنیا کی گندگیوں سے متاثر نہیں ہوتے جیسے بڑے اونچے درخت پر سطح زمین کی گندگی کا اثر نہیں ہوتا، تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کے درخت کی

شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں اسی طرح مومن کے ایمان کے ثمرات یعنی اعمال بھی آسمان کی طرف اٹھاتے جاتے ہیں چنانچہ مومن کے اعمال ذکر و تسبیح وغیرہ صبح و شام اللہ کے پاس پہنچتے رہتے ہیں، جو کتنی وجہ یہ ہے کہ جس طرح کھجور کا پھل ہر وقت ہر حال اور ہر موسم میں کھایا جاتا ہے اسی طرح مومن کے اعمال صالحہ بھی ہر وقت ہر حال میں صبح و شام جاری ہیں جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز کارآمد ہے اسی طرح مومن کا ہر قول و فعل پوری دنیا کے لئے نافع و مفید ہے بشرطیکہ وہ مومن کامل اور تعلیمات خدا و رسول کا مکمل پابند ہو

کافرین و منافقین کی مثال ایک ایسے درخت سے دی گئی ہے جس کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری نہیں ہوتیں، ہوا کے ایک جھونکے سے اکھڑ جاتے ہیں مفسرین نے فرمایا اس سے مراد حنظل کا درخت ہے اس درخت سے کافرین کی مثال اس لئے دی گئی کہ ان کے عقائد کی بھی کوئی جڑ اور بنیاد نہیں ہوتی ذرا دیر میں متزلزل ہو جاتے ہیں، دوسرے دنیا کی گندگی سے متاثر ہوتے ہیں تیسرے ان کے درخت کے پھل پھول یعنی اعمال عند اللہ کارآمد نہیں۔

کافرین و مومنین کے اعمال کی مثال دینے کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ توحید و ایمان (لا الا اللہ) کی برکت سے مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتے ہیں دنیا میں کیسے ہی حوادث آئیں مگر یہ ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں، قبر میں منکرین کے گھبرانے اور ہوش اڑانے والے سوال و جواب کے وقت بھی باشعور رہتے ہوئے صحیح جواب دیتے ہیں اور اس کے برخلاف کفار و مشرکین کو کلمہ کفر کی وجہ سے دونوں جہان میں بے لادیتے ہیں اور اذیت کا۔ بچتے رہیں گے کبھی حقیقی کامیابی کا راستہ ہاتھ نہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق جس کے ساتھ جو معاملہ چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۖ جَهَنَّمَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے بجائے نعمت الہی کے کفر کیا اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر

يُصَلُّونَهَا وَيُثْسِ الْقَرَارُ ۖ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ

یعنی جہنم میں پہنچایا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار

تَمَتَّعُوا فَإِن مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ۚ

دیئے تاکہ اس کے دین سے گمراہ کریں آپ کہہ دیجئے کہ چند عیش کرو کیونکہ آخر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا آپ نے ان لوگوں کو ناشکری کی سزا نہیں دیکھا یعنی کفار و مشرکین کے سردار خصوصاً رؤسائے قریش جن کو خدا تعالیٰ

نے ہر قسم کا دنیوی راحت و آرام، عزت و سکون بخشا، بیت اللہ شریفہ مجاور بنایا، عرب کی سرداری عطا فرمائی اور ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام اور قرآن مقدس نازل فرمایا، مگر انھوں نے خدا کے انعامات و احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ اس کی ناشکری و نافرمانی پر کمر بستہ ہو گئے اس کی ذات کے ساتھ در سری چیزوں کو عبادت میں شریک بنالیا اس کے قرآن کو جھٹلایا اس کے پیغمبر کے ساتھ گستاخی و سرکشی کی، غرضیکہ خدا و رسول کی مکمل بغاوت کی اور اس بغاوت میں عام لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا، اور انجام کار اپنے ساتھ ان کو بھی گمراہ کر کے تباہی کے غار میں دھکیل دیا۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان لوگوں سے فرمادیجئے کہ کچھ دن دنیا کے مزے اڑاؤ آخر کار تم کو دوزخ کے انگاروں میں جلتا اور مستقل وہیں رہنا ہے۔

قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا

جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے

وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمًا لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خِلَافٌ ۚ اللَّهُ الَّذِي

اس میں سے خرچ کیا کریں، ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی، اللہ

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا

ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی سے پلوں کی قسم

لَكُمْ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ، وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۚ

سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا کہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبِينَ، وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَآتَاكُم

پہلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر بنایا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر بنایا جو ہمیشہ

مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ

ہمیشہ چلنے ہی میں رہتے ہیں، اور تمہارے نفع کے واسطے مائت اور دن کو مسخر بنایا اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی اور

كَفَّارٌ ۚ

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لاسکتے سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکرا ہے

تفسیر :- کافروں کی ناشکری اور اس کی سزا کے بعد اب مومنین کو شکر گزاری کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ انعام الہی کا شکر اس طرح ادا کرو کہ نماز پابندی سے ادا کرو اور ہم نے جو مال تم کو دیا ہے اس میں سے شرعی قاعدہ کے مطابق پوشیدہ اور ظاہرہ طور پر جیسا بھی موقع ہو خرچ کرو اور یہ نماز اور مال فی سبیل اللہ خرچ کرنا اس دن (قیامت) میں کام آئیگا جبکہ کسی قسم کی خرید و فروخت نہیں کر سکو گے کہ نیکیاں خرید کر اپنی نجات کر لو اور نہ ہی اس دن کوئی عزیز دوست کام آئیگا کہ بلا ایمان و عمل صالح کے تمہاری نجات کرادے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی اہم اور عظیم نعمت ان کا ذکر ہے تاکہ مومنین و کافرین ان میں غور و فکر کر کے اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ہم پر حقیقی انعام خدا کے تعالیٰ کا ہے، ہمیں اسی کا شکر گزار اور مطیع و فرمانبردار رہنا چاہیے اور صرف اسی کی بندگی کرنا چاہیے، ارشاد ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا اور پھر آسمان سے پانی برسایا، حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی ہے جو درختوں اور گھیتوں کی پیداوار کا سبب بنتی ہے اسی کے ذریعہ ہمیں پھل اور اناج وغیرہ کھانے کو ملتا ہے اور اسی نے تمہارے لئے کشتی و جہاز کو اپنی قدرت سے مسخر کر دیا ہے کہ وہ دریا میں چلے اور تم اس سے بے شمار فوائد و منافع حاصل کرو اسی طرح نہروں اور دریاؤں کو بھی تمہارا خدمت گار بنادیا ہے اور ان کا رخ موڑ کر جہاں چاہے لے جاؤ اور ان سے جو جی چاہے فائدہ حاصل کرو اور اس نے چاند و سورج کو تمہاری فائدہ کے لئے پیدا فرمایا جو ایک مقررہ نظام اور ضابطہ کے مطابق برابر چلتے رہتے ہیں، اور اسی طرح تمہاری سہولت کے لئے رات دن کو بنایا تاکہ رات کے سکون میں آرام سے سو سکو، اور دن کے اجالے میں اپنی روزی تلاش کرکو۔ یہ مذکورہ چیزیں اور ان کے علاوہ بے شمار اشیاء اللہ پاک نے تم کو بلا طلب عطا فرمائی ہے اور کچھ وہ چیزیں جو تم مانگتے ہو جن میں کچھ حق تعالیٰ اپنی مصلحت سے عطا فرمادیتا ہے جو تمہارے لئے مناسب ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بندوں پر اس قدر بے شمار ہیں کہ اگر وہ ان کو شمار بھی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، پس انسان کو چاہئے کہ جس قدر بے شمار اللہ کی نعمتیں ہیں پرہیز اسی قدر بے شمار اللہ کی شکر گزاری اور اطاعت و فرماں برداری کرے، مگر یہ بڑا ہی بے انصاف اور ناشکر ہے کہ ذرا سی مصیبت آجائے تو ہلے ہائے کرے خدا کی تمام نعمتوں کو بھول جاتا ہے اور جب نعمتوں میں مست ہوتا ہے تو خدا کی ذات کو بھول جاتا ہے اس کا شکر بھی ادا نہیں

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ

اور جب کہ ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادیکھے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو

الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ، فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ

بتوں کی عبادت سے بچائے رکھئے، اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہترے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص

مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۶)

میری رہبری پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو منہ میرا کہنا مانے گا وہ تو کثیر المغفرت، بڑی رحمت میں۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعا

رسالہ قدیش جن کی ناسکری اور کفر و شرک کا پچھلی آیات میں ذکر ہوا ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد ہو گی وہ میرے بیت اللہ شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہوا انہوں نے اللہ کے اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی انہی کی دعا سے خدائے تعالیٰ نے اس شہر کو آباد کیا اور پتھر لے ریگستانی علاقے میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے وہ دنیا سے یہی دعا اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ میری اولاد شراب نہ کرے، اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہئے کہ کہاں تک تم نے ان کی وصیتوں پر عمل کیا ہے اور خدا کا کتنا شکر ادا کیا ہے۔

ان آیات میں ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اس شہر کو امن والا بنا دیجئے یعنی یہاں جو آئے یا رہے وہ امن و سکون سے رہے، اللہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی، یہ دعا حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت فرمائی جب کہ اپنے تخت جگر اسمعیلؑ اور شریک حیات حضرت ہاجرہ کو اللہ کے حکم سے مکہ کے میدان میں لاکر مقیم کیا، دوسری دعا اپنے یہ فرمائی کہ مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ پرستی سے دور رکھ، یہاں اولاد سے اگر صلیبی اولاد مراد لی جائے تو کہا جائیگا کہ یہ دعا بھی پورے طور پر اللہ نے قبول فرمائی کیونکہ آپ کی صلیبی اولاد میں سے کوئی بھی شرک کے قریب نہیں گیا۔ اور اگر عام اولاد یعنی نسل در نسل اولاد مراد ہو تو کہا جائیگا کہ بعض کے حق میں آپ کی دعا قبول ہوئی اور بعض کے حق میں نہیں۔

ایک سوال کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھ کو شرک سے بچلے رکھنا جبکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں ان سے شرک و بت پرستی تو کیا کوئی گناہ بھی سرزد نہیں ہوتا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ طبعی خوف کے اثر سے انبیاء بھی اپنے آپ کو خطرہ میں محسوس کرتے رہتے ہیں اس لئے اپنے لئے بھی دعا فرمائی، دوسرے ان کو معصوم رکھنا اللہ کی حفاظت سے ہوتا ہے اس لئے انبیاء ہمیشہ اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ تو ہی ہماری عصمت و پاکدامنی کو محفوظ رکھنے والا ہے، تیسرے یہ کہ اصل مقصد تو اولاد ہی کو شرک سے بچانے کی دعا کرنا تھا، مگر اولاد کو اس کی اہمیت سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو بھی اس دعا میں شامل فرمایا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اس دعا کی وجہ بتلائی کہ بت پرستی سے ہم اس لئے پناہ مانگتے کہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیا ہے، یہ اس لئے فرمایا کہ آپ اپنے والد اور قوم کا تجربہ کر چکے تھے کہ بت پرستی نے ان کو ہرنکی دھبلائی سے محروم کر دیا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا جس نے خالص توحید کا راستہ اختیار کیا، اور میری بات مانی تھی یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا تو وہ میری جماعت میں شامل ہے اس کا تعلق مجھ سے نہیں ٹوٹے گا، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیگا، اور جس نے میری بات نہ مانی کفر و شرک کا راستہ اختیار کئے رہا تو آپ اپنی بخشش دہرائی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں اور وہ ایمان لا کر اپنے کو نجات و رحمت کا مستحق بنا سکتا ہے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

ہمارے رب تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو پھل کھانے

مِّنَ الشَّجَرِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نَعْلُنُ وَمَا يَخْفَىٰ

دیجئے تاکہ یہ لوگ شکر ادا کریں اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر

عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

کڑیں اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں، تمامی حمد خدا کے لئے ہے جس نے مجھ

وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِي

کو بڑھاپے میں اسمعیلؑ اور اسحقؑ عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے، اے میرے رب

مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ

مجھ کو بھی نماز کا اہتمام رکھنے والا رکھیے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب، اور میری دعا قبول لیجئے اے

وَالْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝

ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھلائی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

تفسیر اے میرے پروردگار میں نے آپ کے حکم سے اپنی کچھ ذریت یعنی اہل و عیال کو اس سے مراد حضرت ہاجرہ اور ان کا دودھ پیتا بچہ حضرت اسمعیلؑ ہیں) ایک ایسے پٹیل میدان

میں ٹھہرا دیا ہے جہاں کھیتی وغیرہ کچھ نہیں ہوتی اور نہ ہی پانی و آبادی وغیرہ کا کوئی نام و نشان ہے اور یہ پٹیل میدان آپ کے مقدس گھر بیت اللہ شریف کے قریب ہے، میں نے اپنی ایک اولاد کو یہاں اس لئے بسایا ہے

تاکہ وہ اور اس کی نسل آپ کا اور آپ کے گھر کا حق ادا کریں، نماز قائم کریں، آپ اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دیجئے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور تیرے گھر والے شہکی رونق بڑھے اور ان کی روزی اور دل جمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دیجئے کہ مزدوریات زندگی بسہولت ان کو میرا سکیں عمدہ میوے اور پھلوں کی فراغت ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان و سکون سے تیری عبادت کر سکیں اور شرک گزاری میں لگے رہیں حق تعالیٰ نے یہ تمام دعائیں قبول فرمائیں، آج تک ہر سال لاکھوں آدمی دنیا کے چاروں کونوں سے وہاں پہنچتے ہیں اور اس شہر کے میں اعلیٰ قسم کے پھل اتنی کثرت سے ملتے ہیں جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہوں، حالانکہ مکہ مکرمہ میں شاید ایک بھی درخت پھل دار موجود نہ ہو، حضرت ابراہیم ؑ نے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کرنے کی دعا کی نہیں تو پورا جہاں ٹوٹ پڑتا اگر تمام لوگوں کی دعا فرماتے۔

حضرت ابراہیم ؑ نے اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ دعائیں محض اپنی سنگی اور ضرورت و حاجت کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں اس لئے نہیں کہ نعوذ باللہ ہماری ان ضروریات کا آپ کو علم نہیں بلاشبہ آپ کو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھتے اور جو ظاہر کرتے ہیں اور آپ سے زمین و آسمان کی کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

دعا کے آداب میں سے ہے کہ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے اس سے دعا جلد قبول ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم ؑ نے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا اس طرح کی کہ تمام تعریفیں اس خدائے بالادبر تر اور قادر مطلق کے لئے ہیں جس نے نامائید کی حالت بڑھا پے میں میری دعا قبول فرما کر مجھے اولاد عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ کی عمر ننانوے سال کی تھی اس وقت حضرت اسمعیل (حضرت ہاجرہ سے) پیدا ہوئے اور ایک سو بارہ کی عمر میں حضرت اسحاق (حضرت سارہ سے) پیدا ہوئے، اس حمد و ثنا کے بعد پھر دعائیں مشغول ہو گئے، عرض کیا اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا اہتمام رکھنے والا بنائیے اور میری اولاد کو بھی نماز کا پابند رکھئے تمام اولاد کیلئے یہ دعا اس لئے نہیں فرمائی کہ آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ کچھ اولاد کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیگی مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ نے جن دُرِ یحییٰ کی یہ تفسیر فرمائی کہ میری اولاد میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو صحیح طور پر قائم رکھیں۔

حضرت ابراہیم ؑ نے آخر میں ایک جامع دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرما، اس دن جب کہ محشر میں تمام زندگی کا حساب لیا جائیگا، یہاں آپ نے والدین کے لئے بھی دعا فرمائی جبکہ کافروں کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کی ممانعت ہے اور آپ کے والدین کا کافر ہونا قرآن میں مذکور ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دعا آپ نے اس وقت فرمائی ہو جب کہ کافروں کے لئے دعا مغفرت کی ممانعت نہیں فرمائی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ

اور جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں اس سے خدا تعالیٰ کو بے خبرت سمجھو ان کو صرف اس روز تک ہلکت دے

فِيهِ الْأَبْصَارُ ۚ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ

رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں بھیڑی رہ جاویں گی دوڑتے ہو گئے اپنے سرو پر اٹھا رکھے ہونگے ان کی نظر ان کی طرف

أَفْدَتْهُمْ هَوَاهُ ۚ وَ أَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ ۚ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا

ہٹ کر نہ آدے گی اور ان کے دل بالکل بدحواس ہونگے، اور آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن ان پر عذاب اُپڑے گا

رَبَّنَا أَخَذْنَا إِلَىٰ آجَلٍ قَرِيبٍ ۖ يَجِبُ دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعِ الرَّسُولَ ۖ أَوَلَمْ تَكُونُوا

پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کراے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو ہلکت دیتے تھے ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا

أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ۚ وَ سَكَنْتُمْ فِي مَسْكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا

اتباع کریں گے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے حالانکہ تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْآمُثَالَ ۚ وَقَدْ مَكَرُوا

جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا اور تم نے تم سے مثالیں بیان

مَكَرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۚ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۚ

کیں اور ان لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں لی تھیں اور انکی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اور واقعی انکی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں۔

تفسیر:

پچھلی آیات میں کافرین و مشرکین اور منافقین کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ یہ بڑے ہی ناشکرے اور ظالم ہیں اب ان آیات میں ان کو باخبر کیا گیا ہے کہ اگر ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو

یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خدا ان کے ظلم و ستم اور حرکات سے بے خبر ہے یا درکھو ان کا کوئی چھوٹا بڑا کام اللہ سے پوشیدہ نہیں، البتہ اللہ کی یہ عادت نہیں کہ وہ ظالم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر ڈالے بلکہ وہ بڑے سے بڑے ظالم کو

ہلکت دیتا ہے کہ یا تو اپنے ظلم و ستم سے باز آ جائے یا پھر خوب ظلم کر کے اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے بس ان کو اس دن قیامت تک

کے لئے ہلکت ہے جس دن کہ خوف و دہشت کی وجہ سے ان کی آنکھیں بھیٹی کی بھیٹی رہ جائیں گی اور حساب کے لئے بلانے والے کی آواز کی طرف سخت پریشانی کے عالم میں اوپر کو سر اٹھائے ٹٹکی باز دھے گھبرائے ہوئے

دوڑے چلے آئیں گے اور ان کے دل بدحواس اور عقل و سمجھ سے بالکل خالی ہوں گے، غرضیکہ ظالم و کافرو مشرک اور منافق) اس دن سخت مصیبت کا شکار ہوں گے۔

یہ حالات بیان کرنے کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ اپنی قوم کو اس دن کے عذاب سے ڈرائیے جس میں ظالم اور مجرم لوگ مجبور ہو کر پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں کچھ اور مہلت دیدیکھئے یعنی پھر دنیا میں چند روز کے لئے بھیج دیجئے تاکہ ہم آپ کی دعوت قبول کر لیں اور آپ کے رسولوں کی اتباع کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا جائیگا کہ یہ بات تم اب کہہ رہے ہو کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ ہماری دولت و شوکت کو زوال نہ ہوگا ہم ہمیشہ دنیا میں یوں ہی عیش و آرام میں رہیں گے اور دوبارہ زندگی اور عالم آخرت کا انکار کیا تھا۔

اس کے بعد مشرکین عرب کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ پچھلی قوموں کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ جنہوں نے ہماری نافرمانی کی، کفر و شرک کیا تو ہم نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور آج ان کی بستیوں میں تم کو آباد کر رکھا ہے، بس تمہاری عبرت کے لئے ہم نے اس طرح کی بہت سی مثالیں اور قصے بیان کئے مگر تم ہوش میں نہ آئے اور کفر و گمراہی کے بھنور میں پھنسے رہے۔

ظالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کے لئے اور دین حق قبول کرنے والے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں پہنچانے کے لئے بڑی سے بڑی تدبیریں اور سازشیں اختیار کیں مگر حق تعالیٰ کی تدبیر و حفاظت کے سامنے سب ناکام رہیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ ان کا مکاریں (تدبیریں) پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیں۔ یہاں پہاڑوں سے مراد انبیاء علیہم السلام کی ذات اور شریعت حق ہے جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستحکم ہوتی ہیں۔ ورنہ کائنات کو کون کونسی دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ان کی سازشیں اتنی زبردست تھیں جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیں مگر حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے ان کی تمام سازشیں بیکار گئیں اور ان کی تمام ظاہرہ و پوشیدہ مکاریاں اور سازشیں اللہ کے یہاں محفوظ ہیں، ان کا بدلہ لینے والا وہی ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ يَوْمَ

پس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست پورا بدلہ لینے والا ہے جس

تَبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمُوتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

روز دوسری زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطَرَانٍ

ہوں گے اور تو مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا ان کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں

وَتَغْشَى وُجُوهُهُمْ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ

بد پہٹی ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے کی سزا دے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے

اللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا

والا ہے، یہ لوگوں کے لئے احکام کو پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے ڈرائے جاویں اور تاکہ اس

هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝

بات کا یقین کریں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

اللہ کا وعدہ حق ہے۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے پیغمبروں سے کئے ہیں کہ تمہاری ہر طرح سے مدد و نصرت کی جائے گی اور تم کو فتح و کامیابی عطا کی جائے گی اور دشمنان اسلام کو ذلت و رسوائی اور ناکامی ملے گی اور آخرت میں سخت دردناک عذاب دیا جائیگا تو وہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کریگا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والے اور پورا بدل لینے والے ہیں، ایسا نہیں ہو سکتا کہ مجرم اللہ سے چھوٹ کر بھاگ جائے اللہ ان کو ضرور سزا دیگا اور یہ سزا اس دن (قیامت میں) دی جائے گی جس دن کہ یہ موجودہ زمین بھی بدل جائے گی اور آسمان بھی اور پوری مخلوق خدائے ذوالجلال کے سامنے کھڑی ہوگی،

زمین و آسمان بدل دینے کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ان کی صفات اور شکل و صورت بدل دی جائے جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیات اور روایات حدیث میں ہر پوری زمین ایک صاف میدان بنادی جائے گی جس میں مکانات، باغات اور پہاڑ وغیرہ کی کوئی آڑ نہ ہوگی۔ اور اس تبدیلی زمین و آسمان کے یہ معنی بھی ہیں کہ موجودہ زمین و آسمان کو بشاکر ان کی جگہ دوسرے قائم کر دیئے جائیں چنانچہ بخاری و مسلم شریف میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگ ایسی زمین پر اٹھائے جائیں گے جو ایسی سفید اور صاف ہوگی جیسے میدے کی روٹی اس میں کسی کی کوئی علامت (مکان، باغ، پہاڑ وغیرہ) نہ ہوگی، مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اس آیت کے متعلق میں نے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ جب زمین لال ہو جائیگی تو اس وقت لوگ کہاں ہوں گے، آپ نے فرمایا پلصراط پر، اور ایک دوسری روایت میں اتنا اور اضافہ ہے کہ پلصراط کے پاس اندھیروں میں ہوں گے۔

جس دن زمین و آسمان بدلے ہوئے ہوں گے اور مخلوق خدا کے سامنے کھڑی ہوگی، اس دن اے پیغمبر تم ہمارے نافرمان کفر و شرک کرنے والے ظالموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھو گے، ایک قسم کے گناہ (مثلاً چوری) کرنے والے کئی کئی مجرموں کو اکٹھا بانڈھا جائیگا، اور ان کو قطران یعنی گندھک کا لباس پہنایا جائے گا جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور اس میں سخت دہکوتی ہے اور آگ ان کے چہروں پر بھی لپٹی ہوگی، اور یہ سب کچھ مجرموں کے ساتھ اس لئے کیا جائیگا تاکہ ان کے کئے کی سزا ان کو مل جائے۔

انۡفِثَ اللّٰهُ سِرۡنَہٗمُ الْیَحۡسَابُ یعنی اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں، اس کی ایک تفسیر تو یہ کی گئی ہے کہ جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی بلکہ تمام اولین و آخرین جن دانس کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا کیونکہ حق تعالیٰ پر تمام اعمال آشکارا ہیں کوئی پوشیدہ نہیں۔ اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ جس چیز کا آنا یقینی ہے یعنی قیامت اس کو دور مت سمجھو مطلب یہ ہے کہ حساب کا دن قریب آگیا ہے، اسی مضمون کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُہُمۡ یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا مگر وہ پھر بھی غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

اس سورت کے اخیر میں یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن ایک کھلا پیغام ہے جس میں قیامت کے ہولناک اقعائے سنار لوگوں کو تنبیہ کی جاتی ہے تاکہ وہ ہوش میں آجائیں اور اس میں غور و فکر کر کے ان کو یقین ہو جائے کہ عبادت و بندگی کے لائق صرف ایک خدا کی ذات ہے اور وہ اس سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے کفر و شرک سے باز آجائیں اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لیں۔

بفضلہ تعالیٰ سورۃ ابراہیم کی تفسیر حسن و خوبی تمام ہوئی

(قوال و تحقیق) { قرآن سے کیا مراد ہے اس میں علماء مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ہم یہاں چند قول سپرد قرطاس کر رہے ہیں

۱۔ گندھک جو اوپر تفسیر میں مذکور ہوا۔

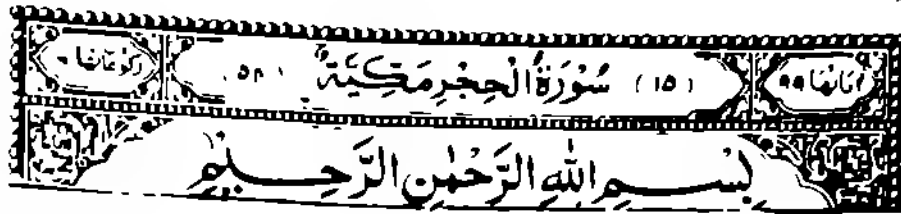
۲۔ تار کول۔

۳۔ جیڑ کے درخت کا رذغن

۴۔ ابھل کا پنجوڑا ہوا عرق اس کو آگ پر پکایا جاتا ہے یہ سیاہ بدبودار ہوتا ہے جن اونٹوں کو خارش کا مرض ہوتا ہے ان کے بدن پر ملا جاتا ہے اس قدر تیز ہوتا ہے کہ خارش کو جلا دیتا ہے۔

۵۔ گھٹلا ہوا تانبا پیتل۔

قطران سے متعلق ان مذکورہ جملہ اقوال کا حاصل یہی ہے کہ جہنمیوں کے بدن پر ایسی چیز مل جائے گی یا ایسا لباس پہنایا جائیگا جو آگ کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور آگ اس پر اپنا خوب اثر دکھاتی ہے۔



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الَّذِينَ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ ①

اَلرَّاءِ یہ آیتیں ہیں کمال کتاب اور قرآن واضح کی۔

قرآن ایک جامع کتاب ہے | اس آیت میں ارشاد ہے کہ یہ آیتیں اس جامع اور عظیم الشان کتاب (قرآن مقدس) کی ہیں جس کے اصول نہایت صاف ہیں جس کے احکام مکمل واضح ہیں اور جس کے دلائل خوب روشن ہیں لہذا اگلی آیات میں جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے اس کو خوب غور اور توجہ سے سنا جائے، اس کا بیان ان شاء اللہ اگلے پارہ ۱۳ میں ہوگا۔

الحمد لله بآية دَمَا بَرَّئِي مَحْصِي تَفْصِيْرُ جُسُزٍ وَخَوْفِي مُكَمِّلٌ هُوْنِي

چند قابل مطالعہ کتابیں

۲۲/-	حیات المسین عکسی	۱۱۰/-	عوارف المعارف اردو مکمل مجلد عکسی
۳۵/-	منہاج العابدین (حضرت امام غزالیؒ)	۱۰۰/-	حجۃ اللہ البالغہ
۶۰/-	مخزن اخلاق (علامہ رحمت اللہ سبحانی)	۱۳۰/-	سیرۃ المصطفیٰ
۵۰/-	فیروز اللغات جدیدہ اضافہ شدہ ایڈیشن مجلد	۱۸۰/-	خطبات قاسمی (مولانا ضیاء الرحمن قاسمی) مکمل مجلد
۱۵/-	بنک انشورنس اور سرکاری قرضے	۵۰/-	بینجام حق و صداقت علامہ عبدالمجید ندیم عکسی
۱۵/-	فن خطابت (شورش کشمیری)	۶۰/-	اشرف الجواب کمال عکسی (حکیم الامت حضرت تھانوی)
۱۸/-	حقوق مصطفیٰ (مفتی محمود گنگوہی)	۲۰/-	احکام اسلام عقل کی نظر میں مجلد عکسی
۲۰/-	اسباب غفب	۶۰/-	اصلاح انقلاب امت مکمل در دو مجلد
۱۰/-	فاتحہ کا صحیح طریقہ	۱۰/-	آداب زندگی (حضرت تھانوی)۔ طب نبوی ۱۲/-
۵/-	آداب المساجد		

صرف ایک خط لکھ کر بذریعہ دی، پلر جسٹری اس پتہ سے منگائیں، ڈاک خرچ بذمہ ادارہ۔ جون ۱۹۹۷ء

پتہ: ادارہ دعوت و تبلیغ گلی ۲۱ کی چنگی سہارن پور (جوبی) پتہ ۲۲۷۰۰۱

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

تاریخ حرمین شریفین

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب "تاریخ حرمین شریفین" میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما کے فضائل و تاریخ کو بہت عمدہ انداز میں تفصیل کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ جس کے ضمن میں چاہ زم زم کے نمودار ہونے، مکہ معظمہ کے آباد ہونے، بیت اللہ شریف کی تعمیر ہونے، مقام ابراہیم، حجر اسود وغیرہ۔ نیز مسجد نبوی کی تعمیر، مقام صفہ، اور مدینہ طیبہ کی مختلف تاریخی مساجد اور مقامات مقدسہ کی تاریخ و تعارف بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔ الحمد للہ یہ مکمل کتاب آٹھ قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر اُمت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و منجوز ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (بذریعہ وی پی آر جسرئی)

گزارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزا کم ادا

BARA DAWAT-O-TABLEEGH

GALI NO. 2 AALI KI CHUNGI MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR

PIN 247001 (U.P.) MOB. 09837002261 - 09837375773

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۴

مؤلف

مولانا محمد یعقوب عینی

سابق اساتذہ کرام و تفسیر دارالعلوم سہیلانور

دارالتفسیر دارالعلوم دیوبند



اس دور کی سب آسان دعا ہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھرمین ہونا نہایت ضروری ہے



ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ
مرتب
محمد یعقوب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند
یارہ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

(شائع کردہ)
ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۱۷ آلی جنگی سہا پور (دیوبند)

فہرست مضامین آسان تفسیر اردو پارہ ہجڑا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۶	مہاجرین کو خوش خبری	۳	کافروں و مسکین کا آرزو کرنا
۳۷	خدا کے عذاب	۵	قرآن محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا
۴۰	لڑکی کی پیدائش کو برا سمجھنا	۶	حضور کو تسلی
۴۲	کافرین کا شیوہ ہے	۸	پانی پہونچانے کا خدائی نظام
۴۳	اللہ کی قدرت کے کرشمے	۹	اللہ ہر چیز پر قادر ہے
۴۳	ایک شبہ کا حل	۱۰	انسان و جن کی پیدائش
۴۴	شہید نسخہ شفا ہے	۱۲	جہنم کے سات دروازے اور ان کے نام
۴۵	مالک اور غلام	۱۳	جنت کے آٹھ دروازے
۴۵	امیر و غریب بنانے میں اللہ کی حکمت	۱۳	مخلصین کا مقام جنت ہے
۴۷	دو مثالیں	۱۵	حضرت ابراہیمؑ و لوطؑ کے یہاں
۵۱	کفر کا انجام	۱۶	فرشتوں کی تشریف آوری
۵۳	عہد پورا کرنے کا حکم	۱۷	قوم لوط کی گندی فحشیت
۵۳	عہد شکنی کی مثال	۱۸	قوم شعیب کی تباہی
۵۵	عہد شکنی کا وبال	۱۹	قوم نوح کی بربادی
۵۷	کفار کے ایک اعتراض کا جواب	۲۰	انعام خداوندی
۵۸	کفار کا دوسرا اعتراض	۲۲	سنگدلی کا علاج
۶۱	ایمان کی برکت سے کچھلے تمام	۲۳	سورہ نخل کی وجہ تسمیہ
۶۱	گناہ معاف ہو جاتے ہیں	۲۶	انعامات خداوندی
۶۲	ایک شبہ کا حل	۲۷	اثبات قدرت خداوندی
۶۲	دعوت و تبلیغ کا طریقہ	۳۰	گمراہ کرنے کا انجام
		۳۰	پندرہ ہزار ہاتھ اونچی عمارت
		۳۲	مشرکین کو تنبیہ
		۳۲	مشرکین کا غلط عقیدہ



رَسَاءُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكَ لَا مُسْلِمِينَ

کافروں کا بار بار تم سے کہیں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔

ذَرُّهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۴﴾ وَمَا أَهْلَكْنَاهُمْ

آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیکھتے کہ وہ کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی مضویے ان کو غفلت میں ڈالے کہیں ان کو ابھی حقیقت

قَدِيَّةٌ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ﴿۵﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

معلوم ہوئی جاتی ہے اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان سب کیلئے ایک عین وقت نوشتہ ہوتا رہا ہے کوئی امت اپنی عباد

يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۶﴾

سے نہ پہلے ہلاک ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے۔

کافرین و منکرین کا آرزو کرنا ان چار آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کافرین و منکرین بار بار تمنا د آرزد کریں گے، کاش ہم مسلمان ہوتے۔

ان کا یہ آرزو کرنا دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی، چنانچہ جنگ بدر میں کمزور مسلمانوں کا غلبہ اور ان کی غیبی امداد دیکھ کر کافرین کو احساس ہوا کہ جس دولت اسلام نے ان مومنین کو ہم پر غالب کیا ہم اس دولت سے محروم ہیں، اس کے علاوہ دیگر اسلامی فتوحات دیکھ کر ان کو یہی احساس ہوتا رہا، اور جب ملک الموت ان منکرین کی روح نکالنے کے لئے آن کھڑا ہوگا اور فیضی حقائق یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے اس وقت بھی ان کو حسرت ہوگی اور تمنا کریں گے، کاش ہم نے ایمان قبول کر لیا ہوتا، اور آخرت میں اس وقت ان کو اپنے ایمان قبول نہ کرنے کی حسرت ہوگی، جب بہت سے مسلمان اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا دوزخ میں رہیں گے، اس وقت کافرین و منکرین ان دوزخی مسلمانوں پر طعن کشی کریں گے کہ تمہارے ایمان نے تم کو کیا فائدہ دیا، تم بھی ہماری طرح دوزخ میں پڑے ہو، اس پر اللہ تعالیٰ تمام مومنین کو جنہوں نے سچے دل سے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا دوزخ سے نکال دے گا یہ منظر دیکھ کر کافرین آرزو کریں گے کاش ہم نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہوتا تو آج ہم بھی دوزخ سے نکال لئے جاتے دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان کافرین کے ایمان قبول نہ کرنے پر غمگین نہ ہوں، بلکہ انہیں کچھ عرصہ یوں ہی جانوروں کی طرح کھانے پینے دیجئے اور دنیوی زندگی کے مزے اڑالینے دیجئے، عنقریب ان کو ایمان سے روگردانی کا انجام معلوم ہو جائے گا، چنانچہ کچھ انجام تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں سر پا کر معلوم ہو گیا، اور مکمل انجام آخرت میں دوزخ میں پہنچ کر معلوم

ہو جائے گا۔

تیسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ منکرین کو ان کے کفر و شرک کی جو سزا فوراً نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سزا کا وقت مقرر کر رکھا ہے، چنانچہ اب سے پہلے جتنی بستیاں اور قومیں ہلاک ہوئی ہیں ان کی ہلاکت کا وقت حق تعالیٰ کے علم میں متعین تھا، اسی معینہ وقت پر ان کو سزا دی گئی، پس اسے کفار مکہ جب تمہاری سزا کا وقت آئیگا تو وہ ٹل نہ سکے گا اور تم خدا کی سزا سے بچ نہ سکو گے۔
چوتھی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہر قوم کی ترقی و تنزلی یا موت و زندگی کا جو وقت مقرر ہے وہ اس سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝ لَوْ مَا تَأْتِينَا

اور ان کفار نے یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تم مجنون ہو تم سچے ہو تو ہمارے

بِالْمَلَكَةِ ۝ إِنَّ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ مَا نُنْزِلُ الْمَلَكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ

پس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتے ہیں

وَمَا كَانُوا إِذَا مُنْظَرِينَ ۝

اور اس وقت ان کو جہت نہ دی جاتی۔

تفسیر۔ کفار مکہ بطور مذاق کہتے تھے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر قرآن نازل کیا گیا ہے یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ وہ مجنون اور دیوانہ ہے، اور اگر واقعی وہ شخص اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو اپنی سچائی پر فرشتوں کو کیوں نہیں لے آیا۔ ان آیات ہی میں تیسری آیت میں ان کو جواب دیا گیا ہے کہ ماننے والوں کے لئے تو آپ کی نبوت کی سچائی پر بے شمار دلائل موجود ہیں اور نہ ماننے والے فرشتوں کے آنے پر بھی نہیں مانیں گے، پھر فرشتوں کے آنے سے کیا فائدہ، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر کسی خاص حکمت کے تحت ہی بھیجتے ہیں اور عموماً عادت اللہ یہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کی کسرشی انتہا کو پہنچ جاتی، اور ان کو راہ راست پر لانے کی تمام کوششیں بے فائدہ ثابت ہو جاتی ہیں، تو پھر ان کی ہلاکت کے لئے فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے، بس اگر تمہاری تمنا کے مطابق فرشتوں کو بھیجا جائے تو اس کا مقصد یہی ہوگا کہ تم کو فوراً ہلاک کر دیا جائے اور کسی قسم کی جہت نہ دی جائے، اور یہ ابھی حکمت الہی کا تقاضا نہیں، کیونکہ یہ آخری صورت ہوتی ہے اور ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ①

ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں

قرآن محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا

کافین قرآن مقدس کے کلام الہی ہونے کا انکار کرتے تھے، اس آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے

کہ قرآن کریم کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں، قرآن عظیم جس شان سے نازل ہوا ہے اسی طرح بغیر کسی لفظی و معنوی اور زیر زبر کی تبدیلی کے قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے اگرچہ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے اور اس میں لفظی و معنوی تبدیلی کرنے کی کوشش کریں گی مگر وہ ایک زیر زبر یا لفظ کا بھی اس میں فرق نہیں کر سکیں گی تاریخ شاہد ہے کہ چودہ سو سال کے اس طویل عرصہ میں ہر وقت حضرات علماء کبے شمار جماعتیں موجود رہی ہیں، جنہوں نے قرآن مقدس کے معانی و مطالب کی حفاظت کی ہے، اور اسی طرح قراء حضرات نے قرآن عظیم کی طرز ادائیگی کی مکمل حفاظت کی ہے اور حضرات حفاظ نے اس کے الفاظ کی اس طرح حفاظت کی ہے کہ اس کے زیر زبر و فوق میں آج تک کوئی کمی بیشی نہ ہونے دی، یہ قرآن کی حفاظت خداوندی ہی کا معجزہ ہے کہ آٹھ دس کا بچہ جس کو اپنی مادری زبان کا ایک چھوٹا سا کتابچہ زبانی یاد کرنا مشکل ہوتا ہے وہ غیر مادری زبان کی اتنی موٹی کتاب تو متشابہات سے بھری ہوئی ہے کس روانی کے ساتھ حفظ کر لیتا ہے۔

افسوس اس واضح آیت کے باوجود رافضی حضرات کہتے ہیں کہ یہ قرآن ناقص ہے اس کے کمل چالیس پارے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دس پارے جلوادینے (نغذ بائد)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِعْرِ الْأَوَّلِينَ ② وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا

اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا اور کوئی رسول ان کے پاس آیا

كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ③ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ④ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ

نہیں آیا جس کے ساتھ انھوں نے استہزاء کیا ہو اسی طرح ہم یہ استہزاء ان مجرموں کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں یہ لوگ قرآن پر ایمان

وَقَدْ خَلَّتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ⑤ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ

نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں سے چلا آیا ہے اور اگر ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے دفت آسمان

يَعْرَجُونَ ⑥ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ⑦

سے چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بند کر دی گئی تھی بلکہ ہم لوگوں پر تو بائبل جادو کر رکھا ہے۔

حضور کو تسلی

ان آیات میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح یہ کافریں منکرین آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور مذاق اڑا رہے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے نبیوں کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا ہے، پس آپ ان کی اس ذلیل حرکت سے دلگیر اور غمگین نہ ہوں ہم ان کو سنگین سزا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ گناہوں سے باز نہیں آتے ہم ان کے دلوں میں اسی طرح مذاق اور جھٹلانے کی عادت ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور پھر انجام کار ہلاک و رسوا ہوتے ہیں۔ اور انبیاء اور ان کے پیروکار نجات و عافیت اور عزت پاتے ہیں۔ کافریں و منکرین نے فرشتوں کے اترنے کا مطالبہ کیا تھا، اس آیت وَكُوفْتَحْنَا عَلَيْهِمُ اخِمْ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ فرشتوں کا اتارنا تو اس قدر عجیب بات نہیں بلکہ اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انھیں اوپر چڑھا دیں اور یہ دن میں اسی شغل میں رہیں تب بھی یہ ضدی لوگ حق کو تسلیم نہیں کر سکتے اس وقت کہہ دیں گے کہ ہم پر نظر بندی باجاء کیا گیا ہے، جس سے ہم اپنے کو آسمان پر چڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں، حقیقت میں چڑھ نہیں رہے ہیں۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّظِيرِينَ ﴿١٧﴾ وَحَفَظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿١٨﴾ إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿١٩﴾

اور بے شک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے اس کو آراستہ کیا اور اس کو شیطانِ رَجِیمِ ﴿۱۸﴾، إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ ﴿۱۹﴾ ہر شیطانِ مردود سے محفوظ فرمایا۔ ہاں مگر کوئی بات بچوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہوتا ہے۔

تفسیر۔ ان سے پہلی آیات میں کافروں کی ہٹ دھرمی بیان ہوئی، اب یہاں سے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کے بعض عجائبات پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کا تذکرہ ہے، گویا کہ ان کافریں و منکرین سے کہا جا رہا ہے کہ آسمان سے فرشتے اتارنے یا تم کو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں اگر ماننا چاہو تو آسمان و زمین میں قدرتِ خداوندی کی بے شمار نشانیاں ہیں جن کو دیکھ کر سمجھدار آدمی توحید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے، چنانچہ اس قدر مطلق حق تعالیٰ شانہ نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے

اقوال و تحقیق { بُرُوجًا، بُرُج کی جمع ہے حضرت مجاہد قتادہ اور ابو صالح رحمہم اللہ نے اس کی تفسیر بڑے بڑے ستاروں سے کی ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعت پہرہ دیتی ہے، بعض نے فرمایا ہے اس سے مراد شمس و قمر کے منازل ہیں۔ واللہ اعلم محمد یعقوب غفرلہ والدیہ

بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے آسمان کو ستاروں سے سجایا، چنانچہ رات میں جب آسمان کی طرف نظر اٹھتی ہے تو یہ ستارے روشن قمقموں کا نہایت حسین دلکش منظر پیش کرتے ہیں جس سے خود بخود حق تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور صنعت کاملہ کا احساس ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ہم نے ہر شیطان مردود سے آسمان کو محفوظ کر دیا ہے، وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہو پاتی، اور وہاں کے نظام میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں چلتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پہلے آسمانوں تک پہنچنے میں شیطانوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی، وہ جا کر آسمانوں کی خبریں لاتے اور کاهنوں کے دلوں میں الفاکرتے تھے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اوپر والے تین آسمانوں پر جانے سے شیطانوں کو روک دیا گیا، اور جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو باقی چار آسمانوں پر بھی جانے سے روک دیا گیا، اب جو شیطان چوری چھپے اوپر جا کر کوئی خبر سننے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو فوراً ٹٹنے والا ستارہ بشکل انگارہ مارا جاتا ہے، آسمانوں پر جانے کی شیطانوں کو جب مکمل ممانعت ہو گئی تو انھوں نے اپنے سردار ابلیس سے اس کی شکایت کی، ابلیس نے کہا زمین میں یقیناً کوئی حادثہ ہوا ہے جا کر دیکھو۔ شیطانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے پایا، ابلیس نے کہا یہی نئی بات پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمانوں پر جانے سے روک دیا گیا بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آسمان میں جو خدائی فیصلے ہوتے ہیں شیطان ان کو سننے کی کوشش کرتے ہیں، ایک کے اوپر ایک ہو کر آسمان کے قریب تک قطار بنا لیتے ہیں اس طرح چھپ کر آسمانی خبر سننے کی کوشش کرتے ہیں، اس وقت فرشتے شیطان کے ہم کا گولہ یعنی ٹٹنے والا ستارہ مارتے ہیں جس سے یا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا بدحواس ہو جاتا ہے، اور اس بدحواسی کے عالم میں جو کوئی ادھوری خبر وہ سن پایا ہے فوراً اس کو اپنے نیچے والے کو بتاتا ہے اور اس طرح جو سب سے نیچے ہوتا ہے اس تک پہنچ جاتی ہے وہ کاهنوں کو بتا دیتا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے بادل میں اتر آتے ہیں اور آپس میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں جو فیصلہ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے، کبھی کوئی شیطان چوری چھپے ایک آدھ بات سن لیتا ہے اور اگر کاهنوں کو بتا دیتا ہے، کاهن اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بیان کر دیتے ہیں، جب یہ ایک آدھ آسمانی بات سچ نکلتی ہے تو کاهنوں کے معتقدین اس کا خوب چرچا کرتے ہیں اور اس بات کو کاهنوں کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو ان کی بتلائی ہوئی سیکڑوں باتیں غلط اور جھوٹ ثابت ہوتی ہیں ان کو نظر انداز کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو جس طرح آسمانوں پر جانے سے روک دیا ہے اسی طرح اس کو اس کی

فائدہ :- بھی مکمل قدرت تھی کہ وہ ان شیاطین کو کوئی آسمانی خبر نہ سننے دے، مگر یہ بات اس کی

حکمت کے موافق تھی اس لئے اللہ نے ایسا نہیں کیا۔

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا ۖ وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ ۖ وَابْتَنَيْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کی چیز ایک

مَوْزُونٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَاشٍ ۖ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرُزْقِينَ ۝

معین مقدار سے لگائی۔ اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی

وَمَنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ ۖ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝

نہیں دیتے اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے ہیں اور ہم اس کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پھر اس کو چاروں طرف دور دور تک پھیلا دیا، اور جب یہ لرزے اور ڈگمگانے لگی تو اس میں اونچے اونچے بھاری پہاڑوں کی میخیں گاڑ دی جس سے اس کا ڈگمگانا بند ہو گیا اور پھر اس میں ضروریات کی تمام چیزیں ایک معین مقدار میں لگائیں جن سے تم بھی اپنی ضرورت پوری کرتے ہو اور تمہارے نوکر اور جانور بھی جن سے فائدہ تم حاصل کرتے ہو اور روزی ان کو خدا پہنچاتا ہے، ہر حال خدا نے تعالیٰ کے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں وہ اپنی حکمت کے مطابق جو چیز جتنی مقدار میں پیدا کرنا مناسب سمجھتے ہیں پیدا فرمادیتے ہیں۔

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ فَاسْقَيْنَاكُمُوهُ ۖ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ

اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو کہ بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں

بِخَزَائِنٍ ۝

پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے۔

پانی پہونچانے کا خدائی نظام | اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ وہ کس عجیب و غریب نظام سے سمندر کے

پانی کو روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں، جنوں اور جانوروں کو پہونچاتا ہے کہ پہلے سمندر میں بخارات پیدا فرماتے جن سے بارش کا مواد (مان سون) پیدا ہوا اوپر سے ہوائیں چلائیں جو اس کو بادل کی شکل میں تبدیل کر کے پانی سے بھرے ہوئے پہاڑوں جیسے جہاز بنا دیں پھر پانی سے بریزان ہوائی جہازوں کو دنیا کے ہر گوشے میں جہاں جہاں پہونچانا ہے پہونچا دیں پھر اللہ نے جس خطہ زمین پر جتنا پانی ڈالنے کا حکم دیا اس کے مطابق یہ خود کار ہوائی جہاز وہاں جا کر پانی برسا دیں۔

بادلوں سے برسا ہوا پانی، نہروں، چشموں، کنودوں اور تالابوں میں جمع ہو کر ہر وقت تمہارے کام آتا ہے جس سے تم اپنے کھانے پینے، نہانے دھونے، اپنے جانوروں کو پلانے کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرنے میں استعمال کرتے ہو، خدائے رحیم و کریم کی مہربانی دیکھئے اس نے سمندری گندے کھارے پانی کو اپنے بندوں کیلئے کیسا صاف شفاف اور لذیذ شیریں بنا دیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا، اے لوگوں! بارش تمہارے اختیار میں نہیں، اللہ جب چاہے برسائے نہ تم روک سکتے ہو اور نہ اپنی خواہش کے مطابق لا سکتے ہو، اور اسی طرح کنودوں اور چشموں پر بھی تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ ان کا پانی خشک کر دے یا زیادہ نیچے اتار دے تو تمہاری بیوپاشی سے باہر ہو جائے بس یہ اللہ ہی کا اپنے بندوں پر احسان و کرم ہے کہ وہ ان کی ضرورت کو پورا فرماتا ہے۔

وَلَا تَأْتِي السُّبْحَ نَجْمٌ وَ نُجُيْتُ وَ نَحْنُ الْوَارِثُونَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی رہ جائیں گے اور ہم تمہارے انگوں

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ

کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو محسور فرمائے گا

إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝

بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں کہ ہم ہی تمام مخلوقات کو زندہ کرتے ہیں یعنی وجود بخشتے ہیں اور ہم ہی تمام مخلوقات کو مارتے ہیں یعنی ان کا وجود ختم کر دیتے ہیں، آخر صرف ہم ہی باقی رہنے والے ہیں اور ہم تمہارے انگوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی، یعنی اگلا پچھلا کوئی شخص بھی، یا اس کے اعمال حق تعالیٰ کے احاطہ علم سے باہر نہیں اس کو ہر چیز کا تفصیلی علم ہے اسی کے مطابق دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے مطابق آخرت میں تمام مخلوقات کا انصاف کیا جائے گا، بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ بڑی علم و حکمت والا ہے۔

اقوال و تحقیق :- مستقدمین و مستأخریں میں ائمہ صحابہ رحمہ و تابعین سے مختلف تفسیریں منقول ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ انگوں اور پچھلوں سے عام مراد ہے چاہے موت و زندگی میں ہو یا اسلام میں یا نیک کاموں میں یا نماز و جہاد کی صفوں میں ہر سب کو شامل ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَبَاٍ مُسْنُونٍ ۝۱۱ وَاجْعَلْ خَلْقَهُ

اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا اور جن کو اس کے قبل آگ سے

مِنْ قَبْلُ مِنْ تَارِ السَّمُومِ ۝۱۲

کردہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کر چکے تھے۔

انسان و جن کی پیدائش

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انسان یعنی اس کی اصل حضرت آدمؑ کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے سے

بنی تھی پیدا کیا یعنی پہلے گارے کو خوب خمیر کیا کہ اس میں بو آنے لگی اس سے آدم کا پتلا بنایا، پھر گرم ہواؤں نے اسے سکھایا اور وہ کھن کھن بولنے لگا جیسا کہ مٹی کے برتن چلکی مارنے سے بجا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جن کو یعنی اس کی اصل ابوالجان کو ہم آدم علیہ السلام سے پہلے آگ سے جو کہ ایک گرم ہوا سے بنی تھی پیدا کر چکے تھے، مطلب یہ ہے کہ ہوا کی حرارت کی شدت نے جلا کر اسکے ادھ سے مٹی کا اثر بالکل ختم کر دیا تھا، اسی شعلہ جیسی لپٹ سے اس کا جسم بنایا گیا، بہر حال انسان فلک کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں مٹی کا عنصر غالب تھا اور جنوں کا باپ ایسے مادے سے پیدا کیا گیا جس میں آگ کا عنصر غالب تھا، چونکہ انسان میں مٹی کا پورا اثر باقی رہا یعنی سختی بھی اور بوجھ بھی، سختی کی وجہ سے وہ آنکھوں سے دکھائی دینے لگا، اور بوجھ کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو زمین کے اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ اور چونکہ جن میں مٹی کے تمام اجزاء جل کر آگ کا شعلہ بن گئے جس میں نہ سختی ہے نہ بوجھ، اسی وجہ سے جن نہ دکھائی دیتے ہیں اور نہ زمین سے اونچا ہو کر ان کے لئے اڑنا کچھ مشکل ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَبَاٍ مُّسْنُونٍ ۝۱۱

اور وہ وقت یاد کرنے کے کہ جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے

مَسْنُونٍ ۝۱۲ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَلَفَخْتُ ۝۱۳ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوْا لَهُ سٰجِدِيْنَ ۝۱۴ فَسَجَدَ

ہوئے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں، سو میں جب اس کو یوں بنا چکوں اور اس میں اپنی جان ڈال دوں تو تم سب اس کے

الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَمِعُوْنَ ۝۱۵ اِلَّا ابْلٰیْسَ ۝۱۶ اَبٰی اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السَّٰجِدِيْنَ ۝۱۷ قَالَ

روحہ سجدہ میں گر پڑنا سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے اس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے

يَا بَلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السَّجْدِيْنَ ۝ قَالَ لَمَّا اَكُنْ لَا سَجْدَ لِبَشَرٍ

ساتھ شامل ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھ کو کون امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔ کہنے لگا کہ میں اس

خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا ۚ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝

نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بھتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا تو آسمان سے

وَ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلَیْ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ قَالَ رَبِّ فَانْظِرْنِیْ اِلَیْ یَوْمٍ

نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا تو بھر مجھ کو مہلت دیجئے

یُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ اِلَیْ یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝

قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تو تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا اے میرے رب بسبب اس کے کہ

قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِیْ لَا زَیْنَ لَہُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَا غَیْبَتُہُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا اور اس سب کو گمراہ کروں گا

اِلَّا عِبَادَکَ مِنْہُمْ الْمَخْلَصِیْنَ ۝ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَیْ مُسْتَقِیْمٍ ۝ اِنَّ عِبَادِیْ

بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے دائمی

لَیْسَ لَکَ عَلَیْہُمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝ وَاِنَّ جَہَنَّمَ

میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں تیری راہ پر چلنے لگے اور ان سب سے

لَمَوْعِدُہُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۙ لِکُلِّ بَابٍ مِنْہُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝

جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں۔

تفسیر:- اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک بشر (یعنی اس کے پتلے) کو بھتی ہوئی مٹی سے جو سڑے

ہوئے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں، پس جب اس کا جسم مکمل بنا چکوں اور اس میں

اپنے حکم سے روح ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا، بہر حال جب وہ مٹی کا بدن ہر طرح

الٰی یوم الوقت المعلوم، یعنی اس وقت تک مہلت ہوگی جو اللہ کو معلوم ہے مراد یہ ہے کہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک

جس سے تمام مخلوق مرجائے گی تجھے مہلت ہے دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے وقت تک جس سے لوگ اٹھائے

جائینگے تجھے مہلت نہیں دی جاسکتی، بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں صور پھونکنے کی درمیانی مدت چالیس سال ہوگی اسی مدت میں ابلیس کی موت ہوگی

سے درست ہو گیا، اور اس میں اللہ نے روت ڈال دی تو حکم خداوندی کے مطابق تمام فرشتوں نے اس کو سجدہ کیا مگر ابلیس لعین نے سجدہ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا اے ابلیس لعین تو نے کس وجہ سے سجدہ نہیں کیا اس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ حقیر و ادنیٰ مادہ سے بنے ہوئے بشر کو سجدہ کروں کیونکہ اس کو مٹی سے بنایا گیا ہے اور میں آگ سے بنایا گیا ہوں، آگ مٹی سے افضل و اعلیٰ ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ و ادنیٰ کو سجدہ کرے۔ کم بخت نے یہ نہ سمجھا کہ یہ حکم ربی ہے، اعلیٰ و ادنیٰ کے فلسفہ میں پھنس کر رب دو جہاں کی نافرمانی کر بیٹھا اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا بس تو نکل جا یہاں سے (یعنی جنت سے) یا آسمان سے یا فرشتوں کے فراہزار (گروہ سے) بس تو اس حرکت کی وجہ سے مردود ہو گیا ہے، اور بلاشبہ تجھ پر میری لعنت قیامت تک رہے گی حکم الحاکمین کا یہ فیصلہ سن کر ابلیس لعین کی آنکھیں بھی کھل گئیں، اس نے سوچا یہ ذلت مجھے آدمؑ کی وجہ سے ملی ہے پس میں آدمؑ اور اس کی اولاد کو مزاحم کھا کر چھوڑوں گا، ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ آپ مجھے قیامت تک کے لئے ہلاکت دیجئے کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں، مردوں نہیں، اللہ پاک نے اس کو مہلت دیدی کہنے لگا اے رب جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی اسی طرح اولاد آدمؑ کو گناہوں کی ترغیب دوں گا اور خواہشات نفسانی کے حسین حال میں پھنسا کر تیری خوب ان سے نافرمانیاں کراؤں گا، میری کوشش تو یہی ہوگی کہ تمام اولاد آدمؑ کو گمراہ کر دوں مگر جو تیرے مخلص بندے ہوں گے جن کو تو نے ہدایت کر دی ہے، ان پر میرا بس نہ چلے گا وہ میرے مکر و فریب سے محفوظ رہیں گے، اللہ نے فرمایا بلاشبہ بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں جو بندے اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہی اے مردود تیرے مکر و فریب سے محفوظ رہیں گے اور جو خواہشات نفس اختیار کر کے تیری پیروی کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے۔

جہنم کے سات دروازے اور ان کے نام

بعض مفسرین نے جہنم کے سات دروازوں کو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کے سات دروازے اوپر نیچے سات طبقات کے اعتبار سے ہیں، حضرت علیؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ دوزخ کو اوپر نیچے بنایا گیا ہے اور جنت کو پھیلا یا گیا ہے یعنی جنت کے اوپر جنت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے سات دروازوں کے یہ نام منقول ہیں جہنم، سقر، لعلی، محطہ، سقر، جہیم، ہوہ جہنم ایک خاص طبقہ کا نام ہے، اور ساتوں طبقوں کے مجموعہ کو بھی جہنم کہتے ہیں، ان ساتوں طبقات میں الگ الگ قسم کے مجرم رہیں گے پہلے طبقہ میں گنہگار مسلمان ہوں گے جن کو بعد میں نکال لیا جائے گا اور دوسرے طبقہ میں وہ نافرمانی

حضرت آدمؑ کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے وغیرہ کے مضامین کو یہاں مختصراً لکھا گیا ہے کیونکہ ان کی تفصیل سورہ بقرہ اور سورہ اعراف میں گذر چکی ہے

ہوں گے جو محمد عربیؐ کے تشریف لانے کے بعد عیسائیت پر قائم رہے، آپ کی نبوت کا اقرار نہیں کیا، تیسرے درجہ میں دو پہ دی ہوں گے جو دین موسوی کا زنا ختم ہو جانے کے بعد بھی اس پر قائم رہے نئے نبی کا اتباع نہیں کیا، چوتھے طبقہ میں صابی ہونگے، پانچویں میں مجوسی اور چھٹے میں مشرک و کافر، اور ساتویں میں منافق ہوں گے۔

جنت کے آٹھ دروازے | حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ جس طرح جہنم کے سات دروازوں میں سات قسم کے مجرم الگ الگ جائیں گے اسی طرح جنت کے

سات دروازوں میں الگ الگ قسم کی نیکی کرنے والے مومن جائیں گے اور آٹھویں دروازہ سے وہ صاحب ایمان جائیں گے جو اپنے اعمال کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ کے فضل و کرم کی وجہ سے جنت کے مستحق ہوں گے

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي

بے شک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غَلٍ اِخْوَانًا عَلٰٓى سُرُرٍ مُّتَقَبِلِيْنَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ

کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کسب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آنے والے بیٹھائیں گے وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف

وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝ نَبِيُّ عِبَادِيَ اِنِّىْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنْ عَذَابِىْ

نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا بھی ہوں اور

هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے

مخلصین کا مقام جنت ہے | اس سے پہلی آیات میں شیطان کی پیروی کرنے والوں کا انجام بیان

ہوا کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، ان آیات میں مخلص بندوں کے متعلق بیان ہے کہ ان کا مقام و ٹھکانہ جنت ہے، ارشاد

ہے جو لوگ کفر و شرک اور گناہ و سرکشی سے پرہیز کریں گے وہ اپنے مرتبے کے لحاظ سے جنت کے سرسبز اور مہربان

باغات میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ اور سلیقہ سے لذت و شیریں پانی کے چشمے اور نہریں بہتی ہوں گی جو نہایت

حسین و دلکش منظر پیش کریں گی۔

مخلصین بندوں سے کہا جائیگا کہ تم امن و سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ اب تمہیں کبھی بھی

کسی بھی قسم کی پریشانی اور فکر نہ ہوگی، اور ان کے دلوں سے اللہ تعالیٰ آپس کا حسد و بغض اور کینہ ختم کر دیں گے

وہ جنت میں بالکل صاف دل ہو کر داخل کئے جائیں گے، آپس میں بھائی بھائی کی طرح الفت و محبت سے

رہیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور گاد نکلیں گے سے سجے ہوئے تختوں پر بیٹھ کر آمنے سامنے

آپس میں ملاقات و گفتگو کریں گے، غرضیکہ جنت میں نہ کسی قسم کی تکلیف و تکلیف ہوگی اور نہ جنت سے نکلنے کی فکر دامن گیر ہوگی کیونکہ یہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، حدیث پاک میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائیگا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہ ہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی موت نہ آئے گی اور ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بڑھاپا نہ آئے گا اور ہمیشہ بےس رہو گے کبھی نہ نکالے جاؤ گے۔

شان نزول

نبی عبادیؐ اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تو تمہیں بنستے ہوئے دیکھ رہا ہوں (یعنی تم اللہ کے عذاب سے غافل ہو اور ہنس رہے ہو) یہ فرما کر واپس چل دیئے اور پھر پچھلے قدم واپس تشریف لائے، فرمایا میں یہاں سے نکل کر حجر اسود تک ہی پہنچا تھا کہ حضرت جبریلؑ تشریف لے آئے اور انھوں نے کہا، اے محمد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں کو تم کیوں ناامید کرتے ہو، غرضیکہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے بندوں کو اطلاع دیدیجئے کہ میں بڑا مغفرت و رحمت والا بھی ہوں، اور دردناک سزا دینے والا بھی، اللہ نے اپنی دونوں صفوں کو ظاہر فرمادیا تاکہ ایمان پر ہیزگاری کی رغبت ہو اور کفر و معصیت سے خوف پیدا ہو۔

وَنَبِّئُهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۖ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ

در آپ کو ابراہیم کے مہمانوں کی بھی اطلاع دے دیجئے جب کہ وہ ان کے پاس آئے پھر انھوں نے السلام علیکم کہا، ابراہیمؑ وچلوں ۝ قالوا لا توجلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ قَالَ اَبَشِّرْهُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ

کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں، انھوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا مَسْنٰی الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ قَالُوْا اَبَشِّرْكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَآ تُكَنَّ مِنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝

ابراہیمؑ کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو وہ بولے کہ ہم یہ کہہ رہے تھے قَالَ وَمَنْ يَّقْنُطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّالُّوْنَ ۝ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا

کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے، بزرگوار لوگوں کے الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اِلَّا اَل لُّوْطُ ۖ اِنَّا

فرمانے لگے کہ اب تم لو کیا ہم پر پیش ہے اے فرشتو، فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر لوط کا خاندان لَمَنْجُوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا اَمْرًاۤ اَتَتْهُ قَدْرُنَا ۖ اِنَّا هَاۤ اِلَيْنَا الْغٰیِبِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَاءَ اَلْ

کہ ان سب کو بچالیں گے بجز ان کی بی بی کے کہ اسکی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ فردا ہی قوم مجرم میں رہ جاوے گی پھر جب

لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ ۝ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا

دہ زشتے خاندان لوط کے پاس آئے کہنے لگے کہ تم تو اجنبی آدمی ہو انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر

فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ وَآتَيْنَكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۝ فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعِ

آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں سو آپ

مِنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ۝

رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لیکر چلے جائیے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کے بھی نہ دیکھے

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَهُمْ لَوْلَاءٌ مَّقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ۝

اور جس جگہ تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا اور تم نے لوط کے پاس حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان کی بالکل جڑ ہی کٹ جاوے گی

ان آیات پاک میں ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ان لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہانوں کے قصہ

کی خبر سنائیجئے، ان بہانوں نے آکر حضرت ابراہیمؑ کو سلام

حضرت ابراہیمؑ و لوطؑ کے یہاں
فرشتوں کی تشریف آوری

کیا حضرت ابراہیمؑ نے ان کے لئے کھانا تیار کیا مگر انہوں نے نہیں کھایا کیونکہ وہ فرشتے تھے ان کو ان کی شکل

میں بھیجا گیا تھا اس سے حضرت ابراہیمؑ خوفزدہ ہوئے، کیوں کہ کھانا نہ کھانے کا مطلب یہ تھا کہ یہ مخالف اور

دشمن ہیں تبھی تو کھا نہیں رہے ہیں، انہوں نے کہا آپ خوفزدہ نہ ہوں، کیونکہ ہم فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب

سے آپ کو ایک ایسے فرزند کی خوشخبری دینے آئے ہیں جو بہت بڑا عالم ہوگا یعنی نبی ہوگا مراد اس سے حضرت

اسحاقؑ ہیں۔ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے لڑکے کی خوشخبری حضرت ابراہیمؑ کو عجیب سی معلوم ہوئی، لہذا

دوبارہ دریافت کیا کہ کس چیز کی خوشخبری دیتے ہو، فرشتوں نے کہا واقعی ہم آپ کو لڑکا ہونے کی خوشخبری

دیتے ہیں، آپ ناامید نہ ہوں، یہ سنکر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا، میں اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں یا یوسا

و ناامیدی تو گمراہ لوگوں کو ہوا کرتی ہے جو حق تعالیٰ کو نہیں مانتے۔

ان کی فطرت ہے کہ اسے جب کسی خوشخبری کی خبر چاہا کہ کئی ہے تو باوجود یقین آجانے کے اسے خوب

یہ قصہ مکمل تفصیل کے ساتھ سورہ ہود پارہ ۱۵ آسان تفسیر صفحہ ۳۲ تا ۳۷ پر گزر چکا ہے، ایک بار

پھر سے اسکو پڑھ لیا جائے، کیونکہ یہاں ہم نے مختصر طور پر ان آیات کے ضمن میں جس قدر واقعہ آیا ہے اسی کو

بیان کیا ہے (محمد یعقوب غفرلہ و لوالدیہ)

کھول کھول کر معلوم کرتا ہے، اور رب و لہجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے تاکہ خبر خوب واضح ہو کر سامنے آجائے، نیز ایسی خبر کو بار بار سننے میں خوشی ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم ؑ نے قرآن اور نور نبوت سے محسوس کر لیا کہ یہ فرشتے کسی اہم کام کیلئے آئے ہیں چنانچہ ان سے فرمایا کہ تم صرف یہ خوشخبری ہی سنانے آئے ہو یا اور کسی ہم پر مامور کر کے بھیجے گئے ہو، فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم ایک مجرم قوم یعنی قوم لوط کو ہلاک کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں مگر حضرت لوطؑ اور ان کے سب گھر والوں کو ہم بچالیں گے۔ انگریز ان کی بیوی نہ بچ سکے گی وہ اسی مجرم قوم میں رہے گی اور بالآخر ان ہی کے ساتھ ہلاک ہو جائے گی۔

اس کے بعد فرشتے خاندان لوط کے پاس پہنچے چونکہ یہ انسانی شکل میں تھے اس لئے حضرت لوطؑ نے ان سے فرمایا کہ تم اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو، یعنی میں نے تم کو نہیں پہچانا، مجھے تمہاری طرف سے ڈر ہے دیکھو یہاں کے لوگ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، تم اس شہر کے لوگوں کی بُری عادت سے واقف نہیں، یہ اجنبی لوگوں کو بہت پریشان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ آپ فکر مند ہوں ہم آدمی نہیں بلکہ فرشتے ہیں، آسمان سے وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ آپ سے جھگڑا کرتے تھے یعنی ہلاک کر دینے والا عذاب، جس سے آپ اپنی قوم کو ڈراتے تھے اور یہ اس کا انکار کرتے تھے آج یہ بات سچ ہو کر رہے گی یقیناً یہ لوگ ہلاک کر دیئے جائیں گے، آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کسی حصہ میں اس بستی سے لیکر نکل جائیے اور آپ سب کے پیچھے رہے تاکہ اطمینان رہے کہ کوئی رہ تو نہیں گیا یا راستہ سے واپس تو نہیں ہوا، اور آپ کے رعب کی وجہ سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھے گا جیسے کہ آپ سے فرمایا گیا ہے کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور اس طرح جس جگہ آپ کو جانے کا حکم دیا گیا ہے وہاں تشریف لے جائیے۔

حضرت تھانویؒ نے تفسیر درمنثور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان حضرات کو ملک شام ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے واسطے سے حضرت لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی یہ قوم بالکل تباہ و برباد ہو جائیگی

وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝

اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے لوطؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے یہاں ہیں سو مجھ کو نصیحت

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ ۝ قَالُوا أَوْلَمْ تَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ قَالَ هَؤُلَاءِ

مت کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں سے منع نہیں کر چکے لوطؑ نے فرمایا

بَنِيَّ إِنْ كُنْتُمْ فُعَلِينَ ۝ لَعَنَكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

فَاَخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

پس سورج نکلنے نکلنے ان کو آواز سخت نے آدایا پھر ہم نے ان بستیوں کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور ان لوگوں پر

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ وَاِنَّهَا

لکڑی کے پتھر برسا کر شروع کر دیئے اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لئے اور یہ بستیاں

لِّسَبِيلٍ مُّقِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں، ان بستیوں میں اہل ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے۔

قوم لوط کی گندی خصلت

قوم لوطؑ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوطؑ کے یہاں بڑے حسین و جمیل اور خوبصورت لڑکے آئے ہیں تو وہ اپنی گندی خصلت کی وجہ سے بڑے

خوش ہوئے، اور دوڑے ہوئے ان کے مکان پر آکر حضرت لوطؑ سے مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو، حضرت لوطؑ نے فرمایا یہ لڑکے میرے یہاں ہیں ان کو پریشان کر کے مجھے عام لوگوں میں رسوا مت کر دو کیونکہ یہاں کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہوتی ہے، اگر تمہیں ان پردیسیوں پر رحم نہ آیا تو کم از کم میرا خیال کر دو کہ میں تمہاری بستی کا رہنے والا ہوں، نیز جو ارادہ تم کر رہے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا سبب ہے بس تم اللہ سے ڈرو اور یہ بے حیائی کا کام چھوڑ دو اور مجھ کو ان مہانوں کی نظر میں رسوا و ذلیل مت کر دو، یہ بد بخت کہنے لگے ہم آپ کو رسوا نہیں کرتے بلکہ آپ خود رسوا ہوتے ہو جب ہم منع کر چکے کہ تم کسی اجنبی کو پناہ مت دو اور نہ اپنا مہان بناؤ، ہم کو اختیار ہے کہ باہر سے آنے والوں کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں پھر آپ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ ان لڑکوں کو اپنا مہان بنا کر رسوائی مول لی، حضرت لوطؑ نے ان سے فرمایا آخر تم کو حرام کاری میں مبتلا ہونے کی ضرورت کیا ہے جبکہ تمہاری بیویاں جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں وہ تمہارے گھروں میں موجود ہیں اگر

اقوال و تحقیق

لَعَمْرُكَ اِنَّ قُرْآنَ کَرِیْمٍ مِّیْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی نے اپنے پیارے نبی محمد عربیؐ کی جان کے علاوہ کسی کی جان کی قسم نہیں کھائی کیونکہ قسم اس چیز کی کھائی جاتی ہے جو اپنی جیسی چیزوں میں سب سے زیادہ اہم ہو، ظاہر ہے کہ تمام جانوں میں سب سے زیادہ عزیز جان اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيْمٍ ۝ قوم لوط کی لٹی ہوئی بستیاں عرب سے شام کو جانے والے راستہ پر اردن کے علاقہ میں آج بھی موجود ہیں۔

علیہ اس واقعہ کی بھی مکمل تفصیل سورہ اعراف آسان تفسیر پارہ ۱۵ صفحہ ۱۷ پر گزر چکی ہے اس کو وہاں دیکھا جائے۔

تم میرا کہنا تو اپنی میویوں سے جائز اور شریفانہ طور پر اپنی جنسی خواہش پوری کرو، کیسی بے عقلی کی بات ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیز کو چھوڑ کر حرام اور گندی چیز کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی قسم کھا کر فرمایا کہ قوم لوط غفلت و سستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہو گئی تھی وہ بڑی لاپرواہی سے حضرت لوطؑ کی نصیحت کو ٹھکرا رہے تھے وہ اپنی طاقت کے نشہ میں انجام سے غافل ہو کر اپنے پیغمبر سے جھگڑ رہے تھے انھیں نہیں معلوم تھا کہ صبح تک کیا خسر ہو گیا ہے بس سورج نکلنے نکلنے ان کو سخت آواز نے آدبایا، بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ چیخ حضرت جبریلؑ کی تھی، قرآن میں یہاں مُشْرِقِیْن اور اس سے پہلے مُصْبِحِیْن فرمایا گیا ان دونوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہو جائیگا اور اشراق تک سب کا خاتمہ ہو جائیگا۔

بہر حال حق تعالیٰ شانہ نے ان کی بستیوں کی زمین کو اٹ کر اوپر کا تختہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دیا اور اس قوم کے اوپر کسکر کے پتھر برسانا شروع کئے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس واقعہ میں بہت سے نشانات ہیں اہل بصیرت کیلئے، مثلاً اول یہ کہ بُرے کام کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے، اگر کچھ مہلت اور ڈھیل مل جائے تو اس پر مغرور نہ ہو، دوم یہ کہ اللہ کی قدرت کے سامنے تمام طاقتیں فیل ہیں، سوم یہ کہ دائمی اور اصل راحت و عزت اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں ہے۔

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ۖ فَانْتَقِمْنَا

اور بن داہے بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے بدلہ لیا

مِنْهُمْ ۖ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝

اور دونوں کی بستیاں صاف سڑک پر ہیں

قوم شعیب کی تباہی

بن کے رہنے والے یعنی قوم شعیب ظالم تھے ان لوگوں کا گناہ شرک و بت پرستی ڈاکہ زنی و غارتگری، ناپ تول میں کمی، اور دھوکہ و فریب بازی تھا اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی طرح تباہ کیا، حجاز و شام کے جس راستے پر لوط کی بستیاں تھیں وہیں ذرا نیچے اتر کر ان کی بھی بستیاں تھیں، ان دونوں قوموں کے کھنڈرات عام راستہ پر ہیں جو آنے جانے والوں کو

{ اقوال و تحقیق } ایچہ بمعنی بن یعنی گنے جنگل کو کہتے ہیں اس سے مراد قوم شعیب ہے جو شہر مدین میں رہتے تھے جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا، کچھ دہاں رہتے ہوں گے اسلئے اصحاب ایکہ مدین سے ایک ہی قوم مراد ہے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ دونوں قومیں الگ الگ ہیں حضرت شعیب علیہ السلام دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

صاف نظر آتے ہیں۔

قوم شعیب کا پورا واقعہ سورہ ہود پارہ ۱۲ آسان تفسیر ۲ پر گزر چکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحَجَرِ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَآتَيْنَهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا

اور حجر والوں نے پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں

عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ۝

سو وہ لوگ ان سے روگردانی کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھرناتے تھے کہ امن

فَاخَذَتْهُمْ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ ۝ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

میں رہیں سوان کو صبح کے وقت آواز سخت نے آپکڑا سوان کے ہنران کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

قوم ثمود کی بربادی

حجر والوں سے مراد قوم ثمود ہے جنہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا، ایک نبی کا جھٹلانا گویا کہ تمام نبیوں کا انکار کرنا ہے اسی لئے یہاں

قرآن کریم فرما رہا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا، بہر حال حضرت صالح ؑ کی نبوت کے دلائل مثلاً اوٹنی کا پتھر کی چٹان سے پیدا ہونا وغیرہ دیکھنے کے بعد انہوں نے ان کو جھٹلایا یہ قوم اپنی دنیوی زندگی پر بڑی مغرور تھی اور گویا انہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہمیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے اسی لئے وہ پہاڑوں کو تراش کر اس میں بڑے عالی شان مکانات بناتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان مضبوط مکانوں میں ہم پر کوئی آفت نہیں آئے گی مگر ان کی نافرمانی و سرکشی پر آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا اور ایک سخت چٹخ اور بیت ناک زلزلے نے ان کو تباہ و برباد کر دیا، ان کی جسمانی و مالی طاقت اور مضبوط و مستحکم مکانات کچھ حفاظت نہ کر سکے، یہ واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ آسان تفسیر پارہ ۱۵، ۱۶ اور پارہ ۱۷ پر گزر چکا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ السَّاعَةَ

اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا اور ضرورت قیامت

لَآتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ۝

آنے والی ہے، سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے

تفسیر :- ارشاد ہے کہ ہم آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بغیر کسی حکمت و مصلحت کے پیدا نہیں کیا بلکہ ان میں ایک خاص حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ ان کے پیدا کرنے والے کے وجود

اور اس کی قدرت کو سمجھیں اور اس کے احکامات کی پیروی کریں، اور جو یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی اس کی ذات کو نہ مانے اس کی نافرمانی کرے تو اس کو سزا دے، ظاہر ہے کہ پوری سزا دنیا میں نہیں دی جاتی، لہذا اس کا تقاضیہ ہے کہ پوری سزا کے لئے کوئی دوسرا وقت اور جگہ متعین ہے اور اس کا نام ہے قیامت، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت ضرور آنے والی ہے وہاں سب کو پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپ غم نہ کیجئے اور نافرمانوں کی ظلم و زیادتی پر صبر کیجئے اور ان کی شرارت و گستاخی کو درگزر کیجئے بلاشبہ آپ کا رب سب کچھ جاننے والا ہے اس کو ان کی شرارت اور آپ کے صبر کی مکمل خبر ہے وہ قیامت کے دن ان سب کو پوری پوری سزا دے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکر پر مبنی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا آپ اپنی آنکھ اٹھا کر اس

إِلَّا مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَخَفَضْ جَنَاحَكَ

چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور سمانوں پر

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ

شفقت رکھئے اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں جیسا ہم نے ان لوگوں پر نازل کیا ہے

الْمُقْتَسِبِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسُتْنَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

جنہوں نے حصے کر کے تھے، یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دینے تھے سو آپ کے پروردگار کی قسم ہم ان سب سے ان

عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

کے اعمال کی موزر باز پرس کریں گے۔

انعام خداوندی | ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مخالفین

اسلام کے معاملہ کو دیکھ کر غمگین نہ ہوں بلکہ ہمارا معاملہ دیکھ کر مطمئن ہو جائیے کہ ہم

نے آپ پر کس قدر عظیم انعام فرمایا کہ آپ کو سات آیتیں عطا فرمائیں جو ہر نماز اور ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں

اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے، حدیث پاک میں ہے کہ حق تعالیٰ نے توریت، انجیل، زبور کسی بھی کتاب

میں سورۃ فاتحہ کا مثل نازل نہیں فرمایا، سورۃ فاتحہ پورے قرآن کا خلاصہ اور پنجوڑ ہے، پورا قرآن اس

کی شرح و تفسیر ہے، اسی وجہ سے اس سورہ کا دوسرا نام اُمُّ الْقُرْآن بھی ہے، بہر حال آپ کو سورۃ فاتحہ

اور قرآن مقدس جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ مشرکین، یہود و نصاریٰ اور مجوسی اور دوسرے دشمنان خدا و رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان دیا گیا ہے آپ اس کی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دیدیا گیا جس سے ان کی شرارت و بد بختی اور بڑھ گئی، یہ دولت اگر مسلمانوں کو ملتی تو اچھے راستے میں خرچ ہوتی۔ فرمایا گیا کہ آپ ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیں ان کو چند روز مزے اڑالینے دیجئے، بس آپ تو مومنین کے ساتھ شفقت و ہمدردی اور مہربانی کا برتاؤ رکھئے اور دعوت و تبلیغ جو آپ کا منصبی فرض ہے اس کو ادا کرتے رہئے اور صاف طور پر کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا تم کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں، اے لوگو ایسا ہی عذاب تم پر بھی نازل ہو سکتا ہے جیسا کہ ان لوگوں پر نازل ہوا جنہوں نے آسمانی کتاب کے مختلف حصے کر رکھے تھے، بعض کو مانتے تھے بعض کا انکار کرتے تھے، اس سے مراد یہودی و عیسائی ہیں، انہوں نے قرآن کریم کے دو حصے کر رکھے تھے ایک حصہ وہ جو تورات و انجیل کی تعلیمات کے مطابق تھا اس کو حق کہتے تھے اور اس کی تصدیق کرتے تھے اور دوسرا وہ حصہ جو تورات و انجیل کے موافق نہیں تھا اس کو باطل کہتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے، قرآن کا انکار اور نبی کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ان پر دنیا میں بھی عذاب بھیجا گیا اور ان کی موتیں مسخ کر کے بندر و خنزیر بنادیا گیا، قید کئے گئے، قتل ہوئے، ذلت و رسوائی کا شکار ہوئے وغیرہ غرضیکہ جس طرح ان پر عذاب آیا اسی طرح اے دشمنان خدا و رسول تم پر بھی عذاب آ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ ہم تمام مخالفین سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے کہ تم نے کفر و شرک کیوں کیا؟ قرآن کا انکار کیوں کیا؟ ہمارے نبی کو کیوں جھٹلایا؟ وغیرہ اور پھر ان کو ان کے کئے کی سزا دی جائے گی۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۷﴾ اِنَّا كَفَيْنَاكَ

غرض آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنائیے اور ان مشرکین کی پرہیزگاری نہ کیجئے۔ یہ لوگ جو ہنستے ہیں اور اللہ

الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۸﴾ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۹﴾

تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۱۰﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ

اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جراتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں، سو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و

مِنَ الشَّجِدِينَ ﴿۱۱﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۱۲﴾

تحمید کرتے رہئے اور نماز پڑھنے والوں میں رہئے اور آپ اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

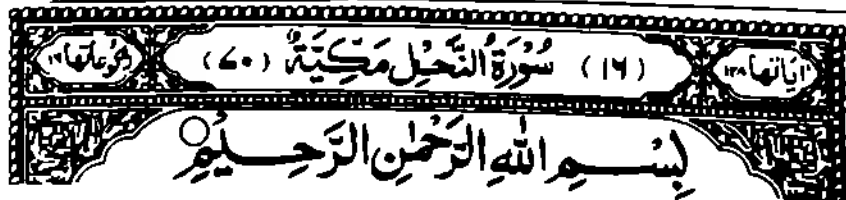
ان آیات میں ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دین اسلام کی اشاعت
تفسیر: و تبلیغ کھلم کھلا کیجئے، مخالفین اسلام سے نہ ڈریئے ان شریر گستاخوں سے ہم نمٹ لیں گے
اور ان کے کفر و شرک اور آپ کا اور دین اسلام کا مذاق اڑانے کی سزا جلد دیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عبادہ سے مروی ہے کہ اس آیت فاصدع بما توؤمرانہ کے نازل ہونے سے پہلے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضہ چھپ چھپ کر عبادت اور تلاوت کرتے تھے اور تبلیغ کا سلسلہ
بھی پوشیدہ طور پر ایک ایک دود و فرد کے ساتھ جاری تھا، کیونکہ کھلم کھلا کرنے میں کفار کی تکالیف پہنچانے
کا خطرہ تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذاق اڑانے والوں اور تکالیف پہنچانے والے کفار کی تکالیف سے
محفوظ رکھنے کی خود ذمہ داری سنبھالی ہے، اس لئے اب بے فکری کے ساتھ کھلم کھلا تلاوت و عبادت اور دعوت
و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ کفار و مشرکین کی شرارت
دگستاخی سے آپ تنگدل ہوتے ہیں، آپ کو گھٹن ہوتی ہے جو کہ ایک طبعی بات ہے، پس اس سے بچنے کا علاج
یہ ہے کہ آپ کفار کی طرف سے توجہ ہٹا کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیئے اور اس کی تسبیح و تحمید میں مشغول
ہو جائیئے، اور جب تک دم میں دم ہے اللہ کے ذکر و عبادت میں مصروف رہئے، حضرت مولانا اشرف علی
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذکر و عبادت میں اجر و ثواب کے علاوہ یہ خاصیت بھی ہے کہ رنج و غم اور تکلیف
و مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی اہم کام کی فکر
دامن گیر ہوتی تو آپ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

جب کسی انسان کو اپنے مخالفین سے کوئی تکلیف پہنچے اور اس سے تنگدلی ہو تو
تنگدلی کا علاج اس کا روحانی علاج یہ ہے کہ ذکر و تسبیح اور عبادت خداوندی میں مشغول ہو جائے
اللہ تعالیٰ خود اس کی تکلیف و تنگدلی کو دور فرما دیں گے۔

الحمد لله سورة حاجر کی تفسیر بحسن و خوبی تکمیل کو پہونچتی



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَنۡ اَمَرُ اللّٰهُ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۚ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرٰکُوْنَ ۝۱ یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا

خدا نے تعالیٰ کا حکم آپہنچا سو تم اس میں جلدی مت بجاؤ وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور بہتر ہے وہ فرشتوں

الْمَلِكَةِ بِالزُّوجِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادَةٍ أَنْ أُنْذِرُ مَا

کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں نازل فرماتے ہیں یہ کہ خسر دار کر دو کہ میرے سوا

أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۝

کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

سورۃ نحل کی وجہ تسمیہ

اس سورت کا نام نحل اس لئے رکھا گیا کہ اس میں نحل یعنی شہد کی مکھی کا ذکر قدرت کی عجیب و غریب صنعت کے بیان کے سلسلہ میں ہوا ہے۔

کفار و مشرکین کہا کرتے تھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اللہ کے عذاب سے اور قیامت سے ڈراتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر کی جماعت غالب و کامیاب ہوگی اور ان کے مخالفین مغلوب و ذلیل ہوں گے مگر ہمیں تو اس طرح کی کوئی بھی بات نظر نہیں آتی، ان آیات میں سے پہلی آیت میں اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا حکم آپہنچا تم جلد بازی مت کرو، اللہ کے حکم سے مراد ہے قیامت۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کچھ دور نہیں، جس چیز کا آنا یقینی ہوا ہے آئی ہوئی سمجھنا چاہئے، پس اگر قیامت میں اپنا انجام بہتر چاہتے ہو تو صرف ایک خدا کی بندگی کرو شرک سے باز آ جاؤ اور بلاشبہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات شرک سے پاک اور برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پیغمبری کیلئے منتخب کر کے اس کی طرف فرشتوں میں سے اعلیٰ منصب کے فرشتے (جبریل) کے ذریعہ وحی بھیجتے ہیں کہ وہ پیغمبر لوگوں کو خبردار کر دے کہ خدا کی ذات کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں بس اسی سے ڈرتے رہو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھیراؤ نہیں تو سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ تَعْلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ

آسمانوں کو اور زمین کو حُکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے ان کو نطفہ سے بنایا

مِنْ نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا

پھر وہ ایک کھلم کھلا حُجُوم نے لگا اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا

دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ

بھی سان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ شام

تَسْرَحُونَ ۱ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بُلُغِيهِ إِلَّا بِشَقِّ

کے وقت لاتے ہو اور جبکہ صبح کے وقت جھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ بھی ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو

الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَعَزِيزٌ ۚ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ

خفت میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ گئے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت والا اور رحمت والا ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے

لَتَرْكَبُوَهَا وَزِينَةً ۖ وَمِنْ خَلْقٍ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

بھی پیدا کئے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں ہے

تفسیر :- پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے کا بیان تھا، اب یہاں اس کی

وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ وہ ذات اس قدر عظیم اور زبردست قدرت والی ہے

کہ اس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو پیدا کیا اور وہ تمام معبودان باطل سے

پاک و بری اور بیزار ہے، اسی خدا نے انسان کو ایک حیرت انگیز منی سے وجود بخشا اور پھر اس کی رفتہ

رفتہ تربیت کر کے کامل و مکمل کر دیا جب یہ انسان ہر اعتبار سے مکمل ہو گیا تو اس نے اپنے پیدا کرنے والے

خالق و مالک کی ذات و صفات ہی کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا اور اس کی قدرت کا انکار کر کے

کہنے لگا کہ قیامت نہیں آئے گی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہارے فائدے کیلئے جانوروں کو پیدا فرمایا جن میں سے بعضوں کا

تم گوشت چربی، دودھ، دہی، مکھن گھی کھاتے ہو اور بعضوں کے بال یا اون سے سردی وغیرہ سے بچنے کے

لئے لباس اور کپڑے وغیرہ بناتے ہو اور بعضوں کی کھال سے مختلف قسم کی قیمتی چیزیں تیار ہوتی ہیں اور

بعضوں کے ذریعہ وزنی سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہو جس کو تم بغیر ان جانوروں

کی مدد کے بآسانی نہیں لے جاسکتے تھے، آگے فرماتے ہیں کہ ان جانوروں کے ذریعہ ہم نے تم کو عزت

بخشی چنانچہ جانور جب صبح کو چرنے کے لئے یا شام کو چر کر واپس گھر آتے ہیں تو اس وقت ایک

عجیب قسم کی چل پہل اور رونق ہوتی ہے جسے دیکھ کر مالک بھی خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ

اقوال و تحقیق :- سواری کے لئے قرآن کریم نے گدھا بھی شمار کرایا ہے، ہمارے یہاں اگر

اس پر سواری معیوب سمجھتے ہیں مگر عرب میں اس پر سواری کو برا نہیں سمجھا

جاتا کیونکہ وہاں کے گدھے نہایت قیمتی، بڑے قد والے، خوبصورت اور تیز رفتاری میں بعض ان

گدھوں کے سامنے گھوڑوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔

بھی کہ فلاں زمیندار کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانور دے رکھے ہیں۔

آخر میں فرمایا جن جانوروں کا ذکر اوپر کیا گیا ان کے علاوہ تمہارے فائدے اور ضرورت کی چیز حق تعالیٰ شانہ پیدا کرتے رہتے ہیں اور کرتے رہیں گے اس میں تمام سواریاں ریل موٹر ہوائی جہاز وغیرہ آگئے، اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان سواریوں کے نام بھی پہلے ہی بتلا دیتے مگر انسان ان کا تصور نہ کر سکتا اور بلاوجہ تشویش میں پڑتا، واقعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی شفیق و مہربان ہے۔

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِزُهُ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۰﴾

اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور بعض رستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو مقصود تک پہنچا دیتا۔

اس آیت پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ سیدھا راستہ یعنی دین اسلام جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث میں ثابت کر دیا ہے وہی اللہ تک پہنچتا ہے اور اسی کو اختیار کر کے انسان جنت کا مستحق ہو سکتا ہے اور جو راستے دین اسلام کے خلاف ہیں وہ ٹیڑھے ہیں ان پر چل کر اللہ تک پہنچنا ممکن نہیں یہ راستے جہنم میں لے جانے والے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام انسانوں کو سیدھے راستے پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتے مگر اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ اسی کو سیدھے راستے کی توفیق دیتے ہیں جو خود سیدھا راستہ اختیار کرنے کا ارادہ و کوشش کرے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ﴿۱۱﴾

وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس سے درخت ہیں جن میں تم

یُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ

جرتے چھوڑ دیتے ہو اس سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے بیشک اس میں

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ

سوچنے والوں کیلئے دلیل ہے اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو سحر بنایا اور ستارے

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهٖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۱۳﴾

اس کے حکم سے سحر ہیں، بے شک اس میں عقلمند لوگوں کے لئے چند دلیلیں ہیں اور ان چیزوں کو بھی جن کو تمہارے

وَمَا ذَرَأَا لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ

لئے اس طور پر پیدا کیا کہ ان کے اقسام مختلف ہیں بے شک اس میں سمجھدار لوگوں کے لئے دلیل ہے۔

يَذْكُرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو مسخر بنایا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں

وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِدَ ۚ فِيهِ

سے گہنا نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی چیرتی ہوئی چل

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَالْقَلْبُ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي أَنْ

جار ہی ہے اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور شکر کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تاکہ وہ

تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَعَلَيْتِ ۚ وَالنَّجْمِ هُمْ

تم کو لے کر ڈگمگانے نہ لگے اور اس نے نہریں اور رستے بنائے تاکہ منزل مقصود تک پہنچ سکو اور بہت سی

يَهْتَدُونَ ۝

نئی نیاں بنائیں اور ستاروں سے بھی لوگ رستہ معلوم کرتے، میرے

انعامات خداوندی

ان آیات میں بعض ان نعمتوں کا تذکرہ ہے جن سے انسان اور دوسری مخلوقات فائدہ حاصل کر رہی ہیں۔

سب سے پہلے پانی کا ذکر کیا، پانی اس قدر عظیم نعمت ہے جس پر انسان اور دوسرے جانوروں کی زندگی کا دار و مدار ہے، اسی پانی سے کھیتی ہو کر مختلف اناج، سبزیاں اور چارہ پیدا ہوتا ہے جس سے انسان و جانور اپنی بھوک مٹاتے ہیں، اسی پانی کے ذریعہ، زیتون کھجور انگور اور دوسرے میوے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسرا انعام حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ تمہارے فائدے کیلئے رات و دن اور چاند و سورج اور دوسرے ستاروں کو اپنی قدرت کے تابع کر رکھا ہے کہ وہ صحیح نظام کے ساتھ اپنا کام انجام دینے میں لگے ہوئے ہیں، جس سے تم اپنے تمام امور میں پورا فائدہ اٹھا رہے ہو، جس ذات نے ان آسمانی چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے، اسی نے تمہارے فائدے کیلئے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں اس میں تمام حیوانات، جادات، نباتات وغیرہ شامل ہیں

تیسرا انعام یہ کہ زبردست اور ہیبت ناک موہیں مارنے والے سمندر کو بھی اشیاء پاک نے اس کمزور انسان کے کام میں لگا رکھا ہے کہ اس میں مچھلی کا شکار کر کے تازہ اور لذیذ گوشت حاصل کرے اور اسی سمندر سے اعلیٰ درجہ کے قیمتی ہیرے جواہرات اور موتی نکالے اور ان سے اپنی من پسند زیورات تیار کرے، تمہاری کشتی سمندر کے پانی کو چیرتی ہوئی، اور موجوں کا رخ بدلتی ہوئی کس طرح منزل مقصود کی

طرف چلی جاتی ہے جس سے تم ایک جگہ سے دوسری جگہ مال تجارت پہنچا کر رزق حاصل کرتے ہو، اے لوگو! اللہ کا احسان مانو کہ اس نے تم کو ایسی عقل دی کہ خطرناک سمندر سے بھی فائدہ حاصل کرتے ہو۔

چوتھا انعام اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس زمین پر جو جھل پہاڑ رکھ دیئے، روایات میں ہے شروع میں زمین کپکپاتی اور دگمگاتی تھی اس میں پہاڑوں کو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس کی کپکپاہٹ کو بند کر دیا، اسی زمین میں چھوٹی چھوٹی نہریں اور رستے بنائے تاکہ ان کے ذریعہ تم اپنی منزل تک پہنچ سکو اور ان رستوں کو پہچاننے کے لئے بہت سی نشانیاں بنائیں، جیسے پہاڑ، درخت چشے تعمیرات وغیرہ اے لوگو ذرا سوچو اگر تمام زمین سپاٹ اور یکساں حالت پر ہوتی تو پھر اپنا راستہ معلوم کرنا ناممکن تھا جس طرح زمینی نشانات سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے اسی طرح رات کے وقت خشکی اور دریائی سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ راستہ کا پتہ لگایا جاتا ہے

اثبات قدرت خداوندی | اپنی ایک ایک نعمت کو ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس میں غور و فکر کی دعوت دی ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ان نعمتوں میں معمولی سا غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے، اتنی بڑی زمین بنانا اور پھر ایک ہی طرح کے پانی سے اس میں مختلف قسم کے پودے درخت پھل، پھول، اناج، سبزی وغیرہ جن کی شکل و صورت رنگ و بو، سائز و تاثیر وغیرہ بالکل جداگانہ ہے پیدا فرمانا یہ یقیناً صرف اسی عظیم ذات کی کرشمہ سازی ہے، اسی طرح چاند و سورج وغیرہ کو پیدا کرنا اور پھر ان کے نظام کو بالکل صحیح چلانا صرف خدائے تعالیٰ ہی کے قبضہ و قدرت کی بات ہے بلاشبہ وہ اپنی ذات میں یکتا و یگانہ اور مستحق عبادت و بندگی ہے۔

أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ

سو کیا جو شخص پیدا کرتا ہو وہ اس جیسا ہو جاوے گا جو پیدا نہیں کر سکتا پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں

لَا تُحْصُوها ۚ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ

کو گننے لگو تو نہ گن سکو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ

وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ

اور ظاہر احوال سب جانتے ہیں اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ

يُخْلَقُونَ ۚ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝

خود ہی مخلوق ہیں وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ وہ مردے کب اٹھائے جائیں گے

تفسیر :- اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین، سمندر و پہاڑ، حیوانات، درخت اور مختلف قسم کے میوے اور پھل وغیرہ پیدا فرمائے تو کیا وہ ذات جو ان تمام چیزوں کی خالق ہے وہ ان باتوں کے برابر ہو سکتی ہے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے، تعجب ہے انسان پر کہ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا، یہاں چند نعمتیں اللہ نے بطور نمونہ بیان فرمائی ہیں تو اس کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ انسان ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا، شکر تو کیا ادا ہو سکے گا، لہذا شکر کی ادائیگی میں جو کوتاہی ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیتے ہیں اور شکر پر ثواب عطا فرماتے ہیں، اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہر ظاہرہ و پوشیدہ چیز کو خوب جانتے ہیں اسی کے مطابق جزا و سزا دیں گے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ مستحق عبادت و بندگی تو صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے جس نے دونوں جہان کی ہر ہر چیز کو پیدا کیا تعجب ہے پتھر پڑ گئے منترکین کی عقل پر کہ انہوں نے اس عظیم ذات کا شریک ان چیزوں کو بنا لیا جو ایک ذرہ تک پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، افسوس ہے کہ ایسی بے جان، بے بس اور بے شعور چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور کب حساب و کتاب کیلئے اٹھایا جائیگا۔

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرَةٌ وَهُمْ

تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہو رہے ہیں، وردہ

مُتَكِبِّرُونَ ۚ لَا جَرَءَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا

تکبر کرتے ہیں ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے احوال پوشیدہ و ظاہر جانتے ہیں، یقینی بات ہے

يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِينَ ۝

کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے

تفسیر :- پچھلی آیات میں اس طرح کے واضح ثبوت اور دلائل کھل کر سامنے آ گئے جن میں ذرا غور کرنے سے بخوبی خدا کے ایک اور مستحق عبادت ہونے کا یقین ہو جاتا ہے مگر غور و فکر وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو، جن کو مرنے کے بعد والی زندگی پر یقین نہیں تکبر میں مبتلا ہیں وہ کس طرح خدا کی نعمتوں میں غور کر کے اس کے مستحق عبادت ہونے کے قائل ہو سکتے ہیں، آخر میں ان سرکش لوگوں کو دھکی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا تکبر و غرور اور شرک وغیرہ سب ہمارے سامنے ہے ہم اس کی سخت سزا دیں گے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ لِيَحْبِلُوا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند

اُوزارہم کَامِلَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ

باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اندھ

عِلْمِهِ الْأَسَاءُ مَا يَزِرُونَ ۝

کو یہ لوگ بے علمی کی وجہ سے گمراہ کر رہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لا رہے ہیں وہ بڑا بوجھ ہے۔

تفسیر: مشرکین مکہ سے جب کوئی شخص قرآن کے متعلق پوچھتا کہ اس کی کیا حقیقت ہے اور اس میں کیا ہے تو وہ جواب دیتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو قرآن کو خدا کا نازل کردہ کلام کہتے ہیں یہ جھوٹ ہے (نعوذ باللہ) یہ آسمانی کتاب نہیں بلکہ اس میں پرانی قوموں کی کچھ بے سند باتیں ہیں (توحید نبوت، جنت و دوزخ وغیرہ) اور پچھلی قوموں کے کچھ قصے کہانیاں ہیں اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہو جائیں، اس طرح یہ لوگوں کو گمراہ کرتے تھے خود تو گمراہ تھے ہی، اس کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ اپنے گناہوں کا بوجھ تو اٹھائیں گے ہی اور ساتھ میں کچھ دوسرے لوگوں کا بھی بوجھ انہی کے سر پر ہوگا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَآتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا بنانا گھڑ بنیاد سے ڈھلایا پھر

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ أَتَتْهُمْ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ

ادب سے ان پر چھت آپڑی اور ان پر عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا، پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان

الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ ۚ

کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے تم بڑا جھگڑا کرتے تھے وہ کہاں ہیں

قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالْشُّوْءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے

ارشاد ہے کہ اللہ در رسول اور اس کی کتاب بے وقعت کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا انجام

پیغمبروں کے مقابلہ میں اس طرح کی تدبیریں یہ لوگ کر رہے ہیں ان سے پہلے بھی دوسری قومیں اپنے لئے مگر اللہ نے ان کے محل ڈھاد پئے اور وہ ایسے ناکام ہوئے کہ ان کے تیار کئے ہوئے محل انہی پر آگرے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے، مطلب یہ ہے کہ جو تدبیریں انہوں نے اپنے مقابل کے لئے تیار کی تھیں وہ انہی پر الٹی آپڑیں اور ان سب کو ہلاک کر ڈالا۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت نمرود بن کنعان کے بارے میں ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ سے

اللہ کے متعلق مناظرہ کیا تھا، اور آسمان کی طرف چڑھنے کے لئے شہر بابل میں ایک بہت اونچی عمارت بنوائی اس کی بلندی پندرہ ہزار ہاتھ تھی، جب یہ عمارت بن چکی تو اللہ نے ایک تیز آندھی چلائی جس سے وہ عمارت گر کر سمندر میں جا پڑی اور اس کا کچھ حصہ ان لوگوں پر بھی گرا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

یہ سزا تو ان کافرین و مشرکین کو دنیا میں دی گئی اس کے علاوہ اصل سزا ان کو آخرت میں دی جائے گی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا و ذلیل کرے گا اور ان سے فرمائے گا تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی حمایت میں تم میرے پیغمبروں اور مومنین سے جھگڑتے تھے یہ شرمندگی کا پتلا بنے کھڑے ہوں گے اور کچھ جواب نہ دیں گے، آخر انبیاء حق دوسرے جاننے والے ان سرکشوں کو سنا کر کہیں گے جو کچھ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے اس کا حق ہونا آج تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، پس آج پوری رسوائی اور عذاب تمہارے لئے ہے۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّيهِمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ ۖ فَأَلْقُوا السَّلَامَ مَا دَكُنَّا

جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر پر قبض کی تھی پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے

نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ ۚ بَلْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۰﴾ فَاذْخُلُوا

کیوں نہیں بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے سو جہنم کے دروازوں میں

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ فَلَيْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۳۱﴾

داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو، غرض تکبر کرنے والوں کا وہ بڑا ٹھکانا ہے

ان آیات میں کافرین و مشرکین کی اس وقت کی حالت کا بیان ہے جب فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے اس وقت یہ خدا کو ماننے کا اقرار کریں گے اور کہیں گے کہ خدا

تفسیر:-

کی مقدس و عظیم ذات کے ساتھ ہم کسی کو شرک بنائیں ایسا نہیں ہو سکتا، اسی طرح قیامت کے دن یہ اپنا بے گناہ اور شرک و بت پرستی سے پاک صاف ہونا قسمیں کھا کر بیان کریں گے، ان سے کہا جائیگا کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو، یاد رکھو خدا کے علم میں تمہاری تمام حرکتیں ہیں آج تمہارا کوئی مکر و فریب اور جھوٹ و دغا بازی خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکے گی بس اب تم سیدھے دوزخ میں جاؤ اور ہمیشہ دہاں کا عذاب بھگتتے رہو۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرَ الْمَلَكَيْنِ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ

اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی چیز نازل

الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّاتُ

فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ

عَذْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۝

شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوئیں گی جس

كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ

جیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دیگا جن کی روح فرشتے اس حالت میں بغیر کرتے

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۝ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ فرشتے کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

پچھلی آیات میں ان کافرین و مشرکین کا بیان ہوا جنہوں نے قرآن مقدس کو قصے
تفسیر:- کہانی کی کتاب بتلا کر لوگوں کو گمراہ کیا، اب ان آیات میں ان مومنین کا تذکرہ ہے جو خود گمراہ

اقوال تحقیق { سلام علیکم، بعض مفسرین نے فرمایا کہ سلام فرشتے کریں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتے
اللہ کا سلام پہنچائیں گے۔

أَوْ خُلُوا الْجَنَّةَ ۝ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ روح نکلنے کے بعد جنت میں روحانی جانا ہے اور جسمانی جانا قیامت
میں ہوگا اور دوسری تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فرشتے انہیں خوشخبری دے رہے ہوں کہ قیامت میں تم جنت میں جانا
اور اس آیت میں جو جنت میں جانے کا سبب اعمال کو بتلایا ہے یہ عادت کے طور پر ہونے کی وجہ سے نہیں تو
اصل سبب اللہ کی رحمت ہے رحمت خداوندی کے بغیر کوئی بھی جنت میں نہیں جاسکے گا۔

ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے سے بچے رہے، جب ان سے قرآن کے متعلق معلوم کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی؟ جواب دیتے ہیں کہ ایسی چیز نازل فرمائی جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اور وہ خیر و برکت والی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں تو ایسی نعمتیں اور راحتیں ملیں گی کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور جنت میں ان کو ان کی خواہش کے مطابق ہر چیز عطا کی جائے گی، اور یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو عطا فرمائیں گے جو کفر و شرک اور گناہ سے بچتے ہیں اور فرشتے ان کی روح ایسی حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ شرک سے بالکل پاک و صاف ہوتے ہیں یعنی ایمان پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے فرشتے ان سے کہتے جاتے ہیں تم پر سلامتی ہو اب تم جنت میں جاؤ یہ بدلہ ہے ان نیک کاموں کا جو تم کرتے تھے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ كَذَلِكَ

یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کے پروردگار کا حکم آجائے ایسا ہی ان سے

فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۱﴾

پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۲﴾

آخر ان کے اعمال بد کی اُن کو سزائیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی نے آگھیرا۔

مشرکین کو تنبیہ

ان آیات میں کافرین و مشرکین کو ڈانٹ کر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم دنیا کی لذتوں میں مت ہو کر آخرت کی فکر بھلا بیٹھو کیا تم اس کے منتظر ہو کہ فرشتے روح نکالنے آجائیں یا تم آجائے

یا خدا عذاب و سزا دینے کا حکم فرادے کیا اس وقت توبہ کر کے سامان قبول کرو گے، یاد رکھو اس وقت کا ایمان نفع بخش نہ ہوگا بس مرنے کے بعد دلی زندگی کیلئے تیاری مرنے سے پہلے کر لو اسی میں سمجھداری اور کامیابی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان کافرین و مشرکین سے پہلے بھی جو منافقان قومیں گزری ہیں ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ پہلے انہیں سمجھایا گیا مگر وہ اللہ کے رسول کی باتوں کو جھٹلاتے رہے اور اللہ کے عذاب کا مذاق اڑاتے رہے تو ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا گیا، عذاب دے کر اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا کہ کفر و شرک کر کے اللہ کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

پس اس سے مشرکین مکہ اور پوری دنیا کے منافرانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جو حال ان کا ہوا وہی ہمارا بھی ہو سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا

اور مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ

أَبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

باپ دادا اور نہ ہم اسکے بدوں کسی چیز کو حرام کہہ سکتے جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انھوں نے بھی کی تھی سو

فَعَلَ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ

پیغمبروں کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہونچا دینا ہے اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم

رَّاسُوْلًا أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَىٰ اللَّهُ وَ

اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کے رستے سے بچتے رہو سو ان میں بعضے وہ ہوئے جن کو اللہ نے ہدایت دی اور

مِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ

بعضے ان میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا تو زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ إِنْ تَحْرِصْ عَلَىٰ هَذِهِمُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

کیسا بُرا انجام ہوا ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو مت ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو

مَنْ يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝

ہدایت نہیں کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

تفسیر مشرکین اپنے شرک و بت پرستی اور دوسرے خلاف شرع امور مثلاً بعض جانوروں

کو حرام قرار دے لینے کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمارے یہ کام اللہ کو پسند ہوتے تو وہ

ہمیں اور ہمارے بڑوں کو ان پر قائم کیوں رہنے دیتا، ان کے کرنے سے ہمیں روکتا، اگر ہم نہ رکھتے تو سزا دیتا

اس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں اللہ اس سے راضی و خوش ہے

ان کی اس پھر دلیل کا جواب دیا گیا کہ تمہارا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تم کو روکا نہیں گیا،

حضرت آدم سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک لاکھوں انبیاء اور ان کے متبعین برابر روکتے

چلے آ رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کو سزا بھی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا

ہیں کہ اسی طرح کی باتیں ان سے پہلے مشرکین بھی کیا کرتے تھے، پس ہمارے رسولوں کے ذمہ ہمارے

احکامات کا واضح طور پر لوگوں تک پہونچا دینا ہے، زبردستی ان پر عمل کرانا نہیں۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے جو لوگوں کو تعلیم کرتے رہے کہ صرف خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت و اطاعت اور بندگی کر دو اور شیطان کے بتلائے ہوئے رستے سے بچتے رہو کیونکہ وہ تم کو کفر و شرک اور گمراہی میں مبتلا کرتا ہے، کچھ لوگوں نے پیغمبر خدا کی ہدایات و تعلیمات پر عمل کیا تو وہ گمراہی سے بچ گئے اور کچھ لوگوں نے ان کی تعلیمات کو جھٹلایا ان پر عمل نہیں کیا تو وہ گمراہ ہو گئے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں دنیا کی سیر کر کے دیکھو تو پتہ چلیگا کہ جن لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے انہیں کیسی دردناک سزائیں اس دنیا ہی میں دی گئی ہیں اور آخرت میں جو برا انجام ان کا ہوگا وہ تو بہت ہی سخت ہوگا۔

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جس طرح پچھلی امتوں میں لوگ گمراہ ہوئے ہیں اسی طرح بہت سے لوگ آپ کی امت میں بھی گمراہ ہوں گے اس سے آپ غمگین نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں فرماتے جو شیطان کے بتلائے ہوئے راستے کو پسند کرتے ہیں اور اس کا غلام بن کر زندگی گزارتے ہیں پس قیامت میں ان لوگوں کو سنگین سزائیں دی جائیں گی اور کوئی ان کو اللہ کی اس سزا سے نہیں بچا سکے گا۔

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۖ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَعَدًا

اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مرجاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا

عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۚ لِيَبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

کیوں نہیں زندہ کرے گا اس وعدے کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے تا کہ جس

يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ۚ إِنَّا قَوْلُنَا

جیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے ان کے روبرو اس کا اظہار کر دے اور تا کہ کافر لوگ یقین کر لیں کہ واقعی وہی جہنم

لِشَيْءٍ ۚ إِذَا أَرَادْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ

تھے ہم جس چیز کو چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا کافی ہوتا ہے کہ تو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

مشرکین کا غلط عقیدہ

مشرکین کا یہ عقیدہ تھا اور وہ اس کو پختہ قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ جو شخص مرجاتا ہے اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہیں کریں گے، ان کے اس غلط عقیدہ کا ان آیات میں رد کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد ان کو ضرور دوبارہ زندہ کرے گا اور اس میں اللہ کی بہت بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ مشرکین و مومنین دنیا میں اپنے اپنے حق پر ہونے میں جھگڑا

کرتے تھے اگرچہ انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فیصلہ فرمادیا تھا کہ مومنین حق پر ہیں مگر مشرکین اس کو نہیں مانتے تھے لہذا اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ آخرت میں عملی طور پر فرمائیں گے کہ جو لوگ حق پر تھے یعنی مومنین ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جو حق پر نہیں تھے یعنی مشرکین ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اس وقت مشرکین انیس گے کہ واقعی مومنین ہی حق پر تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی واضح فرمادیا کہ مشرکین ہماری قدرت کاملہ میں شک کرتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں بس ہم صرف لفظ کئی سے دوبارہ وجود بخش دیتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَهُمْ فِي الدُّنْيَا
اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا بعد اسکے کہ اس پر ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں دراجھا
حَسَنَةً وَلَا جَزَاءَ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۳۵﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ
ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا ثواب بد جہا بڑا ہے کاش کہ ان کو خبر ہوئی وہ ایسے ہیں جو صبر کرتے ہیں
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۳۶﴾

اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں

مہاجرین کو خوشخبری

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے کافروں کے ظلم و ستم سے (کہ وہ دین پر چلنے نہیں دے رہے تھے) تنگ آکر محض اپنے خدا کی رضا و خوشنودی کیلئے (تاکہ دین پر چل سکیں) اپنے گھر کا چین و سکون اپنے عزیز و اقربا اور اپنا پیارا وطن چھوڑ دیا یہ لوگ تمام مشقتیں برداشت کر کے دین اسلام پر جے رہے اور ہر حال میں انھوں نے صرف اپنے خدا کی ذات پر بھروسہ رکھا وطن چھوڑتے وقت یہ نہ سوچا کہ کھائیں گے پیس گے کہاں سے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دے گے یعنی چھوٹنے والے گھر سے بہتر۔ گھر وطنی بھائیوں سے زیادہ ہمدرد اور الفت و محبت لے بھائی وہاں سے زیادہ عزت و سکون وہاں سے زیادہ عمدہ اور فراخی کی روزی، یہ بدلہ تو دنیا میں ملے گا اور اصل بدلہ جس کا انداز اس ان کی کوتاہ نظر نہیں لگا سکتی وہ آخرت میں عطا کیا جائے گا

بعض مفسرین نے اس آیت کو عام قرار دیکر تمام مہاجرین کو اس خوشخبری کا مستحق مانا ہے اور عامہ مفسرین نے اس کو خاص کیا ہے ان اسی صحابہ کرام کے لئے جنھوں نے کافروں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مکہ مکرمہ سے پہلے ملک حبشہ ہجرت کی اور پھر مدینہ منورہ ہجرت کی یہاں اللہ نے ان کو ہر قسم کا امن و سکون مرحمت فرمایا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا تُوْحِي إِلَيْهِمْ فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ

اور ہم نے آپ کے قبل صرف آدمی ہی کو رسول بنا کر مبعوث کیا۔ ان میں سے کچھ بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجتے تھے جو ان کو یاد دلاتے تھے کہ آپ کی طرف سے جو وحی آئی ہے اس کو یاد رکھیں۔ ان کو یاد دلاتے ہیں کہ آپ کی طرف سے جو وحی آئی ہے اس کو یاد رکھیں۔ ان کو یاد دلاتے ہیں کہ آپ کی طرف سے جو وحی آئی ہے اس کو یاد رکھیں۔

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

ان سے ظاہر کریں تاکہ وہ فکر کیا کریں

تفسیر: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو اہل عرب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی ذات اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو رسول بنا کر بھیجے، ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جاہلانہ عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ ہمارا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ ہم نے ان انسانوں کی طرف انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے کسی فرشتے کو کبھی نہیں بھیجا، اپنے رسول کو ہم کچھ معجزات اور کتاب دیکر بھیجتے ہیں تاکہ لوگوں کو سمجھنا آسان ہو کہ یہ اللہ کا رسول ہے، بس اے مکہ والو اگر تمہیں پچھلے رسولوں کے متعلق معلومات نہیں تو اپنے دور کے اہل کتاب یا دوسرے ان لوگوں سے معلوم کرو جنہیں انبیاء سابقین کی تاریخ کا علم ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اسی طرح اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو بھی انسانوں میں سے رسول بنایا ہے تاکہ جو ہدایات ہم بذریعہ وحی آپ کے پاس بھیجیں وہ آپ لوگوں کو واضح کر کے سمجھا دیں اور لوگ ان میں غور و فکر کریں کہ رسول کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرنے سے ہمارا کیا فائدہ اور نہ کرنے سے کیا نقصان ہے۔

أَفَامِنْ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ

جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زیر العذاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۚ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ فَمَا هُمْ

زمین دھندلے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آ بیڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے پکڑے

بِمَعْجِزِينَ ۚ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ ۚ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

سو یہ لوگ خدا کو ہرگز نہیں ہرا سکتے یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑے سو تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے۔

خدا کے عذاب

اس سے پہلی آیات میں کافروں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا، اب ان آیات میں اس سے ڈرایا جا رہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا ہی میں مسکو عذاب میں مبتلا کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ چاہے تو تم کو قارون کی طرح زمین میں دھنسا دے اور چاہے تو فرعون کی طرح دریا میں غرق کر دے، اور چاہے تو تمہارے وہم و گمان کے خلاف عذاب میں مبتلا کر دے جیسے جنگ بدر میں تھوڑے سے غیر مسلح مسلمانوں سے تمہاری بڑی تعداد کے مسلح لشکر کو بربت شکست دلوائی، یا چلتے پھرتے اچانک عذاب میں مبتلا کر دے، مثلاً گاڑی وغیرہ سے کوئی حادثہ ہو جائے یا کسی اونچی جگہ سے گر کر ختم ہو جائے یا دل کا دورہ پڑ کر دم توڑ دے یا اچانک مبتلا کر دے بلکہ پہلے سے آگاہ کر کے عذاب دے مثلاً پہلے کچھ لوگوں کو عذاب دیا جائے جس سے دوسرے لوگ آگاہ ہو جائیں اور ڈر جائیں اور پھر ان کو عذاب دیا جائے یا پہلے ایک بستی والوں کو عذاب دیا جائے جس سے قریب کی بستی والے ڈر جائیں اور پھر ان کو عذاب میں مبتلا کیا جائے۔

عَلَى تَخَوُّفٍ کی تفسیر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے یہ فرمائی ہے کہ گھٹاتے گھٹاتے سب کو پکڑا مطلب یہ ہے کہ قحط و وبا میں کچھ کو آج مبتلا کر کے ختم کر دیا اور کچھ کو چند دن بعد اسی طرح رفتہ رفتہ سب کو ختم کر دے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کو ہر طرح سے مکمل قدرت ہے وہ جس طرح چاہے سزا دے کر تم کو ہلاک کر سکتا ہے تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے، بس تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ سزا کا وقت آنے سے پہلے ہی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوار لو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے شفیق اور مہربان ہیں، اسی لئے ہمت دیتے ہیں کہ اب بھی سمجھ جائیں اور نجات حاصل کریں۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَفَتَّوْا ظِلُّهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ

کیا لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سامنے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس

سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ ذَاخِرُونَ ﴿۸﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ

طور پر جھکے جاتے ہیں کہ خدا کے حکم کے تاج میں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں اور اللہ کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چھنے والی

دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹﴾ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ قُدْرَتِهِ وَيَفْعَلُونَ

آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں اور فرشتے اور وہ مکر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بلا دست ہے اور ان

مَا يُؤْمَرُونَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا لِلْهَيْنِ اثْنَيْنِ، إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ

کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو معبود مت بناؤ بس ایک معبود وہی ہے

فَاَيُّاىَ قَارِهٰۤیُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصْبَاۤءُ اَغْبَیْرِ اللّٰهِ

تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرا کر دو اور اسی کی میں سب چیزیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور ان کی طاعت

تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُم مِّنْ نَّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضَّرُّ فَاِلَیْهِ

بھی رانا اسی کا حق ہے تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف

تَجْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كُشِفَ الضَّرُّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ

سے ہے پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو پھر جب تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت

یُشْرِكُوْنَ ۝ لِّیَكْفُرُوا بِمَا اٰتٰیْنَهُمْ ۖ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں یہ خیر چند روز عیش و آسائش کا عرصہ ہے

تفسیر:- ان آیات میں اللہ پاک کی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ ہر چیز اللہ کے سامنے عاجز اور

مستعجب ہے حتیٰ کہ سائے دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے مطابق گھٹتا بڑھتا اور ادھر ادھر

ڈھلتا رہتا ہے اور اسی طرح اللہ کی مطیع و فرمانبردار ہیں وہ چیزیں جو اپنے ارادہ سے چلنے والی ہیں، آسمان میں

جیسے فرشتے اور زمین میں جیسے حیوانات، اور فرشتوں کی یہ شان ہے کہ اس قدر معظم و مکرم اور مقرب

ہونے کے باوجود اللہ کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں اور ذرا بھی فخر و غرور اور تکبر نہیں کرتے اور اس سے

ڈرتے رہتے ہیں اور اس کا حکم پاتے ہی اس کام کو بجالاتے ہیں، پس خدائے تعالیٰ ایسی عالی شان والے

ہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کے مالک ہیں اور وہ تمام چیزیں اس کے سامنے مطیع و عاجز ہیں پھر کیوں نہ اس

ان کو بھی اسی مالیشان ذات و ہدہ لاشریک لہ کے سامنے جھکنا اور اس کی اطاعت و بندگی کرنا چاہئے۔

اور صرف اسی سے ڈرنا چاہئے، اس کے بعد فرمایا اے انسان تیرے پاس جس قدر چھوٹی بڑی نعمتیں ہیں

وہ سب اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہیں اور تیرا یہ حال ہے کہ جب کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے تو اس

وقت تمام سہارے بتوں وغیرہ کے چھوڑ کر صرف اللہ سے مدد چاہتا ہے، گویا کہ ان فی فطرت شہادت

دیتی ہے کہ اصل قدرت والا اور مصیبتوں سے بچانے والا صرف اللہ ہے مگر جب اللہ اس کو مصیبت

سے نجات دے دیتا ہے تو پھر یہ اپنے نفس حقیقی اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور شرک کرنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ہیں کہ آج دنیا کی چند روزہ زندگی میں جو جی چاہے کر لو، کل مرنے کے بعد آخرت میں اس کا پورا پورا

بدل مل جائے گا، اور معبودان باطل کے جو حصے تم نے اپنی روزی میں مقرر کر رکھے ہیں اس کا بھی حساب

تم سے آخرت میں ہوگا، اور جو تم اللہ پر بہتان باندھتے ہو کہ اس کے لڑکیاں ہیں اور تعجب تو یہ ہے کہ

تم اپنے لئے لڑکوں کو پسند کرتے ہو اور حق تعالیٰ کے لئے لڑکیاں، اس الزام و بہتان تراشی کی پوری پوری سزا بھی تم کو آخرت میں ضرور دی جائے گی۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللَّهِ كَتُسْلَنَ عَمَّا كُنْتُمْ

اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کا حصہ لگاتے ہیں جن کے شعل ان کو کچھ علم نہیں قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری

تَفْتَرُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَدَنَ سُبْحَانَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا

ان انفرابردازیوں کی مزدور باز پرس ہوگی اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرنے میں سبحان اللہ اور اپنے لئے چاہتی چیز اور ان میں

بَشِّرْ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ

کسی کو بیٹی کی خبر دی جاوے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹنا رہے جس چیز کی

مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ ۚ أَيَسْكُهُ ۚ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۚ

اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے آیا اس کو بحالت ذلت لئے ہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے

أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ

خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بُری ہے جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے

السُّوءِ ۚ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑے اعلیٰ درجے کے صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست ہیں بڑے حکمت والے

کافرین کی بہتان تراشی

کافرین و مشرکین نے اپنی تجارت، زمین کی پیداوار اور جانوروں میں کچھ حصہ اپنے معبودان باطل بتوں کے نام مقرر کر رکھا تھا، ان آیات میں سے پہلی آیت میں اس کا رد کیا گیا ہے اور بعد والی آیات میں ان کی دوسری بہتان تراشی کا ذکر ہے کہ افسوس تم پر کہ تم اللہ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہو جب تم اپنے لئے لڑکیوں کو ناپسند کرتے ہو اور لڑکوں کے خواہش مند رہتے ہو، قرآن اعلان کر رہا ہے کہ اگر ان مشرکین و کافرین عرب میں سے کسی کو اس کے گھر میں لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تو وہ پورے دن مایوس و غمگین رہتا اس کا دل گھٹنا اور چہرہ بے رونق ہو جاتا اور اس شرم سے کہ کسی کو داماد بنانا پڑے گا دن بھر منہ چھپائے پھر تا اور یہ کوشش کرتا کہ کسی طرح اس لڑکی کا گلا گھونٹ دوں یا زندہ ہی زمین میں گاڑ دوں، بہر حال ان الزام و بہتان تراشیوں کی سزا تم کو آخرت میں ضرور دی جائے گی بلاشبہ اللہ زبردست قدرت اور حکمت والا ہے۔

ان آیات سے یہ بات واضح طور سے سامنے آجاتی ہے کہ اپنے گھر میں لڑکی کی پیدائش کو مصیبت و ذلت سمجھنا جائز نہیں یہ کافرین کا فعل ہے، چنانچہ زناہ جاہلیت کے مشرکین و کافرین لڑکی کی پیدائش کو بہت بُرا سمجھتے تھے اور اس سے اپنا بیچھا چھڑانے کیلئے بہت سے سنگدل ان معصوم بچیوں کو مار ڈالتے تھے اور کچھ زندہ ہی زمین میں گاڑ دیتے تھے، اس وحشیانہ رسم کو غیب اسلام نے اکھاڑ پھینکا اور پوری دنیا کو تعلیم دی کہ لڑکی خدا تعالیٰ کی عظیم دولت ہے اس کی قدر کرو، تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ لڑکی کے پیدا ہونے پر لڑکے کے مقابلہ میں زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ زناہ جاہلیت کے کافرین کے فعل کا رد ہو جائے

ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے وہ عورت مبارک و خوش نصیب ہوتی ہے جس کے پہلے لڑکی پیدا ہو، اور ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جس کو ان لڑکیوں کے ساتھ واسطہ پڑے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کے درمیان پر وہ بن کر حائل ہو جائیں گی۔

افسوس آج بہت سے مسلمان بھی لڑکی کی پیدائش کو اپنے لئے بُرا سمجھتے ہیں جبکہ وہ خدا کی عظیم نعمت و دولت ہے ہمیں اس سے خوش ہونا چاہئے اور اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک و احسان کرنا چاہئے کیونکہ آخرت میں یہ لڑکی اللہ کے عذاب سے بچانے کا ذریعہ ہے، اسلئے پرورش و اخراجات اور آج کے پرفتن دور میں جہیز وغیرہ کا، سو اس سلسلہ میں ہمیں اللہ کے وعدے پر یقین کامل رکھنا چاہئے کہ جو تمہارے اور لڑکی کے مقدر کا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔

وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم کے سبب دار و گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک

یُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ

میعاد معین تک ملت دے رہے ہیں پھر جب ان کا وقت معین آپہونچے گا اس وقت ایک ساعت

سَاعَةً ۚ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ

نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہ امور تجرّز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور

الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّاسَ وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُونَ ۝

اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاہلین کہ ان کے لئے ہر طرح کی بھلائی ہے لازمی بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے

اور بے شک وہ لوگ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گزری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو ان کو بھی شیطان نے

أَعْمٰلَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمْ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَمَا أَنزَلْنَا

ان کے اعمال مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج ان کا رفیق تھا اور ان کے واسطے دردناک سزا ہے اور ہم نے آپ پر

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً

یہ کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ عام لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں اور بیان

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ وَاللّٰهُ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَأَخْبَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ

دلوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے پردہ

مَوْتَهَا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُونَ ۝

ہونے کے بعد زندہ کیا اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں

تفسیر

ان آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بے جا

حرکت کفر و شرک پر فوری پکڑ اور سزا دینا شروع کر دیتے تو کوئی بھی چسنے

پھرنے اور حرکت کرنے والا باقی نہ رہتا، آج بھی دنیا میں زیادہ لوگ خطا کار و بدکار ہیں، جب ان پر

عذاب آتا تو ان کے ساتھ نیک لوگ بھی ہلاک ہو جاتے، جب دنیا میں نیک و بد انسان ہی نہ رہتے

تو دوسرے جانور بھی نہ ہوتے کیونکہ جانوروں کو انسانوں ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، مگر یہ حق تعالیٰ شانہ کا

بڑا احسان و کرم ہے کہ وہ انسانوں کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے ایک دم پکڑ نہیں کرتا، بلکہ ایک وقت

مقررہ تک ہلکتا دیتا ہے اور جب سزا کا وہ متعین وقت آجاتا ہے تو پھر فوراً سزا دیدی جاتی ہے۔

اسکے بعد والی آیات میں فرمایا گیا کہ ان کافرین و مشرکین کا یہ حال ہے کہ جو چیزیں اپنے لئے پسند

نہیں کرتے مثلاً لڑکیاں یا اپنے مال و دولت اور کاروبار میں اجنبی کی شرکت یا اپنا مذاق و تسخر، وہ اللہ

جل شانہ کیلئے ثابت کرتے ہیں اور ان سخت گستاخوں کے باوجود جھوٹے دعوے کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں بھی

اچھی چیزوں کے مستحق ہیں اور آخرت میں بھی، اگر دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ سچ ہے تو وہاں بھی

عمدہ چیزوں کے مستحق ہم ہی ہوں گے، غرضیکہ دونوں جہان کے مزے ہماری قسمت میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان گستاخوں کی قسمت میں مزے تو کیا ہوں گے ان کے لئے تو دوزخ

کے انگارے تیار ہیں کفار کہ کی گستاخوں اور بے ہودگیوں کا ذکر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں آپ سے پہلے بھی جو انبیاء آئے ان کی امتوں کو بھی شیطان لعین نے برے اعمال خوبصورت کر کے دکھائے اور امتوں نے انھیں اختیار کر کے اپنا انجام خراب کیا اور جب ان کو ہمارا دردناک عذاب ہوگا تو شیطان انھیں بچاؤ کے گاہکوں آپ ان کے ایمان لانے سے انگلیں نہ ہوں ہم نے آپ پر قرآن اس لئے اتارا ہے تاکہ توحید و رسالت اور حلال و حرام جن چیزوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان کے متعلق آپ ان کو اللہ کا کھلا فیصلہ سنا دیں ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے جسے توفیق ہوگی حق وہی قبول کرے گا، آپ پریشان نہ ہوں مطمئن رہیں۔

اخیر میں فرمایا کہ ہم نے آسمان سے بارش برساکر مردہ (خشک) زمین کو زندہ رسہ بہرہ (شاداب) کر دیا، پس اسی طرح قرآن مردہ دلوں کو زندہ کر دیگا یعنی قرآن کے ارشادات کو جو لوگ عبرت کی غرض سے سنیں گے تو ان کے دلوں سے کفر کی مردگی نکل کر ایمان کی شمع روشن ہو جائے گی۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِمْ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ

اور تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے ان کے پیٹ میں جو گوشت اور خون ہے اس کے درمیان میں سے

وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرِبِ ۖ ۝ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ

صاف اور گلیے میں آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں اور کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ

تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقلیت پسند ہیں

وَأَوْحِ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں اور لوگ

وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۖ ۝ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ

جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں پھر ہر قسم کے پھلوں سے جو سستی پھر پھر اپنے رب کے رستوں میں چل جو آسان ہیں

ذَلَّلًا بِخَرَجٍ مِنْ بَطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۚ إِنَّ

اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کیسے شفا ہے اس میں

فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّكُمُ ۖ وَمِنْكُمْ

لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعض

مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لَكُمْ لَا يَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

ترس رہے ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے

عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔

اللہ کی قدرت کے کرشمے

اس پورے رکوع میں حق تعالیٰ شانہ نے چند نعمتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان میں غور و فکر کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے کس قدر انعامات و احسانات تم پر کر رکھے ہیں اور ہم کیسی زبردست قدرت والے ہیں پھر تمہارا دل خود گواہی دے گا کہ حقیقت میں عبادت و بندگی کے مستحق صرف اللہ کی ذات ہے۔

چنانچہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ بکری، گائے، بھینس اور آدمی وغیرہ جو پاؤں میں غور کرو کہ ہم کس طرح ان کے پیٹ میں جو گوشت اور خون ہوتا ہے اس کے بیج سے صاف ستھرا اور خوش ذائقہ دودھ نکال کر تم کو پلاتے ہیں، اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اس نے ان جو پاؤں کے پیٹ میں ایسی مشین فٹ کر دی ہے جو گھاس کا دودھ بنا دیتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ یہ چویائے جو گھاس کھاتے ہیں جب وہ ان کے معدہ میں جمع ہو جاتا ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے جس سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے دودھ اوپر ہو جاتا ہے اور دودھ کے اوپر خون آ جاتا ہے اور پھر جگر یہ کام کرتا ہے کہ خون کو رگوں میں پہونچا دیتا ہے اور دودھ کو تھنوں میں پہونچا دیتا ہے اور جو فضلہ ہوتا ہے وہ گوبر کی صورت میں باہر نکل جاتا ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ کھجور اور انگوروں میں بھی تم لوگ غور کرو کہ ہم نے ان کو کس طرح تمہارے لئے نفع بخش اور لذیذ بنایا ہے جن سے تم نشہ کی چیز (شراب) اور عمدہ کھانے کی چیز بناتے ہو مثلاً شربت، سرکہ وغیرہ اور تم اس کو تر و تازہ بھی کھاتے ہو اور خشک کر کے جمع بھی کر لیتے ہو۔ بہر حال اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے کھجور اور انگور کے پھل انسان کو دیدیئے ہیں اب وہ چاہے انہیں اپنی غذا میں استعمال کرے یا نشہ آور چیز بنا کر اپنی عقل خراب کرے

کوئی کم فہم یا خود غرض اس آیت سے نشہ آور چیز شراب کے حلال ہونے پر استدلال نہ کرے۔ کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت شراب حرام

ایک شبہ کا حل

نہیں ہوئی تھی لوگ بلا تکلف پیتے تھے۔ حجت کے بعد حرام ہوئی ہے پھر کسی مسلمان نے شراب کو چھوا بھی نہیں بلکہ شراب بنانے، رکھنے اور پینے کے جو برتن بنا رکھے تھے ان کو بھی استعمال نہیں کیا، اس آیت کے اخیر میں یَعْقِلُونَ کا لفظ لاکر اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمادیا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نہ پینے والے بے عقلوں کا کام نہیں۔

تیسری اور چوتھی آیت میں ارشاد ہے کہ تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں، درختوں اور لوگوں کے گھروں میں اپنا چھتہ بنا اور پھر مختلف قسم کے پھل و پھول چوستی پھر، جب چوس کر اپنے چھتے کی طرف لوٹتی ہو تو ان کے پیٹ میں سے ایک چیز نکلتی ہے یعنی شہد جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس میں لوگوں کی بہت سی بیماریوں کیلئے شفا ہے۔

شہد نسخہ شفا ہے

خدا کی شان کا ریگری دیکھئے کہ ایک چھوٹے سے زہریلے پرندے کے پیٹ سے نکلی ہوئی چیز شہد کو اس نے کس قدر لذیذ اور مقوی غذا بنایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بیماریوں کے لئے شفا کا ذریعہ بھی بنایا ہے، ملنی امراض میں بلا واسطہ اور دوسرے امراض میں دوسرے اجزاء کے ساتھ مل کر شہد کا استعمال بطور دوا ہوتا ہے، اطباء معجونوں میں خاص طور پر شامل کرتے ہیں شہد مسہل ہے اور پیٹ سے فاسد مادہ نکالنے میں بہت مفید ہے، جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مریضوں کو شہد پینے کا مشورہ دیا، آپ کو شہد بہت مرغوب تھا۔

حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایات میں ہے کہ اگر ان کے بدن پر پھوٹا بھی نکل آتا تو اس کا علاج بھی شہد کا پیپ کر کے فرماتے، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا قرآن میں ہے "فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ" یعنی شہد لوگوں کے لئے نسخہ شفا ہے اور آخر کیوں نہ ہو جب کہ یہ ننہا سا پرند مختلف قسم کے پھل پھول سے مقوی عرق اور پاکیزہ جوہر چوس کر اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتی ہیں، بہر حال یہ مکھی ایسے قیمتی اور لطیف اجزاء چوستی ہے کہ آج کے سائنسی دور میں مشینوں کے ذریعہ وہ جوہر نہیں نکالے جاسکتے، اگر جرطی بوٹیوں میں شفا کی تاثیر ہے تو ان کے جوہر میں کیوں نہ ہوگی۔

پانچویں آیت میں انسان کو خود اپنی ذات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ ذرا سوچ، تو کچھ نہ تھا، اللہ نے تجھے وجود بخشا اور پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی چھین لی تو کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی بڑھاپے میں ایسا کر دیا کہ ان کے ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے جسمانی اور دماغی طاقت بھی ختم ہو گئی نہ کوئی بات سمجھ سکتا ہے اور نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے، غرضیکہ بالکل نکمٹا ہو گیا، حضرت علامہؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے کی یہ حالت نہیں ہوگی۔

بہر حال ان پانچوں آیتوں سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ مکمل قدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے، جب جس کو جس قدر چاہے دے دے اور جس سے چاہے واپس لے لے، پس انسان کی سمجھ

سی میں ہے کہ اس کا مل قدرت والے سے اپنا تعلق پیدا کرے تاکہ ہر قسم کی دینی و دنیوی بھلائی اس کو نصیب ہو سکے

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۖ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس

رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۖ أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

طرح کبھی دینے والے نہیں کردہ سب اس میں برابر ہو جاویں کیا پھر بھی خدائے تعالیٰ کی نعمت کا

يَجْحَدُونَ ﴿۱﴾

انکار کرتے ہو۔

مالک اور غلام

اس آیت پاک میں مشرکین کی جہالت و بیوقوفی اور کفر کا بیان ہے، اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے مخلوق میں سے کسی کو مالدار کسی کو غریب کسی کو

مالک اور کسی کو غلام بنایا ہے، تم میں سے جو مالک ہیں وہ اپنے غلاموں کو مال و دولت، عزت و شہرت دے کر اپنے برابر بنانا کبھی پسند نہیں کرتے پھر افسوس ہے تم پر کہ اپنے معبودان باطل کو جن کے متعلق تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے غلام ہیں ان کو خدا کے برابر اور شریک ٹھہراتے ہو، یہی خدا کی نعمتوں سے انکار ہے، تعجب ہے جو چیز تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دونوں جہان کے خالق و مالک کے لئے کس طرح پسند کرتے ہو، یہی خدا کی نعمتوں کا انکار کرنا ہے۔

امیر و غریب بنانے میں اللہ کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے امیر و غریب انسانوں کو اپنی خاص مصلحت و حکمت کے پیش نظر بنایا ہے اور وہ ہے ان کی آزمائش، کہ مالدار میں شکر گزار اور غریب میں صابر و شاکر رہتے ہیں کہ نہیں حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت موسیٰ اشعریؓ کو ایک خط لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت کیجئے اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے سے زیادہ مال دیا بنایا ہے تاکہ دیکھے کہ وہ کس طرح شکر ادا کرتے ہیں اور جو حقوق اللہ نے ان پر مقرر کئے ہیں ان کو کہاں تک ادا کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا ۖ وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَرْوَاحِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور ان پہیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے

بَنِينَ وَحَفَدَةً ۖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ

پیدا کئے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں کیا پھر بھی بے بنیاد خبر بد ایمان رکھیں گے

وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ۝ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ

اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو ان

لَهُمْ رِزْقًا مِنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوا

کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں سے اور نہ قدرت رکھتے ہیں سو تم اللہ تعالیٰ

لِلَّهِ الْأَمْثَالُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

کے لئے مثالیں مت گھڑو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ۔

تفسیر :-

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں کا ذکر فرما کر مشرکین کے معبودان باطل کا رد فرمایا ہے پہلی نعمت یہ کہ تمہاری نسل کو باقی رکھنے کے لئے ہم نے تم کو تمہاری ہی ہم جنس عورتیں (بیویاں) دیں جن سے اولاد در اولاد پیدا ہو کر تمہاری نسل کا سلسلہ باقی رہتا ہے، اور دوسری نعمت یہ عطا کی کہ تمہارے وجود کو باقی رکھنے کے لئے کھانے پینے کی مختلف چیزیں غایت فراہمیں مگر انفسوس تم نے ان نعمتوں کی ناشکری کی اور اللہ کی بندگی چھوڑ کر ایسی چیزوں کی بندگی شروع کر دی جو نہ تم کو آسمان سے بارش برسا کر رزق دے سکتی ہے اور نہ زمین سے غلہ لگا کر، یعنی بتوں وغیرہ کی پرستش شروع کر دی جن کو نہ کچھ قدرت ہے نہ اختیار اور تمہاری کم عقلی پر تعجب ہے کہ تم نے حق تعالیٰ کی عظیم و مقدس ذات کو اپنے اوپر قیاس کر لیا اور یہ سمجھا کہ جس طرح بادشاہ نظام حکومت چلانے میں اپنے یار و مددگار و وزراء و افسران کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اللہ بھی پورے عالم کا نظام چلانے میں ان معبودوں کا محتاج ہے، اور جس طرح بادشاہ تک اپنی درخواست پہنچانے میں نیچے کے افسران کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح اللہ تک اپنی بات پہنچانے میں ان معبودوں کی ضرورت پڑتی ہے، قرآن کہہ رہا ہے کہ اس طرح کی مہل مثالیں اللہ کی ذات کے لئے مت ثابت کرو وہ تو اعلیٰ قدرت و علم والا ہے دونوں جہان کا نظام وہ اکیلا بسہولت چلاتا ہے اور دونوں جہان کے ذرے ذرے کا علم اس کو ہر وقت رہتا ہے ۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک غلام ہے ملوک کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے

مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوْنَ ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۝

جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے کیا اس قسم کے شخص

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ

اپس میں برابر ہو سکتے ہیں ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں بلکہ ان میں اکثر تو جانتے ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ

لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ ۖ أَيْمًا يُوجِّهُهُ لَا يَأْتِ

دو شخص میں جن میں ایک تو گونگا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر ایک وبال جان ہے وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے کوئی کام درست کر کے

بَخِيرُهُ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۖ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

نہیں لاتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو اور خود بھی معتدل طریقہ پر (چلتا) ہو۔

دو مثالیں

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کفر و شرک کی حقیقت سمجھانے کے لئے دو مثالیں پیش فرمائی ہیں

اول یہ کہ ایک وہ شخص جو غلام ہے جسے کسی طرح کی قدرت و اختیار نہیں وہ ہر کام میں اپنے آقا و مالک کا محتاج ہے، اور ایک وہ شخص ہے جو آزاد ہے جسے اللہ نے اپنے فضل سے سب کچھ عطا کر رکھا ہے وہ جس قدر بھی چاہتا ہے فراخی سے خرچ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے آزادانہ طور پر کرتا ہے کیا یہ دونوں شخص آزاد و غلام برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں بس اسی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حقیقی مالک ہے وہ جس کو چاہا ہے دیدے، پس ایسی کامل صفات اور مکمل قدرت والی ذات کا شریک ایک پتھر کے بت کو بنادیا جائے جسے کچھ بھی اختیار نہیں تو یہ کس قدر ظلم و بے انصافی اور بیوقوفی کی بات ہے، پس تمام تعریفوں کی مستحق اللہ کی ذات ہے پھر بھی مشرکین و کافرن غیر اللہ کی بندگی کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر تو جانتے ہی نہیں۔

دوسری مثال یہ بیان فرمائی کہ دو آدمی ہیں ایک گونگا بہرا جو نہ اپنی کہہ سکے اور نہ دوسرے کی سن سکے اور ساتھ ہی نا سمجھ اور ابلہ بھی جس کی وجہ سے اپنی سمجھ بوجھ اور چل پھر کر بھی کچھ نہیں کر سکتا، غرض کہ نہ وہ اپنا کام کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کا اور اس کے بالمقابل دوسرا وہ شخص ہے جو اعلیٰ درجہ کا سمجھدار اور ہر کام میں ماہر، خود بھی صحیح راہ پر قائم اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے پر چلنے کی تعلیم دینے والا کیا یہ دونوں آدمی برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں، بس جب ایک ہی جنس کے دو آدمی برابر نہیں ہو سکتے تو دونوں جہاں کے خالق و مالک علیم و خبیر اور قادر مطلق کے برابر خود تراشیدہ پتھر کی مورتی یا کوئی مخلوق اس کے برابر کس طرح ہو سکتی ہے۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ کی دو مخلوق ایک نکتا بت جو نہ ہل کے نہ چل کے جیسے گونگا بابلہ، ج غلام اور دوسرا اللہ کا رسول جو لاکھوں انہوں کو سیدھی راہ دکھائے اور خود بندگی پر قائم رہے تو اس کی پیروی کرنا بہتر ہے یا اس کی۔

وَاللّٰهُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمَحٍ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ

اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاموش ہیں اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا۔

اَقْرَبُ لِمَا نَالَهُ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ

بلکہ اس سے بھی جلدی، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۚ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۚ لَعَلَّكُمْ

نکال کر تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تم کو تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا اِلَی الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوْ السَّمٰوٰتِ مَا يُبْسِكُهُنَّ

شکر دیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے میدان میں مسخر ہو رہے ہیں ان کو کوئی نہیں

اِلَّا اللّٰهُ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝

تھاتا بجز اللہ کے اس میں ایمان والے لوگوں کے لئے چند دلیلیں ہیں۔

تفسیر :- ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور کمال قدرت کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ باتیں اور بھیج جانے والی مرف اللہ کی ذات ہے، اور اللہ کی قدرت

کامیاب عالم ہے کہ جب تمام مخلوق کو دوبارہ پیدا فرما کر قیامت قائم کرے گا تو پلک جھپکتے ہی بلکہ اس سے بھی جلد قیامت قائم ہو جائے گی، تو جس ذات کے سامنے آسمان و زمین کے تمام بھید موجود ہوں اور اس کی قدرت ذرہ ذرہ پر حاوی ہو تو بھلا اس کا شریک کون اور کیسے ہو سکتا ہے۔

ان آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ کی قدرت کاملہ اور انسان پر احسان کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ اے لوگو! اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں پیدا فرمایا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے مگر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے تم کو کان آنکھ اور دل عطا فرمایا جس سے تم سن سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو، اور سمجھ سکتے ہو، اور پھر جیسے جیسے بچہ بڑھتا ہے ویسے ویسے ہی اس کی عقلی و جسمانی قوت کو بڑھاتے ہیں، تاکہ انسان اپنے رب کے احسانات و انعامات کو مان کر اس کی شکر گزاری اور اطاعت و فرماں برداری میں لگ جائے، مگر افسوس یہ بغاوت و سرکشی پر اتر آتا ہے اور اپنے حقیقی رب کے در کو چھوڑ کر اس کی مخلوق اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے جھکنے لگتا ہے۔

تیسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان فضا میں اڑتے پھرتے ہیں، اللہ ہی اپنی قدرت کاملہ سے ان کو آسمانی فضا میں تھامے ہوئے ہے، اور اسی نے ان کو

اڑنے کی قوت و ترکیب عطا فرما رکھی ہے اور ہوا کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے، بلاشبہ اس میں بھی ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُودِ الْاَنْعَامِ

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی، اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے

بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۚ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَ

جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کے رُؤوں اور ان کے

اَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَنَّا نَا وَمَتَاعًا اِلٰى حِينٍ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا

بالوں سے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کیلئے بنائیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے

خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيَكُمُ

اپنے بعض مخلوقات کے سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے

الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيَكُمُ بِأَسْكُمُ ۚ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلٰیكُمْ لَعَلَّكُمْ

جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے بنائے جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں اللہ تم پر اسی طرح اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم

تُسَلِّمُونَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَدُ الْمُبِينُ ۝ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ

فراموش نہ رہو پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صرف یہ پہنچا دینا ہے وہ لوگ خدا کی نعمت کو

اللّٰهُ ثُمَّ يُنْكِرُهَا وَاَكْثَرُهُمْ الْكَافِرُونَ ۝

پہچانتے ہیں پھر اسے منکر ہوتے ہیں اور زیادہ ان میں، سپاس میں

تفسیر۔ ان آیات میں پہلی آیات کی طرح حق تعالیٰ شانہ کے انعامات و احسانات کا تذکرہ ہے کہ

اللہ نے انسانوں کی راحت و آرام کیلئے بے شمار چیزیں پیدا کر رکھی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ

اس انسان کو عقل و جسمانی قوت بھی عطا فرما رکھی ہے، جس سے وہ اپنے رہنے کے لئے مٹی، لکڑی، پتھر، اینٹ

لوہے سے اچھے اچھے مکان بناتا ہے اور اسی طرح جانوروں کی کھالوں اور ان کی اون و بال وغیرہ سے بنے

ہوئے کپڑے وغیرہ کے خیے اور ڈیرے بنا کر اس میں رہتا ہے جن کو سفر میں لے جانا بہت آسان ہوتا ہے، اس

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے بہت سی چیزیں ایسی بنائیں جن سے تم سایہ حاصل کرتے ہو جیسے بادل درخت، پہاڑ اور مکان وغیرہ کا سایہ جو قانون قدرت کے مطابق زمین پر پڑتا ہے جس سے مخلوق آرام پاتی ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہ بنائی یعنی غار وغیرہ جس میں بارش دھوپ اور دشمن سے اپنی حفاظت کر سکتے ہو اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ کرتے اگرچہ سردی سے بھی حفاظت کرتے ہیں مگر چونکہ ملک عرب میں گرمی زیادہ ہے اس لئے خاص طور پر قرآن نے گرمی ہی کا ذکر کیا ہے، اور ایسی زرہیں بنائیں جو ٹپائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔

قرآن جائیں اللہ کی ذات کے کہ اس نے انسان کی تمام ضروریات کا کیسا معقول انتظام فرمایا، اور انسان کو ایسی عقلی و جسمانی قوت عطا فرمائی جس سے یہ مختلف مصنوعات تیار کر کے خوب فائدہ اٹھاتا ہے ان سب احسانات کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ کا شکر گزار اور فرماں بردار بن جائے مگر تعجب ہے اکثر انسان پر کہ وہ اللہ کے انعامات کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں مگر شکر گزاری نہیں کرتے، اخیر میں اللہ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ غمگین نہ ہوں، چونکہ آپ کا کام صرف ہمارا پیغام ان تک پہنچانا دینا ہے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے، پھر ان کافروں کو اجازت نہ دی جاوے گی اور نہ ان

يُسْتَعْتَبُونَ ۚ وَإِذَا رَأَوْا الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

کو حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی فراش کہ جاوے گی اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ عذاب نہ ان سے ہلکا کیا جاوے گا

يُنْظَرُونَ ۚ وَإِذَا رَأَوْا الَّذِينَ أَشْرَكُوا شَرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ

اور نہ وہ کچھ بہت دیئے جاویں گے، اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار وہ

شُرَكَائُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۚ فَأَلْقُوا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ

جبرے شریک یہی ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم ان کو پوجا کرتے تھے سو وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم

كَذِبُونَ ۚ وَ أَلْقُوا إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَامَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

جھوٹے ہو اور یہ لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افراہ پر دازیاں

يَفْتَرُونَ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

کرتے تھے وہ سب گم ہوجاؤں گی جو لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے ان کیسے ہم ایک سزا پر دوسری

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

سزا بمقابلہ ان کے فساد کے بڑھا دیں گے اور جس دن ہم ہر امت میں ایک ایک گواہ جو ان ہی میں کا ہوگا

عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ

ان کے مقابلہ میں قائم کر دیئے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے

الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

کرتا ہوں باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے

کفر کا انجام

پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ اکثر لوگ کفر و ناشکری کرتے ہیں، اب ان آیات میں کفر و ناشکری کے انجام کا بیان ہے، ارشاد ہے کہ ایک دن (یعنی قیامت) آیا آنے والا ہے جب اگلی پچھلی تمام امتیں احکم الحاکمین کی عدالت میں کھڑی ہوں گی، اور ہر امت کے نبی کو بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا جو شہادت دیں گے کہ اللہ کا پیغام اس نے مانا اور اس نے نہیں مانا، اس وقت ان کافرین کو اجازت نہ ہوگی کہ اپنی معذرت میں کچھ کہہ سکیں یا توبہ کر سکیں، کیونکہ آخرت بدلہ کی جگہ ہے دنیا میں جیسا کیا ویسا اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اس میں نہ کچھ کمی کی جائے گی اور نہ ہی درمیان میں مہلت دی جائے گی کہ کچھ دیر کے لئے عذاب کو ملتوی کر دیا جائے، بلکہ مسلسل عذاب میں مبتلا رہیں گے، کافرین و مشرکین جب اپنے معبودان باطل اور شرکاء کو دیکھیں گے تو بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی وہ ہیں جن کی ہم پوجا کرتے تھے، گویا کہ اس طرح اپنے جرم کا اقرار کر کے اپنی سزا ختم یا کم کرانا چاہیں گے، مگر معبودان باطل ان کو جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو، ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری پوجا کرو، تم تو اپنی خواہشات کے پیجاری تھے، کافرین و مشرکین چالاک سے اللہ کے سامنے اطاعت و فرما برداری کی باتیں کرنے لگیں گے، اور دنیا میں جو کچھ بہتان تراشیاں کرتے تھے ان کو بھول جائیگا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو اللہ کی اطاعت و فرما برداری سے تکبر کرتے تھے اور قیامت کے دن اطاعت و فرما برداری کا اظہار کریں گے، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم ان کو ڈبل عذاب دیں گے ایک عذاب ان کے کفر کرنے کا، دوسرا لوگوں کو راہ حق پر آنے سے روکنے کا۔

اخیر میں فرمایا کہ وہ ہولناک دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن (یعنی قیامت میں) ہر ایک پیغمبر اپنی اپنی امت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان دے گا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام

کے متعلق شہادت دیں گے کہ انہوں نے آپ کا پیغام اپنے امتیوں کو پہنچا دیا تھا آپ کے بلند مرتبہ کو واضح کرنے کے لئے آپ پر نازل شدہ کتاب قرآن مقدس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین کے متعلق تمام ضروری امور کا مکمل طور پر بیان کر دیا ہے، اور یہ کتاب تمام لوگوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے اور فرما بزرگوار بندوں (مسلمانوں) کو شاندار مستقبل کی خوش خبری سناتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِي ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ

بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قربت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۵۲﴾

مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمکو اسلئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو

تفسیر: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کہ یہ آیت قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کے کرنے اور تین چیزوں کے چھوڑ دینے کا حکم فرمایا ہے، عدل و انصاف، احسان و مروت رشتہ داروں کی حاجت روائی کرنے کے لئے فرمایا، عدل و انصاف کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق، جذبات، عدل و انصاف کے ترازو میں تلے ہوئے ہوں، کمی زیادتی سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ نہ پائے، سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ انصاف کے ساتھ کرے، جو بات اپنے لئے ناپسند کرے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی ناپسند کرے۔ احسان و مروت کا حاصل یہ ہے کہ آدمی خود نیکی و بھلائی کرے اور دوسروں کا بھلا بچا ہے، عام عدل و انصاف اور احسان و مروت کی تعلیم دینے کیلئے خاص طور پر رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ بے حیائی برائی ظلم و زیادتی ان تینوں چیزوں کے ترک کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دے گا وہ ہر برائی سے محفوظ ہو جائیگا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرما رہے ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو، جس چیز کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اس کو اختیار کرو اور جس چیز سے منع فرمایا ہے اس کو ترک کرو۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ

اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اس کو اپنے ذمہ کرو اور قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے مت توڑو اور تم اللہ

جَعَلْتُمْ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۱۱﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي

تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور تم اس عورت کے مشابہ مت بنو

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَخَذُونَ آيَاتَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ

جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کرتی اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے

أَنْ تَكُونُوا أُمَّةً يَهْتَابُهَا آيَاتُكُمْ مِنْ أُمَّةٍ ۖ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۖ

گو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے

وَلِيُبَيِّنَ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے قیامت کے دن ان سب کو تمہارے سامنے ظاہر کر دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کو

يَجْعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ

منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقے کا بنادیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں

وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۳﴾

راہ پر ڈال دیتے ہیں اور تم سے تمہارے اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی

عہد پورا کرنے کا حکم | اس آیت میں عہد پورا کرنے کا حکم اور عہد شکنی کی برائی کا بیان ہے۔ ارشاد ہے کہ جب خدا کا نام لے کر قسمیں کھا کر عہد کرتے ہو تو خدا کے پاک نام کا احترام

قائم رکھو، جب کسی قوم یا آدمی سے کوئی معاہدہ کیا جائے بشرطیکہ وہ عہد شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کا پورا کرنا مسلمان کا فرض ہے اس کو پورا کرنے میں اگر پریشانیاں بھی آئیں تو ان کو برداشت کر کے معاہدہ کو پورا

کرنا چاہئے، جب خدا کے نام کی قسم کھا کر کوئی معاہدہ کیا ہے تو گویا اس معاملہ میں تم نے اللہ کو گواہ اور ضمان بنالیا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ تم اس کے مقدس نام کا احترام کہاں تک باقی رکھتے ہو اگر تم معاہدہ کو توڑ دیتے

ہو تو تمہیں اس کی سزا دی جائے گی کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات ہر ظاہر و پوشیدہ چیز سے بخوبی واقف ہے ارشاد ہے کہ عہد کر کے توڑ دینا ایسی حماقت و بے وقوفی ہے جیسے کوئی

عہد شکنی کی مثال | عورت دن بھر محنت کر کے سوت کاتے اور پھر شام کو اس پورے سوت کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، چنانچہ کہ معظمہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی،

مطلب یہ ہے کہ معاہدہ کو ایک کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاٹ لیا اور جب چاہا توڑ ڈالا

بہت ہی حماقت دیدوانگنی ہے۔

اسکے بعد فرمایا کہ معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا بازی کا آراستہ بناؤ، جس طرح اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے زیادہ طاقتور دیکھ کر اس سے معاہدہ کر لیا اور پھر جب اس سے بھی بڑھ کر کوئی جماعت زیادہ طاقتور سامنے آئی تو پہلی جماعت سے معاہدہ توڑ کر اس نئی جماعت سے معاہدہ کر لیا۔ اور جب خود ان سے زیادہ طاقتور بن گئے تو ان سب کے تمام معاہدے توڑ ڈالے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کسی جماعت کو طاقتور اور کسی کو کمزور ہم نے تمہاری آزمائش کے لئے رکھا ہے اور اسی طرح عہد پورا کرتے کا حکم دینے میں بھی تمہارا امتحان ہے کہ دیکھیں کون ثابت قدم رہ کر اپنا عہد پورا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے، یاد رکھو دنیا امتحان گاہ ہے اس کا نتیجہ قیامت کے دن کھل کر سامنے آجئے گا۔ اور جن چیزوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کا عملی فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو تمام لوگوں کو ایک راہ پر قائم کر دیتے مگر اپنی خاص حکمت کے پیش نظر ہم جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں اور لوگوں سے قیامت کے دن ہم ان کے اعمال کی باز پرس کریں گے۔

وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخْلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا

اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کہیں اور کسی کا قدم جھنے کے بعد پھسل جائے پھر تم

الشُّوْءَ بِمَا صَدَقْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ وَلَا تَشْتَرُوا

کو اس سبب سے کہ تم راہِ خدا سے مانع ہوتے تکلیف بھگتنا پڑے اور تم کو بڑا عذاب ہوگا اور تم لوگ عہدِ خداوندی

بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا إِنَّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ هُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

کے عوض میں تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو بس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر تم

تَعْلَمُونَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَ الَّذِينَ

سمجھنا چاہو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہیگا اور جو لوگ

صَبَرُوا أَجْرُهُمْ بِأَحْسَنٍ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ

ثابت قدم میں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان اجر ان کو ضرور دیں گے جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ

ذَكَرْ أَوْ أَنْتَنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ

وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو با لطف زندگی دیں گے اور ان کے اچھے

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۵۵﴾

کاموں کے عوض میں ان کا اجر دے دیں گے۔

عہد شکنی کا وبال

عہد توڑنے کی سزا کا ملنا آخرت میں تو یقینی ہے ہی اسکے علاوہ بہت سے دنیوی نقصانات سے بھی انسان کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً جو لوگ تمہیں ایماندار اور عہد پورا کرنے والا سمجھ کر تمہارا احترام کرتے ہیں اور تم میں شریک ہیں وہ عہد شکنی کرنے پر تم سے علیحدہ ہو جائیں گے اور ان کے دل سے تمہارا احترام جاتا رہے گا، اور جو لوگ تم میں شامل ہونا چاہتے تھے اب وہ بھی تمہارے ساتھ شریک نہیں ہو سکیں گے کہ یہ تو بڑا دھوکہ باز ہے وعدہ کر کے نبھانا نہیں اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ معاہدہ اور قسمیں توڑ کر آپس میں فساد کا ذریعہ مت بناؤ اس سے مسلمان قوم بدنام ہوگی اور تمہارا کردار مجروح ہوگا، یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں گے، غیر مسلم قویں اسلام میں داخل ہونے سے رک جائیں گی اللہ کی راہ سے روکنے کا گناہ ہوگا اور سخت سزا دی جائیگی آپسی عہد و پیمان کے بعد بیان ہے کہ جو عہد اللہ سے کیا ہے دنیوی مال و دولت کے لالچ میں اس کو مت توڑو، یاد رکھو ایسا مال و بال جان بنے گا اور عہد پورا کرنے پر آخرت میں جو اس کا بدلہ ملے گا وہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، نیز دنیوی مال و دولت کتنا بھی ہو وہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور آخرت میں جو نعمتیں ملیں گی وہ کبھی فنا نہیں ہوں گی، ہمیشہ باقی رہیں گی، بس اگر تم اس بات پر یقین کر کے اچھی طرح سمجھ لو تو کبھی عہد شکنی نہ کرو، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ عہد کر کے (خواہ وہ عہد اللہ سے ہو یا لوگوں سے) اس پر ثابت قدم رہیں گے ہم ان کے اچھے کاموں کے بدلے ضرور بہترین اجر دیں گے اس کے بعد مسلمانوں کو خوش خبری دی گئی ہے کہ جو بھی مرد یا عورت ایمان قبول کر کے اچھے اعمال کرے گا ہم اس کی دنیوی زندگی کو اطمینان بخش اور پُر لطف بنادیں گے اور آخرت میں اس کو بہترین بدلہ عنایت فرمائیں گے، حضرت ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ نیک مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی پرسکون زندگی رحمت فرمائیں گے تندرستی اور فراخی کے وقت تو زندگی کا پرسکون ہونا ظاہر ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ بلا ضرورت مال بڑھانے کی حرص ان میں نہیں ہوتی جو ان کو ہر حال میں پریشان رکھتی ہے اور اگر بیماری و تنگدستی بھی آجائے تو ان کو اللہ کے وعدوں پر مکمل یقین ہوتا ہے اور پریشانی کے بعد راحت ملنے کی قوی امید ان کی زندگی کو بے لطف نہیں ہونے دیتی جیسے کاشتکار کھیت بوٹے وقت

تمام پریشانیوں کو خوشی خوشی اس نے برداشت کرتا ہے کہ چند روز بعد اس کو راحت ملنے والی ہے، بس مومن بھی ہر تکلیف پر اجر ملنے کی امید پر خوش رہتا ہے، اور پھر دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس لئے اگر دنیاوی زندگی میں کچھ پریشانیاں آ بھی جائیں تو آخرت کی اصل زندگی کے راحت کی امید پر مومن بخوشی اپنا وقت گزار لیتا ہے۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ

توجب آب قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یقیناً اس کا قابو

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ

ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں بس اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے

يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝

جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں

تفسیر: قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور اس کے معنی و مطلب میں غور کرنے سے انسان کو شیطان روکتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ انسان اللہ کی رضا کے کام کرے اس لئے اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرو تو دل کو خدا کی طرف متوجہ کر کے اللہ سے شیطان ملعون کے شر سے پناہ مانگ لیا کرو اور زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ لیا کرو اس سے شیطان کے مکر و فریب کا اثر تم پر نہ چل سکے گا کیونکہ شیطان کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان والے ہیں اور اپنے پروردگار پر دل سے بھروسہ رکھتے ہیں، اس کا قابو تو صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اپنا رشتہ، فراہ واری شیطان سے جوڑے ہوئے ہیں اور اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں تلاوت قرآن سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کا پڑھنا اس آیت کی تعمیل کے لئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور کبھی کبھی نہ پڑھنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے، اس لئے جمہور علماء نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ کو پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت قرار دیا ہے، تلاوت قرآن کے علاوہ کسی دوسری کتاب یا کلام پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنا سنت نہیں وہاں صرف بسم اللہ ہی پڑھنا چاہئے، البتہ بعض دوسرے موقعوں پر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنے کی احادیث پاک میں تعلیم دی گئی ہے مثلاً جب غصہ زیادہ آئے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھنے سے غصہ زائل ہو جاتا ہے اسی طرح بیت الخلاء میں جانے سے پہلے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْخُبْثِ پڑھنا مستحب ہے۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنْزِلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ۝

در جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو

مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ۝

بے خوف جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افزار کرنے والے ہیں بلکہ انہی میں اکثر توں جاہل ہیں آپ فرما دیجئے کہ اسکو

رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ۝

روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لانے میں تاکر ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کیلئے ہدایت اور خوش خبری ہو جس سے

کفار کے ایک اعتراض کا جواب

قرآن کریم مکمل ایک وقت میں نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا

تھوڑا ضرورت کے مطابق نازل کیا گیا ہے اس میں بہت

سے احکام وقتی بھی نازل ہوئے مثلاً پہلے ایک حکم بھیجا گیا اور پھر اسی جگہ دوسرا حکم نازل کر دیا گیا مثلاً

شروع میں جنگ کی ممانعت کا حکم نازل ہوا اور بعد میں جنگ کرنے کا حکم بھیجا گیا وغیرہ کفار اس طرح کے

احکام سن کر اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام کیسے ہو سکتا ہے کیا معاذ اللہ خدا نے پہلے حکم

بے خبری میں دیا جو بعد میں اسکو بدلنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ تمہارا یہ اعتراض جہالت

کی وجہ سے ہے، کیونکہ تم کو احکام میں تبدیلی کی وجہ معلوم نہیں، اس طرح کے جو احکام ہیں وہ درحقیقت

معیادی ہیں اللہ کو اگلے پچھلے تمام حالات کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ یہ حکم کتنی مدت کیلئے ہے اور اسکے

بعد اس کی جگہ دوسرا حکم بھیجا جائیگا اور ایسا کرنا عین عقل کے مطابق ہے، دونوں حکموں کو ایک ساتھ

بھیجنا اس کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہے، بس یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے، یہ بالکل ایسے ہی

ہیں جیسے بعض مرضوں میں حکیم و ڈاکٹر شروع میں ایک دوا دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ چند دن بعد

دوسری دوا دی جائے گی مگر شروع ہی میں مریض کو پوری تفصیل نہیں بتلاتا کہ پہلے یہ دوا کھاؤ چند

دن بعد دوسری دوا شروع کی جائے گی اور پھر اس کے بعد یہ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ یہ میرا

بنایا ہوا کلام نہیں بلکہ رب العالمین نے روح القدس حضرت جبریل امین کے ذریعہ عین حکمت و مصلحت

کے مطابق مجھ پر نازل فرمایا ہے اور اس میں جو تبدیلی ہے وہ بھی اللہ کی حکمت و مصلحت کی وجہ سے ہے

اس سے مومنین کے اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہر حال سے پورے طور پر واقف ہے اور اعلیٰ

حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے جیسے حالات پیش آتے ہیں ویسے ہی احکام ہمارے لئے نازل فرماتا

ہے اور ہر کام پر اس کے مناسب و خوش خبری سناتا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھا جاتا ہے جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے

إِلَيْهِ أَعْجَبِي ۖ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

میں اس کی زبان تو عجیبی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں

بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ إِنَّمَا

لاتے ان کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لائیں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی بس جھوٹ

يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

افتر کرنے والے تو یہ ہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ

الْكَذِبُونَ ۝

ہیں پورے جھوٹے

کفار کا دوسرا اعتراض پہلے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں، اب

دوسرا اعتراض یہ کر رہے ہیں کہ یہ کلام محمد عربی کا بھی نہیں ہے کیوں کہ

آپ اُمی ہیں آپ نے کسی انسان سے ایک حرف بھی نہیں سیکھا اور باوجود اعلیٰ درجہ کے قریش

ہونے کے چالیس برس تک ایک شعر بھی نہیں کہا جب کہ عرب میں شعر گوئی کی عام فضا تھی، پھر

ایسی اعلیٰ ترین کتاب آپ تیار کر دیں یہ ناممکن ہے، پس ظاہر ہے کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ کلام

تیار کر کے دیتا ہے جو آپ لوگوں کو سناتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ میں

ایک عیسائی عجمی غلام تھا جو لوہا رتھا اس کا نام بلعام تھا یہ کچھ انجیل وغیرہ بھی جانتا تھا، حضور

اس کے پاس آتے جاتے تو لہذا کفار نے کہنا شروع کیا کہ بلعام آپ کو یہ کلام سکھاتا ہے، اللہ تعالیٰ

ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ سکھانے کی نسبت تم ایک عجمی شخص کی طرف کرتے ہو، اور یہ قرآن

صاف عربی زبان میں ہے افسوس تم یہ بھی نہ سمجھ سکتے کہ ایک عجمی داں عربی کلام کیسے کہہ سکتا ہے اور

پھر عربی کلام بھی وہ اعلیٰ ترین اور جامع کہ تم جیسے ماہر زبان فصحاء وبلغار بھی اس جیسا کلام نہ کہہ سکتے

بار بار جیسے کہنے کے باوجود تم قرآن جیسی ایک سورت تو کیا ایک آیت بھی لانے سے عاجز رہے۔

جو لوگ آپ کی نبوت اور قرآن کا انکار کرتے تھے انھیں وعید سنائی جا رہی ہے کہ واضح

دلائل کے باوجود جو شخص بیٹھان لے کہ نہیں مانوں گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو منزل مقصود تک پہنچنے کی راہ

نہیں دکھاتے، بد اعتقاد آدمی ہدایت سے محروم رہتا ہے اور سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔
کفار حضور علیہ السلام کے متعلق کہتے تھے کہ آپ اللہ کی طرف اس کلام کو جھوٹ منسوب کرتے ہیں،
اللہ نے فرمایا ہمارا پیغمبر جھوٹا نہیں جھوٹے تو تم ہو، تمہیں اپنے رب کی باتوں پر بھی یقین نہیں، جھوٹ بتان
ترشی بدترین قوم کافروں و مشرکین کا کام ہے جن کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے اور حضور تو تمام
مخلوق میں افضل و برتر ہیں، اعلیٰ درجے کے دیانت دار اور سچے ہیں آپ کے دشمن بھی آپ کو امین
جیسے ممتاز لقب سے پکارتے تھے، شاہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے حضورؐ کے متعلق سوال کئے تو
ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ نبوت کے دعوے سے پہلے تم نے کبھی محمدؐ عربیؐ کو جھوٹ بولتے ہوئے
دیکھا یا سنا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا: کبھی نہیں، اس پر شاہ ہرقل نے کہا پھر یہ کیسے ہو سکتا
ہے کہ جس شخص نے دنیوی معاملات میں جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان ناپاک نہ کی ہو وہ اللہ کی
مقدس ذات کے سلسلے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۙ اِلَّا مِنْۢ اُكْرِهٖۙ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ

جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جاوے بشرطیکہ اس کا قلب

بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنۢ شَرَحَ بِالْكُفْرِۙ صَدْرًاۙ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِۙ

ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝۱۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَی

ہوگی یہ اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا

الْآخِرَةِ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكَافِرِیْنَ ۝۱۱۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ

اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں کیا کرتا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان

اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۱۲

کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے در یہ لوگ بالکل غافل ہیں

لَا جَزْمَ اَنَّهُمْ فِی الْآخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۱۳

لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھائے میں رہیں گے

تفسیر: جو مسلمان کلمہ کفر کہنے پر اس طرح مجبور کر دیا جائے کہ اگر کلمہ کفر نہیں کہے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا تو ایسی مجبوری کی حالت میں اگر وہ زبان سے کلمہ کفر کہہ دے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن اور جما ہوا ہو اور اس کلمہ کفر کو وہ دل سے بُرا جانتا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی وہ اسلام سے خارج ہوگا۔

شان نزول

یہ آیت حضرت عمار بن یاسرؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے، مشرکین نے حضرت عمارؓ کو گرفتار کر کے انھیں سخت تکلیفیں دیں اور اسلام چھوڑنے کے لئے ان سے کہا، اور کلمہ کفر نہ کہنے پر ان کو قتل کی دھمکی دی گئی، جب انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر میں نے کلمہ کفر نہ کہا تو قتل کر دیا جاؤں گا تو جان بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے کہہ دیا اور دل میں ایمان پر جما رہا، مشرکین کے ہاتھوں سے بچ کر یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا پورا واقعہ سنایا، حضورؐ نے ان سے معلوم کیا کہ جب تم کلمہ کفر کہہ رہے تھے اس وقت تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی، انھوں نے جواب دیا کہ میرا دل ایمان پر جما ہوا اور مطمئن تھا آپؐ نے فرمایا تم پر کوئی گناہ نہیں تم اپنے ایمان پر بدستور قائم ہو۔

اس سے بلند مقام یہ ہے کہ مومن دشمنوں کی تمام تکلیفیں برداشت کرے، حتیٰ کہ شہید ہو جانا بھی قبول کر لے مگر کلمہ کفر زبان پر نہ لائے جیسے کہ حضرت عمارؓ کے والدین یا سرِ رضا اور سمیۃؓ رضی اللہ عنہم نے شہادت کو قبول کیا مگر کافریں و مشرکین کے ظلم و ستم سے ڈر کر کلمہ کفر زبان سے نہیں نکالا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان لانے کے بعد پھر سے بخوشی کفر اختیار کرے یعنی مرتد ہو جائے جیسا کہ عبداللہ بن ابی — مرتد ہو گیا تھا بس ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو دردناک سزا دی جائے گی یہ غضب و عذاب ان کو اس وجہ سے ہوگا کہ انھوں نے دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا، دنیا کے چند روزہ مزے کی خاطر انھوں نے آخرت کو بھلا دیا، جو شخص دنیا کے تدریر پھنس کر آخرت کو بھلا دیتا ہے پھر اسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کے کان آنکھ و دل سے حقائق سننے دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی جاتی ہے۔ یہی مطلب ہے ہر لگا دینے کا، بس انجام کار یہی لوگ آخرت میں نقصان میں رہیں گے

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فْتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ

پھر بے شک آپؐ، ایسے لوگوں کے لئے کہ جنھوں نے بتلائے کفر ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے

رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۰

تو آپؐ کا رب ان کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

ایمان کی برکت پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

پچھلے آیات میں کافر و مرتد کو سخت سزا سنائی گئی تھی اب اس آیت میں ارشاد ہے کہ اگر کافر اور مرتد سچے دل سے توبہ و استغفار کر کے ایمان قبول کر لے تو حق تعالیٰ ایمان کی برکت سے اس کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور ایمان قبول کرنے کے بعد جن لوگوں نے ہجرت کی یعنی اللہ کی رضا و خوشنودی اور اپنے ایمان کو بچانے کے لئے اپنا پیارا وطن چھوڑا اور اللہ کے حکم کو بلند کرنے کیسے جہاد کیا تو ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت و مغفرت ہوگی وہ جنت کے اعلیٰ درجات کے مستحق ہوں گے۔

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا

ہر روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ

عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً

لے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا اور اللہ تعالیٰ ایک بستی داؤں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں

مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ

کردہ اس واطمینان میں تھے ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں سوائیوں نے

اللَّهُ فَآذَقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ وَلَقَدْ

حدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا اور ان کے

جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝

پاس انہیں میں کا ایک رسول بھی آیا سو اس کو انہوں نے جھوٹا بتایا تب ان کو عذاب نے پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پرکھ رہے تھے

تفسیر:-

قیامت کے دن یہ عالم ہوگا کہ ہر شخص اپنی ہی فکر میں ہوگا اور کوشش کریگا کسی طرح اللہ کے عذاب سے رہائی حاصل کر لوں اس کے لئے وہ جھوٹے سچے غند پیش کرے گا طرح طرح کے جواب و سوال کرے گا مگر وہاں نیکی کے علاوہ کچھ کام نہیں دے گا جس کے نامہ اعمال میں نیکیاں ہوں کی اللہ ان میں کوئی کمی نہیں کرے گا بلکہ ممکن ہے اپنی رحمت سے زیادتی فرما دے اور اسی طرح گناہوں میں زیادتی نہیں کرے گا بلکہ ممکن ہے اس میں اپنی رحمت سے کمی کر دے۔

اس کے بعد بتلایا گیا کہ کفر و سرکشی کی پوری سزا اگرچہ قیامت کے بعد ہی دی جائے گی مگر کبھی کبھی دنیا میں بھی اس کا وبال عذاب کی صورت میں آجاتا ہے، چنانچہ اسی طرح کی ایک بستی داؤں کا حال ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک بستی والے پورے اطمینان و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے ان کے کھانے پینے

اور دیگر ضروریات کی تمام چیزیں بڑی فراغت سے ان کے پاس چاروں طرف سے پہنچا کرتی تھیں، ان بستی والوں نے اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا بلکہ ناقدری کی کہ خوب کفر و شرک اور معاصی و سرکشی کی تواسلئے ان سے اپنی تمام نعمتیں چھین لیں اور ان کو قحط و خوف میں مبتلا کر دیا کہ مال و دولت چھین کر قحط و بھوک میں مبتلا کر دیا اور امن و سکون چھین کر دشمنوں کا خوف مسلط کر دیا۔

حق تعالیٰ شانہ فرما رہے ہیں کہ یہ آفت ہم نے ان پر اچانک ہی نہیں بھیجی بلکہ پہلے ان کی اصلاح کے لئے ان کے پاس اپنا ایک مقدس رسول بھیجا جس نے ان کو سب کچھ سمجھایا مگر ان بد بختوں نے ہمارے رسول کو بھی جھوٹا کہا، بس جب یہ کفر و شرک اور ظلم و سرکشی میں بالکل ہی مست ہو گئے تب ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔

بستی والوں کی مثال جو یہاں بیان کی گئی ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ عام مثال ہے کسی خاص بستی والوں کی نہیں، تاکہ اس سے ہر وہ قوم عبرت حاصل کرے جو اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود کفر و ناشکری اور گناہوں میں مبتلا ہے، اور اکثر مفسرین نے اس کو مکہ مکرمہ کا واقعہ قرار دیا ہے کہ وہ سات سال تک شدید قحط میں مبتلا رہے، حتیٰ کہ مردار جانور، اور کتے نیز دیگر گندی چیزیں کھانے پر مجبور ہو گئے، اور مسلمانوں کا خوف ان پر مسلط ہو گیا، پریشان ہو کر ابوسفیان نے اس وقت تک یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ تو صلہ رحمی اور عفو و درگزر کی تعلیم دیتے ہیں یہ آپ کی قوم ہلاک ہوئی جاتی ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ قحط ہم سے دور ہو جائے اس پر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی تو ان پر سے قحط ختم ہوا۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ

سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی

آيَاہ تَعْبُدُونَ ﴿۱﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا

عبادت کرتے ہو تم پر تو صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو

أَهْلٍ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جاوے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز

رَحِيمٌ ﴿۲﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ

کر نبوالا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے اور جس چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ

وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ

ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت

عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٣﴾ مَتَّاعٌ قَلِيلٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

لگا دو گے بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے یہ چند روزہ عیش ہے اور ان کے لئے دردناک

الْإِيمِ ﴿٦٤﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا مَّا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۖ

سزا ہے اور صرحت یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ

اور ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے

لِلَّذِينَ عَمِلُوا الشُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ

جنہوں نے جہالت سے برا کام کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنے اعمال درست کر لئے پھر آپ کا رب اس

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٦﴾

کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

تفسیر

پچھلی آیات میں اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اور کفر کرنے والوں پر عذاب کا ذکر تھا، اب ان آیات میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ وہ ناشکری نہ کریں اور جو حلال نعمتیں اللہ نے ان کو دی ہیں ان کو شکر کے ساتھ استعمال کریں، اسکے بعد فرمایا کہ کفار و مشرکین نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، ایک خاص صورت یہ بھی اختیار کر رکھی تھی کہ بہت سی چیزیں جن کو اللہ نے ان کے لئے حلال کر رکھا تھا ان کو حرام کہنے لگے، اور بہت سی جن چیزوں کو حرام کر رکھا تھا انہیں حلال کہنے لگے مسلمانوں کو اس پر تنبیہ فرمائی کہ وہ ایسا نہ کریں، کسی چیز کو حلال و حرام کرنا صرف اس ذات کا حق ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اپنی طرف سے ایسا کرنا خدا کی اختیارات میں دخل دینا اور اللہ پر الزام تراشی کرنا ہے۔

(اقوال تحقیق) :- "مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ" یہودیوں پر جو چیزیں حرام کی تھیں ان کا ذکر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ

سورۃ انعام کی اس آیت وَقُلْ لِلَّذِينَ أُدْرُوا أَنَّا كُنَّا كَذِبًا ظُفْرًا میں بیان فرما چکے ہیں تفصیل وہیں ملاحظہ کر لی جائے۔

ایک شبہ کا حل

ان آیات میں صرف چار چیزوں کو حرام ذایا گیا ہے۔ مردہ جانور، مہینے والا خون، خنزیر کا گوشت، جو چیز غیر اللہ کے نامزد کی گئی ہو، اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف یہی چار چیزیں حرام ہیں ان کے علاوہ باقی حلال ہیں، ایسا نہیں بلکہ یہاں انہی چار چیزوں کو بیان کرنا مقصود تھا ان کے علاوہ دیگر چیزیں جو حرام و ممنوع ہیں ان کا ذکر دوسری آیات و احادیث میں کیا گیا ہے اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص فاقہ کی ایسی نوبت کو پہنچ جائے کہ جان بچنا مشکل ہو تو بقدر جان بچنے کے ان مذکورہ حرام چیزوں کو کھانا اس کے لئے جائز ہے (اس کی مزید تفصیل آسان تفسیر پارہ سیفول ص ۱۰۲ پر دیکھ لی جائے)

آخر میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر کوئی نادانی سے کوئی بُرا کام کر بیٹھے اور پھر اس پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے اور پختہ ارادہ کرے کہ اب کبھی ایسا بُرا کام نہیں کروں گا اور پھر اپنی حالت سفارنے کی پوری کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی غلطی معاف فرمادیتے ہیں اور اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

بے شک ابراہیم بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے مورہ تھے اور وہ شرک کرنے والے

شَاكِرًا لِّأَنْعَمِهِ مُجْتَبِئًا وَهُدًى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

میں سے تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا تھا اور ان کو سیدھے رستہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے

الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

ان کو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ

أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّمَا جُعِلَ

ابراہیم کے طریقے پر جو کہ بالکل ایک طرف کے مورہ تھے چلنے والے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے، بس ہفتہ کی تعظیم تو

السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

موت ان ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں خلافت کیا تھا، بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم

الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

فیصلہ کر دے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے

تفسیر :- پچھلی آیات میں کفر و شرک کا رد فرمایا اب ان آیات میں حضرت ابراہیم کا طریقہ

بیان فرما کر اہل عرب کو شرک سے روکا جا رہا ہے، اہل عرب اپنے کو حضرت ابراہیم کا بیرو اور دین ابراہیمی کا ماننے والا بتلاتے تھے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم صرف اللہ کی بندگی کرنے والے تھے وہ شرک اور مشرک سے بیزار تھے، وہ اللہ کے اعلیٰ درجہ کے مطیع و فرمانبردار اور شکر گزار تھے اللہ نے آپ کو اپنا منتخب بندہ بنایا اور دولت نبوت سے سرفراز فرمایا، اور سیدھی راہ پر چلایا دنیا میں بھی خیر و خوبی کے ساتھ رکھا اور آخرت میں بھی وہ اللہ کے نیک اور صالح بندوں میں شامل ہوں گے۔

اس کے بعد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ آپ بھی دین ابراہیم کا اتباع کیجئے، اللہ تعالیٰ نے جو شریعت حضرت ابراہیم کو عطا فرمائی تھی وہی شریعت علاوہ بعض خاص احکام کے نبی آخر الزماں کو عطا فرمائی گئی، گویا کہ ملت ابراہیمی کو دوبارہ دنیا میں رواج دینے اور مکمل طریقہ سے ترتیب دے کر انسان کے سامنے پیش کرنے کے لئے محمد عربی علیہ السلام کو بھیجا گیا آپ کو قرآن عظیم عطا فرمایا گیا جس میں دین ابراہیمی کی مکمل تشریح کر دی گئی ہے، اس لئے اے اہل عرب اگر تم دین ابراہیمی کا اتباع کرنا چاہتے تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ تم دین محمدی کا اتباع کرو، اور اگر دین محمدی سے ہٹ کر تم دین ابراہیمی پر چلنے کا دعویٰ کرو گے تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں اس کے بعد ہفتہ کے دن کی تعظیم کا حکم فرمایا کہ اس دن عبادت و بندگی کرو، مچھلی کا شکار مت کرو (یہ دین ابراہیمی میں تھا نہ دین محمدی میں ہے درمیان میں یہود نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ کے ارشاد سے اختلاف کر کے جب اپنے لئے یہ دن منتخب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی دن کی تعظیم کرو اور اس دن مچھلی کا شکار مت کرو، یہ حکم کسی نے مانا کسی نے نہیں مانا، نہ ماننے والوں کو دنیا ہی میں سزا اور بندر بنا دیا گیا۔ اور آخرت میں جو فیصلہ ہو گا وہ الگ رہا، آخرت میں تو قیامت کے دن احکامات الہیہ سے متعلق جتنے بھی دنیا میں اختلاف ہوتے ہیں ان کا عملی فیصلہ ہو جائے گا وہاں ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے گا کہ کون حق پر ہے اور کون نہیں۔

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ

هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ

سے بحث کیجئے آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اسکے رستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے

بِالْمُهْتَدِينَ ۚ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۚ وَلَئِنْ

والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلاؤ جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور

صَبْرْتُمْ لَهٗوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ۖ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِٱللّٰهِ وَلَا

اگر صبر کرو تودہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق

تَحْزَنُ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۚ إِنَّ ٱللّٰهَ مَعَهُ

سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں

ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا ۖ وَٱلَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿٦٦﴾

کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں

دعوت و تبلیغ کا طریقہ

پچھلی آیات میں کافروں و مشرکین کو بتایا گیا تھا کہ اگر دین ابراہیمی پر چلنا چاہتے ہو تو دین محمدی اختیار کر لو اب ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو دین کے راستہ پر کس طرح لانا چاہئے، ارشاد ہے کہ لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ اسلام کی طرف راغب کیجئے، حکمت سے مراد یہ ہے کہ مخاطب کے حالات و مزاج کی رعایت کر کے ایسی تدبیر اختیار کی جائے جو اس پر اثر انداز ہو سکے۔ اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ اخلاقی کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے، انداز بھی نرم اور مشفقانہ ہو، اس طرح نصیحت کرنے سے بسا اوقات ضدی و مٹی اور سنگدل انسان بھی موم ہو کر نصیحت قبول کر لیتے ہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت بھی رہتی ہے جو کسی بھی طرح نصیحت قبول نہیں کرتی بلکہ وہ چاہتی ہے کہ بحث و مباحثہ اور مناظرہ کا بازار گرم ہو، لہذا قرآن کریم نے اس کا بھی حل بتلایا کہ ایسے لوگوں سے اخلاق و تہذیب سے بات کیجئے اور جو چیز ان کو آپ پیش کرنا چاہتے ہیں وہ انصاف و دیانت داری کے ساتھ صحیح اور واضح دلائل کے ذریعہ پیش کیجئے اس میں مخاطب پر الزام تراشی بے انصافی اور بلاوجہ شکست دینے کا جذبہ نہیں ہونا چاہئے۔ بس آپ کا مقصد تو صرف دین کی بات کو پہونچا دینا اور حق بات کو ثابت کر دینا ہے، باقی نتیجہ اللہ کے سپرد کر دیجئے وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا اللہ سے معاملہ پکڑئے گا۔

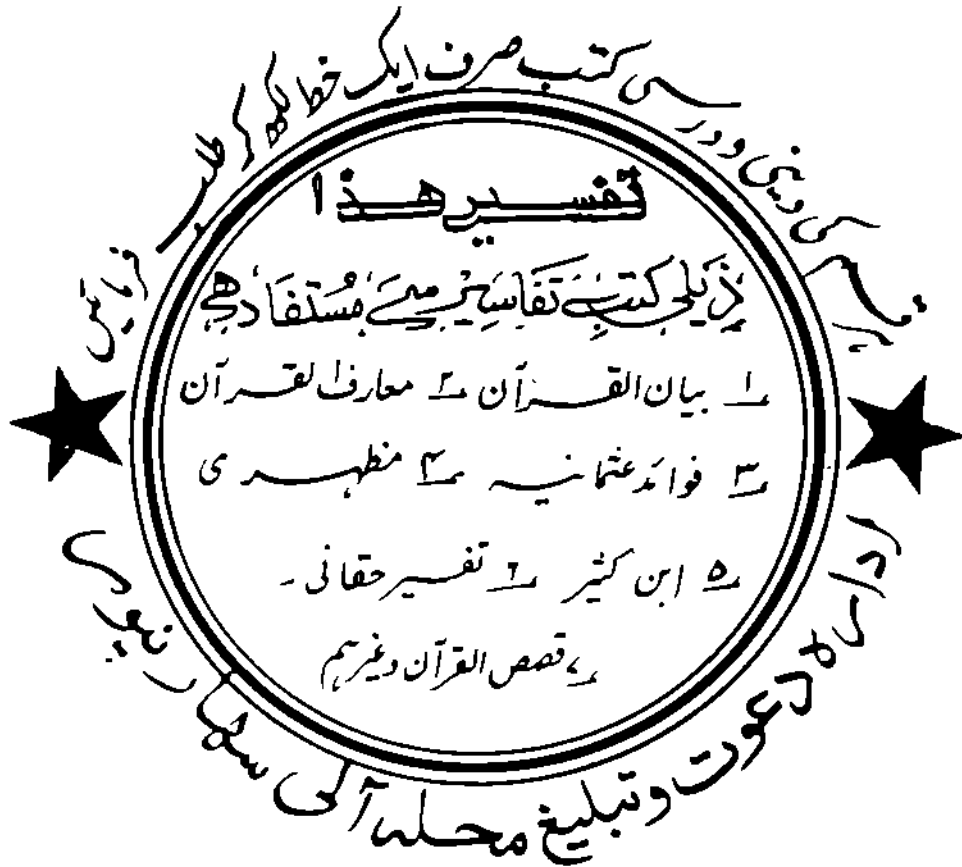
اس کے بعد ارشاد ہے کہ دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو کچھ تکلیفیں پہونچائی

جائیں تو اسی قدر بدلہ لینا تمہارے لئے جائز ہے، البتہ صبر کرنا اور بدلہ نہ لینا زیادہ بہتر اور افضل ہے، بلاشبہ صبر کا مقام بہت بلند ہے اس کا نتیجہ تمہارے حق میں بھی، دیکھنے والوں کے

حق میں بھی، اور خود ظالم کے حق میں بھی بہتر ہوگا، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ صبر کرنا آسان کام نہیں، جس کو اللہ توفیق و بہت دے وہی صبر کر سکتا ہے، اور فرمایا جو انسان جس قدر اللہ سے ڈر کر تقویٰ و پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا اسی قدر اللہ کی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی بس ایسے لوگوں کو دشمنان اسلام کے ظلم و ستم اور مکر و فریب سے تنگ دل اور غمگین نہیں ہونا چاہئے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سُورَةُ نَحْلٍ پَارَةُ رِجْمَا کے تفسیر

بحسن و خوبی مکمل ہوئی



﴿ قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں ﴾

﴿ آسان تفسیر ﴾

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر امت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و منجوز ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے، ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر بتیس (۳۲) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

﴿ تذکرۃ الانبیاء ﴾

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ (۱۶) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

﴿ تلخیص بخاری شریف ﴾

بخاری شریف جس کے متعلق فرمایا گیا ہے ”اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری“ کہ قرآن کریم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ ”تلخیص بخاری شریف“ میں صحیح بخاری شریف کی منتخب احادیث پاک کا ترجمہ و تشریح آسان و عام فہم انداز میں بالخصوص عام اردو داں طبقہ کے لیے مستند و معتبر شروحات بخاری شریف وغیرہ کتب سے اخذ کر کے مولانا محمد یعقوب قاسمی (سابق استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم سہارنپور) نے ترتیب دیا ہے۔

”تلخیص بخاری شریف“ کو اپنے وقت کے عظیم اکابرین نے اپنی قیمتی تقریظات سے مزین فرمایا ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے دی، پی رجسٹری، پارسل کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔ مکمل معلومات حاصل کرنے، اور ان کتابوں کو طلب کرنے کے لیے ہمارے موبائل نمبر پر رابطہ قائم فرمائیں۔

گزارش: خواہش مند حضرات کے مکمل تہ روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ بجز اکم اللہ۔

ادارہ دعوت و تبلیغ

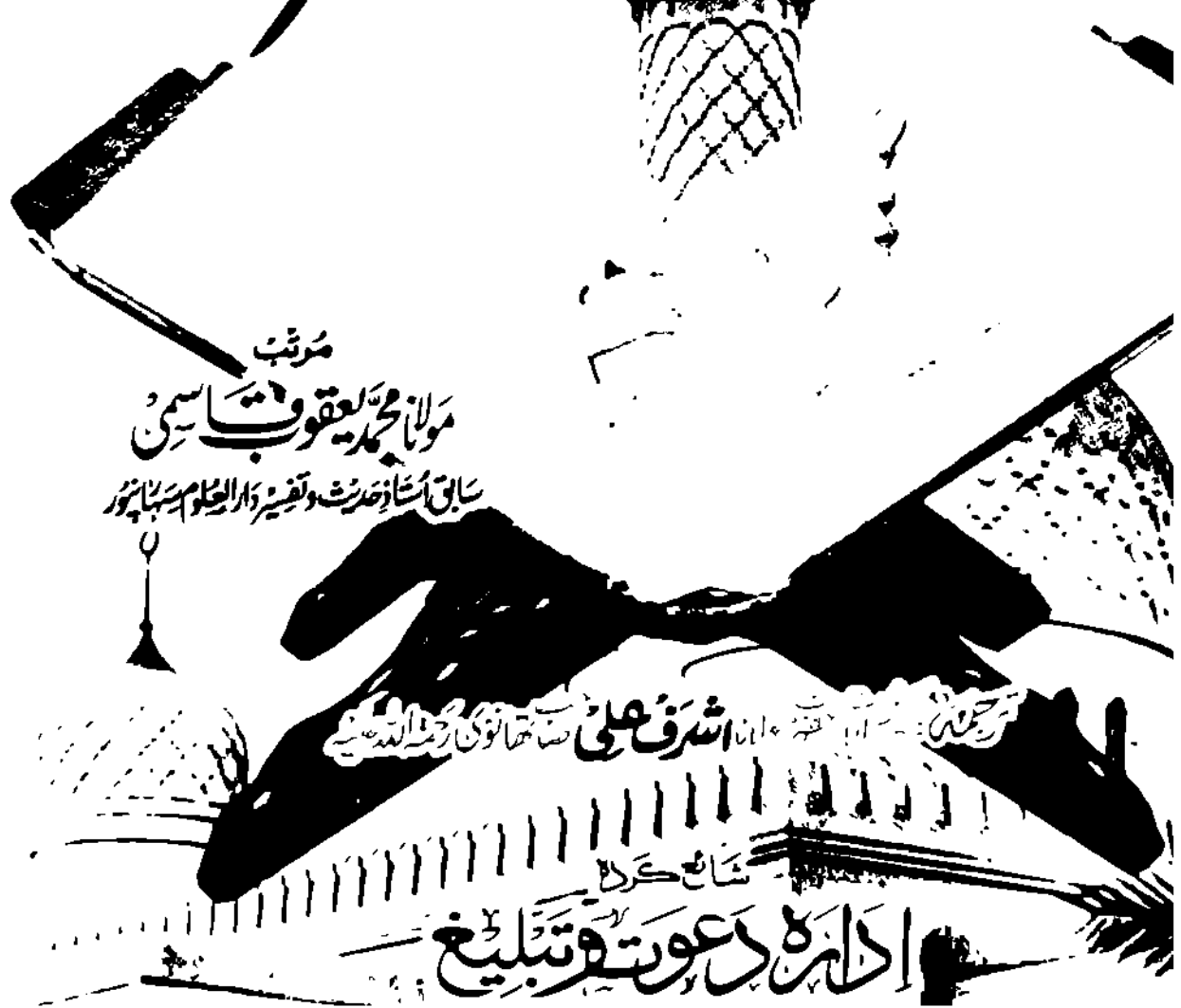
09837375773

گلی نمبر ۲، آلی کی چنگی ہمنڈی سمیتی روڈ، سہارنپور، موبائل نمبر: 09837002261

اس دھڑکی سب سے آسانی سے اٹھ اٹھیں اور مستند تفسیر قرآن کریم

پارہ ۱۵

آسان تفسیر



مؤلف
مولانا محمد یعقوب کاسمی
سابق اساتذہ حدیث و تفسیر دارالعلوم دیوبند

ترجمہ مولانا محمد یعقوب کاسمی
اشرف علی صاحبہا مولانا محمد یعقوب کاسمی

شائع کردہ
ادارہ دعوت و تبلیغ

اس دور کی سب آسان دعاں فہم اور مستند فقیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

اسان فقیر اردو

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ

مرتب

محمد یعقوب قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند

پارہ سبھان الذی

(شائع کردہ)

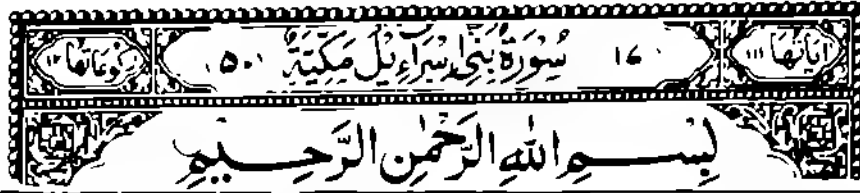
ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۱۲، آلی جنگی سہا پور (پنجاب)

فہرست عنوانات آسان تفسیر اردو پارہ ۵ سُبْحَانَ الَّذِي سُوْرَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ کہف

۲۶	حضرت موسیٰ کو نو نشانیاں دی گئیں	۲۱	بلا تحقیق کچھ مدت کہئے	۳	سورہ بنی اسرائیل کی فضیلت
۲۷	مکالمہ حضرت موسیٰ و فرعون	۲۲	تکبر سے اتر کر مت چلئے	۴	واقعہ معراج
۲۸	قرآن کا اصل مقصد	۲۲	تکبر پر وعیدات	۶	بنی اسرائیل کو ہدایت
۲۹	واقعات شان نزول	۲۳	گستاخ لوگ	۷	یہود کی تباہی کے دو اہم واقعات
۵۰	ایک اہم وظیفہ	۲۳	قرآن کا انداز بیان	۸	واقعات بنی اسرائیل مسلمانوں کے لئے عبرت ہیں
۵۱	سورہ کہف کے فضائل و برکات	۲۴	کائنات کی ہر چیز تسبیح پڑھتی ہے	۹	قرآن راہ ہدایت ہے
۵۱	سورہ کہف کا شان نزول	۲۵	بد نصیب لوگ	۹	جلد بازی کا نقصان
۵۲	قصہ اصحاب کہف	۲۶	مشرکین کے کچھ شبہوں کے جوابات	۱۰	اللہ کی قدرت کے نونے
۵۳	اصحاب کہف کب اور کہاں ہمئے	۲۷	ایک اہم ہدایت	۱۰	اعمال نامہ نگلے کا ہار ہے
۵۶	اصحاب کہف کی غار میں حفاظت	۲۸	کفار مکہ کے اعتراض کا جواب	۱۲	حضرت ابن عباسؓ کا فرمان
۵۷	اصحاب کہف کے سونے کی کیفیت	۲۹	کفار کی ہلاکت	۱۲	والدین کے ساتھ حسن سلوک کیجئے
۵۷	اصحاب کہف کا کتا	۲۹	شان نزول	۱۵	رشتہ داروں کے حقوق ادا کیجئے
۶۲	غار میں مدت قیام	۳۲	انعام خداوندی	۱۶	نفسوں خرمیٰ کریں و لا شیطان کا بھائی
۶۲	شان نزول	۳۳	انسان کا مرتبہ	۱۶	شان نزول
۶۶	دو شخصوں کی مثال	۳۵	کفار کا مکرو فریب	۱۷	واقعہ شان نزول
۶۸	غریب مومن کا جواب	۳۶	کفار کی بربادی	۱۷	خرچ کرنے میں میاں داری اختیار کیجئے
۶۸	نظر بد اور حوادث کا بہترین علاج	۳۶	پانچ نمازوں کا حکم	۱۸	امیر و غریب بنائے اللہ کی حکمت
۶۹	تہر خداوندی	۳۷	مقام محمود	۱۸	قتل اولاد عظیم گناہ ہے
۶۹	دنیا کی مثال	۳۷	ایک اہم دعا	۱۹	زنا ایک سنگین جرم ہے
۷۱	قیامت کا منظر	۳۸	اسلام کا غلبہ	۱۹	قتل ناحق حرام ہے
۷۷	قصہ حضرت موسیٰ و خضر	۳۹	واقعہ شان نزول	۲۰	اسلامی قانون کی شان
۸۰	کشتی کا سفر اور معصوم بچے کا قتل	۴۰	روح کیا ہے	۲۰	مال یتیم کی حفاظت کیجئے
		۴۱	اعجاز قرآن	۲۰	عہد پورا کیجئے
		۴۲	کفار کی بے ہودہ فرمائشیں	۲۱	ناپ تول میں کمی نہ کیجئے
		۴۵	انسان کا بخل		

سورہ بنی اسرائیل
مکرمین نازل ہوئی

اس میں ایک سو گیارہ
آیتیں اور بارہ رکعات ہیں



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بُرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِّنْ

جس کے گرد اگر دہم نے برکتیں کر رکھی ہیں بے گیتا کہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات

أَيِّنَّا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ①

قدرت دکھلا دیں، بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے دیکھنے والے ہیں۔

سورہ بنی اسرائیل کی فضیلت

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی

ہے کہ سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف، سورہ مریم سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں، مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمرہ پڑھ لیتے سوتے نہ تھے، آپ کے اس عمل سے اس سورت کی اہمیت و فضیلت خوب واضح ہے۔

اس عظیم الشان سورت کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی ایک خاص صفت سبحان سے شروع فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہماری ذات ہر قسم کے نقص و کمی سے پاک ہے، جو بات لوگوں کو عجیب معلوم ہو اور ان کی عقلیں اس کو تسلیم نہ کرتی ہوں وہ ہماری قدرت و مشیت کے سامنے کچھ مشکل نہیں، اس کے بعد واقعہ معراج کا ذکر فرمایا جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خصوصی اور امتیازی معجزہ ہے، ارشاد ہے کہ ہم نے اپنے مخصوص و مقرب بندے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے محدود حصے میں مسجد حرام (کعبہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا، اس سفر کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عجائبات قدرت و حکمت کے کچھ نمونے اپنے پیارے حبیب علیہ التحیۃ والتسلیم کو دکھائیں مثلاً مختصر سے وقت میں اتنا لمبا سفر کر لینا اور تمام انبیاء سے ملاقات کرنا اور ان کی گفتگو سنا وغیرہ اور آسمانوں پر جانا اور وہاں کے عجائبات دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔

واقعہ معراج شریف

اس آیت میں واقعہ معراج بہت مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس کی کچھ تفصیل سورہ النجم میں بھی مذکور ہے، اصل واقعہ سامنے لانے کے لئے یہاں صحیح بخاری و

مسلم شریف کی وہ حدیث مختصر طور پر ذکر کی جاتی ہے جس میں واقعہ معراج کا ذکر ہے،

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ سنایا فرمایا کہ میں حطیم اور بعض اوقات فرمایا کہ حجرہ میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کر کے اس میں سے دل نکالا اس کو آب زمزم سے دھو کر اس میں ایمان و یقین اور حکمت بھری گئی، پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی جس کا نام براق تھا، اس کا ایک قدم اس کی آنکھ کی نگاہ کی دوری پر پڑتا تھا، مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل ؑ مجھے ساتھ لے چلے، بیت المقدس تک ہمارا سفر اس پر ہوا، اور پھر ایک معراج یعنی زینہ لایا گیا اس پر چڑھ کر ہم آسمان پر پہنچے، زینہ کس طرح کا تھا اس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ لفظ کی طرح ہو، واللہ اعلم بالصواب، الغرض ہم پہلے آسمان پر پہنچے، یہاں ہماری ملاقات اور سلام و دعا حضرت آدم ؑ سے ہوئی، پھر دوسرے آسمان پر پہنچے وہاں حضرت یحییٰ ؑ اور عیسیٰ ؑ سے ملاقات ہوئی، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف ؑ سے ملاقات ہوئی، چوتھے پر حضرت ادریس ؑ سے اور پانچویں پر حضرت ہارون ؑ سے اور چھٹے پر حضرت موسیٰ ؑ سے اور ساتویں آسمان پر پہنچے تو حضرت ابراہیم ؑ کو بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا پایا، ان سے سلام و دعا اور ملاقات ہوئی، اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہی لے جایا گیا، یہاں آپ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ فرمایا اور پھر سدرۃ المنتہی سے آگے بڑھ کر آپ بارگاہ رب العزت میں پہنچے، جہاں حق تعالیٰ جل شانہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔

اور اس وقت آپ کی امت پر ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں، جب دربار الہی سے واپسی پر حضرت موسیٰ ؑ کے قریب سے گذر ہوا، تو حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے، آپ نے فرمایا، مجھے ادیری

(اقوال و تحقیق :- اسٹری ملا کی اصطلاح میں مکرم سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء کہتے ہیں اور وہاں سے سدرۃ المنتہی تک کے سفر کو معراج کہتے ہیں، اور بسا اوقات دونوں

سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ اسراء یا معراج سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

مشہور قول کے مطابق واقعہ معراج ۱۲ رجب ۱۲۷۰ بروز ہیر کو ہوا اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۳ سال تھی، واقعہ معراج کی روایت کو تقریباً تیس صحابہ کرام ؓ نے نقل کیا ہے۔

جمہور سلف و خلف کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کا یہ سفر معراج صرف روحانی نہیں بلکہ جہانی تھا اور جو بعض صحابہ ؓ تابعین سے واقعہ معراج حالت نیند میں ایک عجیب و غریب خواب منقول ہے وہ اسکے منافی نہیں (باقی بر مہ)

امت کو روزانہ پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ملا ہے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، میں نے آپ سے پہلے اپنی امت کا تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے، آپ بارگاہ الہی میں جا کر نمازوں میں کمی کی درخواست کیجئے، میں نے جا کر درخواست کی تو دس معاف کر دی گئی، واپسی پر پھر حضرت موسیٰؑ نے معلوم کیا، اور پھر کم کرانے کا مشورہ دیا، یہاں تک کہ معاف ہوتے ہوتے صرف پانچ رہ گئی، حضرت موسیٰؑ نے پھر فرمایا کہ ابھی اور کم کرا بیٹے، آپ نے فرمایا کہ اب مجھے شرم آتی ہے بس اب میں اپنے رب کی رضا میں راضی ہوں، اسی وقت ایک آواز آتی ہے کہ میں نے اپنے مقرر کئے ہوئے حکم کو پورا کر لیا، اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی، یعنی پانچ نمازیں پڑھنے پر ثواب پچاس نمازوں کا عطا کر دیا گا:

اس واقعہ سے نماز کی اہمیت و عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے کتنے اہتمام کے ساتھ اپنے خصوصی دہار میں اپنے پیارے نبی کو بلا کر نماز کا تحفہ دیا ہم کو چاہئے کہ اس کی قدر کریں اور پانچ وقت کی نماز ادا کر کے پچاس نمازوں کا ثواب اپنے نامہ اعمال میں درج کرائیں۔

اس کے بعد آپ بیت المقدس تشریف لے آئے اور ساتوں آسمانوں میں جن انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی آپ کے ساتھ بیت المقدس آئے گویا آپ کو رخصت کرنے کے لئے بیت المقدس تک آپ کے ساتھ آئے، اور یہاں حضرت جبریلؑ کے اشارے سے آپؐ نے تمام انبیاء کو نماز پڑھائی، تمام انبیاء نے آپ کی اقتدار میں نماز ادا فرمائی گویا اس طرح امامت انبیاء کا جو منصب حضور کو عطا فرمایا گیا تھا، اس کا یہ عملی ثبوت پیش کیا گیا۔ بہر حال آپ بیت المقدس سے پھر اسی براق پر سوار ہو کر اندھیرے وقت مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

بَلِّغْنَا حَوْلَهُ :- یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے بہت سی دینی و دنیوی برکتیں کر رکھی ہیں، دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں نہر و چشموں اور باغات و پیداوار کی خوب کثرت ہے، اور

(بقیہ اتوال تحقیق صفحہ گذشتہ) کیونکہ ممکن ہے اس واقعہ معراج سے پہلے یا بعد آپؐ کو روحانی طور پر خواب دکھایا گیا ہو بہر حال واقعہ معراج جسمانی تھا، یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ نے اس کا ذکر حضرت ام ہانیؓ سے کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ اس واقعہ کا تذکرہ نہ فرمائیں نہیں تو لوگ آپ کو جھٹلائیں گے، ظاہر ہے اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ خواب میں تو کوئی کچھ بھی دیکھ سکتا ہے، الغرض یہی ہوا جب آپؐ نے یہ واقعہ لوگوں کو سنایا تو لوگوں نے آپ کا مذاق اڑایا اور آپ کو جھوٹا بتلایا اور بہت سے نو مسلم مرتد ہو گئے، تعداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے مطابق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کہ حضورؐ ہم نے رات آپ کو — قیام گاہ پر تلاش کیا نہیں ملے آپ کہاں تشریف لیگئے تھے اس سے واضح ہے کہ آپ کا سفر معراج جسمانی تھا، انکے اور بیشمار دلائل کتب تفسیر میں موجود ہیں

دینی برکت یہ کہ دہاں بے شمار انبیاء کا مسکن مدفن اور ان کے فیوض و برکات کا سرچشمہ رہا ہے شاید حضور علیہ السلام کو دہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہو کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل پر تقسیم ہوئے تھے وہ سب آپ کی ذات مقدس میں جمع کر دیئے گئے ہیں، اور اب کعبۃ اللہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔

وَإِنَّمَا مَوْسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي

اور ہم موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت

وَكَيْلًا ۚ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝

قرارداد اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوح بڑے شکر گزار بندہ تھے۔

بنی اسرائیل کو ہدایت

واقعہ معراج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف کو بیان کرنے کے بعد اب حضرت موسیٰ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ کو توریت عطا فرمائی اس کتاب میں بنی اسرائیل (یہود) کے لئے ہدایت تھی کہ توحید اختیار کریں، اللہ کو اپنا کارساز مانیں اور اسی پر بھروسہ کریں اور صرف اس کی بندگی کریں، پھر ان بنی اسرائیل سے کہا جا رہا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جن کو ہم نے طوفانِ نوح کی عالمگیر بلاکت سے اپنے پیغمبر نوح علیہ السلام کی کشتی پر چڑھا کر بچا یا تھا، سو جو اگر اللہ تعالیٰ ان کو نہ بچاتے تو آج تمہارا وجود نہ ہوتا، بس اس انعامِ عظیم کے شکریہ میں توحید اختیار کرو اور ہر طرح سے اللہ کے شکر گزار بن جاؤ جس طرح تمہارے بزرگ شکر گزار تھے۔ بلاشبہ حضرت نوح بڑے شکر گزار بندے تھے، ابوفاطمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح ؑ جو بھی چھوٹا بڑا کام کیا کرتے تھے تو پسِ اللہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہ کہا کرتے تھے۔

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلا دی تھی کہ تم سر زمین میں دوبار خرابی کرو گے اور

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۚ فَآذَا جَاء وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا

بڑا زور چلانے لگو گے پھر جب ان دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آئے گی ہم تم پر اپنے

أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۚ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ

ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگ جو ہوں گے پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں گے اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا

الْكَزَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَنْدَدَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۖ إِنَّ أَحْسَنَهُم

بھرم ان پر تمہارا غلبہ کر دیں گے اور مال اور بیٹوں سے تمہاری امداد کریں گے اور ہم تمہاری جماعت بڑھا دیں گے اگر اچھے

أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسْوَأُوا وُجُوهَكُمْ

کام کرتے ہو گے تو اپنے ہی نفع کیلئے اچھے کام کر دے اور اگر تم بُرے کام کر دے تو بھی اپنے ہی لئے بھربہ بچھلی بار کی عیاد آؤ گی ہم پھر

وَلْيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبَرَّوْا مَا عَلُوا تَتَّبِعُوا عَلَى

دوسروں کو مسلط کر دیں گے کہ تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد میں گھسے تھے یہ لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر

رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمُ ۚ وَإِنْ عُدتُمْ عُدتُمْ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۖ

ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرما دے اور اگر تم پھر وہی کر دے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا

جیل خانہ بنا رکھا ہے۔

یہود کی تباہی کے دواہم واقعات

ان آیات میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ بات بطور پیشین گوئی کے توریت یا انبیاء بنی اسرائیل کے کسی صحیفے میں

تبدادی تھی کہ تم سرزمین ملک شام میں دوسرے مرتبہ سرکشی و نافرمانی کر کے اللہ کے عذاب کو دعوت دو گے، ایک مرتبہ

حضرت موسیٰ کی شریعت کی مخالفت کر کے اور ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ کی شریعت کی مخالفت کر کے، اور دونوں مرتبہ

تم پر عذاب مسلط ہو گا، بھربہ تم اپنی سرکشی پر نام و دشمن مذہب ہو کر توبہ کر دے گے تو وہ عذاب تم سے اٹھا لیا

جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا، پہلی مرتبہ جب انھوں نے حق تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی اور حضرت موسیٰ کی شریعت

کی مخالفت کی تو ان پر شہر بابل کے بادشاہ نخت نصر مجوسی کو مسلط کر دیا گیا، اس نے ان پر سخت حملہ

کیا، بے شمار مردوں کو قتل کیا اور عورتوں و بچوں کو قید کر لیا، مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی بے حرمتی

کی گئی اور اس کو شہید کر دیا اور تقریباً سو سال تک بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر رکھا اور ان سے طرح

طرح کے سخت قسم کے کام لیتا رہا، اور ان کو ذلیل و خوار بنا کر رکھا۔

اور پھر جب یہ اپنی نافرمانی پر نادم ہو کر تائب ہوئے تو پھر تقریباً ایک صدی بعد ایران کے بادشاہ

نے بابل پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا، اس کو ان بیچارے بنی اسرائیل پر رحم آیا تو اس نے انھیں آزاد کر کے

ان کے ملک شام میں واپس آباد کر دیا اور بھران کے تعاون سے شاہ ایران نے مسجد اقصیٰ کو سابق

نقشہ کے مطابق تیار کیا، یہ واقعہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پانچ سو ستاسی سال پہلے پیش آیا،

دوسری مرتبہ جب انھوں نے حضرت عیسیٰ کے دوسری شریعت میں شرارتیں کیں تو حق تعالیٰ کی نافرمانی و سرکشی اور حضرت عیسیٰ کی شریعت کی مخالفت کھل کر کی تو پھر ان پر اللہ کا عذاب مسلط کر دیا گیا، یہ

عذاب ان پر حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً ستر سال بعد مسلط ہوا جب بنی اسرائیل نے اپنے حکمران شاہ روم سے بغاوت کی تو اس نے مار مار کر ان کا برا حال بنادیا اور بے شمار لوگوں کو قتل کیا اور جو بچے وہ پھر سے ذلت و غلامی کی زندگی بسر کرنے لگے، رومیوں نے یہودیوں کے شہر اور مسجد اقصیٰ کو بھی تباہ کر ڈالا، اور پھر جب انھوں نے اللہ سے سچی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر رحم فرمایا اور ان کا ملک مال و دولت اور اولاد وغیرہ انھیں واپس کر دی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہود کو مخاطب کر کے انھیں اپنا قانون سمجھایا کہ جب جب تم ہماری نافرمانی کرو گے تب تب ہمارا عذاب تم پر مسلط ہوتا رہیگا اس میں اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جس طرح تم شریعت عیسیٰ و موسیٰ کے مخالفت کرنے پر عذاب میں مبتلا کئے جا چکے ہو، اب اگر تم شریعت محمدی کی مخالفت کرو گے تو اس کا بھی وہی انجام ہوگا مگر یہ بد بخت اپنی سرکشی کی عادت سے مجبور تھے انھوں نے شریعت محمدی اور اسلام کی مخالفت کی تو اللہ نے مسلمانوں کے ذریعہ ان پر پھر عذاب مسلط کیا چنانچہ مسلمانوں کے ہاتھوں جلاوطن اور ذلیل و خوار ہوئے اور بالآخر بیت المقدس پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

واقعات بنی اسرائیل مسلمانوں کیلئے عبرت ہیں | بنی اسرائیل کے یہ واقعات قرآن کریم میں بیان کرنے اور مسلمانوں کو سنانے

سے بظاہر مقصد یہی ہے کہ مسلمان بھی اس قانون الہی سے مستثنیٰ نہیں ہیں، مسلمانوں کو بھی دین و دنیا کی بھلائی راحت، عزت الٰہی و دولت خدا کے فراہم کرداروں کو ہی حاصل ہو سکتا ہے، اگر یہ اللہ و رسول کے احکامات کے خلاف زندگی بسر کریں گے تو ان کے دشمنوں اور کافروں کو ان پر غالب و مسلط کر کے انھیں رسوا و ذلیل کر دیا جائے گا اور ان کے ہاتھوں ان کے معابد و مساجد کی بے حرمتی بھی ہوگی۔

آئے دن نئے نئے فسادات و حادثات بالخصوص بیت المقدس پر یہود کا قبضہ اس قانون الہی کی تصدیق کرتا ہے اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مسلمانوں کی خدا و رسول کی نافرمانی، قرآن و حدیث کے احکامات کی خلاف ورزی کی سزا ہے، اس ذلت آمیز سزا سے بچنے کا علاج صرف یہی ہے کہ ہم اپنی بد اعمالیوں اور نافرمانیوں پر دل سے نام ہو کر سچی توبہ کریں اور شریعت محمدی کی مکمل اتباع و پیروی کریں، پھر یقیناً اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ

بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے

الصَّالِحِينَ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا

ہیں یہ خواص خبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

رکھتے ہیں ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے

قرآن راہِ ہدایت ہے

ان آیات میں ارشاد خداوندی ہے کہ بلاشبہ قرآن مقدس ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے یعنی اسلام، مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریقہ اور راستہ کو اختیار کر کے آدمی سیدھا جنت میں داخل ہوگا اور جو لوگ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے جہاں ان کو درد بھرا عذاب دیا جائے گا، بس اسے یہود، مسیحی، عیسائی و نجات بھی اسی میں ہے کہ نبی اخرا الزماں کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لے آو اور اس کے احکامات کی پیروی کر دو۔

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝

اور انسان برائی کی ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست اور انسان جلد باز ہے

جلد بازی کا نقصان

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ انسان جلد بازی کا مزاج رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ جلد بازی میں یہ اپنے لئے ایسی دعا مانگ لیتا ہے جو اس کے لئے تباہی و بربادی کا سبب ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس کی ایسی دعا قبول فرمائیں تو یہ برباد ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو اکثر قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ خود یہ انسان سمجھ لے کہ میری یہ دعا غلط ہے، الغرض انسان ظاہری اور معمولی سے فائدہ کو دیکھ کر اپنے لئے ایسی دعا کر بیٹھتا ہے جو اس کے لئے انجام کار غلط اور نقصان دہ ہوتی ہے، بہت سے انسان اسی ظاہری اور فوری نفع کو دیکھتے ہوئے دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں کھو کر آخرت کو بھول جاتے ہیں اور اپنی آخرت برباد کر لیتے ہیں، حق تعالیٰ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحْوُتَا آيَةِ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً ۝

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سورات کی نشانی کو تو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن

لِكَيْتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلُّ شَيْءٍ فَضْلُنَا ۝

بنایا تاکہ اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ

تَفْصِيلًا ۝ بیان کیا ہے۔

اللہ کی قدرت کے نمونے

اس آیت میں بیان ہے کہ رات اور دن دونوں میں اللہ کی قدرت کے نمونے موجود ہیں۔ رات کا اندھیرا، دن کا اجالا، کبھی رات کا کبھی دن کا

چھوٹا بڑا ہونا، پھر رات میں آہستہ آہستہ گھٹنے بڑھنے والی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی اور دن میں سورج کی تیز اور گرم روشنی وغیرہ، یہ سب قدرت خداوندی کے نمونے ہیں، اس کے بعد اللہ نے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی کے فائدے بیان فرمائے، رات کی تاریکی میں وہ سکون رکھا ہے کہ اس میں تمام انسان و جانوروں کو نیند آتی ہے، رات میں سب سو کر دن میں تازہ دم ہو کر اٹھتے ہیں اور پھر دن کی روشنی میں اپنے کاروبار، صنعت و کاشتکاری اور محنت و مزدوری کر کے روزی حاصل کرتے ہیں، دوسرا فائدہ رات دن کے آنے جانے میں یہ ہے کہ ہفتہ ہینہ سال اور دوسرے بہت سے حسابات ان کے ذریعہ طے پاتے ہیں نماز دروزہ حج وغیرہ کا حساب بھی اسی سے لگایا جاتا ہے۔

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا

اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا اعمال نامہ اس کے واسطے

بَلْقِیْہُ مَنشُورًا ۚ اِقْرَأْ کِتَابَکَ ۚ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا ۝

کھال کر سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اپنا اعمال نامہ بڑھ لے آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے

اعمال نامہ گلے کا ہار ہے

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے ہر شخص کے عمل کو اس کے گلے کا ہار بن رکھا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کا نامہ اعمال ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے، اور وہ جو بھی نیک یا بد عمل کرتا ہے وہ اس میں فوراً لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اس کا اعمال نامہ بند کر کے عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اور جب قیامت کے دن تمام انسان حساب دینے کے لئے جمع کئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجیں گے جو ان اعمال ناموں کو اڑا کر جس کا جو اعمال نامہ ہوگا اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں پہونچا دے گی جس میں وہ اپنا ہر چھوٹا بڑا اچھا برا عمل صاف صاف لکھا ہوا پائے گا، حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے آج تو خود ہی اپنا فیصلہ کر لے کہ تجھے کتنی سزا ملنی چاہئے اور کتنی جزا، اور تو ثواب کا مستحق ہے یا عذاب کا۔

مَنْ اهْتَدٰے فَاِنَّمَا یُهْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْہَا ۚ وَلَا تَزُرُ

جو شخص راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان

وَارْزُهُ وَزَرَ آخِرُهُ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا ۝

کلیے بے راہ ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج دیتے

تفسیر

سیدھا اور صحیح راستہ جو انسان کو جنت کی طرف لے جاتا ہے اللہ پاک نے سب کو بتلادیا ہے، اب اس آیت میں ارشاد ہے کہ جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اس کا فائدہ خود اسی کو ملے گا اور جو غلط راستہ اختیار کرے گا اس کا وبال خود اسی کو بھگتنا پڑے گا، ایسا نہیں کہ ایک کا وبال دوسرے پر ڈال دیا جائے، اس آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہمارا قانون ہے کہ ہم مجرم کو حجت پوری ہو جانے پر ہی عذاب دیتے ہیں، اور ہم کسی کو اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کہ اپنے کسی رسول کو اس ہدایت کے لئے نہ بھیج دیں چنانچہ حضرت آدم سے لے کر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر شریف لائے ان سب نے اللہ کے احکامات لوگوں تک پہنچائے اور ان کے بعد ان کے نائبین خلفاء اور حضرات علماء اس کلام کو انجام دیتے چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک انجام دیتے رہیں گے

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اسکے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ لوگ وہاں شرارت بجاتے

فَدَمَرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُورِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَى بِرَبِّكَ

ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوح کے بعد

بِذُنُوبٍ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

کفر و معصیت کے سبب ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے

تفسیر

ارشاد خداوندی ہے کہ جب ہم کسی بستی کو اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو یوں ہی اچانک بلا حجت پوری کئے تباہ نہیں کرتے بلکہ پہلے انبیاء یا ان کے نائبین کے ذریعہ خدائی احکام پہنچائے جاتے ہیں، خصوصاً دولت مند اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے زمانے کا اثر عام لوگوں پر پڑتا ہے جب یہ بڑے لوگ اللہ کے احکام کو ٹھکما دیتے ہیں اور انہی کے نقشہ قدم پر عام لوگ چل کر حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، تو پھر حق تعالیٰ اس بستی پر اپنا عذاب نازل فرما کر اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

حضرت مفتی شفیع صاحب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب کسی قوم و بستی کی ہلاکت کا

وقت آتا ہے تو اس کی ابتدائی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کے حاکم عیش پرست سرمائے داروں کو بنادیا جاتا ہے اور خود قوم میں بھی ایسے لوگ کثرت سے ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ عیش پرستی اور عیاشی میں مست ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں خود بھی کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی راہ ہموار کرتے ہیں اور پھر ان پر اللہ کا عذاب آجاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سرمایہ داروں کو اپنی اصلاح کی فکر زیادہ ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں فرما رہے ہیں کہ اپنے اصول و قانون کے مطابق ہم نے حضرت نوحؑ کی بعثت کے بعد بہت سی قوموں جیسے عاد و ثمود وغیرہ کو ان کی نافرمانیوں اور بد اعمالیوں کی وجہ سے ہلاک کیا ہے، حضرت آدمؑ و نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں تمام انسان اسلام پر قائم تھے، پھر شرک و بت پرستی شروع ہوئی، حضرت نوحؑ نے لوگوں کو سیکڑوں برس سمجھایا مگر زمانے اور آخر کار سب ہلاک ہوئے۔ اخیر میں حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم کسی کو بے قصور ہلاک نہیں کرتے اور نہ غیر مناسب سزا دیتے ہیں بلکہ ہر ایک کے گناہ کے مطابق اس کو سزا دیتے ہیں، کیونکہ ہم ہر بندے کے گناہ کو خوب اچھی طرح جانتے اور دیکھتے ہیں اور پھر انصاف کرنا اللہ کی خاص شان ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا

جو شخص دنیا کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دیدینگے

لَهُ جَهَنَّمَ، يَصْلُهَا مَذْمُومًا مَذْهُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا

بھرم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس حال میں بد حال راندہ درگاہ ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کی نیت رکھیگا

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ كَلَّا نُبَدِّلُهُمْ آوَاءَ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ

اور اس کے لئے جیسی سعی کرنا چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول

رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝

ہوگی آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور انکی بھی اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں۔

تفسیر:- اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو شخص نیک کام دنیا حاصل کرنے کے لئے کرے گا چاہے اس وجہ سے کہ وہ آخرت کو نہیں مانتا کافر ہے، یا اس وجہ سے کہ مسلمان تو ہے مگر آخرت سے غافل ہے، بہر حال ایسے طلب دنیا میں سرگردان انسانوں میں سے جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں ہم اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دیدیتے ہیں اور آخرت میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ کے قید خانہ

میں پھینک دیا جائے گا، اور جس شخص کے دل میں ایمان و یقین ہو اور وہ نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور اخروی ثواب کی خاطر پیغمبر خدا کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نیک اعمال کرے تو اس کا عمل قبول ہوتا ہے اور آخرت میں نہایت راحت و آرام اور چین و سکون کی زندگی نصیب ہوگی۔

مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو، یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو اسے وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہ ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ کوئی طالب دنیا ہو یا طالب آخرت، اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیوی سامان کا حصہ عطا فرماتے ہیں، ایسا نہیں کہ منکرین و کافرین پر ان کے کفر و شرک کی وجہ سے دنیوی بخشش کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔

أَنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ وَلِالْآخِرَةِ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝

آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخَذُومًا ۝

اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اللہ کیساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کر ورنہ تو بد حال بے مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا

تفصیل: اس آیت میں ارشاد ہے کہ ہم نے دنیا میں راحت و آرام اور ساز و سامان کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس طرح آخرت میں مختلف درجے ہیں جس کے جیسے اعمال ہوں گے ویسا ہی اس کو درجہ عطا فرمایا جائیگا اس لئے ہر انسان (مومن) کو وہاں کے درجے اور فضیلت حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئیں آخرت کے درجے اور فضیلت دنیا کے درجوں اور فضیلت سے زیادہ اہم ہے، آخرت کے درجات حاصل کرنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے، نہیں تو آخرت (جنت) کے درجات سے بالکل محروم رہ کر جہنم کے درجات میں پہنچنا پڑے گا۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اسکے کسی کی عبادت مت کرو اور تمہارا باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان

أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝

میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں سو ان کو کبھی ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب اچھے بات کرنا

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي

اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر

صَغِيرًا رَبِّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي نَفُوسِكُمْ اِنْ تَكُونُوا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ

رحمت فرمائیے جیسا کہ انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے، تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم

لِلْاَوَابِيْنِ غَفُوْرًا ۝

سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطامعات کر دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا فرمان

مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا توریت کی تمام اخلاقی تعلیم سورہ بنی اسرائیل کی پندرہ آیتوں میں بیان فرمادی گئی ہے جو اس

رکوع سے شروع ہوتی ہیں، ان پندرہ آیتوں کا خلاصہ یہ ہے (۱) شرک مت کرو (۲) والدین کی اطاعت کرو (۳) رشتہ داروں، مسافروں اور محتاجوں کے حقوق ادا کرو (۴) فضول خرچی مت کرو (۵) بخل مت کرو (۶) اپنی اولاد کو غریبی کے ڈر سے قتل مت کرو (۷) زنا کے قریب بھی مت جاؤ (۸) کسی کو بوجہ قتل مت کرو (۹) یتیم کا مال مت کھاؤ (۱۰) عہد کو پورا کرو (۱۱) ناپ تول میں کمی نہ کرو (۱۲) جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل نہ کرو (۱۳) تکبر سے اترا کر مت چلو۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ عبادت و بندگی صرف اللہ جل شانہ کی کرو اور اس کی ذات کے ساتھ شرک مت کرو۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کیجئے | اس کے بعد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیجئے، بچہ کو گرچہ حقیقت میں وجود اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں

مگر والدین بھی ظاہری اور اسباب کے طور پر بچہ کو وجود بخشتے اور اس کی پرورش کرتے ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم کی کئی آیتوں میں اللہ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی، ایک حدیث میں فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے، والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے، مرنے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھے، ان کے لئے دعا و استغفار کرے، ان کے عہد کو حتی المقدور پورا کرے، ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے، بڑھا پے میں خدمت کی ضرورت زیادہ ہوا کرتی ہے، اس عمر میں ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے، ایسے وقت میں

والدین کی خدمت بڑی ہی سعادت مندی ہے، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ والدین کے ساتھ نرم مزاجی، عاجزی اور ادب و احترام کے ساتھ پیش آنا چاہئے، جھڑکنا یا ان کہنا قطعاً مناسب نہیں۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کا بچپن یا دلا رہے ہیں کہ اس وقت تم اپنے ماں باپ کے بے حد محتاج تھے۔ والدین نے ہر طرح کی پریشانی برداشت کر کے تمہاری پرورش کی، تمہاری کم سمجھی اور بے عقلی کی باتوں کو پیار سے سنا، آج تم بھی یہی طریقہ اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ اپناؤ اور ان کے لئے دعا بھی کرتے رہو کہ اے اللہ تم اپنی رحمت سے ان کی سب مشکلات کو آسان اور تکلیفوں کو دور فرادے۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ ۚ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، تمہارا رب اس کو خوب جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر والدین کی خدمت اللہ کے حکم تعمیل اور ثواب کی نیت سے کیے تو اللہ اس کا اجر دے گا، اور اگر کسی دنیوی لالچ کی وجہ سے کی تو اس کا نتیجہ نیت کے موافق ہوگا اگر تم نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ خدمت کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں کو درگزر فرمائیں گے حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن سے بلا ارادہ اچانک والدین سے کوئی بجدی یا بدسلوکی ہو گئی ہو اور نیت ان کی نیک ہو تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ :- اس پر علماء و فقہاء کا اتفاق ہے کہ والدین کی اطاعت صرف جائز کاموں میں واجب ہے، ناجائز یا گناہ کے کاموں میں اطاعت واجب تو کیا جائز بھی نہیں، حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

وَإِذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْمُسْكِينُ وَابْنُ السَّبِيلِ وَلَا تُبْدِرْ تَبْدِيرًا ۝

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مساکین کو بھی دیتے رہنا اور بے موقع مت اڑانا

إِنَّ الْمُبْدِرِينَ كَالْأَخْوَانِ الشَّيْطَانِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝

بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے

رشتہ داروں کے حقوق ادا کیجئے | والدین کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم کے بعد اب ارشاد ہے کہ

رشتہ داروں، ضرورت مند مسافروں اور محتاجوں کے حقوق مالی و اخلاقی ادا کیجئے، رشتہ داروں کے حقوق کا درجہ کم سے کم یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن اخلاق اور عمدہ سلوک سے پیش آیا جائے، اور اگر وہ حاجت مند ہوں تو اپنی وسعت کے مطابق ان کی مالی امداد بھی کی جائے۔ اس آیت سے اتنی بات تو ثابت ہو گئی کہ ہر شخص پر اس کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے وہ کیا اور

کتنا ہے اس کی تفصیل مذکور نہیں، امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس فرمان الہی سے جو رشتہ دار ذی رحم محرم ہو اگر وہ عورت یا بچہ ہے جن کے پاس اپنے گزارہ کا سامان نہیں اور کمانے پر بھی قدرت نہیں اسی طرح جو رشتہ دار ذی رحم محرم اپنا ج یا اندھا ہو اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے اس کا گزارہ ہو سکے تو اگر ان کے رشتہ داروں میں اتنی گنجائش ہے کہ وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں تو ان پر ان سب کا نفقہ دکھانے (غیرہ کا خرچ) دینا فرض ہے، اور اگر ایک ہی درجہ کے کئی رشتہ دار گنجائش والے ہوں تو ان سب پر تقسیم کر کے ان کا گزارہ نفقہ دینا فرض ہے۔

تنبیہ :- اس آیت میں رشتہ داروں، مسافروں، محتاجوں کو مالی مدد دینے اور صلہ رحمی کرنے کو ان کا حق فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ دینے والے کو ان پر احسان جتانے کا کوئی حق نہیں کیونکہ دینے والا اپنا فرض ادا کر رہا ہے احسان نہیں کر رہا ہے۔

فضول خرچی کر نیوالا شیطان کا بھائی ہے | مال اللہ کی دی ہوئی ایک نعمت ہے جس کے ذریعہ آدمی بہت سے نیک کام انجام دیتا ہے

اور خود اپنی عبادت میں بھی دل جمعی اور یکسوئی حاصل ہوتی ہے، لہذا اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے اور اس کو فضول نہ اڑانا چاہئے بلکہ اس کو اپنی جائز ضروریات، اور رشتہ داروں حاجت مندوں کی ضروریات میں خرچ کرنا چاہئے، بے موقع اور ناجائز طریقہ پر خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، کیونکہ اس نے بھی دولت عقل اور قوت کو بے جا طور پر گمراہی و نافرمانی میں خرچ کیا اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری کی، بلاشبہ شیطان ناشکرا ہے، بس اسی طرح فضول خرچی کر نیوالا اللہ کی دی ہوئی دولت کو بے جا طور پر غلط راستوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے شیطان کا ہم مزاج اور اس کا بھائی ہے۔

امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ اپنی جائز خواہشات میں حد سے زیادہ خرچ کرنا جس سے آئندہ محتاج و فقیر ہو جانے کا خطرہ ہو یہ بھی فضول خرچی میں داخل ہے، البتہ اگر کوئی شخص اپنے اصل مال کو محفوظ رکھ کر اسکے منافع کو جائز خواہشات میں خوب خرچ کرتا ہے تو اس وقت یہ فضول خرچی میں داخل نہیں

وَمَا تَعْرَضْنَ عَنْهُمْ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا

اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اسکے انتظار میں تجھ کو ان سے پہلو تہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہنا

شان نزول سعید بن منصور نے حضرت سبار بن حکم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑا آیا آپ نے اس کو مستحقین میں تقسیم فرمایا، کپڑا ختم ہو جانے کے بعد کچھ اور لوگ آئے، ان کو کپڑا نہ ملا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطے سے پوری امت کو اعلیٰ قسم کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کوئی ضرورت مندرجہ سے سوال کرے اور آپ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں ہے تو ان کو سختی اور بد اخلاقی سے جواب نہ دے بلکہ نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے مثلاً کہہ دے کہ بھائی جب خدام کو دے گا تو انشاء اللہ تمہاری خدمت بھی کریں گے، یا انھیں دعا دے کر رخصت کر دے کہ اللہ تمہاری مشکل آسان کر دے اور تمہاری دہماری مدد فرمائے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہئے ورنہ الزام خوردہ

مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ

تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے بلاشبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے

بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔

واقعہ شان نزول

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت جابرؓ سے ایک واقعہ مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہوا، اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ میری والدہ نے ایک کرتہ مانگا ہے، اس وقت آپ کے پاس صرف وہی ایک کرتا تھا جو آپ نے پہن رکھا تھا، لہذا آپ نے فرمایا، اس وقت کوئی کرتہ نہیں ہے جب کہیں سے آئے گا دیدیں گے، لڑکا گھر جا کر واپس آیا اور عرض کیا کہ میری والدہ نے کہا ہے جو کرتا آپ کے بدن مبارک پر ہے وہی عطا فرما دیجئے، آپ نے اپنے بدن مبارک سے کرتا اتار کر اس کے حوالے فرمادیا اور خود ننگے بدن ہو گئے، نماز کا وقت ہوا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی مگر آپ نماز کے لئے باہر تشریف نہ لائے تو صحابہ کرام کو فکر ہوئی، بعض حضرات اندر حاضر ہوئے تو دیکھا آپ کرتے کے بغیر ننگے بدن بیٹھے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

خرج کرنے میں میانہ روی اختیار کیجئے

اس آیت میں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، ارشاد ہے کہ نہ تو خرچ کرنے سے ہاتھ بالکل روک ہی دو اور بخل پر اتر آؤ کہ لوگ کنجوس مکھی چوس کہنے لگیں، اور نہ ہی خرچ کرنے میں اس قدر فراخی اختیار کر دو کہ فضول خرچی ہونے لگے اور آخر کار خود محتاج ہو کر اپنے اہل و عیال کے حقوق بھی ادا نہ کر سکو، حدیث پاک میں ہے کہ جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج

نہیں ہوا۔

اس آیت سے بظاہر اس طرح خرچ کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے جس کے بعد خود فقیر و محتاج ہونے پریشانی میں پڑ جائے امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم مسلمانوں کے عام حالات کے لئے ہے جو خرچ کرنے کے بعد تکالیفوں سے پریشان ہو کر پچھلے خرچ کئے ہوئے پر پچتائیں اور افسوس کریں۔ مگر جو لوگ اس قدر بندہ حوصلہ ہوں کہ بعد کی پریشانی سے نہ گھبرائیں اور اہل حقوق کے حقوق بھی ادا کر سکیں ان کے لئے یہ پابندی نہیں، یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہ تھی کہ کل کیلئے کچھ ذخیرہ نہ کرتے تھے جو کچھ آج آیا آج ہی خرچ فرما دیتے تھے، اور ب اوقات بھوک و فاقہ کی تکلیف بھی پیش آتی یہی تھی جس کو آپ بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی بہت سے ایسے حضرات ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالا اور حضور نے ان کو منع نہ فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کی مخالفت ان لوگوں کے لئے ہے جو فقر و فاقہ کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں اور خرچ کرنے کے بعد ان کو حسرت و افسوس ہو کہ کاش ہم خرچ نہ کرتے، یہ صورت ان کے پچھلے عمل کو فاسد کر دے گی اس لئے اس سے منع فرما دیا گیا ہے۔

امیر و غریب بنانے میں اللہ کی حکمت | **اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الْاَمْوَالَ الدَّارِ وَغَرِيبٌ بَنَانَا لِّلّٰہِ**
 کے حکم اور حکمت سے ہوتا ہے اور وہی اپنے بندوں کے حال کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے، اسی کے مطابق معاملہ فرماتا ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے میں کریم ہوں بعض بندے وہ ہیں جن کی بھلائی غریب رہنے میں ہے اگر میں ان کو مالدار کر دیتا تو ان کا دین تباہ ہو جاتا، اور بعض بندے وہ ہیں جن کی بھلائی مالدار بنانے میں ہے اگر ان کو غریب بنا دیتا تو وہ دین پر قائم نہ رہ سکتے۔

وَلَا تَقْتُلُواْ اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً اِمْلَاقٍۭۢ كُنْزُكُمْ وَاٰیَاكُمْ ؕ

اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیش سے قتل مت کرو ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں

اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً کَبِیْرًا ۝۱۰

اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے

قتل اولاد عظیم گناہ ہے | اس آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل مت کرو، کیونکہ سب کو رزق دینے والے ہم ہیں، ہم ان کو (بچوں کو) بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی، بلاشبہ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں خرچہ اٹھانے کے خوف سے اولاد خصوصاً بیٹیوں کو قتل کرنے کا عام رواج تھا اس آیت میں ان کی اصلاح فرمائی ہے، آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی انسان اسی پرانے خیالات کا بھاری ہے، اور کثرت آبادی اور اس کے خرچے سے خوفزدہ ہو کر ضبط تولید اور فیملی پلاننگ کو رائج کر رہا ہے۔

وَلَا تَقْرُبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بُری راہ ہے

زنا ایک سنگین جرم ہے | اس آیت میں زنا بلکہ ایسی باتوں تک سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے جن کی وجہ سے حرام کاری میں پھنسنے کا اندیشہ ہو اور فرمایا کہ بلاشبہ زنا بڑی بے حیائی کا کام ہے، اور جس انسان میں حیاء ہی نہ رہی تو وہ انسانیت سے محروم ہو جاتا ہے پھر اسکے نزدیک، اچھے بڑے کام میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ شادی زنا کا پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین لعنت کرتے ہیں، اور دوزخ میں ایسے لوگوں کی شرم گاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ دوزخی بھی اس سے پریشان ہوں گے، بخاری و مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ زنا کرنے وقت مومن کا ایمان نہیں رہتا، یعنی اس زنا کی نحوست کی وجہ سے ایمان اسکے اندر سے نکل کر باہر آ جاتا ہے، اے مومنو! ذرا سوچو اگر اس وقت موت آجائے تو کھرب خاتمہ ہوگا اور پھر ہمیشہ کے لئے دوزخ کے عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا وہ توہم نے

لَوْلِيَّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُصْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ۝

اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کو قتل کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرنا چاہئے اور وہ شخص طرفداری کے قابل ہے۔

قتل ناحق حرام ہے | اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کسی انسان کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا گناہ اور حرام ہے، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہر گناہ کی امید ہے کہ اللہ معاف فرمادے مگر وہ آدمی جو حالت کفر میں مرا، اور وہ شخص جس نے جان بوجہ کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا، بخاری و مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان

کا خون حلال نہیں مگر تین حالتوں میں، اول یہ کہ اس نے شادہ شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو (اس کی شرعی سزا یہ ہے کہ پتھر اڑ کر کے اس کو مار ڈالا جائے) دوسرے وہ جس نے کسی انسان کو ناحق قتل کیا ہو، (اس کی شرعی سزا یہ ہے کہ مقتول کے دلی اسکو بدلے میں قتل کر ڈالیں) تیسرے وہ شخص دین اسلام سے پھر گیا ہو (اس کی سزا بھی قتل ہے) اس آیت کے اخیر میں فرمایا کہ اللہ نے مقتول کے وارثوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ حکومت سے کر خون کا بدلہ لیں، لیکن بدلے لینے میں حد سے زگریں مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کر لیں، یا قاتل کے ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ اعضاء کاٹ کر تکلیف پہنچا کر قتل کریں۔

اسلامی قانون کی شان اسلامی قانون کی ایک خاص ہدایت یہ ہے کہ ظلم کا بدلہ ظلم سے لینا جائز نہیں ہے بدلہ میں بھی انصاف کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جب تک وارث اپنے مقتول کا بدلہ انصاف کیساتھ لیتے رہینگے اس وقت تک اسلامی قانون ان کے حق میں ہے اور اللہ ان کا مددگار ہے اور اگر بدلہ لینے میں حد سے آگے بڑھ گئے تو اب یہ مظلوم کے بجائے ظالم بن گئے اب اللہ اور اس کا قانون اکل مدد کرنے کے بجائے دوسرے کو قتل (قاسم) کی مدد کریگا اس کو ظلم سے بچینگا

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو ستم سے بہانہ نہ کر دہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے

بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ ۚ إِذَا كِلْتُمُ وَزِنُوا

اور عہد کو پورا کر دینیک عہد کی باز پرس ہونے والی ہے اور جب ناپ تول کر دو تو پورا ناپ اور صحیح ترازو سے

بِالنِّقْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۖ

تول کر دو یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

مال یتیم کی حفاظت کیجئے ان دوایتوں میں تین حکم بیان کئے گئے ہیں اول یہ کہ اگر یتیم کا مال تمہاری سپردگی میں آئے تو اس کی مکمل حفاظت کریں، بچوں کی ضرورت میں بھی پوری احتیاط

سے ان کی مصلحت کے مطابق خرچ کریں اپنی خواہش یا بے فکری سے خرچ نہ کریں، اور جب وہ جوان ہو جائیں اور ان کی جسمانی دماغی قوت پورا کام کرنے لگے تو ان کا مال ان کے سپرد کریں

عہد پورا کیجئے دوسرا حکم یہ بیان کیا گیا کہ عہد کو پورا کریں، عہد پورا نہ کرنے پر سخت باز پرس ہوگی، اس میں تمام عہد داخل ہیں، وہ عہد بھی جو

ازل میں تمام انسانوں مومن و کافر سب نے کیا تھا کہ ہاں (اے خدا) آپ ہمارے رب ہیں، اور وہ عہد بھی اس میں داخل ہے جو مسلمانوں نے کلمہ شہادت کے ذریعہ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دین اسلام کا مکمل اتباع کیا جائے، اور اس میں وہ عہد بھی داخل ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے اپنے

معاملات میں کرتے ہیں، ان کا پورا کرنا بھی ضروری ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

ناپ تول میں کمی نہ کیجئے

تیسرا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی چیز کو ناپ تول کر دیا جائے تو پورا پورا ناپا تولاجائے، اس میں ذرہ بھی کمی نہ کرے، یہ بھی ایک

سنگین جرم ہے، اس جرم کی وجہ سے حضرت شیخ کی قوم ہلاک کی گئی، روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام چیز پر قدرت پاکر محض خدا کے خوف سے رک جائے تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس کو اس کا بہترین بدلہ عنایت فرمادیتے ہیں، اخیر میں ناپ تول پورا کرنے کے دو فائدے بیان کئے اول یہ کہ صحیح ناپ تولنے والے کو سبھی بملا اور اچھا سمجھتے ہیں، اس کی تعریف کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ انجام کے اعتبار سے بہتر ہوتا ہے، آخرت کا انجام جنت میں داخل ہونا ہے اور دنیا کا انجام تجارت میں ترقی ہونا ہے، بغیر ایمان داری کے کوئی بھی تاجر اپنا مقام نہیں بنا سکتا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر کیونکہ کان اور آنکھ اور دل

كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝

ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔

بلا تحقیق کچھ مت کہئے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ بلا تحقیق زبان سے کچھ مت کہو اور نہ عمل کرو اور نہ ہی سنی سنائی باتوں پر بلا سوچے سمجھے کوئی حکم لگاؤ، بے تحقیق

باتیں سن کر کسی سے بدلہ لینا یا بغض و عداوت پیدا مت کرو، مکمل تحقیق کئے بغیر کوئی گواہی مت دو، بلا دیکھے سننے کسی چیز کے متعلق یہ مت کہو کہ میں نے دیکھا اور سنا ہے، کسی غیر معلوم چیز کے متعلق مت کہو کہ میں جانتا ہوں، غرضیکہ جب تک کسی چیز کا صحیح علم نہ ہو جائے تو اس کے متعلق کچھ نہ کہو۔ اس کے بعد یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص سے اس کے کان، آنکھ اور دل کے متعلق باز پرس ہوگی کہ آنکھ کا استعمال کس کس کام میں کیا وہ کام میں اچھے تھے یا بُرے، دل سے کن چیزوں کا یقین کیا، کوئی عقیدہ دل میں شریعت کے خلاف تو نہیں جمایا، اگر جمایا ہوگا اور کان آنکھ اور دوسرے اعضاء سے کام غلط کئے ہوں گے تو عذاب دیا جائے گا۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ

اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل تو نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو

الْجِبَالُ طُولا ۝ كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۝

پہنچ سکتا ہے یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک بالکل ناپسند ہیں۔

تکبر سے اتر کر مت چلتے | اس آیت میں اس بات سے منع فرمایا گیا ہے کہ تکبر سے اتر کر مت چلو، کیونکہ متکبروں کی جال جلی انسان کو زیبا نہیں، نہ تو زور سے پاؤں مار کر

وہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور زگردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ تکبر درحقیقت انسان کے دل سے متعلق ایک گمراہ گناہ ہے انسان کی جال ڈھال میں جو چیزیں تکبر پر دلالت کرنے والی ہیں وہ بھی ناجائز ہیں، تکبر از انداز سے چلنا خواہ زمین پر زور سے نہ چلے اور تن کو اونچا ہو کر نہ چلے تب بھی ناجائز ہے، تکبر کے معنی اپنے آپ کو دوسروں سے افضل و اعلیٰ سمجھنا اور دوسروں کو اپنے مقابلہ میں کمتر و حقیر سمجھنا ہے، احادیث پاک میں تکبر پر سخت وعیدیں آئی ہیں، بعض کو یہاں لکھا جاتا ہے۔

تکبر پر وعیدات | مسلم شریف میں حضرت عیاض بن عمارؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس بذریعہ وحی یہ حکم بھیجا ہے کہ تواضع اور پستی اختیار کرو، کوئی آدمی کسی دوسرے پر اپنی بڑائی اور فخر کا طرز اختیار نہ کرے اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے، مسلم شریف ہی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

یہاں تک پندرہ آئیں مکمل ہو گئیں، ان میں تیرہ احکام بیان کئے گئے ہیں، ان تمام احکام کے متعلق اس آیت کے اخیر میں فرمایا جا رہا ہے کہ جملہ مذکورہ احکام تیرے رب کے نزدیک بالکل ناپسند ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کاموں کے کرنے کا حکم کیا ہے ان کا نہ کرنا اللہ کو ناپسند ہے اور جن سے بچنے کا حکم دیا ہے ان کا کرنا اللہ کو ناپسند ہے۔

ذَلِكَ مِمَّا أَوْخَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۚ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

یہ باتیں اس حکمت میں کہ ہیں جو خدائے تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں اور اللہ برحق کے ساتھ

فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّلْحُورًا ۝

کوئی اور معبود تجویر مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا

تفسیر ۱۔ اس آیت میں بیان ہے کہ پچھلی پندرہ آیات میں جو تیرہ احکام اور قیمتی نصیحتیں کی گئی ہیں یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب و اخلاق کی باتیں ہیں جو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ پر بذریعہ وحی بھیجی

ہیں۔ بس اے لوگو تم محمد عربی کو اپنا رسول مانو اور صرف ایک خدا کی بندگی کرو۔ اگر اس کے ساتھ تم نے کسی کو شریک کیا تو آخرت میں ذلیل و خوار ہو گے اور بری طرح دھکے دیکر دوزخ میں پھینک دیئے جاؤ گے

أَفَاصْفِكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا

تو کیا تمہارے رب نے تم کو تو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنائی ہیں

لَا تَكُمُ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا

بے شک تم بڑی بات کہتے ہو۔

گستاخ لوگ

اس آیت میں زنانہ جاہلیت کے عربوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم خدا کے تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہو اور اولاد بھی بیٹیاں جن کو تم نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اور اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے اس سے باز آ جاؤ نہیں تو سخت سزا پاؤ گے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝ قُلْ

اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ اچھی طرح سے سمجھ لیں اور ان کو نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ فرمائیے کہ اگر

لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَا بَسْغُوا إِلَيَّ فِي الْعَرْشِ سُبُلًا ۝

اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انھوں نے رستہ ڈھونڈ لیا ہوتا۔

قرآن کا انداز بیان

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس قرآن میں مشرکین کو شرک کی برائی اور توحید کی اہمیت مختلف طور پر عجیب عجیب دلائل سے سمجھائی ہے مگر ان بد بختوں نے سمجھنے کے بجائے نفرت کی، اور دور بھاگے، صاحب تفسیر منظر ہی نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس قرآن میں ہم نے جو احکامات و دلائل حکمتیں اور نصیحتیں بیان کی ہیں وہ اس لئے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں مگر لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں۔

اس کے بعد مشرکین سے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر خدا کے برحق کے علاوہ اور کوئی بھی خدا ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو، تو وہ عرش و اے حقیقی خدا پر چڑھائی کر دیتے کیونکہ وہ رعایا بن کر رہنا پسند کرتے اور اس طرح جب خداؤں میں جگہ ہو جاتی تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا مگر شروع سے لے کر آج تک دنیا کا نظام بالکل صحیح چل رہا ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ خدا کی ذات صرف ایک ہے،

سبحان الذی
۲۳
بنی اسرائیل، ۱۰
اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، بس خدائے تعالیٰ کی ذات پاک اور بالا و برتر ہے، ان تمام باتوں سے جو یہ مشرکین کہتے ہیں۔

سُبْحَنَهُ وَ تَعَالٰی عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان

وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِيحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ

میں ہیں اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کر لے ہو لیکن

تَسْبِيحُهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝

تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حلیم ہے، بڑا غفور ہے۔

کائنات کی ہر چیز تسبیح پڑھتی ہے | اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ تمام آسمانوں، زمین اور جس قدر چیزیں ان میں ہیں وہ سب اللہ

تعالیٰ کی تعریف میں لگی ہوئی ہیں اپنے مخلوق اور اللہ کے خالق ہونے اور اس کے شریک نہ ہونے کو بیان کرتی ہے، جیسی زبان ان کو اللہ کی طرف سے دی گئی ہے اسی میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

اس کے بعد بیان ہے کہ پوری کائنات جس ذات کی تسبیح کرے اور شرک سے اس کی پاکی بیان کرے تم اس کے لئے شرکاء اولاد اور بیٹیاں تجویز کرتے ہو، یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا مگر چونکہ خدا کی ذات حلیم ہے اس لئے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اور جو توبہ کرتا ہے اس کو بخش دیتا ہے۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ

مَسْتُورًا ۝ وَ جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۝ وَإِذَا

حائل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈالتے ہیں اس سے کہ وہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ

ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ هَارَاهُمْ نَفُورًا ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ

دیتے ہیں اور جب آپ قرآن میں صرت اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے

بَايَسْتَمْعُونَ بِهِ اِذْ يَسْتَمِعُونَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ

میں جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا

وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جب کہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو

فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہے آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے تو رستہ نہیں پاسکتے

بد نصیب لوگ

ارشاد خداوندی ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (کافرین و مشرکین) ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ قرآن کریم کے مقصد کو سمجھ نہیں پاتے اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ قرآن مقدس کو سن نہیں پاتے، اپنی بد اعمالیوں، نافرمانیوں اور کفر و شرک کی وجہ سے یہ لوگ قرآن کریم کو عمل کی نیت سے سننے اور قبول حق کی غرض سے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے، یہی وہ پردہ اور ڈاٹ ہے جس کی وجہ سے یہ قرآن کریم کو سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں جو خود ان کی اپنی پیدا کی ہوئی ہے اور چونکہ ہر چیز کے پیدا کرنے والی اللہ کی ذات ہے اس لئے پردہ ڈالنے اور ڈاٹ لگانے کی نسبت اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمائی ہے اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو معنوی پردے آپ کے اور مشرکین کے درمیان حائل ہیں ان کا اثر یہ ہے کہ جب آپ وہ آیتیں تلاوت فرماتے ہیں جن میں توحید کا بیان اور شرک کا رد ہے تو یہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر بھاگ جاتے ہیں، اور جب کبھی یہ آپ کی تلاوت قرآن کو کان لگا کر سنتے ہیں تو اس کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ اعتراض و نکتہ چینی اور طعنہ و تشنیع کریں، آپ کا اور قرآن کا مذاق اڑائیں اور قرآن سننے کے بعد جب یہ آپس میں اکٹھے ہوتے ہیں تو اپنی برادری کے ان لوگوں سے جو مسلمان ہو چکے ہیں کہتے ہیں کہ یا گھوٹم جس شخص (محمد عربی م) کے کہنے پر چل رہے ہو وہ جادو کے اثر سے مجنون اور دیوانہ ہو گیا ہے، اس کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا (غور باش) ان کا مقصد اس قسم کے الزام تراشی سے یہ تھا کہ لوگ آپ کا اتباع نہ کریں۔

اخیر آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا آپ دیکھئے تو یہ بد نصیب آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کر رہے ہیں، کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی جادوگر، کبھی کاہن، کبھی مجنون و دیوانہ آپ کی گستاخی اور اپنی حد درجہ سرکشی کی وجہ سے یہ لوگ بالکل ہی گمراہ ہو چکے ہیں، اب کبھی بھی ہدایت

کا راستہ نہیں پاسکتے۔

وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا ۖ إِنْ كُنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝ قُلْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور جو راہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جائیں گے۔ آپ

كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ۖ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا ۖ

فرادہ کہجئے کہ تم پتھریا لوہا یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون

قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُبْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى

ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا آپ فرادہ کہجئے کہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار میں پیدا کیا تھا اس پر آپ کے اگے سر ہلا ہوا کہ

هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ

کہیں گے کہ یہ کب ہو گا، آپ فرادہ کہجئے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آ پہونچا ہو یہ اس روز ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا

إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝

اور تم اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور تم یہ خیال کر دے گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے

مشرکین کے کچھ شہوں کے جوابات

مشرکین کہا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد آدمی کا بدن گل سڑ کر سفید ہڈیاں رہ جاتی ہیں، کچھ دن بعد وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل جاتی ہیں، پھر کیسے آدمی دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ انسانی ہڈیوں کے ریزہ اور اس کے خاکی ذرات تو انسان ہی کا جز ہیں ان میں جان ڈالنا تو اتنا مشکل نہیں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر پتھریا لوہا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز مثلاً آسمان زمین پہاڑ وغیرہ بن سکو تو بن کر دیکھ لو ہم اس میں بھی جان ڈال کر دوبارہ زندہ کر دیں گے۔

اقوال تحقیق ۛ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ ۖ فَبَعْضُ الشُّرَکِیِّ تَعْرِیْفُ کَرْتِے هُوَ عَاضِرْ هُوں گے

اس وقت تمام مومنین و کافرین اللہ کی حمد کریں گے کافرین کے منہ سے اس وقت غیر اختیاری طور پر حمد کے یہ الفاظ سُبحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ نکلیں گے مگر اس پر انہیں کوئی اجر نہیں ملے گا بعض مفسرین نے فرمایا کہ حمد صرف مسلمان کرینگے کافرین ہائے اور فادیل کریں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ جب کافرین اٹھیں گے تو کہیں گے یَا وَلَدُنَا مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَرْقَدِنَا یعنی ہائے افسوس ہمیں کس نے ہماری قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا ان دروں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ شروع میں حمد کرتے ہوئے اٹھیں بعد میں جب کافروں کو مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا جائے گا تو اس وقت ان کی زبان سے وہ کلمات نکلیں گے جو اوپر آیت میں مذکور ہیں۔

دوسرا سوال ان کا یہ تھا کہ ان ذرات میں آخر زندگی ڈالنے والا ہے کون؟ اس کا جواب دیا گیا کہ یہی قادر مطلق کی ذات ہے جس نے تمکو پہلی مرتبہ پیدا کیا جب تمہارا وجود بھی نہ تھا اب کم از کم تمہاری نئیوں کے ذرات تو ہیں ان میں دوبارہ زندگی ڈال کر تمہیں پھر ویسا ہی بنادینا حق تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں، اس کے بعد مشرکین آپ کے سامنے سر بلا ہلا کر بطور مذاق کے سوال کریں گے، دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا آخر ہو گا کب؟ اس کا جواب دیا گیا کہ وہ وقت جلد ہی آنے والا ہے، اور یاد رکھو جس دن وہ وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل فرشتہ کے ذریعہ ایک آواز دیں گے جس سے تمام مردے اپنی قبروں یا جہاں کہیں بھی ہونگے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے اور بلا اختیار خدا کی تعریف اور اس کے حکم کی تعمیل کر دو گے اور اس دن کی ہولناک ہیبت کو دیکھ کر تمہارا یہ حال ہو گا کہ ہم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے تھے کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا ایک دن، کوئی کہے گا صبح سے شام، کوئی کہے گا ایک گھنٹہ وغیرہ۔

وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ

در آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے

الشَّيْطَانُ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ۚ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۚ إِنَّ يَتَنَبَّأُ

واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے، تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت

يَرْحَمَكُمْ أَوْ إِنَّ يَتَنَبَّأُ بِكُمْ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۚ

فرا دے یا اگر وہ چاہے تم کو عذاب دینے لگے اور ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔

ایک اہم ہدایت

پچھلی آیات میں بیان ہوا کہ مشرکین اسلام، مسلمانوں اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرتے اور مذاق اڑاتے، ان حالات کو دیکھ کر ممکن تھا کہ مسلمان تنگ دل ہو کر کافریں سے سختی کا برتاؤ کریں اس لئے اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ کفار کے جواب میں یا ان کو دین اسلام کی تبلیغ میں ایسے طریقہ پر بات کہیں جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہو کیونکہ ترش روئی سے جوابات کہی جاتی ہے اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے اور مخاطب ضد و عناد پر اتر آتا ہے اور شیطان جو انسان کا کھلا دشمن ہے وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہے وہ ایسے ہی موقع پر آپس میں بھڑا کر فساد کرا دیتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو تمہارا رب تمہارے حالات سے بخوبی واقف ہے وہ جس پر چاہتا ہے ایمان کی توفیق دیکر رحم فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی بد عملی کی وجہ سے عذاب دیتا ہے پس ہم نے

آپ کو کافروں کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ ان کو زبردستی مسلمان بنادیں۔ آپ کا کام صرف ہمارا پیغام پہنچا دینا ہے۔

وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ

اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر

عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زُبُورًا ۝

فضیلت دی ہے اور ہم داؤد علیہ السلام کو زبور دے چکے ہیں

کفار مکہ کے اعتراض کا جواب | مکہ کے کفار اعتراض کرتے تھے کہ نبی ایسے شخص کو کیوں اقتدار میں، پس ہم اس یتیم نبی کی پیروی نہیں کرتے، اس آیت میں ان کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ زمین و آسمان کے تمام فرشتوں جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اس کو ہر ایک کے مراتب کا پورا علم ہے وہ جس میں صلاحیت دیکھتا ہے اسی کو دولت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے، اس میں امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں، اور پھر جس نبی کو چاہا دوسرے نبیوں پر فضیلت عطا فرمادیتا ہے۔

اخیر میں فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی، یہاں خاص طور پر زبور کا ذکر فرما کر حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ زبور میں حضور علیہ السلام کا خاتم الانبیاء اور آپ کی امت کا اشرف الامم ہونا بیان کیا گیا تھا۔

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا

آپ فرمادیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود قرار دے رہے ہو ذرا ان کو بکاؤ تو سہی سودہ نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا

تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ

افتیاریا رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا یہ لوگ کہ جن کو مشرکین بکا رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں

أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ ۚ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝

کہ ان میں کون زیادہ مقرب بننا ہے اور وہ اس رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں واقعی اچکے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل

شان نزول۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ کچھ مشرکین جنوں کی پوجا کرتے تھے وہ جن مسلمان ہو گئے مگر یہ مشرکین ان کی پوجا ہی کرتے رہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مشرکین سے کہا جا رہا

ہے کہ خدا کے علاوہ جن کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے، ان میں کوئی بھی ایسا با اختیار نہیں جو تمہاری پریشا دور کر کے یا ہلکی کر سکے یا تم سے بڑا کر دوسرے پر ڈال سکے۔ اے مشرکین جن کو تم اپنا حاجت روا اور معبود سمجھتے ہو وہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مشغول ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ زیادہ سے زیادہ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیں وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کے بغیر عبادت مکمل نہیں ہوتی، خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید عبادت و اطاعت پر ابھارتی ہے۔

بہر حال مشرکین کو یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ جن کو تم اپنا معبود سمجھتے ہو وہ خود اللہ کی بندگی کرتے ہیں وہ خود اللہ کے محتاج ہیں تمہاری پویشانی کیسے دور کر سکتے ہیں بس تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ صرف اللہ کی بندگی کر اور اسی کو اپنی ضروریات و پریشانی میں پکارو، وہی تمہاری مدد فرمائے گا۔

وَأَنْ مِّنْ قَرِيبٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا

اور ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا اس کو سخت عذاب نہ دیں

عَذَابًا شَدِيدًا ۖ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝

یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے

کفار کی ہلاکت اس آیت پاک میں بیان ہے کہ کفار کی کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا قیامت کے دن اس کے رہنے والوں کو دوزخ کا سخت عذاب نہ دیں، اللہ کا یہ فیصلہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جو ہر حال میں ہو کر رہے گا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کافر دنیا میں ہلاک ہونے سے بچ گیا تو آخرت کے عذاب سے ہرگز نہ بچے گا۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ وَأَتَيْنَا ثَمُودَ

اور ہم کو خاص معجزات کے بھیجنے سے ہی امراغ ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود

النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝

کو اونٹنی دی تھی جو کہ بصیرت کا ذریعہ تھی سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کیلئے بھیجا کرتے ہیں

شان نزول :- حدیث شریف میں ہے کہ اہل مکہ نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے اور یہاں سے ان پہاڑوں کو بٹا کر کھیتی کے مطلب

کا مزاج ہی ایسا بنا دیں کہ وہ پانی کے بجائے آگ سے پرورش پائے، کیا انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے شتر مرغ کو یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ لوہے کے دھکے اور تینے ہوئے ٹکڑے کو نگل لیتا ہے اور اس کا حلق اور آنتیں نہیں جلتیں۔ اور سمندر یہ ایک ترکستانی چھوٹا سا جانور ہے اس کے کھال سے رد مال بنائے جاتے ہیں جب وہ میلے ہو جاتے ہیں تو ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، آگ سے ان کا میل جل کر صاف ہو جاتا ہے اور رد مال بعینہ باقی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ مختلف باتیں سن کر ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں مگر یہ بجائے ان سے عبرت حاصل کرنے کے اور بڑھ چڑھ کر سرکشی و نافرمانی کرتے ہیں۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ قَالَ ۖ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سوان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے، کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ

طیناً ۖ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا حَنْتُكَ

کرد جس کو اپنے مٹی سے بنایا ہے کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے تو بھلا بتلائیے تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے روز

ذَرَبْتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۖ قَالَ أَذْهَبُ فَمَنْ يَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ فَإِنْ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً

تک مہلت دیدی تو میں بجز قدرے قلیل لوگوں کے اکی تہا اولاد کو اپنے پس میں کر دں گا ارشاد ہوا جو شخص ان میں سے میرے ساتھ ہو یگا سو م سب ک

مَوْفُورًا ۖ وَاسْتَغْفِرُ مَنْ ۖ اسْتَطَعَتْ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبُ عَلَيْهِمْ بِخَبِيلِكَ وَ

سزا جنم ہے سزا پوری، اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی جیل بیکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور

رَجَلِكَ وَشَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدَّهُمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۖ

بیادے چڑھا لانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا سا چھا کر لینا اور ان سے وعدہ کرنا اور شیطان ان لوگوں کے بالکل جھوٹے وعدہ

لَإِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۖ

کہ تم میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

تفسیر :- ان آیات میں حضرت آدم اور شیطان کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو مکمل تفصیل کے ساتھ

کئی جگہ بیان ہو چکا ہے اب اس کے اعادہ کی مزید ضرورت نہیں، یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے حکم کو بے چون و چرا ماننا فرشتوں کا کام ہے اور اس میں شک و شبہات نہ لانا شیطان

مردود کا کام ہے اور ... یہ کافر بھی شیطان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، بات بات میں انکار کرنا، طرح

طرح کے شبہات نکالنا ان کی عادت بن چکی ہے یعنی ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام شیطان مردود کا ہوگا۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حکم کھانسنے سرنگوں ہو جائے، شیطان جو سرسبز باغ دکھاتا ہے اس کے فریب میں نہ آئے اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ رکھے، اس طرح وہ شیطان کے دھوکے سے بچکر اللہ کی راہ پر چل کر کامیاب ہو جائے گا۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُنَزِّجُ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ

تمہارا رب ایسا ہے کہ تمہارے کشتی کو دریا میں لے جاتا ہے تاکہ تم اس کے رزق کی تلاش کرو بیشک وہ تمہارے حال پر

رَحِيمًا ۝ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا يَأْتِيَهُ فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ

بہت مہربان ہے اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بجز خدا کے اور جنوں کی تم عبارت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے

إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يُخْصِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ

ہیں پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو پھر تم پھر جاتے ہو اور انسان ہے بڑا ناشکر تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تم کو

أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ۝ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ

خشکی کی جانب میں لاکر زمین میں دھنسا دیوے یا تم پر ایسی کوئی نند ہو بھیج دیوے جو نکمر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کا سزا

فِيهِ تَارَةً أُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ السَّمَاءِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۝ ثُمَّ

نہاؤ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا نے تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے

لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْكُمْ تَابِعًا ۝

پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب عذاب کر دے پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے

انعام خداوندی

ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک نعمت کو یاد دلایا کہ اس غافل ذمہ دار کو سمجھایا کہ تمام نعمتیں بخشنے والی صرف اللہ کی ذات ہے، اس کے علاوہ کسی میں یہ قدرت نہیں کہ وہ کچھ بخش سکے یا کسی آفت سے بچا سکے، پھر اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا کس قدر ظلم اور نا انصافی کی بات ہے۔

ارشاد ہے اے لوگو سوچو تمہارا رب تم پر کس قدر مہربان ہے کہ اس نے تمہارے فائدے کیلئے دریا میں کشتیاں چلائیں جس کے ذریعہ تم دوسری جگہ جا کر تجارت کر کے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہو،

دریا میں اگر کبھی تمہیں طوفانی موجیں گھیر لیتی ہیں تو اس وقت خدائے تعالیٰ کے سوا تمہارے وہ تمام معبودان باطل جن کو تم اپنا حاجت روا مشکل کشا مانتے ہو غائب ہو جاتے ہیں، کوئی تمہارے کام نہیں آتا، تم خود بھی اس وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہو اور پھر جب تمکو اللہ تعالیٰ طوفانی موجوں سے نجات دیدیتے ہیں اور تم بغایت دریائے کربے پر پہنچ جاتے ہو تو اس محسن حقیقی کو بھول جاتے ہو، سوچو یہ کتنی زبردست ناشکری ہے، مگر یاد رکھو جو سمندر کی طوفانی موجوں میں غرق ہونے سے تم کو بچا سکتا ہے، وہ خشک زمین میں تارون کی طرح دھنسا کر غرق بھی کر سکتا ہے اور وہ آسمان سے پتھروں کی بارش برسا کر قوم لوط کی طرح تمکو تباہ و برباد بھی کر سکتا ہے، غرضیکہ تباہی سمندر ہی میں مزوری نہیں کہیں بھی آسکتی ہے، اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ ایسے حالات بنادے کہ تم کو پھر سمندری سفر کرنا پڑے اور پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج کر ہلاک کر ڈالے اور اس طور پر تم کو کفر و ناشکری اور احسان فراموشی کی سزا مل جائے، اس وقت تمہاری مدد کرنے والا اور اللہ سے تمہارا بدلہ لینے والا کوئی نہیں ہوگا، بس سمجھ داری اسی میں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور ہر وقت ہر جگہ تری میں بھی خشکی میں بھی اللہ ہی سے مدد طلب کرے وہی بہترین کار ساز ہے اس کے علاوہ کسی میں طاقت نہیں جو تباہی سے بچا سکے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْوَبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَفَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝

ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی

انسان کا مرتبہ

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کو بہت سی عقل و شعور جیسی خوبیاں عطا فرما کر بڑی عزت بخشی ہے اور ہم نے اس کے لئے خشکی اور تری دونوں

میں سواری کا انتظام فرمایا ہے، کشتی، جہاز، بیل گاڑی، موٹر، ریل اور ہوائی جہاز وغیرہ جس پر یہ سوار ہو کر دنیا کی سیر کرتا ہے اور اللہ کی نعمتیں عمدہ عمدہ قسم کے کھانے اور نفیس قسم کے کپڑے اور دوسرے راحت و آسائش کی چیزیں حاصل کرتا ہے، غرضیکہ اللہ نے انسان کو کئی طرح سے عزت و بڑائی دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے، اس کو چاہئے کہ اس کی قدر کرے اور اپنے آپ کو محسن اعظم حق تعالیٰ شانہ کے سامنے پورے طور پر جھکا دے اور مکمل فرما بردار بن جائے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِ فَاُولٰٓئِكَ يَفْرَحُوْنَ

جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامہ اعمال سمیت بلا دیں گے۔ پھر جس نامہ اعمال کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا ایسے

کِتٰبُهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِيْ الْاٰخِرَةِ

لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائیگا، اور جو شخص دنیا میں انعامات کا سودہ آخرت میں ہی ادا کرے گا

اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا

تفسیر: ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہم تمام انسانوں کو مع ان کے نامہ اعمال میدان حشر میں بلائیں گے

اس وقت تمام انسانوں کے اعمال نامے ان کے پاس پہونچا دیئے جائیں گے، کسی کا اعمال نامہ سامنے سے داہنے

ہاتھ میں دیا جائے گا اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جن کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ

بڑے خوش ہوں گے اور مزے میں اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے کیونکہ ان کے لئے یہ جنت میں جانے کا برہان

ہے اور جن کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بھی ہدایت کی راہ دیکھنے سے اندھے

رہے اور یہ لوگ آخرت میں بھی جنت کی راہ دیکھنے سے اندھے رہیں گے اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا یعنی

ایسا نہیں کہ گنا سے زیادہ سزا دی جائے، ہاں نیکی سے زیادہ ثواب دیا جاسکتا ہے۔۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَةً ۚ وَاِذَا

اور یہ لوگ آپ کو اس چیز سے بھلانے ہی لگے تھے جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی تھی تاکہ آپ ان کے سوا ہماری طرف غلط

لَا تَخْذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ وَّلَوْ لَا اَنْ تَبْتَئِكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ۝

بات کی نسبت کریں اور ایسی حالت میں آپ کو کاڑھا دیتے اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ جھکنے کے قریب جاسکتے

بِاِمَامِهِمْ ۝ یہاں امام کے معنی کتاب کے ہیں اور کتاب سے مراد

نامہ اعمال ہیں جیسا کہ تفسیر میں بیان ہوا۔ حضرت علیؓ اور مجاہد وغیرہ مفسرین

نے یہاں امام کے معنی پیشوا کے لئے ہیں اس صورت میں تفسیر ہوگی کہ ہر فرقہ اپنے پیشواؤں کے ساتھ حاضر ہوگا جو انبیاء و صلوا

کی اقتدا کرتے تھے وہ ان کے ساتھ ہونگے اور جو مبوءان باطل کی اقتدا کرتے تھے وہ ان کے ساتھ ہونگے اور انہی کے نام سے ان کو پکارا جائیگا کہ ان کی اقتدا کرنا برا ہے حاضر ہوں

إِذَا لَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝

اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے

کفار کا مکر و فریب

کفار مکہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ خدا نے بذریعہ وحی آپ کو جو احکام بھیجے ہیں ان میں سے بعض کو ہماری خاطر چھوڑ دیجئے یا بدل دیجئے، کبھی کہتے کہ شرک و بت پرستی کے خلاف جو احکام ہیں ان کو نکال دیجئے، کبھی کہتے کہ جو غریب اور پر اگندہ حال لوگ آپ کی مجالس میں آتے ہیں ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیجئے کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا ہمارے لئے توہین و ذلت کی بات ہے، اگر آپ ایسا کر لیں گے تو ہم آپ کے بچے دوست اور پیروکار ہو جائیں گے، کبھی آپ کو حکومت و دولت اور حسین عورتوں کا لالچ دیتے، مگر اللہ نے اپنے پیارے نبی کو ثابت قدم رکھا اور آپ کفار کے مکر و فریب سے بچے رہے، غرضیکہ آپ جواب میں فرماتے کہ اگر تم آسمان سے اتار کر میری ایک منگھی میں چاند اور دوسری میں سورج بھی رکھ دو تب بھی میں اس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں جس کام کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اگر ہم آپ کی تربیت نہ فرماتے اور آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو کچھ بعید نہ تھا کہ آپ ان کے مقصد کو ماننے کی طرف کسی قدر مائل ہو جاتے، کیونکہ کفار کا مکر و فریب نہایت سخت تھا اور کفار کو مسلمان بنانے کی آپ کو بے حد تمنا تھی، لیکن ہماری طرف سے آپ کا بچاؤ کر دیا گیا، اور آپ ان کے مقصد کی طرف مائل ہونے کے قریب سے بھی بچ گئے، مائل ہونا تو بہت دور کی بات ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی طبیعت و فطرت ایسی اعلیٰ ترین پاکیزہ تھی کہ کفار مکہ کے مقصد کی طرف میلان ہونا ممکن نہ تھا، ہاں تھوڑے سے مائل ہو جانے کا احتمال تھا مگر اللہ نے آپ کو معصوم بنا کر اس سے بھی بچا لیا، آگے فرماتے ہیں کہ اگر بغرض محال آپ ان کی طرف مائل ہونے کے قریب بھی پہنچ جاتے تو ہم آپ کو دنیا و آخرت میں دو گنے عذاب کا مزہ چکھاتے اور آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار بھی نہ پاتے یعنی اس فعل کے مجرم کو جتنا عذاب دیا جاتا اس سے دو گنا آپ کو ہوتا، کیونکہ جو بارگاہ خداوندی کا جس قدر مغرب ہوتا ہے اس کی چھوٹی سی بھول بھی اتنی بڑی غلطی سمجھی جاتی ہے۔

فَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لَيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبَثُونَ

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہوتا تو آپ کے بعد یہ بھی

خَلْقَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ

بہت کم ٹیپنے پاتے جیسا کہ ان صاحبوں کے باب میں ہمارا قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ پہلے

لَسْتِنَا تَحْوِيلًا ④

قلم سے میں تم پر توکل نہیں کرے گا۔

کفار کی بربادی

کفار مکہ نے حضور علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا منصوبہ بنایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ کفار قریش یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو تنگ کر کے مکہ سے نکال دیں مگر یاد رکھیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر یہ خود بھی زیادہ دن یہاں نہیں رہ سکیں گے، چنانچہ جب کفار کے ظلم و ستم آپ کی ہجرت کا سبب بنے، آپ کا مکہ مکرمہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان بدر میں نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے اور اسکے تقریباً چھ سال بعد پورے مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ اگر کسی بستی میں اس کے رسول کو نہ رہنے دیا جائے تو پھر خود وہ بستی والے بھی اپنی بستی میں نہیں رہ پاتے پچھلے بے شمار انبیاء کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوْلِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بے شک صبح کی نماز۔ حاضر ہونے کا

مَشْهُودًا ⑤ وَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ

وقت ہے اور کسی قدر رات کے حصہ میں سو ان میں تہجد پڑھنا کیجئے جو کہ آپ کے لئے لازم چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب

مَقَامًا مَّحْمُودًا ⑥

آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا

پانچ نمازوں کا حکم

اس آیت پاک میں پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جن کی مکمل تفصیل صبح احادیث پاک میں مذکور ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کیجئے، حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کے اس فرمان میں چار نمازوں کا حکم مذکور ہے، ظہر، عصر، مغرب و عشاء، اور فرمایا کہ صبح کی نماز بھی ادا کیا کیجئے، بلاشبہ صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ انسان کی حفاظت اور اسکے اعمال لکھنے والے فرشتے دن کے الگ اور رات کے الگ ہیں، فجر اور عصر کی نمازیں دونوں جمع ہوتے ہیں، فرشتوں کی ایک جماعت اپنا کام پورا کر کے جاتی ہے اور دوسری آکر اپنا کام سنبھالتی ہے، اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کا اجتماع باعث برکات ہے، نیز فرشتے اللہ کے سامنے شہادت دیں گے کہ تیرے ان بندوں کو ہم نے اس وقت بھی نماز

پڑھتے دیکھ جب ہم گئے اور جب واپس آئے اس وقت بھی نماز میں مشغول پایا۔

نماز تہجد پڑھتے :- اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی سے فرما رہے ہیں کہ کسی قدر رات کے حصے میں تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے پانچ نمازوں کے علاوہ ایک زائد چیز ہے، اس زائد سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک ایک زائد فرض ہے جو خاص حضور پر فرض کیا گیا تھا، اور بعض مفسرین کے نزدیک نقل مراد ہے، حضرت مفتی شفیع صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ صحیح تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جب سورہ مزمل نازل ہوئی تو اس وقت پانچ نمازیں فرض نہ تھیں بلکہ صرف تہجد کی نماز پوری امت پر فرض تھی اسی فرض کا ذکر سورہ مزمل میں ہے پھر شب معرہ میں پانچ نمازیں فرض کر دی گئیں تو تہجد کی فرضیت تو امت سے بالاتفاق منسوخ ہو گئی اور اس میں اختلاف بالخصوص سے بھی اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی یا خصوصی طور آپ کے ذمہ فرض رہی۔

مقام محمود

اس آیت میں حضور علیہ السلام سے مقام محمود کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ مقام محمود تمام انبیاء میں سے صرف حضور علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے، اس کی تفسیر میں احوال مختلف ہیں مگر صحیح وہ ہے جو احادیث صحیحہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، یہ مقام شفاعت کبریٰ کا ہے جس وقت میدان حشر میں تمام انسان جمع ہوں گے اور ہر نبی سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور وہ سب عذر کر دیں گے صرف ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شرف عطا ہوگا کہ وہ تمام انسانوں کی شفاعت فرمائیں، اور آپ کی شفاعت کو قبول کر لیا جائے گا۔

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوب کے ساتھ بھیجنا اور مجھ کو خوب کے ساتھ بجا یا اور مجھ کو اپنے پاس

لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سے ایسا غلبہ دیجو جس کے ساتھ نصرت ہو

ایک اہم دعا

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے کہ آپ کو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس میں آپ کو اس دعا کی تلقین فرمائی کہ اے اللہ میرا مکہ سے نکلنا اور پھر مدینہ پہنچنا دونوں خیر و خوبی اور عزت و عافیت کے ساتھ ہوں اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ عطا فرما جس کے ساتھ آپ کی مدد و نصرت ہو اسی دعا کا ثمرہ تھا کہ ہجرت کے وقت کفار نے آپ کا پیچھا کیا آپ کو ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوشش کی مگر آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے اللہ نے آپ کی مکمل حفاظت فرمائی اور مدینہ طیبہ کو ہر اعتبار سے آپ کے اور سب مسلمانوں کے لئے امن و عافیت اور عزت کی جگہ بنادیا۔

اس آیت کے اخیر میں اپنے غلبہ کی دعا مانگی تاکہ حق کا بول بالا ہو، کیونکہ بہت سے لوگوں کی فطرت ایسی ہوتی ہے کہ وہ حق کو آفتاب کی طرح روشن و واضح دیکھ کر بھی نہیں مانتے، بس ان سے غلبہ اور حکومت ہمارے ذریعہ حق کو منوایا جاسکتا ہے، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور کو یہ معلوم تھا کہ منصب رسالت کے فرائض کی ادائیگی اور دشمنوں کے نزعے میں کام کرنا اپنے بس کا نہیں اس لئے حق تعالیٰ سے غلبہ و نصرت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اس کے آثار سب کے سامنے آ گئے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ دعا (یعنی یہ پوری آیت) ہر مقصد کے لئے مفید ہے، لہذا ہر مسلمان کو اپنے تمام مقاصد کے شروع میں اس کو پڑھنا چاہئے۔

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝۱۷

اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گذرا ہوا واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں

الْقُرْآنَ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝۱۸

نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے اور (الظالمین) کو اس سے اور اٹل نقصان بڑھتا ہے

اسلام کا غلبہ

اس آیت میں کہ فتح ہونے کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے، ارشاد ہے کہ کہہ دیجئے کہ قرآن کریم مومنوں کو بشارت سناتا ہوا اور باطل کو کچلتا ہوا آپہونچا، بس سمجھ لو کہ اب دین حق غالب ہوا اور کفر بھاگانہ صرف کم سے بلکہ پورے عرب سے، حدیث پاک میں ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو اس وقت کعبۃ اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے (پورے سال ہر دن ایک کی پوجا کرتے تھے، آپ اپنی چھڑی ایک ایک بت کے سینہ پر مار کر گراتے جلتے تھے، جب تمام بت گر گئے تو آپ نے ان سب کو توڑنے کا حکم دیدیا۔

وَنُنَزِّلُ الْمَاءَ ۝۱۹ اس آیت میں قرآن مقدس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ مومنوں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے، کفر و شرک، شک و نفاق اخلاق رذیلہ، امراض باطنہ سے نجات کا ذریعہ ہے، ایمان حکمت رحمت، بھلائی کا سرچشمہ ہے، قرآن جس طرح امراض باطنہ کیلئے شفا ہے اسی طرح با اوقات امراض ظاہرہ کیلئے بھی شفا ہے آیات قرآنی پڑھ کر مریض پر دم کرنا، تعویذ بنا کر گلے میں ڈالنا امراض ظاہرہ کیلئے شفا ہے، خود حضور علیہ السلام کا معوذات پڑھ کر دم کرنا اور صحابہ و تابعین سے معوذات اور دوسری آیات قرآنی کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنا روایات حدیث سے ثابت ہے۔

اور جو لوگ قرآن کریم کا انکار و مخالفت کرتے ہیں وہ ایمانی نقصان کرتے ہیں، انکار و مخالفت کی وجہ سے ان کا کفر بڑھتا ہے تو عذاب بھی بڑھ جاتا ہے۔

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرْكَانَ يُوَسْوِسُ ۝

اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور گردن پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو امید ہو جاتا ہے

قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ ۖ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝

ہے آپ فرمادیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک رستہ پر ہو

تفسیر :- اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بعضے کافر انسان ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کو اپنی نعمت جسمانی صحت، مالی وسعت وغیرہ عطا فرماتے ہیں تو یہ منہ موڑتا ہے، احسان نہیں مانتا، شکر ادا نہیں کرتا اور جب اس پر کوئی برا وقت آتا ہے تو ایک دم مایوس ہو کر ناامید ہو جاتا ہے، گویا دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ سے بے تعلق رہا، کبھی غفلت کی بنا پر کبھی مایوسی کی وجہ سے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہر ایک انسان چاہے وہ کافر ہو یا مومن، شکر گزار ہو یا ناشکر، وہ اپنے طریقے اور مذہب پر چلتا ہے اور اسی کو بہتر سمجھ کر اس میں مست رہتا ہے، مگر یاد رہے کہ آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو صحیح راستہ پر قائم ہو، اسی طرح اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو غلط راستہ پر ہو، بس ہر شخص کو اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دیگا، یہ نہیں کہ جس کا دل جس راستہ کو چاہے اسے اختیار کرے اور اپنے آپ کو صحیح راستہ پر بلا کسی دلیل کے سمجھنے لگے۔

اس میں انسان کو اس پر تنبیہ کی گئی ہے کبڑے ماحول میں بری صحبت اور بری عادتوں سے پرہیز کرے نیک لوگوں کی صحبت اور اچھی عادت اختیار کرے، کیونکہ اپنے ماحول اور صحبت نیز رسم و رواج سے انسان کی ایک طبیعت و مزاج بن جاتا ہے، پھر اس کا ہر عمل اسی کے مطابق ہوتا ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۚ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝

اور یہ لوگ آپ سے روح کو پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے

واقعہ شان نزول | صبح بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ کے غیر آباد حصہ میں چلے جا رہے تھے، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا، آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی کھجور کی شاخ کی تھی، آپ کا گذر چند یہودیوں پر ہوا یہ لوگ آپس میں کہنے لگے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آرہے ہیں، ان سے روح کے متعلق سوال کیا جائے، ان میں سے ایک نے منع کیا مگر سوال کرنے والے نے سوال کر ہی ڈالا کہ یہ بتلائیے روح کیا ہے؟، یہ سوال سن کر آپ اپنی چھڑی پر ٹیک لگا کر خاموش کھڑے ہو گئے، میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہونے والی ہے، کچھ دیر بعد

جب وحی نازل ہو چکی تو آپ نے آیت یَسْأَلُونَكَ بِرُوحٍ مِمَّنْ لَا يَخْلُقُ شَيْئًا

روح کیا ہے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ آپ سے بطور امتحان و آزمائش روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ روح مجرب کے حکم سے بنی ہے، یعنی روح اس کائنات میں سے ہے جس کی ایجاد بغیر مادہ کے صرف لفظ کُن سے ہوئی ہے، اعضاء جسم کی طرح اس کی پیدائش کسی مادی اصل سے نہیں ہے، یہاں اللہ نے سوال کرنے والوں کی سمجھ کے اندازے کے مطابق جواب دیا ہے جس سے اتنا معلوم ہو گیا کہ دوسری مادی مخلوق کی طرح روح کی ہستی نہیں ہے بلکہ سب سے الگ ہے، حضرت شاہ عبدالقادر نے اس جواب کو بہت مختصر اور آسان الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی، وہ جی اٹھا، جب وہ نکل گئی مر گیا۔

اس جواب میں جنی بات کا بتلانا ضروری تھا اور جو عام لوگوں کی سمجھ میں آنے کے قابل ہے صرف وہ بتلادی گئی اور روح کی مکمل حقیقت جس کا سوال کیا گیا تھا اس کو اس لئے نہیں بتلایا گیا کہ وہ عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے بلکہ بڑے بڑے علما و عقلا کیلئے بھی آسان نہیں، اور ان کی کوئی ضرورت اس کے سمجھنے پر موقوف بھی نہیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ روح غیر مادی چیز ہے اور غیر مادی چیزوں کا علم تم کو نہیں دیا گیا مگر تھوڑا سا، اور اس کی مدد سے تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اس لئے جواب میں روح کی مکمل حقیقت نہیں بتلائی گئی کیونکہ وہ جواب بے موقع اور سوال کر نیوالوں کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ بِهِ عَلِيمًا

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں پھر اس کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں

وَكَيْلًا ۚ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝

کوئی حایت نہ ملے مگر آپ کے رب ہی کی رحمت ہے بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے

تفسیر

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن کا جو علم تم کو دیا گیا ہے اگر خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے، اس لئے تم کو چاہئے کہ موجودہ علم پر اللہ کا شکر ادا کرو، اس کی قدر کرو اور غیر ضروری و فضول سوالات مت کرو خاص طور پر جب کہ مقصود دوسرے کا امتحان لینا اور اسے رسوا کرنا مقصود ہو ایسے حالات میں کچھ بعید نہیں کہ تمہارا یہ علم واپس چھین لیا جائے، قرآن لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے، کتابوں سے مٹا دیا جائے، اور پھر کوئی ایسی ہستی نہیں جو قرآن واپس دلانے کی ذمہ داری لے سکے، بس یہ تو اللہ کا خاص کرم ہے اور رحمت ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا اور

قرآن پورے طور پر آپ کے پاس موجود ہے۔

اس آیت میں خطاب اگرچہ حضور علیہ السلام کو ہے مگر اصل سنانا امت کو ہے کہ جب رسول کا علم بھی ان کے اختیار میں نہیں تو دوسروں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

قُلْ لِّیْنَ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَیْ اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ

آپ فرادیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنالادیں تب بھی

بِیْمِثْلِهِ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا

ایسا نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے اور ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں

الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ زَقَّیْ اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ۝

ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے

اعجاز قرآن

اس آیت پاک میں قرآن کریم کی بزرگی، شان اور اعجاز کو بیان کیا گیا ہے، اور پوری دنیا

کے انسانوں اور جنوں کو خطاب کر کے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اگر تم قرآن کو اشد کلام نہیں

مانتے، کسی انسان کا بنا ہوا مانتے ہو تو پھر تم بھی انسان ہو اپنے ساتھ جنوں کی مدد لے کر تم بھی ایسا کلام

بنا کر دکھلاؤ، قرآن کریم نے ... دوسری جگہ بطور پیشین گوئی کے یہ چیلنج بھی فرمایا ہے کہ تم اس جیسی

کامل کتاب یا سورت تو کیا ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے، یہی ہوا کہ آج تک کوئی اس جیسی ایک آیت بھی

نہ لاسکا اور نہ قیامت تک لاسکے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ قرآن کریم لوگوں کی خیر خواہی اور ہدایت کے لئے عجیب و غریب مضامین بار بار مختلف

انداز میں قسم قسم کے عنوانوں سے بیان کرتا ہے مگر اکثر لوگ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اس کی قدر نہیں کرتے، بجائے احسان

ماننے کے ناشکری پر تلے ہوئے ہیں اسی لئے گمراہی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لادیں گے جب تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دیں

جَنَّةٍ مِّنْ نَّخِیْلِ ۙ وَعِیْنٍ فَتَفْجِرَ اِلَیْهَا نَجْمًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ

یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیج بیج میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں

یا جیسا کہ آپ کہہ کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں

کَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بَالَهُ الْمَلِكَةُ ۖ قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونُ لَكَ

یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (بارے) سامنے نہ لاکر کھڑا کر دیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا

بَيْتٌ مِّنْ زُخْرِفٍ أَوْ تَرْفٍ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ نُنْزِلَ

گھر نہ جو یا آپ آسمان پر نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے چڑھنے کا کبھی بھی دور نہ کریں جب تک کہ

عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُؤُهُ ۚ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۝

آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نالوں جس کو ہم پڑھ بھی لیں۔ پ فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اسکے کو آدمی مول بیخبر ہوں اور کیا ہوں

کفار کی بے ہودہ فرمائشیں

بچھلی آیات میں اعجاز قرآن اور بہت سے دیگر معجزات دیکھ کر حضور کی رسالت و نبوت کفار پر واضح ہو چکی ہے مگر پھر بھی ان آیات

میں چند ایسے فرامشی سوالات کئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایمان نہ لانے کا ایک بے ہودہ بہانہ ہے، کہتے ہیں ہم آپ پر اسی وقت ایمان لائیں گے جبکہ آپ ہمارے لئے مکہ کی زمین سے پانی کا کوئی چشمہ جاری کر دیں یا غصہ آپ کے لئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو جس میں ہر طرف نہریں بہتی ہوں یا آپ ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں جیسا کہ آپ ہمیں ڈراتے ہیں، یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے اس طرح لاکر کھڑا کر دیں کہ ہم اپنی آنکھ سے ان کو دیکھ لیں، اور وہ آپ کے رسول ہونے کی شہادت دیں، یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر ہو، یا آپ ہمارے سامنے آسمان پر چڑھیں جیسا کہ آپ معراج کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہاں سے ہمارے لئے ایک کتاب لائیں جس کو ہم خود پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں اور یہ چڑھنا بھی اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ آپ وہاں سے اس چڑھنے کی تصدیق کے طور پر ایک رسید بھی لے کر آئیں،

کفار کے ان بے ہودہ سوالوں کا جواب آپ نے بڑی سنجیدگی سے دیا، فرمایا سبحان اللہ تم کیسے عجیب و غریب سوال کرتے ہو۔ میں تو صرف ایک انسان ہوں جس کو اللہ نے اپنی دولت نبوت سے سرفراز فرمایا ہے، میرا کام تو صرف یہ ہے کہ جو احکامات مجھے اللہ کی طرف سے ملیں وہ تم کو پہنچا دوں، مجھے تمہارے فرامشی سوالات پورا کرنے کا نہ اختیار ہے نہ قدرت، بس مکمل قدرت و اختیار اللہ کے قبضہ میں ہے وہ اپنی حکمت سے جس فرامشی سوال کو چاہتے ہیں پورا کر کے دکھا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں نہیں دکھاتے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اسکے اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا

رُسُولًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَنْشُونَ مُظْهِرِينَ لَنَزَلْنَا

کی اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ فرمادیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے تو اس میں بھیجتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہم ان پر

عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكًا رُسُولًا ۝

آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے

تفسیر :- کافروں کے پاس جب ہدایت یعنی رسالت کی صحیح دلیل مثل اعجاز قرآن و دیگر معجزات پہنچ چکے تو اب انہوں نے ایمان قبول نہ کرنے کا ایک اور غیر معقول بہانہ تلاش کیا کہ اگر اللہ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجنا ہی تھا تو وہ ان کو کیوں بھیجتا۔ وہ بھی انسان ہم بھی انسان اس میں اور ہم میں دقیق ہی کیا کسی فرشتے کو بھیجا جاتا تو ہم اس پر فوراً ایمان لے آتے، ان کو جواب دیا گیا کہ دنیا میں فرشتے بستے ہیں جو ان کیلئے ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے، مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی طرف انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاسکتا ہے کیونکہ وہی اپنے ہم جنس ہونے کی وجہ سے ان کی تمام ضروریات اور مزاج کو سمجھ سکتا ہے۔ انسان کو بھوک پیاس نیند خواہشات نفس، کام کے بعد تکان وغیرہ محسوس ہوتی ہے تو اس ضرورت کا خیال صرف اس کا ہم جنس انسان ہی کر سکتا ہے، فرشتے کو تو ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی وہ کیا خیال رکھے گا اس کے اے بد بخت کافروں تمہاری طرف محمد عربی کو رسول بنا کر بھیجنا عین عقل کے مطابق ہے۔ یہ تمہاری نفسی ہے کہ تم خواہ مخواہ کے یہودہ پانے تلاش کر کے نور ہدایت سے محروم رہو۔

قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے، خوب دیکھتا ہے

وَمَنْ يُّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَمْ يَهْتَدِ وَمَنْ يُّضِلَّ فَمَا لَمْ يَضِلَّ ۚ وَلَهُمْ أَوْلِيَآءُ مِنْ دُونِهِ ۚ

اور اللہ جس کو راہ پر لاوے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کرے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عَمِيَآ وَبُكْمًا ۚ وَصَّمَآءُ مَا وَهُمْ جَهَنَّمَ مَكَلَّمًا

دو گنا زہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہر کر کے منہ کے ل جلادیں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ

خَبَّتْ زُرَّتُهُمْ سَعِيرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِآيٰتِنَا وَكَالُوا مَا دَاكُنَّا عِظَامًا

جب ذرا وہی ہونے لگے تب ہی ان کے لئے اور زیادہ جہنم کا دیں گے پس ان کی سزا اس سبب کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں

وَرَفَاتًا مَّا تَكْبَعُوْنَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝ اَوَلَمْ يَدْرُوا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ

کہا تھا کہ کیا جب ہم بڑیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جاویں گے، کیا ان لوگوں کو

السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَا رَيْبَ فِيْهِ

اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے

فَاَبٰی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

اور ان کے لئے ایک میعاد متعین کر رکھی ہے کہ اس میں ذرہ بھی شک نہیں اس پر بھی بے ایمان لوگ انکار کئے نہ رہے

تفسیر

ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ جب یہ کافر لوگ رسالت و نبوت پر واضح دلائل اور تمام شکوک و شبہات دور ہو جانے کے بعد بھی ایمان نہیں لارہے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ بس اب میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی کی شہادت کافی ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی شہادت اس بات پر کافی ہے کہ میں نے اپنا فرض نبوت پورا کیا اور اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا اور حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی تم نے بوجہ عداوت کے حق قبول نہ کیا بلکہ اس کی مخالفت کی، بس اب میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ وہی کرے گا وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے خوب واقف ہے جو حق پر ہوگا اس کو ثواب دے گا اور جو باطل پر ہوگا اس کو عذاب دے گا اور خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر نازل مقصود تک پہنچ سکتا ہے، جس کی بد بختی اور بد اعمالیوں کی وجہ سے حق تعالیٰ دستگیری نہ فرمائے اس کو کون سیدھے راستے پر لگا سکتا ہے۔

کافروں جب ہدایت کے تمام دلائل ٹھکرا کر اپنے کفر پر ہی قائم رہے تو اب ان کی سزا کا بیان ہے کہ ہم ان کو قیامت کے دن اندھا گونگا اور بہرا اٹھائیں گے، حضرت ابن عباسؓ نے اندھے، گونگے اور بہرے ہونے کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ کوئی صورت ایسی ان کے سامنے نہیں آئے گی جس کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور نہ ہی کوئی ایسا عذر بیان کر سکیں گے جو قابل قبول ہو اور نہ ہی کوئی ایسی آواز سن سکیں گے جو ان کے دل کو خوش کر سکے، یہ سزا ان کو اس لئے دی جائے گی کہ دنیا میں اللہ کی قدرت کے نشانات دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی تھیں اور حق بات سننے سے ان کے کان بہرے تھے اور حق بات کہنے سے ان کی زبان گونگی تھی۔

ان کافروں کو قیامت کے دن منہ کے بل چلایا جائے گا، بخاری و مسلم شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کسی نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ کافر منہ کے بل کیسے چلے گا، آپؐ نے فرمایا جس خدا

نے اس کو ٹانگوں کے بل چلایا کیا وہ اس کو منہ کے بل نہیں چلا سکے گا، اور ان کا فریضہ کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جب دوزخ کی آگ ذرا دھیمی ہوگی تب ہی اس کو بھڑکا دیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ جب ان کی کھالیں در گوشت جل چکے گا اور آگ دھیمی پڑ جائے گی تو دوبارہ ان کو نئی کھال اور گوشت پہنا دیا جائے گا، اس ایندھن سے آگ پھر بھڑک اٹھے گی اور اسی طرح ان کو بار بار سزا ملتی رہے گی، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ سزا ان کو اسلئے دی جائے گی کہ انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور مرکر دوبارہ زندہ ہونے کا بھی انکار کیا اور انھوں نے اس پر غور نہ کیا کہ جس ذات نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اس جھوٹے سے انسان کو دوبارہ پیدا کر سکے؟ جبکہ دوبارہ پیدا کرنا بہت آسان ہے، اور اگر تم کو دوبارہ زندہ ہونے میں اس وجہ سے شبہ ہو کہ اب تک کروڑ ہا کروڑ انسان مر چکے ہیں ان میں سے تو کوئی دوبارہ زندہ ہوا نہیں، تو یاد رکھو قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آکر رہے گا، تاخیر دیکھ کر انکار کرنا بیوقوفی ہے، افسوس ہے ان لوگوں پر کہ اس قدر روشن مضامین اور واضح دلائل سنکر بھی گمراہی و کفر پر جے رہے

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اِذَا لَمْ سَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم خرچ کرنے کے اندیشہ سے محروم

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا

ہاتھ روک لیتے اور آدمی ہے بڑا تنگ دل

انسان کا بخل | اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہو جاؤ تو تم بخل کر دگے، کسی کو زندہ گے اس خطرہ سے کہ اگر لوگوں کو دیتے رہے تو یہ خزانہ ختم ہو جائے گا جب کہ رحمت رب کا خزانہ ختم ہونے والا نہیں مگر انسان اپنی طبیعت کے لحاظ سے بہت ہی بخل اور تنگ دل واقع ہوا ہے۔

عام مفسرین نے رحمت رب سے مراد مال و دولت کے خزانے لئے ہیں، مطلب یہ ہوگا کہ اگر تمہیں خدا کے خزانوں کا بھی مالک بنا دیا جائے تو بھی تم بخل سے باز نہیں آؤ گے اور ضرور تمندوں کو اس خوف سے دیتے ہوئے ڈر دگے کہ کہیں یہ دولت ختم نہ ہو جائے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے رحمت رب سے مراد نبوت و رسالت اور خزانہ رحمت سے مراد کمالات نبوت لئے ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اے کافروں تم جو نبوت و رسالت کے لئے یہودہ مطالبے کر رہے ہو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم میری نبوت کو ماننا نہیں چاہتے تو کیا پھر تمہاری خواہش یہ ہے کہ نبوت کا نظام تمہارے ہاتھوں میں سوہنپ دیا جائے تم جس کو چاہو نبی بناؤ، اگر اب کر لیا جائے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ تم کسی کو بھی نبوت

نہیں دو گے، بخل کر کے بیٹھ جاؤ گے

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَنَسِيَ إِسْرَاءَ يَلِ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ

اور ہم موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیئے جبکہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے بڑھ چھپے تو فرعون نے ان

إِنِّي لَأَظُنُّكَ يُمُوسَىٰ مَسْحُورًا ۖ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبِّ

سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو مزدور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے موسیٰ نے فرمایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ خاص آسمان اور زمین کے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَاحِرٍ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يُفِرْعَوْنُ مَشْبُورًا ۖ فَأَرَادَ أَنْ يَنْتَفِرَهُمْ

بروزگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کیلئے کافی ذائقہ ہیں اور میرے خیال میں مزدور تیری کبھتی کے دن آگئے ہیں پھر اس نے جا کر بنی اسرائیل کا اس

مِّنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ ۚ وَمَنْ مَّعَهُ جَمِيعًا ۖ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ

سرزمین سے قدم رکھا دے سو ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اسکے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ تم اس سرزمین

اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ۖ

میں رہو سو پھر جب آخرت کا وعدہ آجا دے گا تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر لا کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ کو نو نشانیاں دی گئیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے

فضل و کرم سے قرآن کریم اور دیگر معجزات دیئے اور آپ پر بے شمار انعامات و احسانات فرمائے اسی طرح

حضرت موسیٰ کو ان کی نبوت کی صداقت کے لئے نو واضح نشانات (معجزات) عطا فرمائے جا چکے ہیں،

اگر تم چاہو تو بنی اسرائیل کے باخبر اور منصف علماء سے اس کی تحقیق کرو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے یہ نو معجزات اس طرح شمار کرائے ہیں کہ حضرت موسیٰ کی زبان میں

لکنت تھی وہ دور کر دی گئی کہ حضرت موسیٰ کی لاشی جو اژدہا بن جاتی تھی یہ بد بیضا جو بخل میں ڈالنے چکھنے لگتا

تھا بنی اسرائیل کا دریا سے پار ہو جانا عہ ۱۰ ڈی دل کا عذاب ۱۱ طوفان کا عذاب ۱۲ جوڑوں کا عذاب،

۱۳ سینہ کون کا عذاب ۱۴ خون کا عذاب، ان معجزات کا تفصیل سے ذکر سورہ اعراف پارہ ۱۵ آسان تفسیر ۱۹

پر گذر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

حضرت موسیٰ کو نو سے زیادہ معجزات دیئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان نو معجزات کو شمار کرانے

میں مفسرین کا اختلاف ہے کئی کوئی سے شمار کرادیئے کسی نے کوئی درجہ، یہاں صرف نو معجزات کا ہی ذکر انکی

خاص حکمت و مصلحت خداوندی سے ہے۔

ایک صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آیات سے مراد احکام الہی ہیں، چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت صفوان بن عسالؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا کہ چلو اس نبی کے پاس چلیں اس نے کہا ان کو نبی نہ کہو اگر ان کو خبر ہو گئی کہ ہم بھی ان کو نبی کہتے ہیں تو ان کو فخر و مسرت کا موقع مل جائے گا، غرضیکہ یہ دونوں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ نو آیات معلوم کیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں، آپ نے فرمایا وہ نو احکام یہ ہیں: ۱۔ شرک نہ کرو ۲۔ چوری نہ کرو ۳۔ زنا نہ کرو ۴۔ ناحق خون مت کرو ۵۔ جادو نہ کرو ۶۔ سود مت کھاؤ ۷۔ بے قصور کو مت پکڑو ۸۔ داؤ کہ حاکم اسے قتل کر دے ۹۔ یا کلام عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ ۱۰۔ میدان جہاد سے مقابلہ کے وقت مت بھاگو۔ سنو اے یہودیو ایک حکم تمہارے لئے خاص طور پر یہ تھا کہ سینچر کے دن جو خاص تمہیں احکام دیئے گئے ہیں ان کی خلاف ورزی مت کرو، یہ سن کر دونوں یہودیوں نے آپ کے ہاتھ پادوں چومے اور بول اٹھے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں، حضورؐ نے فرمایا پھر میرا اتباع کرنے سے تمہیں کون روکتا ہے، کہتے لگے حضرت داؤدؑ نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ انہی کی نسل سے اللہ ہر نبیبعوث فرمائے، اب اگر ہم آپ کا اتباع کریں تو ڈر ہے کہ ہماری قوم یہودی ہمیں قتل کر دے گی۔

مکالمہ حضرت موسیٰ و فرعون

اس کے بعد ان آیات میں وہ گفتگو بیان کی گئی جو حضرت موسیٰؑ اور فرعون لعین کے درمیان ہوئی تھی، حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو اور اس کی آل کو دوبارہ ایمان لانے کی دعوت دی، اور ان نو معجزات سے (جو ان پر گندہ چکے تھے) ڈرایا، فرعون نے جواب دیا اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے تمہاری عقل خراب ہو گئی اور اس طرح کی بہکی باتیں کرتے ہو، حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگرچہ تو زبان سے انکار کرتا ہے اور شرم کی وجہ سے اقرار نہیں کرتا مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشانیاں تیری عبرت کیلئے آسمان و زمین کے حقیقی مالک نے بھیجی ہیں، اب اگر تو جان بوجھ کر بوجہ تکبر کے حق کا انکار کرے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تیرے سر پر تباہی کی گھڑی آپہونچی ہے۔

فرعون نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ کا اثر بڑھتا جا رہا ہے اس کو خطرہ ہوا کہ کہیں بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں لہذا اس نے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا تاکہ یہ شہرہاں میں جین سے نہ رہنے پائیں اور یہاں سے کہیں اور چلے جائیں مگر اللہ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ہی نہ رہنے دیا اور آخر پورے لشکر کو دریائے قلم میں غرق کر دیا، اور اس طرح یہود کو فرعون کی غلامی سے نجات حاصل ہوئی، اب ان سے کہا گیا کہ ملک مصر دشنام میں جہاں چاہو آزادی سے رہو اور یاد رکھو کہ قیامت کے دن ہم تم سب کو جمع کریں گے وہاں نیک و بد مومن و کافر کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اگر تم اچھے اعمال کر دگے تو جنت کے مستحق ہو گے نہیں تو دوزخ کے

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَفَرَأَيْنَا فَتْرَتَهُ

اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر

لِنَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝ قُلْ اٰمَنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُوْمِنُوْا

بھیجا ہے اور قرآن میں ہم نے جابجی فصل رکھا تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تمہیں اتنا رکھ دیا ہے کہ تم اس

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰوْتُوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا يُتْلٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا

قرآن پر خواہ ایمان لاؤ خواہ ایمان نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بن

۝ وَ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بن

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔

تفسیر -

ان آیات میں بیان ہے کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ کو معجزے دیئے اسی طرح آپ کو بھی بہت سے معجزے عطا کئے، ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مقدس ہے ہم نے اس کو فرشتوں کی نگرانی میں آسمان سے اتارا ہے اور فرشتوں ہی کی نگرانی میں وہ رسول عربی پر نازل ہوا، شیطان کی دسترس سے قرآن کریم بالکل محفوظ ہے، اور ہم نے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو فرما برداروں کیلئے جنت کی خوشخبری دینے والا اور نافرمانوں کو دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے یعنی آپ کا کام صرف خوش خبری دینا اور ڈرانا ہے، ہدایت پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

قرآن کا اصل مقصد

اگرچہ اس کے نفس الفاظ و حروف بھی نور و برکت سے خالی نہیں، ان کی تلاوت کرنا بھی باعث خیر و برکت اور اجر عظیم ہے، اسی لئے قرآن کی سورتیں اور آیتیں جدا جدا رکھیں تاکہ اس کی تلاوت کرنا بھی آسان ہو اور سننے والے لوگوں کو بھی یاد کرنے اور سمجھنے میں سہولت رہے، اور اس کو ٹھوڑے ٹھوڑے وقفے وقفے سے اس لئے اتارا تاکہ جیسے حالات پیش آئیں اس کے مطابق ہدایت حاصل ہو اور تاکہ وہ حضرات جو آئندہ امت کے رہبر بننے والے ہیں اس کے احکامات کو خوب ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکیں اور آنے والی

نسلوں کے لئے کسی آیت کے بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش نہ چھوڑیں۔
قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے جس اہتمام اور خوبیوں کے ساتھ نازل فرمایا ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ اس پر ایمان لے آتے، لیکن اگر یہ جاہل لوگ ایمان نہیں لاتے تو اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فکر مند نہ ہوں، کیونکہ آپ کی اور قرآن کریم کی تصدیق وہ منصف مزاج اہل کتاب علماء کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی ربانی توریت میں قرآن کریم اور آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری سن چکے ہیں، ان اہل علم حضرات کی یہ کیفیت ہے کہ جب یہ قرآن کریم سنتے ہیں تو ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں بلاشبہ ہمارا رب وعدہ خلافی سے پاک ہے اس لئے ہمارا کتاب توریت میں جس نبی (محمد علیہ السلام) پر جو کتاب (قرآن کریم) نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کو پورا فرمایا۔

قُلْ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ ۖ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ

آپ کہہ دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت اچھے نام ہیں اور

تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلاً ۝ وقْلِ الحمد لله

اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر بڑھے اور نہ بالکل چپکے چپکے بڑھے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے اور کہہ دیجئے کہ تمام غم یہاں

الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ

اس اللہ کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا

وَلِيُّ مِّنَ الدَّالِّ وَكِبْرُهُ تَكْبِيرًا ۝

کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیجئے

واقعات شان نزول

ان آیات کا نزول چند واقعات پیش آنے کی وجہ سے ہوا، پہلا واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز دعا میں یا اللہ یا رحمن کہہ کر پکارا تو مشرکین نے سمجھا کہ محمد دو خداؤں کو پکار رہے ہیں اور اعتراض کرنے لگے کہ ہمیں تو ایک کے سوا کسی اور کو پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود دو خداؤں کو پکارتے ہیں، اس کا جواب اس آیت کے پہلے حصہ میں دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہی نہیں اور بھی بہت سے اچھے نام ہیں اس کو کسی نام سے بھی پکارو مراد اللہ ہی ہوتا ہے بس تمہارا یہ وہم بالکل غلط ہے کہ میں دو خداؤں کو مانتا ہوں، میں صرف ایک ہی خدا کی بندگی کرتا ہوں۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں حضور علیہ السلام نماز میں بلند آواز سے تلاوت قرآن فرماتے تو

مشرکین مذاق اڑاتے، نیز قرآن، جبریلؑ اور وحی تعالیٰ جل شانہ کی شان میں بھی گستاخانہ باتیں کہتے تھے اس کے جواب میں اس پہلی آیت کا آخری حصہ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ نَازِلًا نازل ہوا جس میں آپ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ نہ تو بہت بلند آواز سے تلاوت کریں کہ مشرکین مذاق اڑائیں اور نہ ہی بہت پست آواز سے تلاوت کریں کہ مقتدی بھی نہ سن سکیں، پس دونوں کے درمیانی مناسب آواز میں تلاوت کیجئے، اس کے شان نزول کا ایک دوسرا واقعہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن رباح انصاریؓ سے یہ مروی ہے کہ ایک روز آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا میں تمہارے قریب سے گذرا تھا تم پست آواز سے قرأت کر رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا میں جس سے مخاطب تھا اس کو سن رہا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کو اور وہ پست سے پست بلکہ دل کی آواز بھی سن لیتا ہے، آپ نے ہدایت فرمائی کہ ذرا بلند آواز سے قرأت کیا کرو اور پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا میں تمہارے قریب سے بھی گذرا تھا تم بلند آواز سے قرأت کر رہے تھے، انھوں نے عرض کیا کہ میں اپنی قرأت سے سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، آپ نے حضرت عمرؓ کو ہدایت فرمائی کہ ذرا پست آواز میں قرأت کیا کرو۔

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اللہ کے لئے اولاد ماننے لگے اور اہل عرب تو اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اللہ کے کچھ مددگار نہ ہوں تو اللہ کی قدرت و عزت میں کمی آجائے (نغوز باللہ) اس دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یمینوں کے عقیدوں کی تردید فرمادی، ارشاد ہے کہ نہ تو اللہ کے اولاد ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی کوئی یار و مددگار ہے، تمام تعریفیں اور خوبیاں اللہ ہی کو زیبا ہیں، پس اس کی خوب بڑائی بیان کیا کیجئے۔

ایک اہم وظیفہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور علیہ السلام کے ساتھ باہر نکلا اس طرح کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا، آپ کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جو نہایت خستہ حال اور پریشان تھا آپ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا، اس نے عرض کیا بیماری اور تنگدستی و غربت کی وجہ سے آپ نے فرمایا میں تم کو چند کلمات بتاتا ہوں وہ پڑھو گے تو تمہاری بیماری و تنگدستی جاتی رہے گی وہ کلمات یہ ہیں تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا يَمُوتُ الْخَلْدُ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا۔ کچھ عرصہ بعد پھر آپ کا گذر ادھر سے ہوا تو اس شخص کو اچھے حال میں پایا اپنے خوشی کا اظہار فرمایا، اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے تھے میں اسی دقت سے پابندی سے پڑھتا ہوں،

الحمد لله آج مبارک شب ۲۰ رمضان المبارک

۱۴۱۸ھ کو سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر بحسن

و خوبی تکمیل کو پہنچتی

سورہ کہف ۱۸
سورہ کہف میں نازل ہوئی اس کی ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورہ کہف کے فضائل و برکات

مسند احمد میں ہے کہ جس نے سورہ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا، مسلم شریف میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے اور ترمذی شریف میں صرف تین آیتوں کا ذکر ہے اور نسائی شریف میں ایک پوری سورت میں سے کوئی سی بھی دس آیتیں یاد کر لی تو دجال کے فتنے سے حفاظت ہو جائے گی، اور ترمذی شریف میں صرف تین آیتوں کا ذکر ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جو اس سورت کا شروع و آخر پڑھ لے تو اس کے لئے پاؤں سے سرتک ایک نور ہوگا، اور جو پوری سورت پڑھ لے اس کے لئے زمین سے لے کر آسمان تک نور ہو جاتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورہ کہف کو جمعہ کے دن تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر فتنے سے محفوظ رہے گا، یہاں تک کہ اگر دجال بھی نکل آئے گا تو اس کے فتنے سے بھی محفوظ رہے گا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری سورہ کہف ایک ہی وقت میں نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے اس سے اس کی اہمیت و عظمت شان کا پتہ چلتا ہے۔

سورہ کہف کا شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش مکہ نے اپنے دو قاصد انظر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ کے علماء یہود کے پاس بھیجا کہ ان سے محمد عربی کے حالات بتلا کر معلوم کر دو کہ وہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں، علماء یہود نے کہا کہ تم جانکر محمد عربی سے تین سوال کرو اگر انھوں نے ان کے جواب دیدیے تو وہ خدا کے پیچھے نبی ہیں نہیں تو ڈھونگی ہے۔
(۱) کچھ نوجوان پرانے زمانے میں اپنے شہر سے نکل گئے تھے ان کا کیا واقعہ ہے (یعنی واقعہ صاحب کہف)
(۲) اس شخص کے حالات معلوم کرو جس نے مشرق و مغرب (پوری دنیا) کا سفر کیا۔ (یعنی واقعہ ذوالقرنین)
(۳) روح کے متعلق دریافت کر دو کہ وہ کیا چیز ہے۔

بہر حال قریش مکہ نے آپ سے یہ تینوں سوالات دریافت کئے، آپ نے فرمایا کہ میں ان کا جواب کل دوں گا حضور نے ان سے وعدہ تو فرمایا مگر اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں لگایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے دن تک کوئی وحی نہیں آئی جو آپ انھیں جواب دیتے بلکہ پندرہ دن تک وحی کا سلسلہ بھی بند رہا اور حضرت جبریل بھی

تشریف نہ لائے، قریش مکہ کو خوب لعن طعن کرنے اور مذاق کا موقع مل گیا الغرض پندرہ دن بعد حضرت جبریل سورہ کہف لیکر نازل ہوئے، اس صورت میں آدھ سوالوں کا مفصل جواب بیان کر دیا گیا اور تیسرے سوال روح کا جواب اس سے پہلی سورت بنی اسرائیل میں بیان کیا گیا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهِ عِوَجًا ۙ قِیَمًا

تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی
لَیُنْذِرَ بَاسًا شَدِیْدًا ۙ مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصَّٰلِحٰتِ
بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تاکہ وہ ایک سخت مذاہب سے جو کہ بجانب اللہ ہو گا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام

اَنْ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَا كَثِیْرٌ فِیْهِ اَبَدًا ۙ وَ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ

کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ ان کو اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ

اللّٰهُ وَلَدًا ۙ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۙ وَلَا لِابَائِهِمْ ۚ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

تعالیٰ اولاد رکھتا ہے نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ داداؤں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے

اَفَوَاھِمُ ؕ اِنْ یَقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ۙ

جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں

تفسیر - بلاشبہ تمام تعریفوں کی مستحق اللہ کی ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعلیٰ و اعلیٰ کتاب (قرآن مقدس) نازل فرمائی، اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچی

بات نہیں ہے، عبارت انتہائی سلیس و فصیح ہے اور احکام حکمت کے مطابق ہیں، اس کی تعلیمات متوسط

ردش کی ہیں، جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب ہیں کہ ہر شخص آسانی سے سمجھ کر ہدایت حاصل

کر سکے، اور یہ کتاب کا فروغ و افراں بندوں کو اس آفت اور سخت مصیبت سے ڈرانے والی ہے جو دنیا

یا آخرت میں ان پر آنے والی ہے اور نیک کام کرنے والے مومنین کو خوش خبری دینے والی ہے،

راحت گاہ یعنی جنت کی، جن میں وہ ہمیشہ آرام کریں گے، اور یہ کتاب دوزخ کے عذاب سے ڈرانے

والی ہے ان مشرکین یہود و نصاریٰ کو جو اللہ کے لئے اولاد ثابت کر کے اس پر بہت بڑا بہتان

باندھتے ہیں، نہ تو اس کی ان کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ ان کے بڑوں کے پاس تھی، بس یوں ہی

اندھی تقلید میں مبتلا رہ کر اللہ کی شان میں گستاخی کر کے سخت عذاب کے مستحق بن رہے

ہیں۔

فَلَمَّا كَبَاخِعُ نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنَّ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ آسَفًا ۝

سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے ہم نے زمین پر کی چیزوں کو

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝

اس کے لئے باعث رونق بنایا تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا کون عمل کرتا ہے

وإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝

اور ہم زمین پر کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان کر دیں گے۔

تفسیر ۸۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ کافر لوگ قرآن مقدس کی باتوں کو
زمانیں تو کیا آپ ان کے غم میں اپنے کو بالکل ہی گھلا دیں گے، بس اتنا غم نہ کیجئے، آپ اپنا
فرض دعوت و تبلیغ ادا کر چکے اور کر رہے ہیں یہ بد بخت زمانیں تو ان کی بد بختی ہے جس کی سزا ان کو ضرور عین
مل کر رہے گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے زمین پر عجیب و غریب چیزیں پیدا فرما کر اس کو بارونق بنایا تاکہ لوگوں کو آزمائیں
کہ کون اس کی چمک دمک پر سمجھ کر اس میں پھنسکر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے، اور کون پرہیزگاری کی زندگی
پر قائم رہتا ہے، یاد رکھو ایک وقت آنے والا ہے جب ہم اس دنیا کی رونق کو ختم کر کے ایک صاف
میدان بنادیں گے اس وقت اس کی چمک دمک سے فریب کھانے والوں کے سامنے حقیقت کھل کر سامنے
آجائے گی اور پھر سوائے پہچانے کے کچھ نہیں بن پڑے گا۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِن آيَاتِنَا عَجَبًا ۝

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے وہ وقت قابل ذکر ہے

الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ

جب کہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہا کہ ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے

أَمْرِنَا سَرَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝

اور ہمارے لباس کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے سو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا پھر ہم

ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ۝

نے ان کو اٹھایا تاکہ ہم معلوم کریں کہ ان دونوں گروہ میں کون سا گروہ ان کی رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا

قصہ اصحاب کہف

فریش مکہ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو بڑا عجیب و غریب سمجھ کر اس کے متعلق

مضمون سے سوال کیا تھا، ان آیات میں ارشاد ہے کہ یہ واقعہ بھی اگر عجیب ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کی دوسری عجائبات قدرت کے مقابلہ میں ایسا قابل تعجب نہیں جیسا ان لوگوں نے سمجھا ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان، چاند و سورج اور تمام کائنات و مخلوقات کو وجود بخشنا اور اس کا نظام صحیح طور پر چلنا یہ ہے حقیقت میں عجیب چیز، اور اسی طرح واقعہ معراج اور جو کتاب (قرآن مقدس) آپ کو دی گئی ہے اس کی شان اس واقعہ سے زیادہ عجیب و غریب ہے اس کے بعد واقعہ کو یہاں مختصر طور پر بیان فرمایا، آگے تفصیل کیساتھ بیان کیا گیا ہے یہ چند نوجوان یعنی اصحاب کہف ملک روم کے ایک ظالم و جابر بادشاہ دنیا فوس کے زمانہ میں تھے، یہ بادشاہ بت پرستی کا بڑا دلدادہ تھا اور اپنی رعایا کو زبردستی بت پرستی کے لئے مجبور کرتا تھا، ان نوجوانوں کے دل نور ایمان سے منور تھے، لہذا انھوں نے بت پرستی کے خلاف نعرہ بلند کیا اور بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لئے ایک غار میں پناہ لی اور اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اے خدا تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنادے یعنی ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی حفاظت کی اور پریشانیوں سے اس طرح نجات دی کہ ان پر سا لہا سال تک نیند مسلط کر دی اور جب برسوں بعد بیدار ہوئے تو ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ہم کل ایک دن یا اس سے بھی کم سوئے ہیں، دوسرے نے کہا اللہ ہی صحیح جانتا ہے کہ کتنا سوئے ہیں، دوسرے گروہ کا جواب زیادہ بہتر تھا کیوں کہ اس نے حقیقت حال کا علم اللہ کے ہر دیکھنے والے کے پاس ہے۔

اصحاب کہف کب اور کہاں ہوئے | اصحاب کہف کس جگہ اور کس زمانہ میں ہوئے اس سلسلہ میں قرآن و حدیث نے کچھ بیان نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ علماء مفسرین و مؤرخین کی روایات میں باہم اختلاف ہے، یہاں ہم وہ تحقیق پیش کر رہے ہیں جو حضرت

(اقوال و تحقیق) کہف کے معنی پہاڑ کی کھوہ اور غار کے آتے ہیں چونکہ یہ نوجوان پہاڑ کی ایک کھوہ (غار) میں جا کر چھپے تھے اس لئے ان کو اصحاب کہف کہتے ہیں (یعنی غار والے)۔

رقیم بمعنی مرقوم یعنی لکھی ہوئی چیز، اس مقام پر رقیم سے کیا مراد ہے اس میں روایات مختلف ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس سے وہ لکھی ہوئی تختی مراد ہے جس پر بادشاہ دقت نے ان نوجوانوں کے نام کھدوا کر اس غار کے دروازہ پر لگا دی تھی یا اس تختی کو خزانہ میں محفوظ کرایا تھا تاکہ بعد والے ... ان نوجوانوں کے پتہ لگانے میں کامیاب ہو سکیں اسی لئے اصحاب کہف کو اصحاب الرقیم بھی کہتے ہیں بعض نے فرمایا اس بتی کا نام رقیم ہے جس کے قریب یہ غار تھا، بعض نے فرمایا کہ خود اس پہاڑ ہی کا نام رقیم ہے جس میں یہ غار تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے تفسیر حقانی کے حوالہ سے بیان فرمائی ہے۔
جس بادشاہ سے بھاگ کر اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی تھی، اس کا نام نہ حکومت ۵۰
تھا، پھر تین سو سال تک یہ نوجوان سوتے رہے اور ۵۵ میں بیدار ہوئے، اور ہمارے نبی امی مصلی
ﷺ کی ولادت (تشریف آوری ۵۵) میں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب کہف کی بیداری کا واقعہ سے بیس سال پہلے
پیش آیا اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ یہ دین عیسوی کے مطابق ایمان لائے تھے، اور یہ واقعہ شہر افسوس یا طرسوس
میں پیش آیا جو ایشیائے کوچک میں تھا اور اب بھی اس کے کھنڈر موجود ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَرِزْنُهُمْ هَدَّ

ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی

۱۰ وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنُ

ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے جبکہ وہ پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا

نَدْعُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذَا شَطَطًا ۝ هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ

رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بے جا بات کہی یہ جو ہماری قوم ہے

دُونِهِ إِلَهًا لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ

عَلَىٰ اللَّهِ كَذِبًا ۝ وَلَا إِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ إِلَىٰ

کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ ہمت لگا دے اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے ہو اور ان کے معبودوں سے بھی مگر اللہ سے تو تم غار

الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا ۝

میں ہیں کہ پناہ دو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دیگا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں بھی کامیابی کا سامان درست کر دیگا

تفسیر: یہاں سے اصحاب کہف کا تفصیل سے واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی سے

فرما رہے ہیں کہ ہم آپ سے ان کا واقعہ ٹھیک بیان کرتے ہیں، سنو! اصحاب کہف چند نوجوان تھے

جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کے ایمان و ہدایت میں زیادتی و ترقی کمال یعنی کامل مومن بن چکے تھے بعض

مفسرین نے فرمایا کہ دلی بن چکے تھے اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے یعنی دطن گھر بار رشتہ دار مال و

دولت وغیرہ چھوڑنے پر ان کو صبر عطا فرمایا اور حوصلہ و ہمت دی کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھل کر اپنا مذہب

بیان کر دیا کہ ہم صرف اس ذات کی بندگی کرتے ہیں جو آسمان و زمین اور تمام کائنات کا خالق و مالک ہے، اور جرات کر کے یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کی قوم اپنے خالق و مالک اور اللہ جل شانہ کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کرتی ہے یہ بہت بڑا ظلم اور خدا کی ذات پر الزام دہتان تراشی ہے اور پھر ان کے پاس کوئی دلیل بھی اس بات کی نہیں کہ حقیقت میں بت ہی بندگی کے لائق ہیں اور ہمارے پاس بہت سے دلائل اس بات کے ہیں کہ حقیقت میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

بادشاہ سے مذکورہ گفتگو کے بعد انھوں نے آپس میں گفتگو کی کہ جب ہم ان بت پرستوں سے عقیدہ میں الگ ہو گئے تو ہمیں اپنا رہن سہن بھی ان سے الگ کر لینا چاہئے اور چلیں فلاں غار میں پناہ لیں تاکہ امن و اطمینان سے وہاں اللہ کی بات و بندگی کر سکیں ہمیں اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ اور یقین ہے کہ وہ ہم پر اپنی خصوصی رحمت فرمائے گا۔ اور اس کام میں ہمیں کامیاب فرمائے گا۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوُرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ

اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ داہنی جانب کو بھی رہتی ہے اور جب چھپتی ہے تو

تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَنْ

تو بائیں طرف ہٹتی رہتی ہے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے

يَهْدِي اللَّهُ فَبِهِدَايَتِهِ وَمَنْ يَضِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ۝۱۸

ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کر دیں تو آپ اس کیلئے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پائیں گے

اصحاب کہف کی غار میں حفاظت

اصحاب کہف کی قدرت کے کرشمے دیکھئے کہ اس نے اصحاب کہف کو ایسی غار میں پہونچایا کہ جس میں انھیں مکمل آرام و حفاظت مل سکے، ارشاد ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تب بھی دھوپ غار کے اندر نہیں جاتی اور جب چھپتا ہے جب بھی دھوپ غار کے اندر نہیں جاتی، یہ اس لئے تاکہ دھوپ کی تپش اور گرمی سے ان نوجوانوں کو تکلیف نہ پہونچے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ یہ اس غار کے کشادہ حصہ میں آرام فرما رہے تاکہ غار کی تنگی سے جی بھی نہ گھبرائے اور ہوا بھی پہونچتی رہے بس، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ اس نے ظاہری اسباب کے نہ ہوتے ہوئے اصحاب کہف کیلئے مکمل راحت و آرام کا سامان جیسا فرمادیا بس جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے، دیکھئے اصحاب کہف کی گمراہی کے تمام سامان ہونے کے باوجود اللہ پاک نے انھیں گمراہی سے بچایا۔

غار میں دھوپ نہ جانا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ غار کا دروازہ شمال یا جنوب کی جانب ہو، غار کی

داہنی اور بائیں جانب اگر غار میں داخل ہونے والے کے لحاظ سے ہے تو اس صورت میں غار کا دروازہ شمال کی طرف ہوگا، اور اگر غار سے نکلنے والے کے اعتبار سے ہے تو اس صورت میں غار کا دروازہ جنوب کی طرف ہوگا۔

وَتَحْسَبُهُمْ آيِقَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم

اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو داہنی اور بائیں طرف کر دیتے تھے اور ان کا کتا دلیزم

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ لَوِ اطَّلَعَتْ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعبًا ۝

اپنے دونوں ہاتھ بھیلانے ہوئے تھا اگر تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی

اصحاب کہف کے سونے کی کیفیت

ارشاد ہے کہ مخاطب اگر تو اصحاب کہف کو اس وقت جب کہ وہ غار میں گئے اور ہم نے ان پر نیند مسلط کر دی ان کو دیکھتا تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے ہوئے تھے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت سے ان پر نیند کے آثار مسلط نہیں کئے ان کے آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، ان کے بدن میں ڈھلایا تھا جیسے بیدار انسان کا بدن ہوتا ہے، ان کا سانس بھی سونے والوں کی طرح نہ تھا اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو کر دیتے رہتے تھے تاکہ ایک کر دٹ پر پڑے پڑے زمین ان کے جسم کو نہ کھالے، اور اگر غور کیا جائے تو ان کے اس سونے کی کیفیت سے حق تعالیٰ کا مقصد ان کی حفاظت تھا کہ لوگ تماشائی بن کر ان کو بے آرام نہ کریں، اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم ان نوجوانوں کو جھانک کر دیکھو تو دہشت کھا کر بھاگ جاؤ اور ان کا رعب تم پر غالب ہو جائے اس کے وجوہات کچھ بھی ہوں مگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ کو ان کی حفاظت اور مکمل راحت و آرام پہنچانا مقصود ہے، اسی طرح اللہ نے کتے کے ذریعہ ان کی حفاظت فرمائی۔

اصحاب کہف کا کتا

اس آیت میں اصحاب کہف کے کتے کا بھی ذکر کیا گیا ہے وہ غار کے دروازہ پر اپنے اپنے دونوں ہاتھ بھیلانے پڑا ہے اس پر بھی اللہ نے اسی حالت میں نیند طاری کر دی ہے، جب اصحاب کہف کر دٹ لیتے ہیں اسی وقت یہ بھی کر دٹ بدلتا ہے بعض حضرات نے اس کا نام قطیر بتایا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ کتا انہی اصحاب کہف میں سے کسی کا شکاری کتا تھا جو ان کے پیچھے پیچھے ہو گیا اور ان نیک بزرگ اللہ والوں کی صحبت سے اس کتے کا مقام اس قدر بلند ہوا کہ قرآن میں اس کا ذکر آیا، خالد بن معدان کا فرمان ہے کہ اصحاب کہف کے کتے اور بلعم بن باعورا کے گدھے کے علاوہ کوئی دوسرا جانور جنت میں نہیں جائے گا، بس صرف یہ دو خوش قسمت جانور جنت میں داخل ہوں گے۔

اے لوگو! عبرت کا مقام ہے کہ ایک جانور اور وہ بھی کتاب اس نے ان اللہ والوں سے محبت کی تو اللہ نے اس کا مقام کس قدر بلند فرمادیا، سوچو اگر ان اللہ والوں سے محبت و صحبت اختیار کرے گا تو اللہ اس کا مقام کیوں بلند نہیں فرمائے گا۔

وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۖ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا

اور اسی طرح ہم نے ان کو جگادیا تاکہ وہ آپس میں یو یو چھ یا چھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کس قدر رہے ہو گے بعضوں نے کہا

يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَيْسْتُمْ ۖ فَا بَعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ

ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خیرے کرتے کس قدر رہے اب اپنے ہی

هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ

کسی کو یہ ردِ پید دیکر شہر کی طرف بھیج دیا۔ پھر وہ شخص تحقیق کرے کہ کون سا کھانا حلال ہے سو اس میں سے تمہارے پاس کچھ

وَلَيَنْتَظِفَنَّ وَلَا يُشْعِرَنَّ بَكُمْ أَحَدًا ۖ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ

کھانا لاوے اور کام خوش گیری سے کرے اور کسی کو تمھاری خبر نہ ہونے دے اگر وہ لوگ کہیں تمھاری خبر پچا دیں گے تو تم کو مارتا

أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذَا أَبَدًا ﴿٦﴾

بھفروں سے مارڈالیں گے یا تم کو اپنے طریقہ میں بھیریں گے اور ایسا ہوا تو کبھی تم کو فلاح نہ ہوگی۔

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ جس طرح ہم نے اصحاب کہف کو اپنی قدرت سے ایک لمبے زمانے

میر تک سلائے رکھا اور ان کے جسموں کو سڑنے لگنے سے بچائے رکھا اسی طرح ہم نے اس

موت نما خواب کے بعد بلا کسی غذا کے قوی و صحت مند حالت میں ان کو بیدار کر کے جٹھا دیا یہ بھی ہماری

قدرت کاملی ثانی ہے۔

بیدار ہو کر یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کتنا سوتے ہیں، اس سے اللہ کا

مقصود یہ تھا کہ ان کو اپنا سلیکڑوں برس سونا سکوم ہو جائے، اپنے سونے کی حالت کا سکوم ہو جائے اور اس قدر کہ وہ اپنے عقیدے کے آخروں میں نہ پھنس جائیں۔

میں نے جواب دیا ایک دن اس سرگھر کچھ کم سے کم میں نے جو ان صبح کو دیکھا تھا وہ وہاں

موتے تھے اور شام کے وقت سیدار ہوئے اس لئے انھوں نے محسوس کیا کہ اگر عمر بھر یہ سزا دہرائے

ہیں، یہ گفتگو سن کر ان میں سے ایک ساتھ نے جو زیادہ سمجھ دار تھا اور صاحبِ نفسہ مظہری کے قول

کے مطابق ان کا سردار مکسیمیٹا نامی تھا، اس نے کہا اس بے فائدہ بحث کو چھوڑ دے تو خدا ہی سترہ جانتا ہے

... ..

کہ ہم کتنا سوتے ہیں، اور اپنے میں سے کسی کو پیسے دے کر شہر بکھو تاکہ وہ کھانا لائے چنانچہ تمیلخا نامی ساتھی کو بازار بھیجا اور اس کو ہدایت کی کہ تحقیق کر کے حلال کھانا لائے، کیونکہ وہاں بتوں کے نام کا ذبیحہ ہوتا تھا اور وہی عام طور پر بازاروں میں فروخت ہوتا تھا۔ دوسری ہدایت یہ کی کہ پوری ہوشیاری سے بنانا اور آنا اور کھانا خریدتے وقت بھی حکمت و تدبیر اور نرمی سے معاملہ کرنا، غرضیکہ اس طرح کی کولی بات غلط نہ ہونے پائے جس سے ہمارا راز کھل جائے، اگر کہیں ہمارا راز کھل گیا تو ہمارا سارا پر و گرام بگڑ جائے گا اور اگر اس پاپی ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو وہ سچھا ذکر کے سب کو مردادے گا یا زبردستی ہم کو حق سے ہٹا کر اپنے مذہب بت پرستی میں داخل کر لیگا اور اگر خدا نخواستہ ایسا ہو گیا تو ہم کبھی فلاح و کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے

وَكَذَلِكَ أَغْتَابْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کر دیا تاکہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچ ہے اور یہ کہ

فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۚ رَئَاهُمْ أَعْلَمُ

قیامت میں کوئی شک نہیں وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اس زمانہ کے لوگ ان کے پاس ہم معاملہ میں جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے یہ کہا

يَهُمُ قَالِ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۝۱۱

کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوادان کا رہ ان کو خوب جانتا تھا جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انھوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس کی مسجد بنائیں گے

تفسیر :- اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جس طرح ہم نے اپنی قدرت کا ملہ سے اصحاب کہف کو ایک مدت تک سلا یا اور پھر جگایا یا اسی طرح ہم نے اپنی قدرت و حکمت سے اس زمانہ کے لوگوں کو ان کے حال پر مطلع کر دیا تاکہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ اللہ کا حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

اصحاب کہف نے جس وقت اپنے ایک ساتھی کو بازار کھانا خریدنے کیلئے بھیجا تو ان کا یہی خیال تھا کہ اسی پاپی و ظالم مشرک دنیاؤس بادشاہ کی حکومت ہے مگر اس کو مرے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا تھا اور اب حکومت ایک نیک مسلمان بادشاہ بیدار ہو چکی تھی، اس وقت کے لوگوں میں مرکز دوبارہ زندہ ہونے میں اختلاف تھا، کچھ لوگ دوبارہ زندہ ہونے کے قائل تھے اور کچھ منکر، بادشاہ وقت فکر مند تھا اور اس کا راز و منہ تھا کہ سب لوگ مرکز دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کو ماننے لگیں اس کے لئے اس نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کی شکل یہ بنائی کہ جب تمیلخا نے دوکاندار کو روپیہ دیا تو دوکاندار جگر میں بڑگیا کہ یہ کون سے زمانے کا سکہ ہے، اس نے اپنے پڑوسی دوکاندار کو دکھایا، اس نے دوسرے کو اس نے تیسرے کو اس طرح چند آدمی تمیلخا کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے پوچھنے

لگے کر یہ کہ تم کہاں سے لائے ہو، اس نے کہا یہ میرا ہے مگر لوگوں نے اس کی بات نہ مانی اور یہ سمجھا کہ اس کو کہیں سے پرانا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے جس کو یہ بتائیں رہا ہے، لہذا اس کو بادشاہ وقت کے حوالہ کر دیا بادشاہ نے اس سے نام پوچھا اور تحقیقات کی، اس نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میرے کچھ ساتھی فلاں غار میں ہیں، بادشاہ کو خیال آیا کہ یہ تو وہی نوجوان معلوم ہوتے ہیں جن کے نامورا کی تختی خزانہ میں رکھی ہوئی ہے، اس وقت بادشاہ کو بہت خوش ہوئی کہ شاید اللہ نے میری دُعا قبول کر لی ہے، اب ممکن ہے ان نوجوانوں کے حالات سے لوگوں کو دوبارہ زندہ ہونے کا یقین ہو جائے چنانچہ بادشاہ شہر کے اہم اہم لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر غار پر پہنچا، تلخیا نے کہا آپ لوگ ذرا پس رہیں میں پہلے اپنے ساتھیوں کو مطلع کر آؤں تلخیا نے اپنے ساتھیوں کو کہا اب شرک کی بلا ہمارے سر سے ٹل گئی ہے کیونکہ اس وقت کا بادشاہ مومن اور اللہ والا ہے، یہ سن کر اصحاب کہف بہت خوش ہوئے اور ان سب نے بادشاہ کا بڑا تہنیک استقبال کیا اور بڑی محبت و خوشی سے اس سے ملاقات کی اور پھر اپنے غار ہی میں واپس چلے گئے اور پھر اس وقت اللہ نے ان سب کو موت دیدی۔

الغرض اصحاب کہف کا عجیب و غریب واقعہ جب لوگوں نے دیکھا اور سنا کہ تین سو برس سے بھی زیادہ سونے کے بعد بیدار ہوئے تو ان کو یقین ہو گیا کہ واقعہ اللہ تعالیٰ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، مع بادشاہ کے تمام لوگ اصحاب کہف کی بزرگی کے قائل ہو گئے تھے، لہذا ان کی وفات کے بعد سب کا خیال ہوا کہ بطور یادگار ان کی غار کے پاس کوئی عمارت بنادی جائے، عمارت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا کہ کیا بنائی جائے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں اب بھی کچھ مشرک دہت پرست تھے ان کی رائے ہوئی کہ کوئی ایسی عمارت بنائی جائے جس سے عام لوگ مسافر وغیرہ فائدہ اٹھائیں مگر عام لوگ ارباب حکومت اور ارباب بادشاہت سب مسلمان تھے انھی کا غلبہ تھا ان کی رائے ہوئی کہ مسجد بنادی جائے جو یادگار بھی رہے اور آئندہ بت پرستی سے بچانے کا ذریعہ بھی بنے، لوگ سمجھ لیں کہ اصحاب کہف عابد تھے معبود نہیں

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّآبُعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۖ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ

بعض لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعض کہیں گے کہ چار ہیں چھٹا ان کا کتا ہے یہ لوگ بے تحقیق

كَلْبُهُمْ رَجَمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَبِّيَ أَعْلَمُ

بت کو تاک رہے ہیں اور بعض کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ ارباب ان کا شمار خوب جانتا ہے

بَعْدَتْهُمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا ۚ

ان کو بہت چیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور آپ ان کے بارے میں ان

وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝

لوگوں سے کسی سے بھی نہ پوچھئے

تفسیر:- اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ سنکر لوگ ان کی تعداد کے بارے میں انکس کے زیر طائیں گے (جیسا کہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہوتی ہے) کوئی کہے گا وہ تین تھے جو تھا کتا تھا اور کوئی کہے گا پانچ تھے چھٹا کتا تھا، اور کوئی کہے گا کہ وہ سات تھے آٹھواں کتا تھا، پہلے دو قول تین اور پانچ کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر رد کر دیا ہے کہ یہ لوگ صرف بلا تحقیق کے صرف اپنے انداز سے ان کی تعداد بتا رہے ہیں اور دوسرے قول سات کے متعلق اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اصحاب کہف کی صحیح تعداد کو جانتا ہے، علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کے اس انداز بیان سے تیسرا قول سات کی تعداد کا صحیح معلوم ہوتا ہے، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ بہت کم لوگ ہیں جو صحیح تعداد کو جانتے ہیں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں فرمایا کہ ان کی تعداد سات تھی جن کے نام یہ ہیں مِکْلُیْنِیْمَ مَرْهَوْنِیْمَ تَمْلِیْخِیْمَ سَفْوَنِیْمَ سَارِیْنِیْمَ ذَوْفَوَاسِیْمَ کَمِطِطِیْنِیْمَ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے دو باتوں کی ہدایت فرمائی اول یہ کہ اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ کے سلسلہ میں آپ ان لوگوں سے زیادہ بحث و مباحثہ نہ کریں دوسرے یہ کہ اصحاب کہف کے سلسلے میں آپ خود بھی ان سے کوئی سوال نہ کریں یعنی اگر وہ لوگ اختلافات سے باز نہ آئیں تو انکو انکی حال پر چھوڑ دیجئے اور انکی زیادہ بحث نہ کیجئے کیونکہ اصحاب کہف کی تعداد معلوم کرنے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں اور اس کا واقعہ جس قدر اللہ تعالیٰ نے بتلادیا ہے اس سے زیادہ کی تحقیق میں کوئی فائدہ بھی نہیں اسی لئے فرمایا کہ آپ ان سے سوال نہ کیجئے کہ یہ شان انبیاء کے خلاف ہے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَآئٍ ءِیَّ فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَنْ یَشَآءَ اللّٰهُ زَوَادُکُمْ

اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہہ دیجئے کہ میں اس کو کر دوں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے، اور جب آپ بھول سر بک اذ اسیبت وقل عسی ان یتھدین ربی لا قرب من هذا رشدا ۝

جائیں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے اور کہہ دیجئے کہ بھلا کیسے کہ میرا رب مجھ کو دین بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے

تریش مکہ نے جب آپ سے اصحاب کہف کا قصہ معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل بتلا دوں گا

تفسیر:- اس کے ساتھ انشاء اللہ نہ فرمایا جس کی وجہ سے پندرہ دن تک وحی نہ آئی پندرہ دن کے بعد

حضرت جبریل دجی لے کر آئے جس میں اصحاب کہف کے قصہ کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ ہدایت بھی فرمائی گئی آپ کو جب آئندہ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا وعدہ یا اقرار کرنا ہو تو اس کے ساتھ انشاء اللہ لگایا کیجئے کیونکہ آئندہ کیا ہوگا اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے اس لئے انشاء اللہ (یعنی اللہ چاہے گا تو کر دوں گا) کہہ لینا چاہئے، پس مسلمان کو چاہئے کہ اپنے ہر کام میں دل سے بھروسہ اللہ پر کرے اور زبان سے انشاء اللہ کہہ کر اس کا اقرار بھی کرے اور اگر کبھی انشاء اللہ کہنا بھول جائے تو جب یاد آئے اس وقت کہہ لینا چاہئے۔ بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نوٹے بیویاں تھیں، ایک دن آپ نے فرمایا کہ آج میں سب بیویوں کے پاس جاؤں گا، ہر بیوی کے ایک بچہ ہوگا اور وہ راہ خدا میں جہاد کرے گا اس وقت فرشتے نے ان سے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر آپ نے فرشتے کی بات پر توجہ نہ کی اور اپنے ارادہ کے مطابق تمام بیویوں سے صحبت کی مگر بچہ صرف ایک سے پیدا ہوا اور وہ بھی آدھے جسم کا حضور علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ان کا فرمانا پورا ہوتا اور تمام بچے جوان ہو کر جہاد کرتے۔

اس کے بعد حضور سے فرمایا گیا کہ آپ کہہ دیجئے مجھے امید ہے کہ میرا رب میری نبوت کی دلیل اس قصہ سے زیادہ قوی بتلا دے، مطلب یہ ہے کہ اے لوگو تم نے میری نبوت کا امتحان لینے کے لئے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا جو اللہ نے بذریعہ وحی مجھے بتلادیا جس سے تم کو اطمینان ہو گیا، مگر یہ قصہ اتنا اہم نہیں کہ اس کو تو کوئی غیر نبی تاریخ عالم کا جاننے والا بھی بتلا سکتا ہے اس سے بڑھ کر میری نبوت پر مضبوط دلیل تو خود قرآن کریم ہے جس کے مثل ایک آیت بھی پوری دنیا مل کر نہ بنا سکی اور اس کے علاوہ حضرت آدم سے لے کر قیامت تک کے بے شمار ایسے واقعات مجھے بتلا دیئے گئے جن کا جاننا بغیر وحی کے ممکن نہیں جن کا علم صرف نبی ہی کو ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کسی کو نہیں۔

وَلَيْسُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۖ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اور رہے آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت

بِمَا لَيْسُوا لَهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ

کو زیادہ جانتا ہے تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے

دُونِهِ مِّنْ وَّلِيٍّ زُوْلًا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝

سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے

غار میں مدت قیام :- لوگوں میں جس طرح اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف تھا کہ وہ غار میں کتنی مدت

تک سوتے رہے اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ وہ تین سو نو سال تک غار میں سوتے رہے، اس کے بعد حضور کو مخاطب کر کے فرمایا اگر یہ لوگ اس کے بعد بھی اخلاف ہی کرتے رہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کی غار میں مدت قیام کو تم سے زیادہ جانتا ہے اس کی شان یہ ہے کہ آسمان و زمین کی کوئی چیز اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اصحاب کہف کے سونے کی مدت کو ایک نرالیے انما میں بیان فرمایا ہے یعنی تین سو سال بیان کر کے پھر نو سال الگ سے بیان فرمائے ہیں، دونوں کو اکٹھا کر کے یوں نہیں فرمایا تین سو نو سال، اس کی وجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے مفسرین سے یہ مروی ہے کہ یہود و نصاریٰ میں چونکہ شمسی حساب (انگریزی تاریخ) کا رواج تھا اس کے حساب سے تین سو سال ہوتے ہیں، اور مسلمانوں میں قمری حساب (چاند کی تاریخ) کا رواج ہے اس کے حساب سے تین سو نو سال ہوتے ہیں، کیونکہ قمری حساب سے سو سال پر تین سال بڑھ جاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ شمسی حساب سے تین سو سال سوئے اور قمری حساب سے تین سو نو سال اصحاب کہف سوتے رہے

وَأْتِلْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۖ

اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی سے آئی ہے وہ پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝

کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا کوئی جار پناہ نہ پائیں گے

تفسیریں۔ پچھلی آیت تک اصحاب کہف کا قصہ مکمل ہو چکا، اس میں یہ بھی بیان ہوا تھا کہ آپ اس قصہ کی اخلاقی باتوں میں زیادہ بحث و مباحثہ نہ کریں اور نہ ہی کچھ کسی سے دریافت کریں، اب اس آیت میں حضور علیہ السلام کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جو کتاب یعنی قرآن بذریعہ وحی آپ کے رب نے آپ کو مرحمت فرمائی ہے اس کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے رہئے، خدا نے جو باتیں اس میں سنائی یا جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا ٹال سکے، اگر کوئی اس کتاب کے بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ خوب سمجھ لے خدا کے مجرم کیلئے پناہ نہیں، اہل فریب و داروں کو پناہ دینے کیلئے اس کی رحمت وسیع ہے، دیکھو اصحاب کہف جو خدائی باتوں پر قائم رہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے پناہ کے لئے کتنی عمدہ جگہ عطا فرمائی۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِینَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیدُونَ

اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت میں اپنی جانوں کے لئے کہتے

وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَیْنُکَ عَنْهُمْ تَرِیدُ زِینَةَ الْحَیَوةِ الدُّنْیَا وَلَا تُطْعَمَنَّ

ہیں اور دنیاوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں اور اپنی شفقت کا ہنس نہ

أَغْفَلْنَا قَلْبَکَ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرْطًا ۝

انہ جیسے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد گذر گیا ہے

تفسیر فرمائی گئی ہے کہ غریب مسلمانوں (صحابہ کرام) کے ساتھ تعلق رکھیں، ان کے حال پر توجہ فرمائیں، ان کو اپنی

صحبت میں رکھیں، انہی سے معاملات میں مشورہ کریں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی خوشنودی کے لئے اغماض

کیساتھ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں حلال حرام کا پورا خیال رکھتے ہیں ان مخلصین کو چھوڑ کر متکبر

کفار و مشرکین الداروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھائیں کہ ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی

رونق و ترقی ملے گی، اسلام کی عزت و رونق، مادی خوش حالی و الداری اور چاندی سونے کے سکوں سے نہیں

اصل عزت و رونق اور ترقی ایمان و اخلاص، تقویٰ و طہارت اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔

مذکورہ بالا آیت رئیس مکہ عبیدہ بن حصن فزاری کے متعلق نازل ہوئی، مسلمان ہونے سے

پہلے یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کی مجلس میں کچھ غریب

دختہ حال صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے، انہی میں حضرت سلمان فارسی بہ بھی تھے، عبیدہ نے کہا کہ حضور ہم قبائل

مفر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں، اگر ہم مسلمان ہو گئے تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے مگر ہم کو آپ کا اتباع

کرنے سے ان غریب دختہ حال لوگوں کی موجودگی روکتی ہے، آپ ان کو اپنی مجلس سے الگ کر دیں،

یا کم از کم ان کی مجلس ہم سے الگ کر دیں، اس آیت میں اس مشورہ پر عمل کرنے سے سختی کے ساتھ منع

فرما دیا گیا ہے اور ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان مخلص غریب مسلمانوں کے حال پر خوب توجہ فرمائیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّکُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْیُکْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا

اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آدے اور جس کا جی چاہے کفر ہے بے شک

لِلظَّالِمِینَ نَارًا ۚ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِنْ یَسْتَغِیْثُوا یُغَاثُوا بِمَاءٍ کَالْمُهْلِ

ہم نے ایسے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی فنائیں اسکو گھیر ہوں گی اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریادیں

يَشْوِي الْوُجُوهُ بِشَسِّ الشَّرَابِ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝

کی جودے گی جونیل کی تمچھٹ کی طرح ہوگا موہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور دوزخ کیا ہی بری جگہ ہوگی۔

تفسیر:- جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا عار ہے کہ آپ ان مالدار کافروں سے کہہ دیجئے کہ دین حق تمہارے پاس آچکا ہے جو اسے قبول کرے گا اس کا نفع ہے جو قبول نہیں کرے گا اس کا نقصان ہے، نقصان یہ ہے کہ زمانے والے کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھا ہے جس کی فائیں (دیواریں) بھی آگ ہی کی ہوں گی، جب ان کو آگ کی گرمی سے سخت پیاس لگے گی تو یہ پانی طلب کریں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائیگا جو نیل کی ٹھٹ کی طرح ہوگا اور اس قدر گرم ہوگا کہ اس کے منہ کے قریب آتے ہی چہرہ کو جھلس دیگا جس سے چہرہ کی کھال گر پڑے گی۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پانی دیکھنے میں سخت ناگوار ہوگا اور جب منہ کے قریب آئے گا تو چہرہ کی کھال جل بھن کر گر پڑے گی اور جب اس کو پئے گا تو استریوں کو کاٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکال دیگا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ

ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے

أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ

اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پھینس گے اور وہاں مسہریوں پر

فِيهَا عَلَى الْأَرْبَابِ نَعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝

تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور کیا ہی اچھی جگہ ہے

تفسیر:- پچھلی آیت میں دین حق قبول کرنے والوں کا انجام بیان ہوا یہاں دین حق قبول کر کے

نیک اعمال کرنے والوں کے انجام کا بیان ہے، ارشاد ہے کہ جنت میں جس کو ایک مرتبہ داخل کر دیا جائیگا وہاں ان کو ایسے باغات ہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان کو سونے کے کنگن اور سبز رنگ کے باریک و دبیز ریشم کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور مسہریوں پر تکیہ لگائے آرام و عزت کے ساتھ بیٹھے ہوں گے

وَأَضْرَبَ لَهُمْ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا

اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے۔ ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگوڑے دے رکھے تھے

بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۝ كَلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اتَتْهُمَا أَكْلُهُمَا وَلَمْ تَظْلِمْ

اور ان دونوں کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی دونوں باغ اپنا پلو پھل دیتے تھے

مِنْهُ شَيْئًا، وَفَجَرْنَا خِلَافَهُمَا نَهْرًا ۝ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ

اور کس کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ان دونوں کے درمیان میں نہر چلائی گئی تھی اور اس شخص کے پاس اور بھی تول کا سامان تھا سو

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ ۚ قَالَ مَا

اپنے اس ملاقاتی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے لگا کر میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور جمع بھی میرا زبردست ہے اور وہ اپنے آپ پر حرم

أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۝ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۖ وَلَئِنْ رُدِّدْتُ

تمام کرتا ہوں اپنے باغ میں پہونچا کہنے لگا میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی بھی برباد ہو اور میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی اور اگر میں

إِلَى رَبِّي لَا جَدَنَ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۝

اپنے رب کے پاس پہونچا یا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی۔

دو شخصوں کی مثال | اس سے پہلے غریب مسلمان اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا، اب ان آیات میں

مثال دے کر کفر و ایمان کا انجام اور دنیاوی رونق کی حقیقت واضح کی گئی ہے، ان آیات میں جن دو شخصوں

کی مثال ہے، بقول علامہ بغوی، یہ قبیلہ بنی مخزوم کے دو بھائیوں کی مثال ہے جن میں ایک مومن غریب تھا

اور دوسرا کافر مالدار، انہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اور بعض علامہ مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیات

کسی خاص شخص کے متعلق نازل نہیں ہوئی بلکہ فرضی دو شخصوں کی مثال دیکر کفر و ایمان کا انجام اور دنیا

کی حقیقت سمجھائی گئی ہے۔

ان دو شخصوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو انگوڑے کے دو باغ دے رکھے تھے

اور ان باغوں کے چاروں طرف کھجور کے درختوں کی قطار تھی اور ان دونوں باغوں کے درمیان میں کھیتی

ہوتی تھی اور ان میں نہر بہتی تھی جن سے باغات سرسبز و شاداب رہتے اگر بارش نہ بھی ہو تو ان میں

خشکی نہ آئے اور ان باغوں کی یہ خوبی تھی کہ ہر فصل خوب آتی تھی، ایسا نہیں کہ — فصل ایک سال خوب

آئے اور دوسرے سال کم جیسا کہ عام باغوں میں ہوتا ہے، غرض کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو پھلوں میوؤں اور غلے سے

توبہ نواز رکھا تھا اور اس کے علاوہ دیگر دنیوی راحت و آرام کی چیزیں نوکر چاکر وغیرہ عطا فرما رکھے تھے۔ یہ الدار اپنے بھائی یا دوست سے جو بیکامومن تھا دوران گفتگو کہنے لگا، ایسا لگتا ہے کہ وہ اس الدار کو کفر و شرک سے توبہ کرنے اور ایمان قبول کرنے کی نصیحت کر رہا ہوگا اس نے اس کو رد کرتے ہوئے کہا کہ میں الداری میں تجھ سے بڑھا ہوا ہوں، دیکھ میرے پاس کتنی ڈھیر دولت ہے اور چاروں طرف میری کس قدر عزت و دبہ اور شہرت ہے اور میرے ہر طرف نوکر چاکر خادم و مددگار اور رشتے و کہنے والے جمع رہتے ہیں، تجھ کو تیرے ایمان و ایمان داری نے کیا دیا تو رہا غریب کا غریب اور بچہ اس باغ بچہ کو اپنے باغ میں لے گیا اور بڑے فخر و غرور کے عالم میں کہنے لگا، بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ ہر ابھرا باغ کبھی اجڑ جائے یا اس کی پیداوار میں کمی آجائے اور پھر کہنے لگا کہ اول تو میں قیامت کو مانتا نہیں، اور اگر تیرے کہنے سے مان بھی لوں تو پیارے ہم وہاں بھی مزے کریں گے کیونکہ دنیا میں اس قدر دولت ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جس راستہ (کفر و شرک) پر میں قائم ہوں وہ اللہ کو پسند ہے، لہذا وہ مرنے کے بعد بھی راحت و آرام کی زندگی گزارے گا۔

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اس سے اس کے ملاقاتی نے جواب کے طور پر کہا کہ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر

مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ رَجُلًا ۚ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي

نطفہ سے پھر تجھ کو صحیح و سالم آدمی بنایا لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور میں اس کے

أَحَدًا ۚ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتُ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ

ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور تو جس دشت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے لوں کیوں نہیں کہا کہ جو اللہ کو منظور

إِنْ تَرَوْا أَنَا أَقَلٌّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا ۚ فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ يُّؤْتِيَنِي

ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدون خدا کی مدد کے کوئی قوت نہیں اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے تو مجھ کو وہ دشت نزدیک

مِنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلْ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ۚ

معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دیدے اور اس پر کوئی تقدیر کی آنت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ

أَوْ يُصْبِحَ مَأْثُومًا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۝

باغ دفعہ ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اس سے اس کا پانی بالکل اندر تر جاوے پھر تو اس کی کوشش بھی نہ کر کے

غریب مومن کا جواب

مالدار کا فرکی باتیں سُن کر اس کے دوست غریب مومن نے اس کو پھر نصیحت کرتے ہوئے کہا افسوس ہے تو خدا کی قدرت کو نہیں مانتا ذرا پہلے اپنی حقیقت پر نظر ڈال، تیری اہل آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر تجھ کو تیرے باپ کے قطرہ نخی سے وجود بخشا یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ اس نے ایک ناپاک بونڈیانی سے تجھ کو وجود بخش کر اور پھر تیری ہر طرح سے پرورش کر کے تجھ کو جسمانی روحانی قوت عطا فرما کر ہٹا کٹا مرد بنا دیا ہے اور اس کی دی ہوئی قوت عقل و شعور اور تدبیر سے تو یہ باغ تیار کر سکتا ہے اگر وہ تیری طاقت و سمجھ چھین لیتا تو تو کچھ نہ کر سکتا اور میں تو تجھ سے پھر صاف صاف کہا ہوں کہ میرا رب نہ رت خدا نے تعالیٰ ہے، اسی کی دی ہوئی نعمتوں سے میں زندہ ہوں اور پرورش پا رہا ہوں میں ناشکر ابن کر کبھی ایسے ساتھ کسی عزیز کو شریک نہیں کر سکتا۔

جب تو باغ میں داخل ہوا تو تجھے یہ کہنا چاہئے تھا مَا شَاءَ اللہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللہِ یعنی اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور ہم میں جو طاقت ہے وہ اسی کی بخشی ہوئی ہے ہم اس کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، یعنی اپنی عاجزی اور اللہ کی قدرت کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔

نظر بد اور حوادث کا بہترین علاج

حضرت السید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کوئی چیز دیکھی اور وہ اس کو اچھی لگی اور اس نے ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہہ لیا تو پھر اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائیگی (یعنی نظر بد اور دیگر حوادث سے محفوظ رہے گی) چنانچہ حضرت عروہ کو جب اپنی کوئی چیز پسند آتی یا وہ اپنے باغ میں داخل ہوتے تو اس کلمہ کو پڑھ لیا کرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ جب کسی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہ کلمہ پڑھ لینا چاہئے، مسند احمد میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتاؤں؟ پھر فرمایا وہ خزانہ ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے

اس کے بعد نیک مومن نے کہا کہ ٹھیک ہے آج تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے مگر مجھے خدا کی نجات سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت یا دنیا ہی میں تجھ سے بہتر باغ اور دیگر عمدہ چیزیں عطا فرادے اور تیرا یہ باغ وغیرہ تیرے کفر و تکبر کی وجہ سے تباہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کوئی آسانی عذاب بھیج کر تیرے ان سرسبز کھیت اور باغات کو پیش میدان بنادے یا نہر کا پانی خشک کر دے اور باوجود تیری کوشش کے اس میں پانی نہ آئے بس خدا سے ڈر اور کفر و شرک سے باز آ کر اس کا فرما بنو دار بن۔

وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفِّهِ عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى

اور اس شخص کے سامان تول کو آنت نے اُگھیرا پھر اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ لگا کر دیکھا اور وہ باغ اپنے

عَرَوْشَهَا وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ فِتْنَةٌ

ٹیوں پر گرا ہوا بڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور اسکے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوتا

يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

کے خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود بدلے سکا ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے

لِلَّهِ الْحَقُّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝

اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے

جس چیز سے مومن نے اپنے کافر دوست کو ڈرایا تھا آخر وہی ہو کر رہا، اچانک ایک

قہر خداوندی

دن قہر خداوندی کی بجلیاں اس کے باغات پر ٹوٹ پڑیں اور اس کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیا اور یہ کچھ نہ کر سکا، کھڑے کھڑے کف افسوس ملتا رہا اور اس وقت اس کے خدام، عزیز و اقرباء اور دوسرے یار و مددگار کچھ کام نہ آ سکے، اس وقت یہ کہہ رہا تھا کیا اچھا ہوتا اگر میں اللہ کے ساتھ کفر و شرک نہ کرتا مگر اب بچھٹائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلِ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا كَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ

اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر

بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ ۝ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ

اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اسکو ہوا اڑائے لئے بھرتا ہو اور

شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَةُ

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر بلوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دنیا ایک رونق ہیں اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں

الضَّلِيلَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝

وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور ایک کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں

ارشاد ہے کہ دنیا کی بہار اور چمک دمک کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بارش

دنیا کی مثال

ہو جانے کے بعد سبزہ آگ آتا ہے کھیتاں لہلہا نے گئی ہیں درختوں میں تازگی

دسربنری آجاتی ہے اور پھر بھی کچھ دن بعد سو کھنا شروع ہو جاتی ہے، اور پھر اس کو کاٹ چھانٹ کر

برابر کر دیا جاتا ہے اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑنے لگتی ہے۔ بس یہی حال دنیا کی چمک دکھ کا ہے۔ یہ بھی کچھ بعد اجڑ جائے گی اور کٹ چھٹ کر صاف چٹیل میدان بن جائے گی۔ بس دنیا کے دیدہ زیب فریب میں پھنس کر اپنی آخرت برباد نہیں کرنا چاہئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ مال و اولاد دنیوی زندگی کی رونق کی چیزیں ہیں ان پر فخر نہیں کرنا چاہئے، یہ عنقریب فنا ہو جانے والی ہیں، اصل باقی رہنے والی چیز اعمال صالحہ ہیں۔ یہ اللہ کے نزدیک دنیوی مال و اولاد سے ہزار ہا درجہ بہتر ہیں۔

وَالْبَقِيَّةُ الطَّاهِيَّةُ (باقی رہنے والی نیکیاں) سے کیا مراد ہے بعض حضرات مفسرین نے فرمایا اس میں تمام اعمال صالحہ نماز روزہ وغیرہ اور اس طرح علم سیکھنا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا مدرسہ، مسجد، کنواں وغیرہ بنوانا اور اپنی اولاد کو علم دین سکھانا اور اچھی تربیت کر کے صالح چھوڑ جانا یہ سب باقی رہنے والی نیکیاں ہیں، اور بعض مفسرین نے اس سے یہ تسبیح مراد لی ہے سُبْحَانَ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، چنانچہ حضرت سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحات زیادہ پڑھا کر آپ سے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے یہی تسبیح فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سب سے افضل ذکر ہے، اس تسبیح کے متعلق آپ نے فرمایا کہ مجھے روئے زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ یہ تسبیح محبوب ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا خوب ذکر کیا کرو اس سے بیماری کی تکلیف کے ننانوے دروازے بند ہو جاتے ہیں جن میں کم درجہ کی تکلیف غم و فکر کا دور ہو جانا۔

وَيَوْمَ نُسِطِرُ الْجِبَالُ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً، وَحَشَرْنَهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ

اور اس دن کو یاد کرنا چاہئے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جھک کر رکھیں گے

أَحَدًا ۖ وَعَرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ

اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے اور سب کے سب آپ کے روبرو برابر برابر کھڑے کر کے پیش کئے جاویں گے دیکھو آخر تم ہمارے

مَرَّةٍ ۖ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ۖ وَوَضَعَ الْكِتَابُ قَدَرَهُ

پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم یہی سمجھتے رہے کہ تم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے اور نامہ اعمال

الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِیْهِ وَيَقُولُونَ يُوَيْلَتُنَا مَا لِ هَذَا الْكِتَابِ

رکھ دیا جاوے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے کبھی اس امر

لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا

عمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ اور جو کچھ انھوں نے کیا وہ سب موجود

حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝

پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا

قیامت کا منظر

یہاں قیامت کے متعلق بیان ہو رہا ہے کہ اس دن پہاڑ جیسی ٹھوس و مضبوط چیز بھی اپنی جگہ چھوڑ دے گی اور ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ جائے گی، دوسری چیزوں کی نوعیت ہی کیا ہے، غرضیکہ زمین بالکل صاف چٹیل میدان بن جائے گی نہ اس پر کوئی مکان ہوگا نہ کوئی درخت وغیرہ اگلی پچھلی تمام مخلوق بلا کسی آڑ کے اپنے رب کے سامنے صف باندھے کھڑی ہوگی، حدیث پاک میں ہے میدان محشر میں ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسی صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی۔ اس وقت ان لوگوں سے جو قیامت کا انکار کرتے تھے کہا جائے گا، دیکھ لو آج ہم نے تم کو دوبارہ اسی طرح پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کر دیا ہے جس طرح اول مرتبہ پیدا کیا تھا، جس چیز یعنی قیامت، کام دنیا میں انکار کرتے تھے آج اس کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

اس دن سب کے نامہ اعمال کھول کر رکھ دیئے جائیں گے جس میں چھوٹے سے چھوٹا عمل لکھا ہوا ہوگا کوئی بھی اچھا یا برا عمل ایسا نہیں ہوگا جو اس میں درج نہ ہو، گنہ گار اور مجرم لوگ اس میں اپنے غلط کام اور جرم لکھے ہوئے دیکھ کر خوف کھائیں گے کہ دیکھئے اب احکم الحاکمین کیا سزا دیتا ہے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اس میں تو ہماری ہر حرکت درج ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی دو میں تو وہ اپنے عذر پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے بخت و حجت کر کے اپنے آپ کو بری کرنے کی کوشش کریں گے اور تیسری پیشی میں سب کے نامہ اعمال اللہ کے حکم سے ہوا ان کے ہاتھوں میں پہنچا دے گی

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، ایسا نہیں کہ بلا کئے کوئی عمل لوگوں کے نامہ اعمال میں درج کر دے یا جرم سے زیادہ سزا دی جائے، غرضیکہ جو جس چیز کا مستحق ہے اس کا بدلہ پورا پورا دیتا ہے۔

وَاذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ

اور جب کہ ملائکہ کو ہم نے حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کے وہ جنات میں

الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ

سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم سے مدد کیا سو کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کے بیٹے چاہو گے کہ دوست بناتے ہو

دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۝ مَا أَشْهَدُ تَهُمَ خَلَقَ

مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں یہ ظالموں کے لئے بہت بُرا بدل ہے میں نے ان کو نہ تو آسمان اور زمین

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلَقَ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَصَدًا ۝

بیدار کرتے دقت بنایا اور نہ خود ان کے بیدار کرنے کے دقت اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو بنانا

تفسیر ۴۔ ان آیات میں بیان ہو رہا ہے کہ شیطان لعین تمہارا زلی دشمن ہے، جس وقت حضرت

آدم کی شرافت کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں تو شیطان کو بھی حکم

دیا گیا، تمام فرشتوں نے اپنے رب کا حکم مان کر حضرت آدم کو سجدہ کیا مگر تکبر شیطان نے سجدہ نہیں کیا، انوس

ہے اولاد آدم پر کہ اس نے اپنے خالق و مالک اللہ جل شانہ کو چھوڑ کر اپنے زلی دشمن شیطان اور اس کی اولاد

و مددگاروں کو اپنا خیر خواہ اور دوست بلکہ خدائی شریک بنا رکھا ہے جب کہ اللہ کی ذات ہر قسم کے شرک سے

پاک ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ نہ جانے احمق انسانوں نے شیطان کو میرا شریک کیوں بنا دیا جبکہ نہ میں نے آسمان

وزمین بنانے میں ان سے مشورہ کیا اور نہ ان سے کسی قسم کی مدد لی بلکہ اس دقت تک تو یہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے

اور نہ ان کی پیدائش کے سلسلہ میں ان سے مشورہ کیا کہ تمہارے ہم جنسوں کو کیسا اور کس طرح پیدا کروں، پھر وہ

عبادت و اطاعت کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں، اور پھر میں عاجز بھی تو نہ تھا جو کسی سے مدد لیتا، اور بفرض محال اگر

مدد لیتا بھی تو ان بد بخت شیاطین سے جن کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ یہ گراہی پھیلائیں گے لوگوں کو میری بندگی سے

ہٹائیں گے

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرمادیں گا جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ ان کو

يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۝ وَرَأَى الْمَجْرُمُونَ النَّارَ

جواب دیں گے اور ہم ان کے درمیان میں ایک آگ کر دیں گے، اور مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے بھریں کرینگے کہ وہ

فَظَنُّوا أَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝

اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کا راہ نہ پادیں گے

تفسیر قیامت کے دن مشرکین کو شرمندہ کرنے کے لئے کہا جائیگا دنیا میں جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا آج ان کو بلاؤ تاکہ اس مصیبت کے وقت وہ تمہاری مدد کریں مگر ان کی آہ و بیکار کو سننے والا کوئی نہ ہوگا مدد کرنا تو دور کی بات ہے کیونکہ ان کے درمیان آگ کی بہت بڑی خندق حائل ہوگی اس وقت مجرم یعنی مشرک دوزخ کو دیکھیں گے اور انھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اب اس میں گرنے والے ہیں اور ان کو بچانے والا کوئی نہیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر پچاس ہزار برس کی بقدر کھڑا رکھا جائے گا، وہ جہنم کو دیکھتا رہے گا اور چالیس برس کی مسافت سے بھی یہی گمان کرے گا کہ میں دوزخ میں گرا جا رہا ہوں، گویا کہ عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے اس کو ڈر اور خوف کا عذاب دیا جائے گا جو اس کو گہرا رکھ دے گا۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور آدمی جھگڑنے

أَكْثَرُ شَيْءٍ ۚ جَدَلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ

میں سب سے بڑھ کر ہے اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے

وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ

منفرت مانگنے سے اللہ کوئی ایسا مانع نہیں رہا بجز اسکے کہ ان کو اس کا انتظار ہو کہ اگلے لوگوں (پیغمبر کا معاملہ ان کو بھی پیش

قُبْلًا ۝ وَمَا تُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ

آئے یا یہ کہ عذاب رو در روان کے سامنے آگھڑا ہو اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرائیوئے بنا کر بھی کرتے

كُفِّرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخِذُوا آيَتِي وَمَا أُنْذِرُوا هُزُوًا ۝

میں اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑا نکالتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے حق بات کو بھلا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس کی ان کو نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے قرآن مقدس میں انسان کو ہدایت پر لانے کے لئے طرح طرح سے سمجھایا اور مختلف طریقہ کی مثالیں دیں اور عمدہ قسم کے مضبوط دلائل بیان کئے مگر اس پر بھی انسان نے ہدایت کو قبول نہ کیا، جھگڑے اور بحث میں پڑ کر گمراہی پر قائم رہا، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں انسان سے مراد کافر لوگ ہیں،

یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام مخلوق میں انسان سب سے زیادہ جھگڑا لو ہے، اس کا ثبوت مسلم شریف کی حدیث سے ملتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں میں سے ایک شخص کو پیش کیا جائے گا، اس سے سوال ہوگا کہ ہم نے تمہاری طرف جو رسول بھیجا تھا تم نے اس کا حکم مانا کہ نہیں، وہ کہے گا میرے رب میں نے آپ کے رسول کا حکم مان کر آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لایا اور نیک اعمال کئے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تیرا نامہ اعمال سامنے رکھا جائے گا، اس میں تو یہ کچھ بھی نہیں، وہ کہے گا میں اس نامہ اعمال کو نہیں مانتا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ ہمارے فرشتے تمہاری نگرانی کرتے تھے، یہ تیرے خلاف گواہی دیتے ہیں، وہ کہے گا کہ میں ان فرشتوں کی گواہی کو بھی نہیں مانتا اور نہ میں ان کو پہچانتا ہوں اور نہ میں نے ان کو اپنے عمل کے وقت دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے لوح محفوظ سامنے ہے اس میں بھی تیرا ہی حال لکھا ہے، وہ کہے گا، میرے رب آپ نے مجھے ظلم سے پناہ دی ہے کہ نہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ بیشک ظلم سے تو ہماری پناہ میں ہے، اب وہ کہے گا میرے رب ایسی غبی شہادتوں کو کیسے مانوں جو میری دیکھی بھالی نہیں ہیں میں تو ایسی گواہی کو مان سکتا ہوں جو میرے نفس کی طرف سے ہو، اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس کے کفر و شرک پر گواہی دیں گے اس کے بعد اس کو جھوٹا دیا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ ان کافروں کی ضد اور عناد کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مقدس جیسی عظیم الشان ہدایت، اور فخر و عالم جیسی مجسمہ نور و ہدایت پہنچنے کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائے اور اپنے کفر و معاصی سے توبہ نہیں کی تو بس اب اس عذاب کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلی قوموں پر آچکا ہے۔

بہر حال جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہدایت پر لانے کی پوری کوشش کی مگر یہ گمراہی پر ہی جمے رہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے اخیر میں فرمایا کہ ہم رسولوں کو صرف اس لئے بھیجتے

ہیں کہ وہ ایمان قبول کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری سنائیں اور کفر پر جمے رہنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرا دیں وہ اس بات پر قادر نہیں ہوتے کہ کسی کو زبردستی ایمان پر لے آ دیں یا لوگوں کی مرضی کے مطابق معجزات اپنی قدرت و اختیار سے دکھلا دیں یا جب تم عذاب چاہو تو اسی وقت تمہارے اوپر مسلط کر دیں۔

اور ان کا فریضہ کی یہ عادت ہے کہ بلا وجہ جھوٹا جھگڑا اٹھا کر اور کٹ جھٹی کر کے چاہتے ہیں کہ حق بات کو دبا دیں، جھوٹ کے ذریعہ سچائی کو پست کر دیں مگر یاد رکھیں ایسا ہرگز ہونے والا نہیں، اور ان کی یہ عادت بھی ہے کہ اللہ کے کلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور جس عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں مگر یہ بھول میں ہیں ایک دن ان کو اس کی سخت سزا ضرور ملنے والی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَلِئِي مَا قَدْ مَتَّ

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں

يَذَرُهُ لَنَا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ كِتَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ

سمیٹ رہا ہے اسکے نتیجہ کو بھول جائے ہم نے اسکے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں میں ڈکڑے رکھ دیے

تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا إِلَّا إِذَا أَبَدًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ

اور اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلا دیں تو ایسی حالت میں ہرگز کبھی راہ پر نہ آ دیں اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا رحمت والا ہے

لَوْ يُؤَاخِذُهم بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ

اگر ان سے ان کے اعمال پر دار دیگر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا مگر ان کے واسطے ایک معین وقت ہے کہ اس سے

يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْيِلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا

اس طرف کو، پناہ کی جگہ نہیں پاسکتے اور یہ بستیوں جب انہوں نے شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا

وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا ۝

اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا

ان آیات میں بیان ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا جو اپنے خالق و مالک کے کلام سے اعراض دے تو جہی کرے، حد تو یہ ہے کہ منہ پھیر کر انکار کر دے اور جو ایمانیا پہلے کر چکا ہے ان کو بھی بھول جائے، یہ نہ سوچے کہ ان کی سزا ضرور ملنی ہے، غرضیکہ ان حرکتوں کی وجہ سے اللہ

تفسیر

تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی، اب نہ وہ حق سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بھر حق کی طرف متوجہ کیسے ہوں، بس ایسے بد بختوں کی ہدایت پر آنے کی اب کوئی امید نہیں، غرضیکہ ان کے اعمال ایسے سنگین کہ عذاب آنے میں ذرا بھی دیر نہ ہو مگر اللہ کی ذات بڑی ہی رحم و کرم والی ہے اس لئے وہ بڑے سے بڑے مجرم کو مہلت دیتا ہے فوراً سزا نہیں دیتا اور اپنی رحمت سے درگزر کرتا ہے، تاکہ مجرم کو توبہ نصیب ہو اور ایمان و اعمال صالحہ کی توفیق ہو جائے لیکن اگر کوئی اس ڈھیل سے فائدہ حاصل نہیں کرتا تو پھر اس کو دقت معینہ پر عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، دیکھ لو تم سے پہلی قومیں مثلاً عاد و ثمود جب ظلم و سرکشی سے باز نہ آئیں اور اللہ کی دی ہوئی ڈھیل و مہلت سے فائدہ نہ اٹھا یا تو آخر کار اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوا اور سب تباہ و برباد کر دئے گئے یس سمجھ داری اس میں ہے کہ ان ہلاک شدہ قوموں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کی جائے اور اللہ کی نافرمانی سے بچ کر اپنے آپ کو عذاب الہی سے بچالیا جائے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَتْلِهِ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝

اور وہ دقت یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ

دریا آپس میں ملے ہیں یا وہی زمانہ واز تک چلتا رہا پس جب دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اس اپنی پھلی کو دونوں بھول گئے

سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِقَتْلِهِ إِتَيْنَا عَدَاءَ نَاذِلَقَيْنَا مِنْ سَفَرِنَا

اور پھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور پھل دی پھر جب دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا راستہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں

هَذَا نَصَبًا ۝ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ ذ

بڑی تکلیف پہنچی خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے جب ہم اس بچھر کے قریب پھرے تھے سو میں اس پھلی کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے

وَمَا أُنْذِرُهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝

بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور اس پھلی نے دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی موسیٰ نے فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی

قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغُ ۖ فَارْتَدَّآ عَلَىٰ أُنْجَارِهِمَا قَصَصًا ۖ فَوَجَدَا عَبْدًا

ہر کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے لوٹے سو انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک

مَنْ عِبَادَنَا اتَيْنَهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝

بندے کو یا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھایا تھا، موسیٰ

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَ مِنَّمَا عَلَّمْتَ رُشْدًا

اے ۔۔۔ سے فرمایا کریں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی

۝ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ

سکھایا دے ان بزرگ نے جواب دیا آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہ ہو سکتے گا اور ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے

تُحِطُ بِهِ خُبْرًا ۝ قَالَ سَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ

ان میں سے کچھ باتیں ہیں موسیٰ نے فرمایا ان باتوں پر آپ مجھ کو صابر بنا دیں گے اور میں کسی بات میں آپ کے

أَمْرًا ۝ قَالَ فَإِنِ اشْتَبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ

خلاف حکم نہ کروں گا ان بزرگ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا

مِنْهُ ذِكْرًا ۝

نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداء ذکر نہ کر دوں

قصہ حضرت موسیٰ و خضر

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے ایک شخص نے سوال کیا حضرت اس وقت سب سے بڑا عالم کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا میں۔ اگرچہ آپ کا یہ جواب بالکل صحیح تھا، کیونکہ آپ اللہ کے نبی تھے اس لئے شریعت کے احکام کا سب سے زیادہ علم آپ ہی کو تھا، مگر حق تعالیٰ کو آپ کا یہ جواب پسند نہ آیا، فوراً وحی آئی اے موسیٰ جمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جس کا علم تم سے بڑھا ہوا ہے، یہ سنکر حضرت موسیٰ کو احساس ہوا کہ مجھے یہ نہیں کہنا چاہئے تھا کہ مجھے سب سے زیادہ علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ اللہ زیادہ بہتر جانتے ہیں، کس کو سب سے زیادہ علم ہے، بہر حال آپ نے عرض کیا اے اللہ مجھے اس بندے سے ملنے کا پتہ بتا دیجئے تاکہ میں ان سے وہ باتیں سیکھوں جو میں نہیں جانتا؟ ارشاد ہوا اپنے ہمراہ ایک بے جان مچھلی لے لو جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا یہ بندہ تم کو ملیگا۔

حضرت موسیٰ اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لیکر سفر کے لئے جلدیتے ہیں اور مردہ مچھلی اپنے ساتھ رکھ لی، یوشع بن نون کچھ مدت آپ کے خادم خاص کی حیثیت سے رہے بعد میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔۔۔۔۔

اور حضرت موسیٰ ؑ کے بعد آپ کے خلیفہ بن گئے، بہر حال سفر پر روانہ ہوتے ہوئے اپنے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں برابر چلتا رہوں گا جب تک مجمع البحرین تک نہ پہنچ جاؤں چاہے مجھے برسوں چلنا پڑے، مجمع البحرین سے مراد وہ جگہ ہے جہاں دو سمندر مل جاتے ہیں یا ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں، بیچ میں قدرے فاصلہ رہتا ہے، یہ مقام کہاں ہے اس میں علماء مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، حضرت قتادہ ؓ نے فرمایا کہ یہ بحر فارس و روم کے ملنے کی جگہ ہے، بعض نے بحر اردن اور بحر قلزم کے ملنے کی جگہ بتائی ہے ابی ابن کعب نے فرمایا یہ جگہ افریقہ میں ہے، سدی نے فرمایا کہ آرمینہ میں ہے، اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ جگہ ملک مصر و شام کے درمیان میں ہے جس کے ایک جانب دریائے قلزم اور دوسری جانب دریائے متوسط ہے ان دونوں دریاؤں کو کھود کر اب نہر سوژ بنادی گئی ہے، یہی جگہ حضرت موسیٰ ؑ کے وطن سے قریب ہے۔

غرضیکہ مچھلی اپنے توشہ دان میں لے کر حضرت موسیٰ ؑ نے دریا کے کنارے سفر شروع کر دیا دوران سفر آپ نے ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ تھا آرام فرمایا، حضرت موسیٰ ؑ سو گئے حضرت یوشع نے اس چشمہ سے وضو کیا اس کی چھینٹیں مردہ مچھلی پر پڑی تو اس میں جان آگئی اور وہ توشہ دان سے نکل کر پانی میں کود پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سرنگ سی بناتی ہوئی چلی گئی یعنی دریا میں جہاں جہاں کو وہ مچھلی گئی وہیں سرنگ جیسا ایک راستہ بنتا چلا گیا، حضرت یوشع مچھلی کا یہ عجیب واقعہ حضرت موسیٰ ؑ کو سنانا بھول گئے، اور جب حضرت موسیٰ ؑ بیدار ہوئے تو دونوں اپنے سفر پر چل پڑے، جب خاصی دور چلے گئے تو حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ آج کے سفر میں تو ہمیں بہت تکان ہو گئی ہے، اس وقت خادم کو یاد آیا تو حضرت موسیٰ ؑ کو مچھلی کا عجیب و غریب واقعہ سنایا حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا جہاں وہ مچھلی ہم سے جدا ہوئی ہے اسی جگہ کہ تو ہمیں تلاش ہے وہیں اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جن سے ہمیں کچھ سیکھنا ہے چلو جلدی واپس چلو، چنانچہ دونوں حضرات اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے اس جگہ واپس آئے یہاں آپ نے اللہ کے اس نیک بندے کو پایا جس کو اللہ نے اپنی خاص رحمت سے نواز رکھا تھا اور اس کو ایک خاص قسم کا علم سکھا رکھا تھا کشف و

(قوالی تحقیق سے) مچھلی کے زندہ ہونے کی ظاہری وجہ بعض حضرات نے آب حیات بتائی ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ

کہ آب حیات کے قطرے مچھلی پر نہیں پڑے تھے بلکہ اس کا زندہ ہونا حضرت موسیٰ ؑ کا معجزہ ہے اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ مچھلی مردہ تھی بعض مفسرین نے اس پر یہ اضافہ فرمایا ہے کہ وہ بھونی ہوئی کھانے کو مطلب کی تھی یہ حضرات اس میں سے کچھ حصہ کھا بھی چکے تھے اسکے بعد یہ بھونی ہوئی آدمی مچھلی بطور معجزہ زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی ابن عطیہ اور دوسرے بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ مچھلی بعد میں بھی زندہ رہی اور لوگوں نے اس کو دیکھا کہ اس کی ایک کروٹ کھائی ہوئی ہے، ابن عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی اس مچھلی کو دیکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ محمد یعقوب غفرلہ والہ

الہام کے ذریعہ حکم خداوندی بہت سی چیزوں کا انجام بھی انکو معلوم ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو مصیبت سے بچایا کرتے تھے بخاری شریف میں اس بندے کا نام خضر بتایا گیا ہے، خضر کے معنی برے بھرے کے ہیں، مفسرین نے آپ کے نام کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت خضر جس جگہ بیٹھتے وہ ہری بھری ہو جاتی تھی، سخت سے سخت زمین پر بھی بیٹھ جاتے تو وہاں بھی گھانسن اور سبزہ اُگ آتا، اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر نبی تھے یا ولی، بعض حضرات نے ان کو ولی کے درجہ میں رکھا ہے مگر جمہور علماء نے ان کا نبی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس کو قرآنی واقعات سے ثابت کیا ہے۔

بہر حال حضرت موسیٰؑ واپس اسی جگہ پہنچے تو اس پتھر کے قریب اس بندے کو چادر تانے لیٹا ہوا دیکھا

مُتَكَلِّمًا خَضِرًا مُوسَىٰ وَخَضِرَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ :-

حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضر کو سلام کیا اور ان کو اپنا نام بتایا

حضرت خضرؑ نے معلوم کیا، کیا آپ موسیٰ بنی اسرائیل ہیں؟

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہاں میں قوم بنی اسرائیل کا موسیٰ ہوں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ خاص علم سکھادیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرما رکھا ہے۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا آپ میرے ساتھ رہ کر (میرے معاملات دیکھ کر) صبر نہ کریں گے کیونکہ جو علم اللہ نے مجھے دیا ہے آپ اس سے واقف نہیں اور جو علم آپ کو عنایت فرمایا گیا ہے میں اس سے پورے طور پر واقف نہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرینوالا پائیں گے اور میں آپ کے کسی بھی معاملہ میں دخل نہیں دوں گا حضرت خضرؑ نے فرمایا اگر آپ اس پر تیار ہیں تو خوشی میرے ہمراہ رہئے مگر شرط یہ ہے کہ میرے کسی کام کے متعلق مت پوچھئے کہ یہ کیوں کیا، جب تک کہ میں خود آپ کو اس کی حقیقت نہ بتاؤں۔

فَانْطَلَقَا وَهِيَ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی میں چھید کر دیا موسیٰؑ نے فرمایا کیا اپنے اس کشتی

آہلہا، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ

میں اسے چھید کیا ہوگا کہ اسے بیٹھنے والوں کو غرق کر دے اپنے بڑی بھاری بات کہ ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں تمکا نہیں تھا کہ آپ سے میرے

صَبْرًا ۖ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ۖ

ساتھ صبر نہ کرنا موسیٰؑ نے فرمایا کہ آپ میری بھول چوک پر گرت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ ننگی نہ ڈالئے پھر دونوں چلے

فَانْطَلَقَاۤ اِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُۥ ۖ قَالَ اَقْتُلْتْ

جہاں تک کہ جب ایک لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ کہنے لگے

نَفْسًا رَّكِيَّةً ۚ يٰۤاٰدَمُ بَعِيْرُ نَفْسٍ ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا ثَكُوْرًا ﴿۱۰﴾

اپنے ایک بے گناہ بچے کو مار ڈالا بے بدے کسی جان کے بے شک آپ نے بڑی بے جا حرکت کی

حضرت موسیٰؑ و حضرت علیہما السلام میں جب ایسی سعادہ ملے ہو چکا تو اب دونوں مکہ

کشتی کا سفر اور معصوم بچے کا قتل

آگے چلے (فالبا) حضرت یوشع بھی ساتھ ہوں گے چونکہ وہ حضرت موسیٰ کے تابع تھے اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا) اور چلتے چلتے راستہ میں دریا آیا جس کو پار کرنے کیلئے کشتی میں سوار ہونا پڑا، کشتی والا حضرت خضر کو جانتا تھا اس نے ان حضرات سے کرایہ نہیں لیا جب کشتی کنارے پر پہنچی تو یہ حضرات کشتی سے اتر گئے اترتے وقت حضرت خضر نے کلباڑے سے کشتی کا ایک تختہ لٹکالیا جس کی وجہ سے کشتی میں پانی بھر کر اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہو گیا مگر تاریخی روایات میں ہے کہ پانی کشتی میں داخل نہیں ہوا تھا یا تو اس وجہ سے کہ حضرت خضر نے اس سوراخ پر ایک بڑا شیشہ رکھ دیا تھا، جلال الدین محلی سے مروی ہے کہ کشتی کے اندر پانی کا نہ آنا یہ حضرت خضر علیہ السلام کا معجزہ تھا، حضرت خضر کا یہ فعل دیکھ کر حضرت موسیٰ سے رہا نہ گیا اور وہ فوراً بول پڑے حضرت آپ نے یہ ٹھیک زکیا اس بیچارے کا ہم پر احسان ہے کہ بلا کرایہ کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کی کشتی توڑ ڈالی، حضرت خضر سمجھ رہے تھے کہ حضرت موسیٰ کا مجھے تنبیہ کرنا ان کے اپنے خیال میں بالکل صحیح ہے مگر وہ انجام سے واقف نہیں ان کی بات سن کر حضرت خضر نے فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر آپ سے صبر نہ ہو سکیگا، حضرت موسیٰ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بھول گیا تھا آپ میری اس بھول کو درگزر کریں، اور مجھے اپنے ساتھ رہنے کا موقع دیں، حضرت خضر نے آپ کی بھول کو درگزر کیا اور پھر دونوں آگے چلے اور ایک بستی میں پہنچے جہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے ان میں سے ایک بچہ جو بہت خوبصورت اور اچھی آواز والا تھا حضرت خضر نے اسے پکڑ کر جان سے مار ڈالا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ بلبلاتھے اور بیتاب ہو کر کہنے لگے اس مرتبہ تو اپنے پہلے سے بھی بڑھ کر جرم بلکہ ظلم کیا ہے ایک معصوم و نابالغ بچے کو قتل کر ڈالا جس کو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں۔

(نوٹ) اس واقعہ کے بقیہ حصہ کا بیان انشاء اللہ آگے پارے ۱۱ میں آئے گا۔ (پارہ سبحان الذی ختم شد)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے پناہ احسان و کرم ہے کہ باوجود انکار و مصروفیات اور ملالت طبع کے نفع قرآن کریم کی تفسیر تکمیل کو پہنچی، بارگاہ قدسی میں دعا ہے کہ بقیہ نصف کلام پاک کی تفسیر بھی حق تعالیٰ بحسن و خوبی مکمل کرادے، اللہم آمین۔

قارئین سے گزارش ہے کہ مجھ عاصی کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں اللہ تعالیٰ میری اور تمام مومنین کی مغفرت فرمائے، اللہم آمین۔ محمد یعقوب قاسمی خضر دلوالدیہ

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

رحمت کے خزانے

یہ کتاب اعمال حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیث پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابن شہ علیہ الرحمہ کے استاد و محدث محدث جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے ”المتجدد الرابع فی ثواب العمل الصالح“ کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اردو ترجمہ ”رحمت کے خزانے“ کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسب ضرورت احادیث پاک کی مختصر و عام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔

الحمد للہ یہ مکمل کتاب قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر امت کی قدیم و جدید مشہور و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمد للہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

یہ تین کتابیں ہر ماہ ایک ایک قسط میں شائع ہوں گی۔ ہر قسط کی قیمت ۱۰ روپے ہے۔

نوٹ:- خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فزاکم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH

Gali No. 2, Aali ki Chungi, Mandi Samili Road, Saharanpur-247001 (U.P.) Mob: 9837376773